ترجمہ

تنویر الازہار

نور الابصار

فی مناقب آل بیت النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم

تالیف

شیخ مومن بن حسن مومن شبلنجی

مترجم

شیخ الحدیث علامہ آغا غلام رسول رضوی

فیصل آباد

تفهیم البخاری پبلیکیشنز فیصل آباد

1

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

يَآ اَهْلَ الْجَمْعِ نَكِّسُوْا رُؤُسَكُمْ وَغُضُّوْا اَبْصَارَكُمْ حَتّٰى تَمُرَّ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الصِّرَاطِ

اے محشر والو! سر نیچے کر لو آنکھیں بند کر لو حتّٰی کہ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا پل صراط سے گزر جائے۔ "بیہقی"

ترجمہ

تنویر الازہار

نور الابصار

جلد دوم

فی مناقب آل بیت النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم

تالیف — مترجم

شیخ مومن بن حسن مومن شبلنجی

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ محدث کبیر فیصل آباد

ناشر

صاحبزادہ محمد حبیب الرحمٰن رضوی P-41 سنت پورہ فیصل آباد

Mob: 0300-0312-9650272, Fax: +92-41-2643623

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تنویر الازہار

ترجمہ

نور والابصار

جلد دوم

تعداد .... گیارہ سو (1100)

تالیف:

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ محدث کبیر

جامعہ سراجیہ رسولیہ رضویہ اعظم آباد، فیصل آباد

کمپوزنگ ایم شاہد چشتی (امین پور بازار فیصل آباد)

مطبع اشتیاق اے مشتاق پرنٹنگ پریس، مولا بخش چوک لاہور

ہدیہ روپے

ناشر صاحبزادہ محمد حبیب الرحمن رضوی P-41 سنت پورہ فیصل آباد

Mob: 0300-0312-9650272, Fax: +92-41-2643623

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔

(قرآن کریم)

سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت امام علی بن ابی طالب کے بیٹے اور سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہزادے ہیں۔ چار ہجری میں پانچ شعبان المعظم کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔

آپ کی والدہ ماجدہ امام حسن رضی اللہ عنہ کو جنم دینے کے پچاس روز بعد امام حسین رضی اللہ عنہ سے حاملہ ہوئیں، یہی نقل صحیح اور درست ہے۔

سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تھوک مبارک سے آپ کو تحنیک دی کان میں اذان فرمائی اور منہ میں لعاب دہن ڈالی اور ان کے لیے دُعا فرمائی۔ ساتویں روز ان کا نام رکھا اور ایک مینڈھا عقیقہ میں ذبح کیا اور ان کی والدہ سے فرمایا اس کے سر کا حلق کرو اور بالوں کے وزن کی مقدار چاندی صدقہ کرو جیسا کہ ان کے بھائی حسن رضی اللہ عنہ کے تولّد کے وقت کیا تھا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبداللہ ہے ان کی اور کوئی کنیت نہیں آپ کے القاب رشید، طیّب، زکی، وفی، سید، مبارک، تابع لمرضات اللہ اور سبط ہیں۔ آپ کا سب سے مشہور لقب ''زکی'' ہے اور رُتبہ کے اعتبار سے سب سے اعلیٰ لقب وہ ہے جو سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اور آپ کے بھائی کو لقب دیا ہے کہ حسن وحسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ اسی طرح ''سبط'' کیونکہ یہ صحیح ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے حسین اسباط میں سے سبط ہے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کا حُلیہ مبارک

امام حسین رضی اللہ عنہ ناف سے ٹخنہ تک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔

آپ کے شاعر یحیٰ بن حکم اور اس کے علاوہ شعراء کی ایک بہت بڑی جماعت تھی۔ اسعد بن ہجری آپ کا چوکیدار تھا۔ آپ کی انگوٹھی کا نقش لِکُلِّ اَجَلٍ کِتَاب" ہے۔

یزید بن معاویہ اور امام حسین احادیث کی روشنی میں

حاکم نے صحیح حدیث یعلی عامری سے روایت کی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسین مجھ سے ہے میں حسین سے ہوں۔ اے اللہ جو حسین سے محبت کرے تو اس سے محبت کر، حسین اسباط میں سے سبط ہے۔ ابن حبان، ابن سعد، ابو یعلی اور ابن عساکر نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ جو شخص جنت والوں میں سے کسی کو دیکھنا چاہے، ایک روایت میں یہ ہے کہ جو شخص جنت کے نوجوانوں کے سردار کو دیکھنا پسند کرے وہ حسین بن علی کو دیکھ لے۔ خیثمہ بن سلیمان نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا ''لکع'' کہا ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے اور آپ کی گود میں گر گئے۔ اور اپنی انگلیاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی شریف میں ڈال دیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا منہ شریف کھولا اور اپنا منہ ان کے منہ میں داخل کر دیا اور فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ اَحِبَّهٗ فَاَحِبَّ مَنْ يُّحِبُّهٗ۔ اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں جو اس سے محبت کرے تو اس سے محبت کر۔

حسن بن ضحاک نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ امام حسین کا لعاب چوس رہے تھے جیسے کوئی شخص کھجور چوستا ہے۔

حضرت جعفر صادق بن محمد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف فرما ہوتے ہوئے کشتی کی۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسن زور لگاؤ۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ! آپ بڑے کو چھوٹے پر ابھارتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ جبرائیل علیہ السلام ہے وہ حسین سے کہہ رہا ہے کہ حسین زور لگاؤ اور حسن کو پکڑ لو۔

زید بن ابی زیاد سے روایت ہے انہوں نے کہا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے باہر تشریف لائے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے گزرے اور امام حسین کو روتے ہوئے سُنا تو فرمایا اے فاطمہ جانتی نہیں ہو اِن کے رونے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔

حضرت براٗبن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو کندھے پر اُٹھائے ہوئے یہ فرمارہے تھے۔

اللّٰھم انی احبّہ' فاحبّہ'۔ اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔

بخاری نے روایت کی اور ترمذی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف اس کو مرفوع ذکر کیا ایک شخص نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ مُحرم مچھر ماردے تو اس پر کیا دَم اور جزأ ہے۔ ابن عمر نے فرمایا تو کس علاقے کے لوگوں سے تعلق رکھتا ہے اس شخص نے کہا مَیں عراقی ہوں۔

ابن عمر نے کہا۔ اس شخص کو دیکھو مجھ سے مچھر کے خون کا سوال کرتا ہے حالانکہ ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لختِ جگر کو قتل کیا ہے۔ میں نے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ حسن و حسین دنیا میں میری خوشبو ہیں۔ اُم فضل نے روایت کی انہوں نے کہا میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آج رات ایک بُرا خواب دیکھا ہے۔

فرمایا۔ وہ کیا ہے؟

اس نے کہا۔ میں نے دیکھا ہے کہ آپ کے جسم شریف سے ایک ٹکڑا جدا کیا گیا ہے اور میری گود میں رکھ دیا گیا ہے۔

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خواب بہت اچھا ہے۔ فاطمہ بچہ جنے گی جو تمہاری گود میں آئے گا۔ چنانچہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو جنم دیا اور وہ میری گود میں تھا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ میں اسے اُٹھا کر سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئی اور آپ کی گود شریف میں رکھ دیا۔ پھر اچانک میں نے دیکھا تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا۔ حضور! میرے ماں باپ قربان ہوں یا رسول اللہ! یہ رونا کیسا ہے؟ فرمایا میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ میری اُمت میرے اس بچہ کو عنقریب

قتل کرے گی اور اس کے خون سے سرخ مٹی میرے پاس لائے۔ بغوی نے اپنی سند سے روایت کی جب کہ اسے اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف مرفوع کیا کہ انہوں نے کہا کہ جبرائیل علیہ السلام سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے اور امام حسین میرے پاس تھے۔ میں ذرا سی غافل ہوئی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پکڑ کر اپنی گود میں لے لیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ آپ اس بچہ سے محبت کرتے ہیں۔ فرمایا۔ جی ہاں۔

جبرائیل نے کہا۔ آپ کی اُمت اسے قتل کرے گی، اگر آپ چاہیں تو میں اس زمین کی مٹی لے آؤں جہاں یہ قتل ہوں گے پھر اپنا پَر زمین پر بچھادیا اور آپ کو کربلا کی سُرخ زمین دکھائی جو طفِ عراق میں ہے۔

طفّ کی تشریح

طف کی ''طا'' مفتوح مہملہ ہے اور ''فا'' مشدّد ہے۔ یہ کوفہ سے باہر ایک جگہ کا نام ہے۔ اس کی جمع طفوف آتی ہے، عرب کی زمین میں عراق کے کنارے اونچی جگہ سے مجمع البحرین میں کہا کہ'' طف'' دریا کے کنارے خشکی کی جانب ہے۔ یہ وہی طف ہے جہاں امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے، لغت میں طف جانب اور کنارہ ہے یہ دریائے فرات کے کنارے خشکی کی جانب ہے اس لیے اس زمین کو طف کہا جاتا ہے۔ حافظ عبدالعزیز جنابذی نے اپنی کتاب ''معالم العترۃ الطاہرۃ'' میں اصبغ بن نباتہ سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف مرفوع روایت ذکر کی۔ انہوں نے کہا ہم حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سفر میں تھے اور کربلا کی زمین سے گزرے حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ جگہ ان کی سواریوں کے بیٹھنے کا مقام اور ان کے خون بہنے کی جگہ ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت سے ایک جماعت ان کو اس میدان میں قتل کرے گی ان پر زمین و آسمان روئیں گے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کا عراق جانا اور وہاں شہید ہو جانا

ابو عمرو نے کہا جب حضرت امیر معاویہ ساٹھ ہجری کو ابتداء رجب میں فوت ہوئے اور یزید امیر منتخب ہوا تو مدینہ منورہ کے حاکم ولید بن عتبہ کو یزید کے لئے بیعت لینے کا حکم دیا۔ اس نے امام حسین

بن علی اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو رات کے وقت پیغام بھیجا کہ وہ دونوں ولید بن عتبہ کے پاس حاضر ہوں۔ دونوں حضرات تشریف لائے تو ان سے کہا تم یزید کی بیعت کرلو۔ انہوں نے کہا ہمارے جیسے لوگ خفیہ بیعت نہیں کرتے جب صبح ہوگی تو سب لوگوں کے سامنے بیعت کریں گے۔ یہ کہہ کر وہ اپنے گھروں کو چلے گئے اور راتوں رات مکہ مکرمہ روانہ ہوگئے۔ یہ اٹھائیس رجب کی رات کا واقعہ ہے۔

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ میں شعبان، رمضان، شوال اور ذوالقعدہ اقامت فرمائی اور آٹھ ذوالحجہ کو کوفہ تشریف لے گئے (یہ ابن عبدالبر نے نقل کیا ہے) فصول مہمہ میں ہے کہ جب کوفہ والوں کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فوت ہونے کی خبر پہنچی اور ان کو یہ بھی خبر پہنچی کہ سیدنا امام حسین، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم یزید کی بیعت کرنے سے رُک گئے ہیں اور امام حسین مکہ مکرمہ تشریف لے گئے ہیں، تو کوفہ میں تمام شیعہ لوگ سلیمان بن صرو کے گھر اکٹھے ہوئے اور امام حسین کے مکہ مکرمہ تشریف لے جانے میں گفتگو کی اور یہ مشورہ کیا کہ ہم امام حسین کو خط لکھیں کہ وہ ہمارے پاس کوفہ تشریف لائیں۔ چنانچہ انہوں نے خط لکھا اور کوفہ سے جانے والے لوگوں کے ہاتھ امام حسین کی طرف روانہ کردیا جس کا مضمون یہ تھا۔

اہل کوفہ کا سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو مراسلات بھیجنا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

للحسین بن علّی امیر المومنین من شیعتہٖ وشیعۃ ابیہ رضی اللہ عنہما

امّا بعدُ ....فان الناس منتظروك لا رای لھم فی غیرك فالعجل العجل یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلّ اللہ ان یجمعنابك علی الحقّ و یؤید الاسلام بك بعد اجزل السلام واتمُّہ علیك ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

امام حسین اور ان کے والد امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہما کے شیعوں کی طرف سے امام حسین بن علی کے نام۔ امابعد!

”لوگ آپ کا انتظار کررہے ہیں آپ کے سواوہ کسی کو پسند نہیں کرتے ہیں اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے فوراً تشریف لایئے شاید اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ ہم کو حق پر جمع کردے اور

آپ کے ساتھ اسلام کو قوت اور طاقت بخشے۔ آپ پر کامل سلام اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت ہو۔"

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ والوں کے خط کا یہ جواب لکھا۔

امّا بعد

فقد وصلنی کتابکم وفهمت ما اقتضته ا راؤ کُم و قد بعثت الیکم اخی وثقتی وابن عمی مسلم بن عقیلٍ وساء قدم علیکم اثرہٗ انشآء اللّٰہُ۔

مجھے تمہارا خط ملا اور تمہارے افکار کا مقتضیٰ معلوم ہوا میں نے اپنے چچازاد بھائی اور اپنے معتمد علیہ مسلم بن عقیل کو تمہاری طرف روانہ کر دیا ہے ان کے بعد عنقریب میں آ رہا ہوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اور کوفہ جانے والے لوگوں کے ساتھ مسلم بن عقیل کو روانہ کر دیا۔ جب مسلم بن عقیل وہاں پہنچے اور کوفہ میں داخل ہوئے تو سارے شیعہ جمع ہو گئے۔ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے لیے ان سے بیعت لی (چنانچہ کوفہ کے سارے شیعوں نے امام حسین کی بیعت کر لی) جب کوفہ کے حاکم نعمان بن بشیر کو پتہ چلا تو اس نے سارا واقعہ یزید بن معاویہ کو لکھ بھیجا۔ یزید نے فوراً عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ جانے کے لئے تیار کیا۔ جب ابن زیاد کوفہ کے قریب پہنچا تو بھیس بدل کر رات کو کوفہ میں داخل ہوا، لوگوں کو یہ وہم ہوا کہ امام حسین تشریف لائے ہیں۔ کیونکہ ابن زیادہ اہل حجاز کے لباس میں بادیہ کی طرف سے کوفہ میں داخل ہوا تھا۔ وہ جب لوگوں کے ہجوم سے گزرتا تو لوگ اس کو امام حسین خیال کرتے ہوئے احتراماً کھڑے ہو جاتے اور بلند آواز سے کہتے مرحبا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے۔ آپ کا تشریف لانا مبارک ہو۔ ابن زیاد خاموشی سے گزرتا گیا اور کسی سے بات تک نہ کی اور لوگوں کا امام حسین کی آمد کی خوشی کا اظہار اُسے بُرا محسوس ہوا۔ لوگوں کے جذبات اور حالات سے ابن زیاد کافی واقف ہو چکا تھا اس نے سیدھا شاہی محل کا قصد کیا اور اس میں داخل ہونا چاہا تو کیا دیکھتا ہے کہ نعمان بن بشیر اور اس کے سارے عملہ نے دروازہ بند کر رکھا ہے۔ کیونکہ نعمان بن بشیر نے یہ سمجھا تھا کہ امام حسین آ رہے ہیں۔

عبید اللہ بن زیاد نے چلاّ کر کہا دروازہ کھولو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے کام میں برکت نہ کرے اور نہ ہی تمہارے جیسے لوگ زیادہ ہوں۔ شاہی محل والوں نے ابن زیاد کی آواز پہچانی اور کہنے لگے یہ ابن

مرجانہ ہے۔انہوں نے دروازہ کھول دیا۔ابن زیادہ محل میں داخل ہوااور رات وہیں گزاری۔جب صبح ہوئی تو لوگوں کو جمع کیا اوران سے سخت کلام کیا اور چند لوگوں کو قتل بھی کردیا۔اس کے بعد حیلہ بہانہ سے وہ مسلم بن عقیل پر کامیاب ہوگیا اور انہیں بھی قتل کر دیا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کے کوفہ کی طرف روانہ ہونے کے بعد مکہ مکرمہ میں بہت تھوڑا ٹھہرے اوران کے فوراًبعد کوفہ جانے کے لیے تیار ہو گئے۔چنانچہ اپنے گھر والوں، اولاد اور دیگر خدام اور متعلقین وغیرہ کو اکٹھا کیا اور کوفہ جانے کی تیاری کی تو عمر بن حارث بن ہشام مخزومی آپ کے پاس آئے اور کہا مجھے آپ سے ایک کام ہے میں چاہتا ہوں کہ وہ آپ سے ذکر کروں وہ آپ کے لئے بہت بہتر ہوگا۔اگر آپ سمجھتے ہیں کہ میں آپ کا مخلص ہوں تو بیان کروں اور جو میرے اوپر حق ہے وہ ادا کردوں۔اور اگر آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ میں آپ کا مخلص نہیں تو کچھ کہنے سے رُک جاتا ہوں۔امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں کہیے۔عمر بن حارث نے کہا مجھے خبر پہنچی ہے کہ آپ عراق جانا چاہتے ہیں۔مَیں آپ کو ایسے شہر میں جانے کا مشورہ نہیں دیتا جس میں یزید کے حُکام امیر لوگ ہیں اوران کے پاس بیت المال بھی ہے،لوگ درہم و دینار کے بیٹے ہوتے ہیں، جن لوگوں نے آپ سے امداد ونصرت کا وعدہ کیا ہے مجھے ڈر ہے کہ وہی لوگ آپ سے جنگ کریں گے وہ لوگ آپ کے محب نہیں وہ آپ کے مقابلہ میں یزید کا ساتھ دیں گے اور دنیاوی طمع اور حرص کی وجہ سے آپ کو چھوڑ جائیں گے۔امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا ”جزاک اللہ خیراً۔آپ اچھے مخلص ہیں۔اے میرے چچا کے بیٹے تُو نے اخلاص کی بات کی ہے عقل کی بات کی ہے اور خواہشِ نفسانی سے نہیں بولے۔

پھر اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور دانشمند تجربہ کار اور معاملات کو سمجھنے والے لوگ امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے لوگ بہت پریشان ہیں کہ آپ عراق تشریف لے جارہے ہیں، کیا اس قسم کا قصد آپ نے کرلیا ہے؟ امام حسین نے فرمایا ہاں درست ہے،ایک دوروز تک کوفہ جانے کا ارادہ ہے اور انشاء اللہ اپنے چچا کے بیٹے سے لاحق ہونا چاہتا ہوں۔

حضرت ابن عباس اوران کے ساتھیوں نے کہا۔ہم آپ کو اللہ تعالیٰ کے ذریعے اس سے پناہ دیتے ہیں۔آپ بتائیں کہ کیا آپ ان لوگوں کے پاس جارہے ہیں جنہوں نے اپنے امیر کو قتل کردیا

ہے اور اپنے شہروں کی حفاظت کی ہے اور اپنے دشمن کو باہر پھینک مارا ہے اگر انہوں نے ایسا ہی کیا ہے تو بیشک تشریف لے جایئے اور اگر ان لوگوں نے آپ کو دعوت دی ہے حالانکہ ان کا امیر قائم ہے۔ غالبًا وہ ان کے شہروں کا محافظ ہے اور وہاں کے لوگوں سے خراج وصول کرتا ہے تو پھر ان کی یہ دعوت لڑائی کے لیے ہے ہمیں پورا یقین ہے کہ وہ لوگ آپ سے دھوکہ کریں گے وہ جھوٹ بولتے ہیں اور آپ کو خراب کرنا چاہتے ہیں وہ آپ کی مدد نہیں کریں گے بلکہ آپ کے لیے وبال جان ثابت ہوں گے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا میں استخارہ کرتا ہوں۔ پھر دیکھوں گا کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ یہ سُن کر عبداللہ بن عباس اور ان کے ساتھ باہر تشریف لے گئے پھر مدینہ منورہ سے عبداللہ بن جعفر اور ان کے صاحبزادوں عون، محمد اور سعید بن عاص اور مدینہ منورہ والوں کی طرف سے امام حسین رضی اللہ عنہ کو خط پہنچا اُن میں سے ہر ایک کا یہی مشورہ تھا کہ امام حسین عراق نہ جائیں یہ سب کچھ مگر قضاء اور تقدیر غالب تھی۔ امام حسین سے جو کچھ کہا گیا آپ نے اس طرف کان نہ دھرا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ پورا ہونا تھا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما امام حسین کے پاس آئے اور کچھ وقت ان کے پاس بیٹھے باتیں کرتے رہے پھر کہا مجھے بتائیں آپ کیا ارادہ کر رہے ہیں۔ مجھے خبر ملی ہے کہ آپ عراق جا رہے ہیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں میری جان مجھے عراق جانے کا مشورہ دیتی ہے۔ کیونکہ ہمارے شیعوں کی ایک بڑی جماعت اور بڑے بڑے لوگوں نے مجھے خطوط لکھے ہی وہ عراق جانے کے لئے مجھے خواہش دلاتے ہیں، میری مدد کا وعدہ کرتے ہیں، اپنے جان و مال کو مجھ پر قربان کرنے کو تیار ہیں اور میں نے بھی ان کے پاس جانے کا ان سے وعدہ کرلیا ہے۔ میں استخارہ کرتا ہوں۔ عبداللہ بن زبیر نے کہا اگر آپ کے شیعوں جیسے میرے شیعہ وہاں ہوتے تو میں ان سے اعراض نہ کرتا۔ پھر عبداللہ بن زبیر کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ وہ اس میں متہم ہو جائیں گے۔ انہوں نے فوراً کہا اگر آپ حجاز میں ٹھہریں اور خلافت و امارت کا ارادہ کریں تو ہم آپ کا پورا تعاون کریں گے۔ آپ کی بیعت کریں گے اور پوری موافقت کریں گے اور آپ کے جانی مخلص ہو کر رہیں گے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ ایک مینڈھا ہے جس کے باعث اس کی حرمت باقی نہیں رہے گی۔ مَیں نہیں چاہتا ہوں کہ میں وہی مینڈھا بنوں۔ اللہ کی قسم اگر میں مکہ مکرمہ سے ایک بالشت باہر قتل ہو گیا تو یہ قتل ہونا

مجھے زیادہ محبوب ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اُٹھ کر باہر چلے گئے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھ والے مخصوص لوگوں سے فرمایا کہ ابن زبیر کو زیادہ پسند یہی ہے کہ میں حجاز سے باہر چلا جاؤں۔ وہ جانتے ہیں کہ جب تک میں حجاز میں رہوں گا لوگ کسی کو میرے برابر نہ سمجھیں گے۔ اس لیے یہ ان کی خواہش ہے کہ میں حجاز سے چلا جاؤں تاکہ ان کے لئے یہ علاقہ خالی ہو جائے۔

دوسرے روز حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما دوبارہ امام حسین کے پاس آئے اور کہا میرے چچا کے بیٹے میں غم ناک ہوں مجھے صبر نہیں آرہا ہے۔ اس سفر میں مجھے آپ کے ہلاک ہونے کا شدید خطرہ ہے۔ آپ عراق نہ جائیں۔ عراق والے غدار ہیں ان پر بھروسہ نہ کریں۔ اور یہیں بیت اللہ شریف ٹھہریں۔ آپ اہلِ حجاز کے سردار ہیں اور اگر اہل عراق آپ کو وہاں بلانے کے خواہش مند ہیں تو آپ ان کو خط لکھیں کہ اپنے حاکم کو دستبردار کریں اور اُسے کوفہ سے باہر نکال دیں۔ پھر آپ وہاں تشریف لے جائیں اور اگر آپ نے ضرور ہی چلے جانا ہے تو یمن تشریف لے جائیں۔ وہاں قلعے اور گھاٹیاں ہیں اور زمین لمبی چوڑی ہے اور وہاں آپ کے والد بزرگ کے ساتھی بہت ہیں وہاں آپ الگ تھلگ رہ کر لوگوں کو خطوط لکھیں اور لوگ آپ کو خطوط لکھیں گے، مجھے اُمید ہے کہ وہاں آپ کو آرام اور وسعت ہوگی اور جو آپ کا ارادہ ہے اس کے حصول میں آسانی رہے گی۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میرے چچا کے بیٹے میں جانتا ہوں آپ مخلص اور مشفق ہیں لیکن میں اس سفر کا تہیہ کر چکا ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر آپ نے ضرور ہی جانا ہے تو مستورات اور بچوں کو ساتھ نہ لے جائیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں بال بچوں کو کسی صورت پیچھے نہیں چھوڑ سکتا ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ اللہ کی قسم اگر میں یہ جانتا کہ میں آپ کو بزور یہاں روک سکتا ہوں اور آپ ضرور میری نصیحت قبول کر لیتے اور یہاں ٹھہر جاتے تو میں ضرور آپ کو یہاں ٹھہرنے پر مجبور کرتا۔ پھر ابن عباس باہر چلے گئے اور یہ کہہ رہے تھے حسین تم نے ابن زبیر کو خوش کیا ہے جب کہ حجاز سے نکل کر باہر جا رہے ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا امام حسین سے گفتگو کر کے چلے جانے کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر، ابن عباس سے ملے اور کہا چچا کے بیٹے کیا طے ہوا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا

وہی طے ہوا ہے جس سے آپ خوش ہیں۔ یہ حسین ہے جو عراق جارہا ہے اور تم کو اور حجاز کو تنہا چھوڑ رہا ہے۔ یہ کہہ کر ابن عباس یہ پڑھتے ہوئے چلے گئے۔

یا لك من قبرة بمعمر خلاك الجو فبيضي واصفري

وتقري ماشئت ان تنقري لابد من اخذك يوما فاصبري

امام حسین رضی اللہ عنہ کی مکہ مکرمہ سے روانگی

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ساٹھ ہجری ذوالحجہ کی آٹھ تاریخ کو منگل کے روز مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے اور آپ کے اہلِ بیت، ساتھی اور موالی بیاسی افراد آپ کے ہمراہ تھے۔ سفر جاری رہا۔ جب ''صفاح'' پہنچے تو آپ کو فرزوق شاعر ملا۔ اس نے گھوڑے سے اُتر کر امام کو سلام عرض کیا اور کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کا مقصد پورا کردیا ہے اور جو آپ پسند کرتے ہیں وہاں پہنچ چکے ہیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابا فراس کہاں سے آئے ہو۔ اس نے کہا میں کوفہ سے آیا ہوں۔ امام حسین نے فرمایا بتاؤ وہاں لوگوں کا کیا حال ہے؟

فرزوق نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے آپ نے خبردار شخص سے کوفہ والوں کا حال پوچھا ہے ان کے دل آپ کے ساتھ ہیں مگر ان کی تلواریں بنو اُمیہ کا ساتھ دے رہی ہیں۔ قضا وقدر آسمان سے نازل ہوتی ہے اللہ جو چاہے کرتا ہے ہر دن ہمارے رب کی نرالی شان ہوتی ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ فرزوق سے جُدا ہوئے اور سفر جاری رکھا حتیٰ کہ ''حاجز'' کے قریب پانی کے تالاب تک گئے تو وہاں عبداللہ بن مطیع بھی موجود تھا۔ دونوں حضرات ایک دوسرے کو بغل گیر ہو کر ملے پھر اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے آپ نے کس لئے یہ سفر اختیار کیا ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کوفہ جارہا ہوں۔

عبداللہ نے کہا۔ کیا میں نے پہلے آپ سے بات نہ کہی تھی؟ کیا میں نے آپ کو اس سفر سے منع نہ کیا تھا؟ میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ اسلام کی عزت خراب نہ کریں میں آپ سے قریش اور عرب کی عزت کا سوال کرتا ہوں۔ اللہ کی قسم اگر آپ نے بنو اُمیہ کے ہاتھوں سے امارت چھیننے کا ارادہ

اور مطالبہ کیا تو وہ لوگ آپ کو قتل کر دیں گے۔ جب انہوں نے آپ کو قتل کر دیا تو پھر انہیں کسی کا خوف نہ ہوگا۔ اللہ کی قسم یہ اسلام کی حرمت قریش کی عزت اور عرب کی ناموس کا سوال ہے، خدارا ایسا نہ کریں۔ اور کوفہ جانے کا ارادہ ترک کر دیں اور اپنی ذات ستودہ صفات کو بنوامیہ کے ہاتھوں خراب نہ کریں۔ مگر امام حسین رضی اللہ عنہ نے عبداللہ کی ایک بات بھی نہ سُنی اور اس کے کلام کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے سفر جاری رکھا اور پانی کے تالاب سے کوفہ روانہ ہو گئے سفر کرتے رہے حتیٰ کہ "تلغیبہ" مقام پر پہنچے جب وہاں آرام کے لیے اُترے تو آپ کو حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی خبر پہنچی کہ ان کو کوفہ میں قتل کر دیا گیا ہے آپ کے بعض ساتھیوں نے کہا ہماری گزارش ہے کہ آپ اپنے مقصد سے رجوع کریں اور کوفہ جانے کا ارادہ ترک کر دیں، کیونکہ کوفہ میں آپ کا مددگار کوئی نہیں۔ ہمیں ڈر ہے کہ وہ آپ کو نقصان پہنچائیں گے، ان سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ عقیل کے لڑکے جوش میں آئے اور انہوں نے کہا اللہ کی قسم ہم ہرگز واپس نہ جائیں گے حتیٰ کہ بنوامیہ سے اس کا انتقام لیں گے یا وہی مزہ چکھیں گے جو ہمارے بھائی مسلم نے چکھا ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم تمہارے مر جانے کے بعد میرا زندہ رہنا کسی صورت اچھا نہ ہوگا۔ پھر سفر شروع کیا اور "زبالہ" مقام پر پہنچے۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کسی پانی کی جگہ یا کسی قبیلہ سے نہ گزرتے تھے مگر وہاں کے لوگ انہیں احترام سے ملتے تھے اور آپ کی پیروی کرتے۔ "زبالہ" مقام میں آپ کے رضاعی بھائی عبداللہ بن بقطر کے قتل کی خبر ملی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس کو راستہ سے کوفہ بھیجا تھا تا کہ وہاں کے حالات سے آگاہ کرے، مگر ابن زیاد کے فوجیوں نے اس کو قادسیہ میں پکڑ لیا اور اس سے خطوط چھین کر اسے وہیں قتل کر دیا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کو شیعوں سے نا اُمیدی

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو جب عبداللہ بن بقطر کے قتل کی خبر ملی تو فرمایا ہمارے شیعوں نے ہمیں ذلیل و خوار کیا ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے فرمایا اے لوگو! جو شخص واپس جانا چاہتا ہے وہ جا سکتا ہے، ہماری طرف سے اس پر کوئی ملامت وغیرہ نہ ہوگی۔ چنانچہ راہ کے ساتھی دائیں بائیں جانے شروع ہو گئے حتیٰ کہ آپ کے ساتھ وہی لوگ رہ گئے جو مکہ مکرمہ سے آپ کے ساتھ آئے تھے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اختیار اس لیے دیا تھا کہ آپ جانتے تھے کہ لوگوں کا یہ گمان ہے کہ امام ایسے علاقہ میں جا رہے ہیں جن کے رہنے والے آپ کے پیروکار ہیں۔ اور وہ علاقہ آپ کا مطیع ہے۔ اور جنگ وجدال کے بغیر آپ وہاں قابض ہو جائیں گے اس لئے لوگوں کو حقیقت حال سے خبردار کیا اور ان کو پیش آنے والے حالات بتا دیئے پھر سفر جاری رکھا حتیٰ کہ ''بطن عقبہ'' پہنچے۔ وہاں آپ کو عرب کے مشائخ سے ایک بزرگ ملے۔ انہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہا آپ کو اللہ کی قسم ہے آپ ضرور واپس چلے جائیں خدا کی قسم آپ نیزوں اور تیز دھار تلواروں کے سامنے جا رہے ہیں۔ ان لوگوں نے آپ کو پیغام بھیجے ہیں اگر وہ آپ کو جنگ سے بچا سکتے ہوتے تو تمام امور آپ کے حوالے کر دیتے اور لڑائی وغیرہ کے بغیر اگر آپ کا تشریف لانا ہوتا تو موزوں تھا اور جو حالت ہم دیکھ رہے ہیں ہم آپ کے لئے کسی صورت یہ پسند نہیں کرتے ہیں، آپ اس اقدام پر نظر ثانی فرمائیں اور واپس تشریف لے جائیں۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ کی ساری گفتگو مجھ پر مخفی نہیں ہے لیکن صبر واستقلال اور اللہ کی تقدیر پر شاکر رہوں گا اور اسے ثواب سمجھوں گا۔ اللہ کی تقدیر ہو کر رہے گی۔ میں کیا کر سکتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ نے کوفہ کا سفر جاری فرمایا۔ جب کوفہ تک صرف دو مرحلے باقی رہ گئے تو آپ کو حُر بن یزید ریاحی ملا اور اس کے ساتھ ابن زیاد کے ایک ہزار مسلح سپاہی تھے۔

حُر بن یزید نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہا مجھے ابنِ زیاد نے آپ کی طرف بھیجا ہے اور کہا ہے کہ اگر تو کامیاب ہو جائے تو ان کو مت چھوڑو اور گرفتار کر کے میرے پاس لے آؤ۔ خدا کی قسم مَیں نہیں چاہتا کہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کے بارے میں کسی شئی میں مبتلا کرے لیکن میں ان کی بیعت کر چکا ہوں۔

امام حسین رضی اللہ عنہ سے حُر بن یزید کی گفتگو

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے حُر سے فرمایا مَیں اس شہر میں لوگوں کے بُلانے پر آیا ہوں۔ ان لوگوں نے مجھے خطوط لکھے ہیں ان کے کئی قاصد میرے پاس آئے ہیں۔ تم کوفہ کے رہنے والے ہو اگر تم اپنی بات پر قائم ہو تو میں تمہارے شہر میں داخل ہوتا ہوں۔ ورنہ مَیں جدھر سے آیا ہوں واپس چلا جاتا ہوں۔ حُر نے کہا اللہ کی قسم آپ نے جو کچھ بیان فرمایا ہے مجھے اس کا کوئی علم نہیں اور نہ ہی مجھے خطوط

اور قاصدوں کا علم ہے، جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے مَیں اس وقت کوفہ کی طرف لوٹنے پر قادر نہیں اور آپ کوئی اور راہ اختیار فرمائیں اور جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جائیں۔ میں ابن زیاد کو لکھ دیتا ہوں کہ حسین کوئی راہ اختیار کر گئے ہیں اور مَیں ان پر کامیاب نہیں ہو سکا۔ میں آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو اللہ کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ آپ میری گزارش ضرور تسلیم فرمالیں۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ حُر کی بات تسلیم کر کے دوسرا راستہ اختیار کر کے حجاز کی طرف واپس لوٹے اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ رات بھر سفر کرتے رہے جب صبح ہوئی تو کیا دیکھتے ہیں کہ حُر بن یزید اپنے لشکر کے ساتھ موجود ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''حُر آپ کا یہاں آنا کیسے ہوا؟'' حُر نے کہا کسی جاسوس نے ابن زیاد کو بتا دیا ہے کہ اس کی طرف سے مجھ پر جاسوس مقرر ہے۔ اس نے ایک خط مجھے بھیجا ہے جس میں آپ کے بارے میں مجھے سخت ڈانٹ ڈپٹ کی ہے اور کہا ہے حسین پر کامیاب ہو کر تُو نے اسے کیوں چھوڑ دیا ہے؟ حسین پر کڑی نگاہ رکھو اور جب تک تیرے پاس میرے لشکر نہیں آتے تم حسین کو جُدا مت ہونے دو۔ حضور! اب میں آپ کو جدا نہیں کر سکتا ہوں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ وہاں خیمہ زن ہوئے اور جہاں آپ نے صبح فرمائی تھی وہیں ٹھہر گئے پھر آپ نے اس زمین سے متعلق لوگوں سے پوچھا تو کہا گیا یہ زمین ''کربلا'' ہے۔ یہ ۶۱ھ آٹھ محرم بدھ کے روز کا واقعہ ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کربلا ہے یہ کرب و بلا کا مقام ہے، یہی جگہ ہماری سواریوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے یہی جگہ ہمارے کجاووں کے رکھنے کی جگہ ہے، یہی جگہ ہمارے مَردوں کے قتل ہونے کی جگہ ہے، یہی جگہ خداوند قدوس کے امر کے پورا ہونے کی جگہ ہے۔ اُدھر حُر نے ابن زیاد کو خبردار کر دیا کہ امام حسین کربلاء کی زمین میں تشریف فرما ہیں۔ ابن زیاد نے امام حسین رضی اللہ عنہ خط لکھا جس میں یہ بکواس تھی۔

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو ابن زیاد کا خط

اما بعد۔

فان یزید بن معاویة کتب الی ان لا تغمض جفنك من المنام ولا تشبع بطنك من الطعام اماان یرجع الحسین الیٰ حکمی او تقدتله۔ والسلام۔

یزید بن معاویہ نے مجھے خط لکھا ہے کہ نیند سے اپنی پلک بندمت کرو اور پیٹ بھر کر کھانا نہ کھاؤ

یا تو حسین ہمارا حکم تسلیم کرے یا اسے قتل کر دو۔ والسلام۔

جب سیّدنا امام حسین کو خط پہنچا تو آپ نے اسے پڑھ کر زمین پر پھینک دیا اور ابنِ زیاد کے قاصد سے فرمایا میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔

جب قاصد ابن زیاد کے پاس واپس گیا اور امام حسین کے واقعہ کی خبر دی تو ابن زیاد غصہ سے بھر گیا لشکر اکٹھے کئے اور ان کو امام حسین کے مقابلہ کے لئے بھیجا لشکر کے مقدمہ میں عمر بن سعد مقرر کیا جو اس وقت ''ری'' کا حاکم تھا۔ عمر بن سعد نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے سے معذرت کی اور ان سے جنگ کے لیے لشکر کا مقدمہ بن کر جانا مکروہ سمجھا۔ ابن زیاد نے کہا امام حسین کا مقابلہ کرو یا ''ری'' کی حکومت سے معزول ہو جاؤ۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں عمر بن سعد

ابن زیاد کی دھمکی سے عمر بن سعد امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لئے لشکر لے کر چلا گیا۔ اور ابن زیاد برابر اس کی مدد کے لیے لشکر بھیجتا رہا۔ حتیٰ کہ عمر بن سعد کے پاس ایک ہزار فوجی جمع ہو گئے جن میں کچھ گھوڑوں پر سوار تھے، کچھ پیادے تھے عمر بن سعد کے ساتھ آنے والا پہلا شخص شمر بن ذی جوشن تھا جو کثیر تعداد گھوڑے لے کر آیا تھا وہ چلتے رہے حتیٰ کہ دریائے فرات کے کنارے پانی اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے درمیان حائل ہو گئے۔ اب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ساتھیوں کے لئے معاملہ سخت ہو چکا تھا وہ سخت پیاس کا شکار ہو چکے تھے۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک شخص بڑا متقی، پرہیز گار اور زاہد تھا۔ اس کو یزید بن حصین ہمدانی کہتے تھے۔ اس نے کہا اے شہزادۂ صاحبِ کون و مکان، اے لختِ جگر مختار زمین و زمان، اے دوشِ مصطفٰے پر سوار ہونے والے نوجوان مجھے اجازت دیں میں پہلے عمر بن سعد کے پاس جاؤں اور ان سے پانی سے متعلق گفتگو کروں، شاید وہ اس حرکت سے باز آ جائے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید بن حصین کو جانے کی اجازت دے دی۔ وہ عمر بن سعد کے پاس آئے اور اس کے ساتھ پانی کے بارے میں گفتگو کی۔ عمر بن سعد نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ یزید بن حصین نے کہا۔ یہ دریائے فرات کا پانی ہے جس سے کتے اور جانور پانی پیتے ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کے نواسے ان کی اولاد، اہل بیت اور عترت طاہرہ کو پانی سے روکتے ہو وہ پیاسے مر رہے ہیں اور تم پانی اور ان کے درمیان حائل ہو چکے ہو۔ تم یہ گمان کرتے ہو کہ تم اللہ اور اس کے رسول کو پہچانتے ہو۔ عمر بن سعد نے سر جھکا لیا۔ پھر کہا۔ اے ہمدانی جو تم کہتے ہو میں سب کچھ جانتا ہوں۔ پھر یہ کہا

دعانی عبید اللہ من دون قومہ الیٰ	ابن زیاد نے اپنی قوم کو چھوڑ کر مجھے بلایا ہے ایک ایسے کام
خصلۃٍ فیھا خرجت لحینی فواللہ ما	کے لئے جس میں میری موت ہے۔ اللہ کی قسم مجھے
ادری وانی لواقف علی خطرٍ لا	معلوم نہیں اور میں خطرے اور جھوٹ پر قائم ہوں جس
ارتضیہ و مِینٍ أ أخذ ملک الرّی	سے میں راضی نہیں ہوں کیا میں ری کی حکومت حاصل
والرّیّ بُغیَتِیْ وارجع مطلوباً بدم	کروں گا اور یہ ہی میرا مقصود ہوگا اور میں حسین کے خون
حسین وفی قتلہ النار الّتی لیْس	کے عوض مقصد لے کر جاؤں گا حالانکہ ان کے قتل کرنے
دُونھا حجاب" وملک الرّی قرۃ	کے عوض دوزخ ہے۔ جس کے سامنے کوئی حجاب نہیں
عینی ۔	اور نہ ہی ری کی حکومت میری آنکھوں کو ٹھنڈا کر سکتی ہے۔

پھر عمر بن سعد نے کہا ہمدانی! میری جان مجھے ری کا ملک چھوڑ کر غیر کے حوالے کرنے میں راضی نہیں ہے۔ یزید بن حصین نے امام حسین کے پاس واپس آ کر ابن سعد کی گفتگو سے خبردار کیا۔ جب امام حسین رضی اللہ عنہ نے یہ سُنا تو آپ کو یقین ہو گیا کہ وہ لوگ ضرور جنگ کریں گے پھر اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ ایک چھوٹی سی خندق کھود دیں اس کی ایک ہی طرف ہو، جدھر سے لڑائی لڑی جائے گی، پھر ابن زیاد کا لشکر سیدنا امام حسین اور آپ کے ساتھیوں کے مقابلہ میں آیا اور ان کا ہر طرف سے گھیرا کر لیا اور امام حسین کے ساتھیوں کو تلواروں سے مارنا اور تیر پھینکنے شروع کیے حتیٰ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے پچاس سے زیادہ ساتھی شہید ہو گئے۔ اس وقت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے فرمایا یہاں کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کا پاسبان نہیں ہے؟ حُر بن یزید رباحی جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ وہ عمر بن سعد کے لشکر سے باہر آیا جب کہ اپنے گھوڑے پر سوار تھا اور کہنے لگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حاضر ہوں۔ سب سے پہلے میں ہی آپ پر کڑی نگاہ رکھنے نکلا تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ معاملہ یہاں تک پہنچ جائے گا۔ حضور! میں اب آپ کا ساتھی آپ کا غلام جان فدا ہوں، مَیں آپ کا مددگار ہوں، آپ کے سامنے لڑ مروں گا۔ میں آپ کے جد امجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا اُمیدوار ہوں۔ حُر امام

حسین کی امداد میں خوب لڑا حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔ جب امام حسین رضی اللہ عنہ کے سارے ساتھی شہید ہو گئے اور یزید کی فوج نے سب کو قتل کر دیا اور امام حسین رضی اللہ عنہ تنہا باقی رہ گئے تو آپ نے بھرپور ان پر حملہ کر دیا اور کئی لوگ اور بڑے بڑے بہادر قتل کر کے صحیح سلامت اپنے حرم میں واپس تشریف لے آئے پھر اُن پر دوبارہ حملہ کیا اور اپنے حرم میں واپس آنے کا ارادہ کیا تو شمر بن ذی جوشن آپ کے اور حریم کے درمیان حائل ہوا جب کہ اس کے ساتھ بڑے بڑے شیر دل اور بہادروں کی ایک جماعت تھی۔ ان سب نے امام حسین رضی اللہ عنہ کا گھیراؤ کر لیا۔ پھر ایک دوسری جماعت حریم اور بچوں کی طرف آگے بڑھی جب کہ وہ بدمعاش ان کو لوٹنا چاہتے تھے تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے پکارا اور فرمایا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کا شیعوں کو ڈانٹنا

ویحکم یا شیعة الشیطان کفوا سفهاء کم عن الحریم ولاطفال فانهم لم یقاتلو کم۔

اے شیطان کے گروہ ان بیوقوف لوگوں کو عورتوں اور بچوں سے منع کرو انہوں نے تو تمہارے ساتھ لڑائی نہیں کی ہے۔

شمر نے اپنے ساتھیوں سے کہا ان سے رُک جاؤ اور مردوں کا قصد کرو۔ شمر اور اس کے ساتھی برابر امام حسین سے لڑتے رہے حتیٰ کہ آپ کو زخموں سے گھائل کر دیا۔

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ شدید زخمی ہو کر گھوڑے سے زمین پر گر پڑے۔ یزیدی اپنے گھوڑوں سے اُترے اور امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک جسم پاک سے علیحدہ کر دیا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کو کس نے قتل کیا؟

جس نے امام حسین کو قتل کیا وہ سنان بن انس نخعی تھا۔ بعض کہتے ہیں وہ شمر بن ذی جوشن تھا۔ سُدی سے صحیح نقل یہی ہے کہ امام حسین کو قتل کرنے والا سنان تھا۔

عمر بن سعد نے امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک سنان بن انس نخعی کے ساتھ ابن سعد کے

پاس بھیج دیا۔ جب اس نے سر مبارک ابن زیاد کے آگے رکھا تو یہ اشعار پڑھے۔

املأ رکابی فضۃً وذھباً انی قتلت
السیّد المحجباً خیر الناس امّاً وّ ابًا
وخیرھم اذینذ کرون نسباً۔

میں سونے چاندی سے گھر بھرلوں گا کیونکہ میں نے بہت بڑے سید کو قتل کیا ہے میں نے ماں باپ کے اعتبار سے بہتر شخص کو قتل کیا ہے وہ سب سے بہتر شخص ہیں جبکہ لوگ نسبوں کو ذکر کریں۔

یہ سُن کر ابن زیاد غصہ سے بھر گیا اور کہا جب تُو یہ جانتا تھا تو اسے قتل ہی کیوں کیا ہے۔ اللہ کی قسم ہمارے پاس تیرے لئے کچھ نہیں ہے۔ اور میں تجھے بھی حسین کے ساتھ لاحق کرتا ہوں پھر اس کی گردن اُڑادی۔ ''اسد الغابہ'' میں ہے کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ قتل ہو گئے تو عمر بن سعد نے آپ کا سر مبارک اور آپ کے دوسرے ساتھیوں کے سر ابن زیاد کے پاس بھیجے۔ ابن زیاد سارے سر ایک جگہ جمع کر کے امام حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے والے دانتوں پر چھڑی سے مارتا رہا۔ جب اسے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے دیکھا وہ چھڑی دانتوں سے اٹھا نہیں رہا ہے تو کہا ابن زیاد! اس منہ سے چھڑی اٹھالو خداوند قدوس کی قسم میں نے ان ہونٹوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹ بوسہ دیتے دیکھے ہیں پھر وہ رو پڑے۔ ابن زیاد نے زید بن ارقم سے کہا اللہ تعالیٰ تجھے رولاتا رہے۔ اللہ کی قسم اگر تو بوڑھا نہ ہوتا تو میں تیری گردن اُڑادیتا۔ زید بن ارقم وہاں سے یہ کہتے ہوئے باہر نکل گئے۔

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا کلام

یا معشر العرب العبید بعد الیوم قلتم الحسین بن فاطمۃ وامّر تم ابن مرجانۃ فھو یقتل خیار کم ویستعبد شرار کم۔

عربو! آج کے بعد تم غلام ہو تم نے حسین بن فاطمہ کو قتل کیا اور ابن مرجانہ کو امیر بنایا وہ تمہارے بزرگوں کو قتل کرے گا اور کمزور لوگوں کو غلام بنائے گا۔

ابوالاسود دُ ہلی کا کلام

اقول ذاك من جزعٍ ووجدٍ ازال اللہ ملك بنی زیادٍ وابعدھم بما غدروا وخانوا کما بعدت ثمود و قوم عادٍ۔

میں بیقراری اور کرب کی حالت میں یہ کہتا ہوں اللہ تعالیٰ بنو زیاد کی حکومت تباہ و برباد کرے۔ ان کے غدر اور خیانت کے باعث ان کو رحمت سے دُور کرے جیسے ثمود اور قوم عاد اللہ کی رحمت سے دور ہوئے۔

پھر ان غداروں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے حریم اور بچوں کو ایسے ہانکا جیسے قیدیوں کو چلایا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ ان کو کوفہ لے گئے لوگ گھروں سے باہر نکل کر انہیں دیکھ رہے تھے اور وہ رو رہے تھے۔ ان قیدیوں میں حضرت علی بن الحسین زین العابدین بھی تھے جو بیماری سے بہت کمزور ہو چکے تھے۔ زین العابدین رضی اللہ عنہ نے کہا یہ لوگ ہماری وجہ سے رو رہے ہیں ہمیں قتل کس نے کیا ہے؟ جب ان نفوس قدسیہ کو ابن زیاد کے پاس لے گئے تو اس نے ان کو اور امام حسین کے سر کو ایک شخص کے ساتھ یزید کے پاس شام بھیج دیا۔ اور وہ شخص زجر بن قیس تھا اس کیساتھ ایک جماعت تھی جس کا یہ سردار تھا۔ عورتوں اور بچوں کو اونٹوں پر سوار کر کے ان کے ساتھ علی بن حسین کو بھیجا جب کہ ان کے ہاتھوں میں کڑی اور گردن میں طوق تھا۔ وہ اسی حالت میں چلتے ہوئے شام پہنچے۔ زجر بن قیس آگے آگے یزید بن معاویہ کے پاس گیا۔ یزید نے کہا جو کچھ ساتھ ہے لاؤ۔ زجر بن قیس نے کہا یا امیر المومنین خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ نے فتح دی ہے۔ حسین بن علی اپنے اہل بیت کے اٹھارہ اور ساٹھ دوسرے ساتھیوں کے ساتھ ہم پر حملہ آور ہوئے۔ ہم نے ان پر حملہ کیا اور ہر طرف سے ان کا گھیراؤ کر لیا حتیٰ کہ تلواروں نے ان کی کھوپڑیں اڑا کر رکھ دیں۔ وہ اِدھر اُدھر دوڑنے لگے اور ٹیلوں اور گڑھوں میں پناہ لینے لگے جیسے کبوتر عقاب یا شکرے سے ڈر کر پناہ لیتا ہے۔ اللہ کی قسم صرف اونٹ نحر کرنے کی مدت میں یا قیلولہ کرنے والے کی تھوڑی سی نیند کی مقدار میں ہم نے تمام کا کام کر دیا۔ یہ ان کے ننگے جسم ان کے کپڑے خون آلود ہیں، ان کے رخسارے مٹی سے بھرے پڑے ہیں، سورج ان کو گرم کر رہا یہ، ہوا ان پر غبار اُڑا رہی ہے۔ زمین کے گڑھوں میں عقاب اور پرندے ان کو دیکھ رہے ہیں۔

قیدیوں کو دیکھ کر یزید رو پڑا

زجر بن قیس کا کلام سُن کر یزید کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اس نے کہا میں حسین کے قتل سے راضی نہ تھا اور نہ ہی اسے پسند کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ابن سمیہ پر لعنت کرے۔ اللہ کی قسم اگر میں وہاں ہوتا تو اسے معاف کر دیتا۔ اللہ تعالیٰ حسین پر رحم کرے یہ کہہ کر یزید نے زجر بن قیس کو باہر نکال دیا اور اسے کچھ انعام نہ دیا۔ پھر دوسرے لوگ امام حسین کا سر مبارک لے کر یزید کے پاس آئے اور اس کے سامنے رکھ دیا جب کہ اس کے ہاتھ میں چھڑی تھی۔ یزید نے امام حسین کے دانت پر چھڑی رکھی اور کہا میرا اور اس کا یہ حال ہے جیسا کہ حصین نے کہا ہے۔

ابیٰ قومنا ان ینصفونا وانصفت	ہماری قوم نے ہمارے ساتھ انصاف سے
قواصنب فی ایماننا تقطر الدمآء	انکار کر دیا اور ہمارے ہاتھوں کی تلواروں نے
یفلقن هاماًمن روٴس اعزۃٍ علینا	انصاف کیا جو خون کے قطرے بہاتی ہیں ان
وهم کانوا اعقّ واظلما۔	سروں سے کھوپڑیاں اُکھاڑ مارتی ہیں جو ہم پر غالب تھے حالانکہ وہ نافرمان اور ظالم تھے۔

ابو بردہ اسلمی وہاں موجود تھے۔انہوں نے کہا آپ چھڑی کے ساتھ ان کے دانت کو مارتے ہو سُن لو یہ وہ دانت ہیں جس کو چومتے ہوئے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔اے یزید! کیا تو یہ پسند کرے گا کہ قیامت کے دن ابن زیاد تیرا ساتھی ہو اور یہ قیامت میں محشر کے میدان میں آئیں اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھی ہوں۔ پھر وہ اُٹھ کر باہر چلے گئے۔ یزید نے کہا اللہ کی قسم اگر میں وہاں ہوتا تو حسین کو کبھی قتل نہ کرتا۔ پھر کہا۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ ایسا کیوں ہوا ہے؟ سنو حسین کہتا تھا میرا باپ یزید کے باپ سے بہتر ہے۔میری والدہ فاطمہ اس کی ماں سے بہتر ہے میرا دادا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے دادا سے بہتر ہیں اور میں یزید سے بہتر ہوں،اور اس نسبت سے میں خلافت کا زیادہ حقدار ہوں۔ پھر یزید نے کہا۔ حسین کا یہ کہنا کہ میری والدہ یزید کی والدہ سے بہتر ہے مجھے میری عمر کے رب کی قسم فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ماں سے بہتر ہے۔ حسین کا یہ کہنا کہ میرا دادا یزید کے دادا سے افضل ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کوئی بھی ایسا شخص نہیں جو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو، وہ ہم میں کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر سمجھے۔ اس نے فقاہت اور فہم وفراست کے اعتبار سے یہ کہا اور یہ نہ پڑھا۔

قُلِ اللّٰھُمَّ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ	کہو اے اللہ تو جسے چاہے ملک دے اور جس سے
وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ	چاہے ملک چھین لے جسے چاہے تو عزت دے
تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرِ	اور جسے چاہے ذلیل کرے تیرے ہاتھ میں بھلائی ہے۔

پھر امام حسین کی بیبیاں اور آپ کا سر مبارک یزید کے سامنے کیے گئے۔ سیّدہ فاطمہ اور سکینہ رضی اللہ عنہما سر مبارک کو دیکھنے کے لئے اپنی گردنیں اونچی کر رہی تھیں اور یزید ان سے سر مبارک کو چھپا رہا تھا۔ جب انہوں نے امام حسین کا سر مبارک دیکھا تو وہ زور سے رو پڑیں اور ان کے رونے سے شور برپا ہو گیا جس کی وجہ سے یزید کی بیویاں اور اس کی بہنیں بھی رونے لگیں۔ یزید کے خاندان کی عورتیں

آہ وبکا کر رہی تھیں اور زور سے آوازیں بلند کر رہی تھیں۔ سیّدہ فاطمہ جو سکینہ سے بڑی تھیں نے کہا اے یزید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑکیاں ہوں اور تیری قیدی ہوں؟ یزید نے کہا اللہ کی قسم مجھے یہ ہرگز پسند نہیں اور میں اسے بُرا خیال کرتا ہوں۔ اور جو تم سے لوٹ لیا گیا ہے اس سے عظیم تر یہ حال ہے جو تم پر گزر رہا ہے۔ پھر یزید نے کہا انہیں ہمارے گھر داخل کر دیں۔ جب وہ یزید کے گھر داخل ہوئیں تو یزید کے خاندان کی کوئی عورت نہ تھی جو ان کے پاس نہ آئی ہو۔ یزید کے خاندان کی تمام عورتوں نے ان کی مصیبت پر غم واندوہ کا اظہار کیا اور جوان کے کپڑے اور زیورات وغیرہ لوٹ لئے گئے تھے ان سے دوگنا اور زیادہ ان کو حاضر کیا۔

سکینہ رضی اللہ عنہ کہا کرتی تھیں۔ میں نے کوئی بھی کافر یزید سے اچھا نہیں دیکھا۔ (یزید اچھا کافر تھا) پھر یزید نے جناب زین العابدین کو حاضر کرنے کے لئے کہا زین العابدین تشریف لائے جب کہ وہ قیدوں میں جکڑے ہوئے تھے۔

سیّدنا زین العابدین رضی اللہ عنہ کا یزید سے خطاب

حضرت علی بن حسین زین العابدین رضی اللہ عنہ نے کہا اے یزید اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس حال میں دیکھتے تو یقیناً یہ قید اُٹھا دیتے۔ یزید نے کہا بالکل صحیح اور سچ ہے اور زین العابدین کو قید سے رہائی کا حکم دیا۔ زین العابدین نے کہا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں دُور سے دیکھتے تو اپنے قریب کر لیتے۔ یزید نے کہا انہیں میرے قریب کر دیا جائے۔ پھر امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے یزید نے کہا اے علی تیرا باپ وہ ہے جس نے ہم سے قطع رحمی کی ہے میرے حق سے دور رہا ہے اور حکومت میں اس نے میرے ساتھ جھگڑا کیا ہے اور جو کچھ تم دیکھ رہے ہو وہ اس وجہ سے ہوا ہے۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۙ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ۔

نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں اور نہ تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں ہے قبل اس کے کہ ہم اس سے پیدا کریں بے شک یہ اللہ کو آسان ہے۔ اس لئے کہ غم نہ کھاؤ اس پر جو ہاتھ سے دیا اور خوش نہ ہو اس پر جو تم کو دیا اور اللہ کو نہیں بھاتا کوئی بڑائی مارنے والا۔

اس کے جواب میں یزید نے کہا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَمَا اَصَابَکُمْ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ۔ اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا۔

پھر یزید نے کہا کہ علی بن حسین رضی اللہ عنہما کو اور ان کی تمام بیبیوں کو علیحدہ شاندار مکان میں مہمان رکھا جائے اور انہیں جس چیز کی ضرورت ہو وہ حاضر کی جائے اور خود یزید صبح اور شام کا کھانا نہ کھاتا تھا حتیٰ کہ علی بن حسین اس کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے تو کھانا کھاتا تھا۔ ایک دن یزید نے حضرت علی بن حسین کو بلایا جب کہ ان کے ساتھ چھوٹے بھائی عمر بن حسین تھے وہ بہت چھوٹے بچے تھے۔ یزید نے عمر بن حسین سے کہا کیا تم خالد سے لڑائی لڑو گے یعنی یزید کے بیٹے خالد سے۔ اور وہ عمر بن حسین کا ہم عمر تھا۔ عمر بن حسین نے کہا کہ ایک چھری مجھے دیں اور ایک خالد کو دیں پھر میں اس سے لڑوں گا۔ یزید نے عمر بن حسین کو اپنی چھاتی کے ساتھ لگالیا اور کہا

شنشنۃ اعرفھا من اخزم وھل تلد الحیّۃ اِلّا حویّۃً۔ یہ عادت ہے جسے میں سنجیدہ لوگوں سے جانتا ہوں کہ سانپ نہیں جنم دیتا مگر سانپ ہی کو۔

پھر یزید نے نعمان بن بشیر کو حکم دیا کہ ان حضرات اہل بیت کرام کو ان کی جملہ ضروریات کے ساتھ مدینہ منورہ جانے کے لئے تیار کریں اور اہل شام سے ایک امین اور دیانتدار شخص کو ان کے ساتھ ہم سفر کیا اور انہیں گھوڑوں پر سوار کیا۔ خود یزید نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو الوداع کیا اور زین العابدین سے کہا۔ اللہ تعالیٰ ابن مرجانہ (ابن زیاد) پر لعنت کرے اگر میں خود حسین کے پاس موجود ہوتا تو وہ جو مطالبہ مجھ سے فرماتے میں ضرور پورا کرتا اور حتی المقدور اُن سے موت دور کرتا لیکن اللہ تعالیٰ کی قضاء غالب ہے اے علی جو بھی ضرورت درپیش ہو مجھے لکھنا میں ضرور پوری کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور جس قاصد کو ان کے ساتھ بھیجا تھا اسے وصیت کی کہ راستہ میں ان کی پوری نگہبانی کرے۔ وہ اور قافلہ چلتا رہا۔ بیبیاں اس حد تک اس کے آگے تھیں کہ نظروں سے اوجھل نہ ہوں۔ جب کسی جگہ ٹھہرنا ہوتا تو وہ اور اس کے ساتھی ایک طرف ہو جاتے اور ان کے چاروں طرف نگہبانوں کی طرح ہو جاتے۔ وہ ان کا حال دریافت کرتا رہتا اور تمام امور بڑی عاجزی اور انکساری سے سرانجام دیتا رہا اور اس سفر میں ان

کو ذرّہ بھر تکلیف محسوس نہ ہونے دی، حتیٰ کہ وہ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ سیدہ فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہا نے اپنی چھوٹی بہن سکینہ سے کہا اس شخص نے سفر میں ہماری بڑی خدمت کی ہے کیا آپ کے پاس کوئی چیز ہے جو اسے عنائت کریں؟ سکینہ نے کہا اللہ کی قسم! اسے کچھ دینے کے لئے ہمارے پاس ان زیورات کے سوا کوئی شئ نہیں ہے۔ سیدہ فاطمہ نے کہا وہی دے دیں۔ دونوں صاجزادیوں نے اپنے سونے کے کنگن نکالے اور اس شخص کو بھیجے مگر اس نے واپس کر دیئے اور کہا جو کچھ میں نے خدمت کی ہے اگر دنیاوی رغبت کے لئے کرتا تو اس میں کثیر مال و دولت سے قناعت ہوتی۔ لیکن اللہ کی قسم! میں نے جو بھی خدمت کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمہاری قرابت کی وجہ سے صرف اللہ کے لئے کیا ہے۔ جو حضرات اس قافلہ میں ان کے ساتھ تھے ان میں سے سکینہ بنت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی والدہ رباب بنت امرئ القیس بھی تھیں۔

سیدنا زین العابدین رضی اللہ عنہ کا مدینہ منورہ واپس تشریف لانا

جب مدینہ منورہ والوں کو امام حسین رضی اللہ عنہ کے شہید ہو جانے کی خبر ملی تو عقیل بن ابی طالب کی بیٹی ہاشمی عورتوں میں شکستہ حالت کپڑوں کو لپیٹے ہوئے یہ کہتی ہوئی باہر تشریف لائی۔

ما ذا تقولون ان قال النبی لکم	تم کیا جواب دو گے۔ اگر تمہارے نبی نے کہا
ماذا فعلتم وانتم اٰخر الامم	آخری اُمت ہونے کے باوجود تم نے میری اولاد
بعترتی وحریمی بعد منتقدی	اور میری بیبیوں سے میری وفات کے بعد کیا کیا؟
منهم اساریٰ وقتلیٰ ضرجو ابدمٍ	بعض ان میں سے قید ہوئے اور بعض قتل ہو کر
ماکان ھٰذا جزائی اذ نصحت لکم	خون آلود ہوئے جب میں نے تم کو نصیحت کی تو
ان تخلفونی بسوءٍ فی ذویٔ رحمی	میری جزا یہ نہ تھی کہ میری

اولاد سے میرے بعد بُرا سلوک کرو۔

شیخ نصر اللہ بن یحیٰی نے حکائت کی جب کہ وہ بہترین ثقہ اور معتمد علیہ ہیں انہوں نے کہا میں نے نیند میں امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور کہا۔ یا امیر المؤمنین! آپ فتح مکہ کے روز کہتے تھے جو شخص ابوسفیان کے گھر داخل ہو جائے اس کو امن ہے اور آپ کے شہزادے حسین رضی

اللہ عنہ کے ساتھ کربلا میں جو کچھ ہوا ہے وہ آپ جانتے ہی ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ اس بارے میں ابن صیفی تمیمی کے شعر جانتے ہو؟

میں نے کہا نہیں۔ فرمایا۔ جاؤ اور اس سے شعر سنو۔

میں متفکر بیدار ہوا اور ابن صیفی شہاب الدین کے گھر گیا۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا وہ باہر آئے تو میں نے اپنا خواب ان سے بیان کیا وہ بلند آواز سے رونے لگے اور اللہ کی قسم کھا کر کہا مجھ سے یہ شعر کسی نے نہیں سُنے۔ میں نے آج رات ہی یہ اشعار لکھے ہیں پھر کہا ۔

ملکنا فکان العفو منّا سجیۃ" فلما
ملکم سأل بالدّم ابطحُ وحللتم
قتل اساریٰ وطالما غدونا علی
الاسریٰ فنعفو ونصفح وحسبکم
ھذا التفاوت بیننا وکلُّ اناءٍ
بالذی فیہ ینضح

ہم نے حکومت کی اور معاف کرنا ہماری عادت ہے جب تم نے حکومت کی تو ابطح وادی خون سے بہہ پڑی تم نے قیدیوں کا قتل صحیح سمجھا اور لمبا زمانہ ہم لوگوں کو قید کر کے معاف اور درگزر کرتے رہے ہمارے درمیان یہی فرق تمہیں کافی ہے جو کچھ برتن میں ہوتا ہے وہی باہر آتا ہے۔

شیخ نورالدین بن علی بن محمد صباغ مالکی جو ۸۵۵ھ میں فوت ہوئے ہیں نے اپنی کتاب "الفصول المہمۃ" میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی انہوں نے کہا میں نے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دوپہر کے خواب میں دیکھا جب کہ آپ کے بال شریف پراگندہ غبار آلود ہاتھ میں بوتل جس میں خون تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ "یہ کیا ہے"؟

فرمایا۔ یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے۔ اسے میں اللہ کے دربار میں پیش کروں گا۔ چند ایّام بعد خبر آئی کہ آج اسی گھڑی میں امام حسین شہید ہو گئے ہیں۔ اس کی بیہقی نے روائت کی ہے۔ میں نے جنوں کو امام حسین پر نوحہ کرتے سُنا جیسا کہ ابو نعیم وغیرہ نے اسے ذکر کیا ہے۔

مؤرخین کی ایک جماعت نے ذکر کیا کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک لے کر یزید بن معاویہ کے پاس جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک جھونپڑی کے پاس قیام کیا تا کہ وہاں قیلولہ کریں تو اس جھونپڑی کی ایک دیوار پر یہ لکھا ہوا دیکھا۔

اترجوامّۃ قتلت حسینا شفاعۃ جدہٖ
یوم الحساب۔

کیا جن لوگوں نے حسین کو قتل کیا وہ قیامت میں ان کے جدّ امجد کی شفاعت کے اُمیدوار ہیں۔

شہادت کے بعد کے واقعات

علامہ مقریزی نے خطط میں ذکر کیا جب امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو آسمان رونے لگا اس کا رونا اس کی سرخی ہے۔ عطاء نے اس آئت کریمہ کی تشریح میں کہا۔

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ ان پر زمین اور آسمان نہ روئے۔

کہ آسمان کا رونا اس کے اطراف کی سُرخی ہے۔ زُہری سے مجھے یہ روائت پہنچی کہ اس روز بیت المقدس کے پتھروں سے جو بھی پتھر اُٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے سرخ خون پایا جاتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جس روز امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے ساری دُنیا میں تین دن اندھیرا رہا۔ یزید کی فوج نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے چھوٹے سے لشکر سے اونٹ لوٹ مار کر کے ان کے قتل کے روز اُن اونٹوں کو نحر کیا اور پکایا تو گوشت تمہ کی طرح کڑوا تھا۔ ان میں اتنی طاقت نہ رہی کہ گوشت حلق سے نیچے اُتار سکیں۔ ایک روائت میں ہے کہ آسمان نے خون کی بارش کی اور یزیدیوں کی ہر شئی خون سے لبریز ہوگئی۔ زہری سے روائت ہے جس جس شخص نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا ان کو دنیا ہی میں عذاب میں مبتلا ہونا پڑا یا تو وہ قتل ہوئے یا ان کے منہ کالے ہوگئے یا ان کی صورتیں بدل گئیں یا چند دن بعد ان کی حکومت کو زوال ہوگیا۔

سبط بن جوزی نے روائت کی کہ ایک بوڑھا امام حسین کے قتل کے وقت وہاں صرف موجود ہی تھا وہ اندھا ہوگیا۔ اس کا سبب دریافت کیا گیا تو اس نے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب کہ آپ نے کلائیوں سے آستینیں اٹھائی ہوئی تھیں آپ کے ہاتھ میں تلوار تھی اور آپ کے ہاتھ میں چمڑا تھا جس پر وہ دس انسان ذبح کئے ہوئے تھے جنھوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا، پھر آپ نے مجھے سخت گالی دی اور مجھ پر لعنت کی اور میری آنکھوں میں حسین کے خون کا سرمہ لگایا میں اسی وقت اندھا ہوگیا۔ نیز ابن جوزی نے روایت کی کہ ایک شخص نے امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک اپنے گھوڑے کے سینے پر لٹکایا ہوا تھا۔ چند روز بعد دیکھا گیا کہ اس کا منہ تارکول سے زیادہ سیاہ ہوگیا اور وہ بُری حالت میں ذلیل ہو کر مرا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک شخص نے اس واقعہ کا انکار کیا تو اس کو آگ نے آلیا اور اسے جلا کر راکھ کردیا۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر شریف نوّرہ اللہ تعالیٰ

جس روز امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے وہ جمعہ کا دن دس محرم ۶۱ ھ تھی اس وقت آپ کی عمر شریف پچپن سال تھی۔ بعض کچھ اور کہتے ہیں۔ آپ کے جسم شریف پر تلواروں کے ۳۳ زخم تھے۔ ابن صباغ نے کہا عراق کربلا میں آپ کو دفن کیا گیا وہاں ہی آپ کا مشہد شریف ہے اور ساری دنیا سے لوگ اس کی زیارت کو آتے ہیں۔ جن مقتولوں کے سر امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کے ساتھ ابن زیاد کے پاس لائے گئے تھے ان کی تعداد ستر تھی۔ بنو اسد سے ایک قبیلہ بنو عامر نے امام حسین اور ان کے ساتھیوں کو ان کے شہید ہو جانے کے بعد ایک ہی دن میں دفن کیا تھا۔ ''رضی اللہ عنہم''

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک میں اختلاف

امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کے شام کی طرف جانے کے بعد مؤرخین نے اختلاف کیا ہے کہ وہ کہاں گیا اور کس جگہ ٹھہرا، بعض کہتے ہیں کہ یزید نے حکم دیا تھا کہ امام حسین کا سر شریف تمام شہروں میں پھرایا جائے، چنانچہ اسی طرح کیا گیا حتیٰ کہ عسقلان تک پہنچایا گیا اور عسقلان کے حاکم نے وہیں اسے دفن کر دیا اور جب انگریزوں نے عسقلان پر غلبہ حاصل کر لیا تو صالح طلائع جو فاطمین کا وزیر تھا، نے کثیر مال فدیہ دے کر اُن سے سر مبارک لے لیا اور کئی مراحل سے پیدل چل کر اسے لینے گیا اسے سبز ریشمی لباس میں آبنوس کی کرسی پر رکھ کر اس کے نیچے کستوری خوشبو بچھائی اور اس پر ''مشہد حسینی'' کی بنا کی جو قاہرہ میں خان الخلیلی کے قریب معروف مشہور ہے۔ بعض نے کہا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک آپ کی والدہ مکرمہ اور بھائی حسن کی قبور شریفہ کے پاس بقیع میں دفن کیا گیا۔ یہ ابن بکار اور علامہ ہمدانی وغیرہ کا قول ہے۔ امامیہ شیعوں کا کہنا ہے کہ آپ کے جسم شریف کی طرف سر مبارک لوٹا یا گیا اور شہید ہونے کے چالیس روز بعد کربلا میں ہی دفن کیا گیا۔ علامہ قرطبی نے دوسرے قول پر اعتماد کیا ہے۔ صوفیوں کی ایک جماعت کہتی ہے کہ سر مبارک ''مشہد قاہری'' میں ہے۔ علامہ مناوی نے طبقات میں ذکر کیا کہ مجھے بعض اہل کشف وشہود نے بتایا کہ مجھے یہ اطلاع ہوئی ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک جسم سمیت کربلا میں مدفون ہے، پھر اس کے بعد سر مبارک مشہد قاہری میں ظاہر ہوا۔

کیونکہ برزخی حال کا حکم اس انسان کی طرح ہے جو جاری پانی میں غوطہ زن ہوا پھر اس کے بعد دوسری جگہ ظاہر ہوتا ہے۔ جب سر مبارک جسم شریف سے جُدا تھا تو ''مشہد حسینی مصری'' میں ظاہر ہوا انہوں نے ذکر کیا کہ انہوں نے ان سے خطاب بھی کیا تھا۔

شیخ علی اجھوری رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ ''فضائل یوم عاشورہ'' میں کہا کہ مؤرخین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ سر مبارک ''مشہد مصری'' میں مدفون ہے جو مشہور و معروف ہے۔ اسی طرح اہل کشف کی ایک جماعت نے کہا ہے۔ شیخ عبدالوہاب شعرانی نے ''طبقات الاولیاء'' میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے تذکرہ کے وقت کہا کہ لوگوں نے آپ کا سر مبارک بلادِ مشرق (عسقلان) میں دفن کیا پھر طلائع بن رُزیک نے تیس ہزار دینار فدیہ دے کر اسے مصر نقل کیا اور اس پر ''مشہد حسینی'' کی تعمیر کی۔ اور وہ خود اور اس کا لشکر پیدل ننگے پاؤں شام کے راستہ صالحیہ کی طرف گئے جو سر شریف کا استقبال کرنے گئے تھے۔ پھر طلائع نے سبز ریشمی لباس میں آبنوس کی کُرسی پر اسے رکھا اور اس کے نیچے کستوری، عنبر اور خوشبو کا فرش سر مبارک کے لئے کئی دفعہ وزن کی مقدار میں بچھایا۔

علامہ شعرانی نے ''مِنن'' میں ذکر کیا کہ مجھے خواص نے خبر دی کہ حقیقۃً امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک ''مشہد حسینی'' میں ہے جو خان الخلیلی کے قریب ہے۔ اور طلائع بن رُزیک مصر کے وزیر نے اسے قبر شریف میں رکھا جو مشہد کے نام سے معروف و مشہور ہے۔ جب کہ سبز ریشمی لباس میں آبنوس کی لکڑی کی کرسی پر سر مبارک اور اس کے نیچے کستوری اور خوشبو کا فرش بچھایا اور وہ اور اس کا لشکر اس کے ساتھ پیدل ننگے پاؤں قطیہ سے مصر تک گئے جب کہ سر مبارک بلادِ عجم سے آرہا تھا (اس کی طویل داستان ہے) نیز مِنن میں ایک اور جگہ کہا کہ ایک دفعہ میں اور شیخ شہاب الدین بن جلبی حنفی نے ''مشہد'' میں امام حسین کے سر مبارک کی زیارت کی حالانکہ وہ امام حسین کے سر مبارک کا اس جگہ ہونے میں توقف کرتے تھے۔

شیخ شعرانی کا سر بھاری ہوا اور وہ سو گئے۔ انہوں نے خواب میں ایک شخص کو نقیب کی حالت میں دیکھا جو سر مبارک کی طرف سے ظاہر ہوا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب گیا اور وہ اس کو دیکھتے رہے حتیٰ کہ وہ ''حجرہ نبویہ'' میں داخل ہو گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! احمد بن جلبی اور عبدالوہاب

شعرانی نے آپ کے بیٹے حسین کے سر مبارک کی قبر کی زیارت کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ اُن دونوں سے یہ زیارت قبول فرما اور ان کو بخش۔ اس روز سے شیخ عبدالوہاب شعرانی نے فوت ہونے تک سر مبارک کی زیارت ترک نہ کی اور یہ فرمایا کرتے تھے میرا ایمان ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک یہاں ہے یہ کلام پہلے قول کی تائید کرتا ہے۔

شیخ عبدالفتاح بن ابوبکر بن احمد جو رسام شافعی خلوتی کے ساتھ مشہور ہیں نے اپنے رسالہ ''نور العین'' میں جو ذکر کیا ہے وہ بھی اس کی تائید کرتا ہے۔

انہوں نے کہا اہل کشف و اطلاع سے منقول بھی اس کی تائید کرتا ہے جسے خاتم الحفاظ والحدثین شیخ الاسلام والمسلمین نجم الدین غیطی رضی اللہ عنہ نے شیخ الاسلام شمس الدین اللقانی جو اپنے زمانہ میں مالکی علماء کے شیخ تھے سے نقل کر کے ذکر کیا ہے کہ وہ ایک دن جامعہ ازہر میں قطب کبیر شیخ ابو المواہب تونسی کے ساتھ بیٹھے گفتگو کر رہے تھے، اچانک شیخ ابو المواہب جلدی سے اُٹھے اور مدرسہ جوہریہ کے دروازے کی طرف آگے بڑھے جو جامع ازہر میں ہے اور وہاں سے باہر نکل گئے۔ جب کہ شیخ شمس الدین مذکور ان کے پیچھے گئے اور شیخ ابو المواہب کو شیخ شمس الدین کے پیچھے آنے کا علم نہ تھا حتیٰ کہ وہ مشہد مبارک پہنچے جب کہ شیخ شمس الدین ان کے پیچھے تھے جب مسجد میں داخل ہوئے وہاں ایک شخص زیارت شریف کے دروازہ پر کھڑا دیکھا جس کے دونوں ہاتھوں سے چہرہ کو مسح کیا تو شیخ اللقانی جامع ازہر کی طرف واپس لوٹے اور شیخ ابو المواہب تونسی واپس ہو رہے تھے۔ شیخ اللقانی نے انہیں کہا مولانا! میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ عجلت سے باب جوہریہ سے نکلے اور اب واپس ہو رہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا ایک ضروری کام تھا اور اس کا ان سے اخفا کیا انہوں نے کہا آپ مسجد حسینی گئے تھے۔ اس نے کہا جی ہاں! مگر آپ کو یہ کس نے بتایا ہے انہوں نے کہا میں آپ کے ساتھ تھا۔ اس نے کہا میں نے دیکھا نہیں۔ کہا۔ آپ نے ایک شخص کو زیارت شریف کے دروازہ پر کھڑے دیکھا جب کہ وہ دُعا کر رہا تھا اور آپ اس کے پیچھے کھڑے رہے اور تم دونوں کے پیچھے میں بھی دُعا کر رہا تھا شیخ نے کہا شمس الدین تمہیں خوشخبری ہو اس وقت میں نے جتنی دُعائیں مانگیں وہ قبول ہو گئی ہیں۔ میں نے کہا یا سیدی وہ شخص کون تھا۔ انہوں نے کہا وہ قطب غوث تھا وہ ہر روز آتا ہے یا یوں کہا کہ ہر منگل کو آتا ہے

اوراس مشہد کی زیارت کرتا ہے جب مجھے ان کے آنے کا علم ہوا تو میں جلدی سے اُٹھا اور ان کے ساتھ زیارت کو حاضر ہوا اور ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا، زیارت کرتے رہا کرو بہت نیکی حاصل ہوگی پھر شیخ اللقانی ہمیشہ اس مشہد کی زیارت کرتے رہے حتیٰ کہ وفات فرما گئے" رحمہ اللہ تعالیٰ"

شیخ جلیل ابوحسن تمار رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ اس جگہ زیارت کو آیا کرتے تھے جب زیارت گاہ میں داخل ہوتے تو فرماتے السلام علیکم! اور اس کا جواب سنتے۔ وعلیک السلام یا اباحسن! حسب عادت ایک روز آئے اور سلام کہا مگر جواب نہ سُنا اور زیارت کر کے واپس چلے گئے پھر دوسری مرتبہ آئے اور سلام عرض کیا اور اس کا جواب سُنا۔ شیخ نے کہا یا سیدی میں نے کل حاضر ہو کر سلام عرض کیا تھا اور جواب نہ سُنا تھا۔ فرمایا اباحسن معذرت قبول کرو، میں اپنے جدّ امجد سرور کائنات سے ہم کلام تھا اور تمہارا کلام نہ سُن سکا تھا۔ ابوالحسن تمار کی یہ بہت بڑی کرامت ہے۔ "رضی اللہ عنہ"

شیخ علامہ فتح الدین ابوالفتح غمری شافعی نے خبر دی کہ وہ اکثر زیارت کو جایا کرتے تھے۔ ایک روز وہ بیٹھے اور سورت فاتحہ پڑھ کر دُعا کی جب دُعا میں اپنے اس کلام تک پہنچے۔

واجعل ثواباً مِثلَ ذالِكَ۔ میں اس کی مثل ثواب نذر کرتا ہوں۔

اور یہ کہنے کا ارادہ کیا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے صحائف (اعمال نامہ) میں جو اس قبر شریف میں تشریف رکھتے ہیں تو ان پر حال طاری ہوا جس میں انہوں نے ایک شخص دیکھا جو زیارت گاہ پر بیٹھا ہوا تھا ان کے دل میں یہ گزرا کہ وہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں اس لیے کہا

فی صحائف ھٰذا واشار بیدہٖ لیلہ ان کے اعمالنامہ میں اور اپنے ہاتھ سے ان کی طرف اشارہ کیا۔

جب دُعا کرلی تو شیخ عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان کو یہ خبر دی شیخ نے کہا تو سچ کہتا ہے اس طرح کا واقعہ میرے ساتھ بھی ہوا ہے۔ پھر وہ شیخ کریم الدین خلوتی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انہیں بھی یہ خبر دی۔ شیخ کریم الدین نے کہا درست ہے۔ میں نے اس جگہ کی زیارت نہ کی مگر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اذن اور اجازت سے۔ یہ تو اَربابِ کشف اور اصحابِ اطلاع کے نزدیک ثابت ہے۔ اور علامہ مقریزی نے اپنی کتاب الخطط میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے مشہد پر گفتگو کے بعد ذکر کیا کہ آپ کا سر مبارک عسقلان سے قاہرہ منتقل ہوگیا اور وہ قاہرہ ۵۴۸ ھ میں ۸ جمادی الاخریٰ کو

اتوار کے روز پہنچا۔ عسقلان کا حاکم امیر سیف المملکت تمیم سر مبارک لے کر پہنچا جب کہ ان کے ساتھ قاضی مؤتمن مسکین بھی تھا اور اسی سال جمادی الاخریٰ کی دس تاریخ کو منگل کے روز قصر میں مستقر ہوا۔ ذکر کیا جاتا ہے کہ سر مبارک جب عسقلان کے مشہد سے نکالا گیا تو اس کا خون خشک نہ ہوا تھا اور کستوری کی طرح اس سے خوشبو مہکتی تھی۔ استاذ مکنون اس کو کپڑوں میں لپیٹ کر لائے اور قصر زمرد کے تہہ خانے میں رکھ دیا پھر قبہ دیلم کے پاس دفن کر دیا۔ عبدلظاہر کے بیٹے نے کہا ہم نے ذکر کیا ہے کہ طلاع بن رزیک صالح نے سر مبارک عسقلان سے اس لئے منتقل کیا کہ ان کو فرنج سے خطرہ تھا اور باب زویلہ کے باہر مسجد بنائی تاکہ وہاں دفن کریں اور اس فخر میں کامیابی حاصل کریں، لیکن اہل قصر نے ان پر غلبہ پایا اور کہا یہ صرف ہمارے پاس ہی رہ سکتا ہے اور وہ اس کو اس مکان میں لے آئے اور اس پر قبہ تعمیر کیا۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کی کرامات

سُلطان ناصر کے خدمت گاروں میں سے ایک شخص پر اتہام لگایا گیا کہ وہ دفینے اور محل میں تمام اموال کو جانتا ہے۔ سلطان نے اس کو عذاب دینے کا حکم صادر کیا تو جلاد نے اس کو پکڑ کر اس کے سر پر غلاظت رکھ کر ان پر چمڑہ رنگنے کا سرخ رنگ باندھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ سخت عذاب تھا جس کو انسان برداشت نہیں کر سکتا، صرف چند ایک لمحات میں اس سے دماغ میں سوراخ ہو جاتا ہے اور انسان کو ہلاک کر دیتا ہے۔ کئی مرتبہ اس شخص کو یہ عذاب دیا گیا اور وہ اُف تک نہ کرتا تھا، اور تمام کیڑے مر جاتے تھے لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو اس نے کہا جب امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک لایا گیا تھا تو میں نے اس کو اپنے سر پر رکھا تھا۔ یہ سُن کر سلطان نے اس کو معاف کر دیا۔ خطط ابن خالو یہ اعمش سے وہ منہال اسدی سے روائت کرتے ہیں انہوں نے کہا اللہ کی قسم میں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک دیکھا جب کہ اس کو نیزہ پر اٹھایا گیا تھا اس روز میں دمشق میں تھا اور سر مبارک کے آگے آگے ایک شخص سورہ کہف کی تلاوت کر رہا تھا حتیٰ کہ وہ یہاں تک پہنچا۔

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحَابَ الْکَهْفِ	کیا تمہیں معلوم ہے کہ پہاڑ کی کھوہ اور جنگل کے
وَالرَّقِیْمِ کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا۔	کنارے والے ہماری ایک عجیب نشانی تھے۔

سر مبارک بولا اور کہا میرا قتل ان سے عجیب تر ہے۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کا عجیب وغریب واقعہ

سلیمان اعمش رضی اللہ عنہ نے کہا ایک دفعہ ہم بیت اللہ شریف کے حج اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کی زیارت کے لئے گئے، میں بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا وہاں ایک شخص کعبہ کے پردے کو پکڑے ہوئے بڑے الحاح سے یہ کہہ رہا تھا۔ اے اللہ میرا گناہ بخش دے میرا گمان ہے کہ تُو مجھے نہ بخشے گا۔ جب میں طواف سے فارغ ہوا تو میں نے کہا سبحان اللہ العظیم! اس شخص کا کیا گناہ ہے میں اس سے علیحدہ ہو گیا۔ پھر دوسری بار وہاں سے گزرا تو وہ یہی دُعا کر رہا تھا، جب میں طواف سے فارغ ہوا تو اس کا قصد کیا اور کہا بندے خدا! تو عظیم متبرک جگہ بیٹھا ہے۔ یہاں تو اللہ تعالیٰ بڑے بڑے گناہ معاف کر دیتا ہے، اگر تُو اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت اور مغفرت کا سوال کرے تو یقین ہے کہ وہ ضرور بخشے گا وہ منعم کریم ہے وہ ضرور کرم کرے گا، اس نے کہا، اے اللہ کے بندے تو کون ہے؟

میں نے کہا۔ سلیمان اعمش ہوں۔

اس نے کہا سلیمان! میں آپ کو ہی تلاش کر رہا تھا۔ آپ جیسے نیک لوگوں سے ملاقات کا متمنی تھا۔ میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے کعبہ سے باہر لے گیا اور مجھے کہا۔ سلیمان میرا گناہ بہت بڑا ہے۔

میں نے کہا خدا کے بندے تیرا گناہ عظیم ہے یا پہاڑ یا آسمان یا زمین یا عرش بڑا ہے۔ اس نے کہا سلیمان! میرا گناہ ان سے بڑا ہے۔ تشریف رکھئے میں بتاتا ہوں میں نے کہا اللہ تم پر رحم کرے بیان کرو۔

اس نے کہا سلیمان! مَیں اُن ستر مردوں میں سے ہوں جو سیدنا امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما کا سر مبارک لے کر یزید بن معاویہ کے پاس گئے تھے۔ یزید کے حکم سے سر مبارک شہر سے باہر رکھا گیا، پھر اس کے حکم سے سر مبارک کو سونے کے طشت میں رکھ کر اس کی خواب گاہ میں رکھا گیا۔ جب آدھی رات ہوئی تو یزید کی بیوی بیدار ہوئی تو کیا دیکھتی ہے کہ ایک نورانی شعاع آسمان کی طرف بلند ہو رہی ہے۔ وہ سخت گھبرائی اُس کی پریشانی سے یزید بیدار ہوا۔ اس نے کہا اُٹھو اور دیکھو یہ کیا منظر ہے۔ یزید نے اس روشنی کو دیکھا اور اسے کہا خاموش ہو جاؤ جو کچھ تم دیکھ رہی ہو میں بھی اسے دیکھتا ہوں۔ جب صبح ہوئی تو یزید کے حکم سے سر مبارک ایک خیمہ میں رکھا گیا جو سبز ریشم سے تیار کیا گیا تھا اور ان ستر مردوں کو حکم دیا کہ اس کی حفاظت کریں، ہم ستر مرد اس کی حفاظت کے لئے مامور ہوئے، یزید نے ہمارے کھانے پینے کا انتظام کیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔ رات کا کچھ حصہ گزرا تو ہم سب

سو گئے۔ میں بیدار ہوا اور آسمان کی طرف دیکھا کہ سخت بادل آ رہا ہے جو پہاڑ اور پروں کی آواز کی طرح آواز دے رہا تھا وہ ہمارے پاس آ کر زمین سے مل گیا۔ اس سے ایک شخص نکلا جس پر جنتی چادریں تھیں اس کے ہاتھ میں قالین اور کرسیاں تھیں اس نے قالین بچھا دیئے اور اس پر کرسیاں لگا دیں پھر اپنے قدموں پر کھڑے ہو کر آواز دی اے ابو البشر اے آدم علیہ السلام نیچے آیئے تو ایک خوبصورت شیخ باہر آیا اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کے پاس کھڑا ہو کر کہا۔

السلام علیك یا بقیة الصالحین	اے نیک لوگوں میں سے باقی رہنے والے تم
عشت سعیداً وقتلت طریداً ولم	پر سلام ہو تو نے نیک بخت زندگی بسر کی اور تنہا
تزل عطشان حتی الحقك الله بنا	شہید ہوا اور پیاسا رہا حتیٰ کہ تجھے اللہ تعالیٰ
رحمك الله ولا غفر لقا تلك الویل	نے ہمارے ساتھ ملا دیا اور تجھ پر رحم کرے اور
لقا تلك غداً من النار۔	تیرے قاتل کو نہ بخشے کل قیامت میں تیرے
	قاتل کے لئے دوزخ میں ویل ہو۔

وہ یہ کہتے ہوئے کرسی پر بیٹھ گئے۔ سلیمان! تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ اور بادل آ گیا اور زمین سے مل گیا۔ اس میں ایک منادی کو میں نے سُنا جو کہہ رہا تھا۔

انزل یا نبی الله انزل نوح۔	اے نوح اللہ کے نبی اُتریئے۔

کیا دیکھتا ہوں کہ ایک خوبصورت شیخ تھا اس کا چہرہ زرد تھا اس پر جنت کے لباس سے دو چادریں تھیں وہ آ کر سر مبارک کے پاس کھڑے ہوئے اور کہا۔

السلام علیك یا عبد الله السلام	اللہ کے عبد تم پر سلام اے باقی رہنے والے نیک انسان تم
علیك یا بقیة الصالحین قتلت	پر سلام ہو تم تنہا قتل ہوئے اور نیک بخت زندہ رہے اور
طریداً وعشت سعیدا ولم تزل	پیاسے رہے حتیٰ کہ آپ کو اللہ نے ہمارے ساتھ لاحق کر
عطشان حتی الحقك الله بنا	دیا اللہ آپ کو بخشے اور آپ کے قاتل کو نہ بخشے قیامت میں
غفر الله ولا غفر لقا تلك الویل	تیرے قاتل کے لئے دوزخ میں ویل ہو۔
لقاتلك غداً من النّار۔	

یہ کہہ کر وہ کرسی پر بیٹھ گئے۔ سلیمان! ابھی تھوڑا وقت گزرا تھا کہ ایک اور عظیم ترین بادل آیا اور

زمین کے ساتھ مل گیا۔ آواز بلند ہوئی۔ میں نے ایک منادی کو آواز دیتے ہوئے سُنا

انزل یا خلیل انزل ی ابراھیم صلی اللہ علیہ وسلم ۔	اے خلیل اے ابراہیم علیہ السلام باہر تشریف لائیے۔

کیا دیکھتا ہوں کہ بادل سے ایک شخص باہر تشریف لایا جو بہت لمبا نہ تھا اور نہ بہت چھوٹا تھا۔ منور چہرہ اس کا بڑھاپا بہت پیارا تھا۔ وہ تشریف لائے اور سر مبارک کے پاس کھڑے ہوئے اور کہا۔

السلام علیک یا عبدال السلام علیک یا بقیة الصالحین قتلت طریداً وعشت سعیداً ولم تزل عطشان حتی الحقک اللہ بنا غفر اللہ لک غفرلنا تلک الویل لقاتلک غدًا من النّار۔	یا عبداللہ تم پر سلام ہو اے باقی رہنے والے نیک انسان تم پر سلام ہو تم تنہا شہید ہوئے اور نیک بخت زندگی بسر کی تم پیاسے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ہمارے ساتھ لاحق کر دیا اللہ تمہیں بخشے اور تمہارے قاتل کو نہ بخشے قیامت کے دن تمہارے قاتل کے لیے دوزخ میں ویل ہو۔

پھر وہ علیٰحدہ ہو کر کرسی پر بیٹھ گئے ابھی چند لحات گزرنے نہ پائے تھے کہ ایک عظیم تر بادل آیا جس میں بجلی کی کڑک جیسی گونج اور پروں کی سی آواز تھی وہ نیچے آیا اور زمین سے مل گیا۔ آواز آئی اور میں نے سُنا کہ کوئی کہہ رہا ہے۔

انزل یا نبی اللہ انزل یا موسیٰ بن عمران۔	اللہ کے نبی اُتریں یا موسیٰ بن عمران علیہ السلام باہر تشریف لائیں۔

کیا دیکھتا ہوں ایک شخص مضبوط طاقتور سخت ہیبت ناک ہے اس پر جنت کی دو چادریں ہیں وہ آگے بڑھے اور سر مبارک کے پاس کھڑے ہوئے اور پہلے انبیاء کی طرح انہوں نے کلام کیا۔ پھر ایک طرف ہو کر کرسی پر بیٹھ گئے۔ پھر تھوڑا وقت گزرا کہ ایک اور بادل آیا جس میں عظیم آوازیں اور پروں کی آہٹ تھی وہ نیچے اُترا اور زمین سے ملا ایک آواز بلند ہوئی جسے میں نے سُنا وہ کہہ رہا تھا۔

یا عیسیٰ انزل یا روح اللہ انزل۔	اے عیسیٰ روح باہر تشریف لائیے۔

کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص ہے جس کا رنگ سرخ ہے اس میں قدرے زردی ہے ان پر جنت کی دو چادریں ہیں تو وہ آئے اور سر مبارک کے پاس کھڑے ہو کر وہی کلمات کہے جو حضرت آدم علیہ

السلام اور دیگر حضرات نے کہے تھے اور وہ علیحدہ ہو کر کرسی پر بیٹھ گئے۔ پھر کچھ وقت گزر جانے کے بعد ایک عظیم ترین بادل آیا جس میں بجلی کی کڑک اور پروں کی سی آوازیں تھیں بادل زمین کے قریب آ کر ٹھہرا اور آواز آئی۔

انزل یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم انزل یا احمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یا احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) باہر تشریف لائیں۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے جب کہ آپ نے جنت کی چادریں زیب تن فرمائی ہوئی تھیں۔ آپ کے دائیں طرف فرشتوں کی ایک صف اور امام حسن اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما تھے۔ آپ آگے بڑھ کر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کے پاس تشریف فرما ہوئے اور اسے سینہ پاک کے ساتھ لگا کر بے قرار رونے لگے۔ پھر سر مبارک سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ کو دیا اس کو آپ نے سینہ کے ساتھ لگایا اور اتنا روئیں کہ ان کے رونے کی آواز بلند ہونے لگی اور اس مجلس میں جس نے بھی آواز سنی سب رونے لگے۔ سیدنا آدم علیہ السلام کرسی سے اُٹھ کر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آ کر کہنے لگے۔

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو نبیوں کا ہدیہ سلام پیش کرنا

پاکیزہ صاحبزادے اور پاکیزہ مخلوق پر سلام ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو عظیم ثواب عنائت کرے آپ کے صاحبزادے حسین میں آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

پھر حضرت نوح علیہ السلام اُٹھے اور حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح عرض کیا پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہوئے اور حضرت آدم اور نوح علیہما السلام کی مثل کہا پھر حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام حاضر ہوئے۔ انہوں نے بھی پہلے انبیاء کی طرح کلام کیا۔ سب نبی امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تسلی کا اظہار کرتے رہے۔ اس کے بعد سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے باپ آدم و نوح میرے بھائی ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ آپ سب گواہ رہیں۔ میری اُمت نے میرے بعد جو میری اولاد کے حق میں مجھے بدلہ دیا ہے اس پر اللہ کی گواہی کافی ہے۔ پھر ایک فرشتہ آپ کے قریب آیا اور عرض کیا یا اباالقاسم! آپ نے ہمارے دل کاٹ کر رکھ دیئے ہیں۔ میں پہلے

آسمان کا فرشتہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی فرمانبرداری کرنے اور اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں آسمان کو آپ کی اُمت پر گرا دوں اور ان سے کوئی بھی زندہ باقی نہ رہے۔

پھر ایک فرشتہ آپ کے قریب آیا اور عرض کیا یا ابالقاسم! آپ نے ہمارے دل قطع کر دیئے ہیں۔ میں سمندروں کا فرشتہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طاعت کا حکم دیا ہے اگر اجازت فرمائیں تو ان پر سمندر بھیج دوں اور ان سے کوئی باقی نہ رہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تم کو نبی کی طرف سے اچھی جزا دے جو نبی کو اُمت کی طرف سے اچھی جزا ملے۔

حسن نے کہا۔ ابا جان! یہ لوگ جو سو رہے ہیں اور میرے بھائی کی حفاظت کر رہے ہیں۔ یہی لوگ میرے بھائی کا سر مبارک لے کر آئے ہیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فرشتو! میرے بیٹے کے عوض ان سب کو قتل کر دو۔ اللہ کی قسم ایک لحہ ہی گزرا ہوگا کہ میں نے اپنے سارے ساتھیوں کو ذبح ہوتے دیکھا۔ ایک فرشتہ میری طرف مجھے ذبح کرنے آیا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارا یا ابالقاسم! مجھے بچا لیجئے مجھ پر رحم فرمائیں اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے۔ آپ نے فرمایا اس کو چھوڑ دو اور میرے قریب آ کر فرمایا تو ان ستر مردوں میں سے ہے۔ میں نے کہا جی ہاں! آپ نے ہاتھ میرے کندھے پر رکھ کر مجھے منہ کے بل زمین پر کھینچا اور فرمایا تجھ پر اللہ تعالیٰ رحم نہ کرے اور نہ ہی تجھے معاف کرے تیری ہڈیاں دوزخ کی آگ سے جلائے۔ اسی لئے میں اللہ کی رحمت سے نا اُمید ہوں۔ اعمش نے کہا، مجھ سے دور ہو جا مجھے ڈر ہے۔

یہ واقعہ علامہ تلمسانی کی شرح شفاء سے ماخوذ ہے جو اس کی چوبیسویں فصل میں درج ہے۔ جس کا عنوان یہ ہے۔

مَا اَطْلَعَ اللّٰهُ نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْغُيُوْبِ مِنْ تَرْجَمَةِ الْحُسَيْنِ۔

ابن زیاد کا خطبہ

عبیداللہ بن زیاد نے جب امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا تو منبر پر آ کر یہ خطبہ دیا۔ الحمد للہ الذی اظہر الحق ونصر یزید بن معاویۃ وحزبہ علی الکذّاب الحسین۔

اللہ کی حمد ہے جس نے حق غالب کیا اور یزید بن معاویہ اور اس کی جماعت کی کذاب حسین پر مدد کی۔ یہ ہذیان سُنتے ہی عبداللہ بن عفیف رضی اللہ عنہ اُچھلے، ان کی بائیں آنکھ "یوم جمل" میں ضائع ہو چکی تھی جب کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور دوسری صفین کی جنگ میں خراب ہوگئی تھی وہ ہر وقت مسجد میں رہتے رات بھر نماز میں مشغول رہتے تھے اور کہا اے ابن مرجانہ کذاب بن کذاب تو اور تیرا باپ ہے اور جس نے تجھ کو امیر بنایا وہ کذاب ہے۔

تم نبیوں کے بیٹوں کو قتل کرتے ہو، سچوں جیسی باتیں کرتے ہو۔ ابن زیاد نے اس کی طرف اشارہ کر کے کہا اللہ کے دشمن عثمان کے حق میں تو کیا کہتا ہے؟

عبداللہ بن عفیف رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اللہ کا دشمن تو ہے۔ اس شخص نے اچھا کام کیا کچھ اس کے خلاف بھی تھا، اس نے اصلاح کی کچھ کمزوری بھی کی۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کا مالک ہے وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارہ میں حق اور انصاف کرے گا لیکن اگر تو چاہتا ہے تو اپنے اور اپنے باپ اور یزید وغیرہ سے متعلق مجھ سے پوچھ۔

ابن زیاد نے کہا میں تجھ سے کچھ نہ پوچھوں گا حتیٰ کہ تجھے موت کا ذائقہ دوں گا۔

عبداللہ بن عفیف رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے تیرے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے اس کے بہت بڑے دشمن اور اس سے بغض کرنے والے کے ہاتھ سے مجھے شہادت دے، مگر جب میری بینائی جاتی رہی میں اس سے نا اُمید ہوگیا اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے میری نا اُمیدی کے بعد مجھے شہادت عطا کی اور میری قدیم دُعا کو شرف قبولیت بخشا۔ ابن زیاد منبر سے اُترا اور اسے قتل کر دیا اور کوفہ کی تھور زمین میں اسے صلیب پر نصب کیا۔

یہ مختصر التواریخ سے ماخوذ ہے۔"

کو قتل ہوں گے۔ مختار بن عبید ثقفی نے ایک لشکر تیار کر کے ابن زیاد کی طرف بھیجا اور اسی جنگ میں ابراہیم بن اشتر نے اسے قتل کر کے اس کا سر مختار ثقفی کے پاس بھیجا۔ مختار نے وہ سر عبداللہ بن زبیر کے پاس بھیجا۔ ابن زبیر نے اسے علی بن حسین زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کے سر

امام ترمذی نے روائت کی کہ جب ابن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر آئے اور ان کو مسجد کے قریب رکھا گیا تو ایک سانپ آیا وہ تمام سروں سے ہوتا ہوا ابنِ زیاد کی ناک میں داخل ہو گیا۔ کچھ وقت ٹھہرا پھر نکل کر باہر چلا گیا اور اس نے اس طرح دو یا تین بار کیا۔ ابن زیاد کا سر اسی جگہ نصب کیا گیا تھا جہاں اس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک رکھا تھا۔ اس کو شیخ عبدالرحمن اجہوری نے اپنی کتاب ''مشارق الانوار'' میں ذکر کیا ہے۔ اسی طرح اسد الغابہ میں ہے۔ ابن اثیر نے اس سے کچھ زیادہ ذکر کیا ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور تینوں محدثین نے اسے ذکر کیا ہے۔

وہ محل جس میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک تھا

عبدالملک بن عمیر نے کہا میں نے یہ محل عجیب دیکھا ہے۔ اس محل میں ابن زیاد کے سامنے ڈھال پر امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک تھا، پھر اسی محل میں ابن زیادہ کا سر مختار کے آگے پڑا دیکھا، پھر مختار کا سر مصعب بن زبیر کے آگے پڑا دیکھا پھر مصعب بن زبیر کا سر عبدالملک بن مروان کے آگے پڑا ہوا دیکھا، پھر عبدالملک نے اس محل کو گرا دیا۔ اسی طرح ''الکنز لمدفون'' میں ہے۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا قصاص

حاکم نے مستدرک میں صحیح روائت ذکر کی۔ ذہبی نے تلخیص میں کہا کہ یہ مسلم کی شرط کے مطابق ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اللہ تعالیٰ نے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی فرمائی کہ میں نے یحییٰ بن زکریا کے بدلہ میں ستر ہزار لوگوں کو قتل کیا۔ اور آپ کے نواسہ کے قصاص میں ایک لاکھ چالیس ہزار قتل کروں گا۔ حافظ ابن حجر نے کمزور سند سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت کرتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل دوزخ میں ایک صندوق میں بند ہوگا اور ساری دنیا والوں کے عذاب سے اس کو آدھا عذاب ہوگا۔ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے محاضرات اور محاورات میں ذکر کیا کہ ایک سال کوفہ میں جلدی مرض واقع ہوا۔ جس میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کی اولاد سے پندرہ سو اندھے ہوگئے۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد

صاحبِ ارشاد نے کہا امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد چھ افراد تھے۔ علی بن حسین اصغران کی کنیت ابو محمد اور لقب زین العابدین ہے۔ ان کی والدہ ''شاہ زنان'' فارس کے بادشاہ کسریٰ نوشیرواں کی بیٹی ہے۔ ''علی بن حسین اکبر'' وہ اپنے والد کے ساتھ کربلا میں شہید ہو گئے تھے۔ ان کی والدہ لیلیٰ بنت مرّہ بن عروہ بن مسعود ثقفی ہے۔ ''جعفر بن حسین'' ان کی والدہ قضاعہ ہے وہ اپنے والد کی زندگی میں ہی فوت ہو گئے تھے ان کی کوئی نسل نہیں ہوئی۔ ''عبداللہ بن حسین'' یہ چھوٹے ہی اپنے والد کے ساتھ شہید ہو گئے تھے۔ ان کو ایک تیر لگا جب کہ وہ کربلا میں تھے اس سے وہ قتل ہو گئے۔

''سکینہ بنت حسین'' ان کی والدہ رباب بنت امری القیس بن عدن کلبیہ ہے عبداللہ بن حسین کی والدہ بھی یہی ہے۔ ''فاطمہ بنت حسین'' ان کی والدہ اُم اسحاق بنت طلحہ بن عبداللہ تیمیہ ہے۔ ان میں سے نسل صرف علی بن حسین زین العابدین کی چلی ہے۔

شیخ جمال الدین طاہر بن حسین بن عبدالرحمن اہدل نے اپنی کتاب ''بغیۃ الطالب معرفۃ اولاد علی بن ابی طالب'' میں ذکر کیا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے چھ صاحبزادے اور تین شہزادیاں تھیں۔ اور وہ علی اکبران کی والدہ لیلیٰ بنت مرّہ بن عروہ بن مسعود ثقفی ہے۔ علی اوسط، عبداللہ، علی اصغر، زین العابدین۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ زین العابدین سب سے بڑے ہیں۔ محمد، جعفر، زینب، سکینہ اور فاطمہ ہیں۔ محمد اور جعفر اپنے والد کی زندگی میں فوت ہو گئے۔ علی اکبر اور عبداللہ اپنے والد کے ساتھ کربلا میں شہید ہو گئے۔ علی اوسط کو اسی روز تیر لگا اور فوت ہو گئے۔ بعض نے ایک اور شہزادہ بتایا ہے جس کا نام عمر ہے۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں بالاتفاق صاحب نسل صرف زین العابدین رہے۔ رضی اللہ عنہ۔ روئے زمین میں جہاں بھی کوئی سید حسینی ہو گا وہ زین العابدین کی اولاد سے ہی ہو گا۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ارشادات

تمہارے پاس لوگوں کا حاجات لے کر آنا اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے کبیدہ خاطر نہ ہو، ورنہ وہ مصیبت بن جائیں گی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ صاحبِ حاجت تم

سے سوال کر کے اپنا احترام نہیں کرتا تم اسے عطا کر کے اپنا اکرام کرو۔ حلم اور بردباری زینت ہے، وفاداری انسانیت ہے۔ صلہ رحم نعمت ہے، زیادہ طلب عجلت حماقت ہے۔ غلو کرنا اندھیرا گڑھا ہے۔ ذلیل لوگوں کے ساتھ بیٹھنا شر ہے۔ فاسقوں کی مجلس مشکوک ہے۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی فراست

امام حسین اور امام حسن کا آپس میں تکرار ہو گیا اور ایک دوسرے نے ملاقات میں تأمل کیا۔ کسی نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہا اپنے بھائی حسن کے پاس جا کر انہیں راضی کریں اور ان کی اچھی دلجوئی کریں کیونکہ وہ آپ کے بڑے بھائی ہیں۔ امام حسین نے فرمایا میں نے اپنے جد امجد سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ جن دو شخصوں میں منازعت ہو اور ان میں سے ایک دوسرے کو پہلے راضی کرے تو پہلے راضی کرنے والا جنت میں پہلے جائے گا اور میں پسند نہیں کرتا ہوں کہ اپنے بڑے بھائی سے پہلے میں جنت میں جاؤں۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی تو وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور ان کو راضی کیا۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا خطبہ

امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ میں فرمایا لوگو! اچھے اخلاق میں رغبت کرو، نیک اعمال میں جلدی کرو، جس کام کرنے میں تم نے جلدی نہ کی ہو، اسے شارمت کرو خیرات کر کے مدح و ثنا حاصل کرو، جس نے کسی پر احسان کیا ہو اور وہ اس کا شکر ادا نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی مکافات کرتا ہے۔ یہ بہت بڑی عطا اور اس میں بہت زیادہ ثواب ہے۔ یقین کرو نیک کام سے تعریف ہوتی ہے اور بعد میں ثواب ملتا ہے۔ اگر تم نیکی کو آسان دیکھتے ہو تو اسے بہترین خوبصورت دیکھتے جو دیکھنے والوں کو خوش کرتا اور اگر تم ملامت اور بدی کو مردود دیکھتے تو بدترین منظر دیکھتے، جس سے دل نفرت کرے اور نظریں نیچی ہو جائیں، لوگو! سخی سردار ہوتا ہے، بخیل ذلیل ہوتا ہے، زیادہ سخی وہ شخص ہے جو اس شخص پر سخاوت کرے جسے اس کی اُمید نہ ہو، زیادہ پاک دامن بہادر وہ شخص ہے جو قادر ہونے کے باوجود معاف کر دے، زیادہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے جو ٹوٹے ہوئے رشتہ داروں کو ملائے، جو شخص اپنے

بھائی پر احسان کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا چاہے اللہ تعالیٰ مشکل کے وقت اس کا بدلہ دیتا ہے۔ اور اس سے سخت مصیبت ٹال دیتا ہے، جس شخص نے اپنے بھائی سے کوئی دنیاوی مصیبت دور کی اللہ تعالیٰ اس سے اُخروی مصائب دور کرتا ہے اور جو کسی پر احسان کرے اللہ تعالیٰ اس پر احسان کرتا ہے اور احسان کرنیو الوں کو ثواب دیتا ہے اور ان سے محبت کرتا ہے۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا منظوم کلام شریف

امام حسین رضی اللہ عنہ کے منظوم کلام شریف کو ''ابن غنم'' صاحب کتاب الفتوح نے نقل کیا ہے۔ یہ آپ نے اس وقت فرمایا جب کہ ابن زیاد کے عساکر نے آپ کا گھیراؤ کر لیا اور آپ کے ساتھی قتل کر دیئے اور ان سے پانی روک لیا اور آپ کے چھوٹے بچہ کو تیر لگا جس نے اس کو قتل کر دیا اپنی تلوار سے امام حسین نے بچہ کی قبر بنائی اور جنازہ پڑھ کر اسے دفن کیا تو یہ اشعار پڑھے۔

غدر القوم وقد مار غبوا عن ثواب
الله رب الثقلين قتلوا قدمًا عليًا وابنه
حسن الخير كريم الابوين حسنًا
منهم وقالوا اقبلوا نقتل الأن جميعاً
للحسين خيرة الله من الخلق ابى ثمّ
اُمى فانا ابن الخير تين فضّة قد صُفيت
من ذهبٍ فانا الفضّة وابن الذهبين من
له جد" كجدّى فى الورىٰ كشيخى
فانا ابن العمرين فاطم الزهراءُ اُمى و
ابى قاصم الكفر ببدرٍ وحنين ۔

لوگوں نے غداری کی اور انسان و جن کے رب کے ثواب سے روگردانی کی۔ انہوں نے علی اور اس کے نیک بیٹے حسن کو قتل کیا جس کے ماں باپ کریم ہیں یہ ان کا حسن تھا اور انہوں نے کہا آؤ اب ہم سارے حسین کو قتل کریں ساری مخلوق سے بہتر میرا باپ اور میری ماں ہے اور میں دو نیکوں کا بیٹا ہوں۔ چاندی سونے سے ظاہر ہوئی ہے اور میں چاندی ہوں اور دو سونوں کا بیٹا ہوں۔ ساری مخلوق میں میرے دادا جیسا دادا کس کا ہے؟ اور میرے شیخ جیسا کس کا شیخ ہے میں تو شمس و قمر کا بیٹا ہوں فاطمۃ الزہرا میری والدہ ہے اور میرا باپ بدر اور حنین میں کافروں کی تباہی کرنے والا ہے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کے فرامین

فان تكن الدنيا تعدّ نفيسة فان
ثواب الله اعلىٰ وانبل وان يك لا

اگر چہ دنیا اچھی اور نفیس سمجھی جاتی یہ مگر اللہ کا ثواب بہت زیادہ اور نفیس ہے اگر چہ نوجوان کو موت سے

بدّ من الموت للفتی فقتل امری	خلاصی نہیں مگر اللہ کی راہ میں انسان کا تلوار سے قتل
فی اللہ بالسیف اجمل وان تکن	ہونا بہت اچھا ہے اگر چہ رزق تقدیر میں تقسیم
الارزاق قسماً مقدّراً فقلۃحرص	ہو چکے ہیں لیکن کسب میں انسان کا حرص نہ کرنا
المرافی الکسب یجمل وان تکن	اچھا ہے ۔اگر چہ سارے مال ترک ہو جائیں
الاموال للترک	گے۔پس ترکہ کا کیا حال ہے۔جس کیساتھ انسان
فمابال متروکٍ به المرء یبخل۔	بخل کرتا ہے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کے فرمودات

اذا ما عضك الدهر فلا تجنح الی	جب زمانہ تجھے تکلیف دے تو تُو مخلوق کی طرف مائل
الخلق فلا تسل سوی اللہ المغیثالعالم	نہ ہو اللہ کے سوا کسی سے سوال مت کر جو سارے
الحق فلو عشت وقد طفت من الغرب	جہان کی فریادیں سُنتا ہے۔ اگر تو زندہ رہے کسی شخص
الی الشرق لما صارفت من یقدر ان	کو نہ پائے گا جو نیک یا بدبخت حالانکہ تو مغرب سے
یسعد اوْ یشقی۔	مشرق تک جائے کرنے پر قادر ہو۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایک طویل قصیدہ ذکر فرمایا جس کا پہلا حصہ یہ ہے۔

اذا ستنصر المرء امرأ الاذیۃ فنا	جب اذیت کے لئے کوئی شخص کسی سے مدد
صرہ والخاذ لون سواء انا ابن الّذی	چاہے تو اس کی مدد کرنے والے اور ذلیل
قد تعلموا مکانه ولیس علی الحق	لوگ سب برابر ہیں۔ میں اس کا بیٹا ہوں
المبین طحاء المس رسول اللہ	جس کے مرتبہ کو تم جانتے ہو۔واضح حق میں
جدی ووالدی انا البدر ان حل	کوئی خفا نہیں ہے۔کیا اللہ کا رسول میرے داد
النجوم خفاء الم ینزل القران	اور میرے والد نہیں؟ جب ستاروں میں خفا
خلف بیوتنا صباحًا ومن بعد	آجائے تو میں بدر ہوں۔کیا قرآن ہمارے
الصباح مساء ینازعنی واللہ بینی	گھروں میں نازل نہیں ہوا؟ صبح کے وقت
وبینه یزید ولیس الامر حیث	اور صبح کے بعد شام کے وقت اللہ کی قسم یزید
	ہمارے ساتھ جھگڑا کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے

يشاء فيانصحاء الله انتم ولا تہ'
وانتم على اديانه
امناء بائ كتاب ام بائ سنۃ
تناولها عن اهلها البعداء ۔ذهب
الذين احبهم وبقيت فيمن
لا احبه فيمن اراه يسبنى ظهر
الغيب ولا اسبه افلا يرىٰ انّ فعله
ممّا يسير اليه غبّه حسبى بربى
كافياً مما احتنىٰ والبغى حسبه۔

ایسا کبھی نہ ہوگا اے اللہ کے مخلص بندو تم اس کے والی اور حاکم ہو اور تم اس کے دین کے امین ہو کس کتاب بلکہ کس سنت کو دُور کے لوگ اس کے اہل سے حاصل کریں گے۔ جن سے میں محبت کرتا ہوں وہ تشریف لے گئے اور ان میں باقی رہ گیا ہوں۔ جن سے محبت نہیں کرتا ہوں اور ان میں باقی رہ گیا ہوں جو مجھے غائبانہ گالی دیتا ہے اور میں اس کو گالی نہیں دیتا کیا وہ دیکھتا نہیں کہ یہ وہ فعل ہے جس کی طرف وہ کل جائے گا۔ میرا رب مجھے کافی ہے اس فعل سے جو اس نے کسب کیا اور اس کو سرکشی کافی ہے۔

یہ منظوم کلام فصول مہمہ سے ماخوذ ہے۔

حضرت امام علی بن حُسین (زین العابدین) رضی اللہ عنہما

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا علی بن حسین کو زین العابدین اس لئے کہتے ہیں کہ آپ بہت عبادت کرتے تھے۔ امامیہ شیعہ کے مذہب میں یہ چوتھے امام ہیں۔ زین العابدین رضی اللہ عنہ ۳۸ ہجری ۵ شعبان جمعرات کے دن اپنے جدّ امجد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ان کی وفات سے دو سال پہلے مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ ان کی مشہور کنیت ابو الحسن ہے۔ ابو محمد بھی آپ کی کنیت ہے بعض علماء آپ کی کنیت ابو بکر بھی بیان کرتے ہیں۔

آپ کے القاب بہت مشہور ہیں اور مشہور القاب زین العابدین، زکی، امین اور ذوالثفقات ہیں۔ آپ کا رنگ زرد، بدن نحیف تھا۔ فرزدق اور کثیر عزہ آپ کے شاعر اور ''ابوجبلہ'' آپ کا چوکیدار تھا۔ آپ کی انگوٹھی میں وَمَا تَوْفِيْقِي اِلَّا بِاللهِ منقوش تھا۔ مروان، عبد الملک اور اس کا بیٹا ولید آپ کے معاصر تھے۔ ''سلافہ'' آپ کی والدہ تھیں اور ان کا لقب ''شاہ زنان'' تھا۔ یہ فارسی لفظ ہے اس کا معنی ہے ''ملکۃ النساء'' عورتوں کی بادشاہ۔ یہ ''یزدجر'' کی بیٹی تھیں جو نوشیروان عادل کا بیٹا اور فارس کا بادشاہ تھا۔

زمخشری نے "ربیع الابرار" میں ذکر کیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں جب فارس کے قیدی لائے گئے ان میں "یزدجر" کی تین بیٹیاں تھیں، مجاہدین نے قیدی بیچ دیئے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے "یزدجر" کی لڑکیوں کو فروخت کرنے کا حکم دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بادشاہوں کی لڑکیوں سے عام لوگوں کی لڑکیوں سا معاملہ نہیں کیا جاتا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا۔ پھر ان سے کیا برتاؤ کیا جائے؟

فرمایا۔ ان کی قیمت لگانے میں جتنی بھی ان کی قیمت ہو، جو شخص ان کو پسند کرے وہ اتنی قیمت دے کر لے جائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی قیمت کا اندازہ فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمام کی قیمت ادا کر دی، ان میں سے ایک اپنے شہزادے امام حسین رضی اللہ عنہ کو دی جس سے حضرت علی زین العابدین پیدا ہوئے ایک عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دی اس سے سالم بن عبداللہ پیدا ہوئے اور ایک محمد بن ابی بکر کو دی اس سے قاسم بن محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے۔ یہ تینوں (زین العابدین، سالم اور قاسم) خالہ زاد بھائی ہیں۔

حضرت علی بن حسین زین العابدین رضی اللہ عنہ اپنے والد کے ساتھ "کربلا" میں بیمار بستر پر پڑے رہتے تھے اس لیے وہ قتل نہ ہوئے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا یہی صحیح ہے۔ جس شخص نے یہ کہا ہے کہ زین العابدین کربلا میں بہت چھوٹا ہونے کے باعث قتل نہ ہوئے، صحیح نہیں ہے۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی روایات

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے اپنے والد، چچا حسن، جابر، ابن عباس، مسور ابن مخرمہ، ابو ہریرہ اور صفیہ، عائشہ، ام سلمہ، امہات المؤمنین رضی اللہ عنہم سے روائت کی ہے۔ زہری اور ابن عینیہ نے کہا ہم نے ان سے افضل کوئی قریشی نہیں دیکھا۔ زہری نے کہا ہم نے ان سے افضل کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔ ابن مسیب نے کہا میں نے ان سے زیادہ متقی اور پرہیزگار نہیں دیکھا۔

سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی خوبیاں اور محاسن

حضرت سفیان رضی اللہ عنہ نے کہا ایک شخص نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما کے پاس آ کر کہا کہ فلاں شخص نے میرے سامنے آپ کو بُرا بھلا کہا ہے فرمایا چلو اس کے پاس چلیں۔ وہ شخص آپ کے ہمراہ ہو گیا۔ جب کہ وہ یہ گمان کرتا تھا کہ آپ اس شخص سے انتقام لیں گے۔ جب اس کے

پاس تشریف لے گئے تو فرمایا، جو کچھ تو نے میرے حق میں کہا اگر وہ درست ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے معاف کر دے اور اگر یہ صحیح نہیں تو اللہ تعالیٰ تجھے معاف کر دے، پھر واپس تشریف لے آئے۔

ابی جمرہ رضی اللہ عنہ نے روائت کی کہ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما ہر شب و روز ایک ہزار رکعت پڑھا کرتے تھے۔ جب آپ نماز کے لئے وضو کرتے تو آپ کا رنگ زرد پڑ جاتا تھا، ان سے کہا جاتا اس کی کیا وجہ ہے، وضو کے وقت آپ کو کیا ہوتا ہے، تو آپ فرماتے کیا تم جانتے ہو میں کس کے سامنے کھڑا ہونے کا ارادہ کرتا ہوں؟ طاؤس سے روایت ہے انہوں نے کہا میں رات کو حجرہ میں داخل ہوا وہاں حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ پھر انہوں نے لمبا سجدہ کیا۔ میں نے کہا بیتِ نبوت کا یہ شخص نیک اور صالح ہے۔ میں کان لگا کر سُنتا ہوں۔ یہ کیا کہتے ہیں۔ چنانچہ آپ کہہ رہے تھے۔

عبدك بفنائك مسكينك بفنائك سائلك بفنائك فقيرك بفنائك	تیری بارگاہ میں تیرا عبد تیری بارگاہ میں تیرا مسکین، تیری بارگاہ میں تیرا سائل، تیری بارگاہ میں تیرا فقیر حاضر ہے۔

طاؤس نے کہا اللہ کی قسم میں نے کسی بھی مصیبت میں یہ کلمات نہ کہے مگر اللہ تعالیٰ نے میری مصیبت دور فرما دی۔

سیدنا علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دُعا

قرۃ العین فی مقتل الحسین میں حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روائت ذکر کی ہے کہ جب آپ کو کوئی مشکل درپیش ہوتی تو آپ آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر کہتے۔

يا كهيعص اعوذبك من الذنوب التى تزيل بها النعم واعوذبك من الذنوب التى تحل بها النقم واعوذبك من	یا کھیعص، میں تیرے ذریعے ان گناہوں سے پناہ چاہتا ہوں جن کے سبب تو نعمتیں زائل کرتا ہے میں تریے ذریعے ان گناہوں سے پناہ چاہتا ہوں

الذنوب التی تثیر الاعداء جن کے ساتھ دشمنوں کو بھڑکاتا ہے۔ میں تیرے
واعوذبك من الذنوب التی بها ذریعے ان گناہوں سے پناہ چاہتا ہوں جن کے
تجس غیث السماء۔ سبب تو آسمان سے بارش روک دیتا ہے۔

مصیبت کے وقت یہ دُعا مجرب ہے۔

ابن عائشہ نے کہا۔ میں نے مدینہ منورہ والوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہم نے خفیہ صدقہ گم نہ پایا مگر حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد۔

محمد بن اسحاق نے کہا۔ مدینہ منورہ والے زندگی بسر کرتے ان کو یہ معلوم نہ ہوتا کہ ان کے کھانے اور پینے کی اشیاء کہاں سے آتی ہیں۔ جب علی بن حسین رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو جو کچھ رات ان کے گھروں میں دیا جاتا تھا وہ مفقود ہو گیا۔ یہ خفیہ صدقہ تھا۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ رات اپنی کمر پر روٹیوں کی بوری اُٹھا کر صدقہ کیا کرتے تھے۔ جب ان کو غسل دیا تو ان کی کمر میں سیاہ نشان نظر آتے تھے۔ کسی نے کہا یہ نشان کیسے ہیں؟ تو غسل دینے والے نے کہا یہ بوری کے نشان ہیں جس میں آٹا بھر کر رات کو اپنی کمر پر اُٹھا کر مدینہ منورہ والوں میں تقسیم کیا کرتے تھے۔

حضرت سفیان رضی اللہ عنہ نے کہا علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انہوں نے حج کا ارادہ کیا تو آپ کی ہمشیرہ سکینہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو ایک ہزار درہم بھیجے وہ حرہ کے قریب آپ کو ملے جب اُترے تو سب فقراء میں تقسیم کر دیئے۔ جب آندھی چلتی تو آپ پر غشی طاری ہو جاتی تھی۔ امام مناوی رحمہ اللہ نے کہا حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ کی مرض موت میں محمد بن اُسامہ بن زید روتے ہوئے ان کے پاس گئے۔ زین العابدین رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں رو رہے ہو؟ محمد بن اُسامہ نے کہا مجھ پر پندرہ ہزار (۱۵۰۰۰) دینار قرضہ ہے۔ زین العابدین رضی اللہ عنہ نے کہا یہ قرضہ میرے ذمہ ہے اور سارا قرضہ ادا کر دیا۔

روائت ہے کہ سیدنا امام زین العابدین بیمار ہو گئے اور صحابہ کی ایک جماعت آپ کی بیمار پرسی کو تشریف لائی اور کہا شہزادۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا حال ہے؟ ہماری جانیں آپ پر فدا ہوں۔ فرمایا

خیر و عافیت ہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد ہے تم سب کا کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا شہزادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کے محب اور شیدائی ہیں۔

فرمایا جو ہم سے محبت کرے گا اللہ اس کو قیامت میں گھنا سایہ عنائت کرے گا جب کہ اللہ کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ جو شخص ہم سے محبت ہماری مکافات کے لیے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ہماری طرف سے جنت کی مکافات کرتا ہے اور جو دنیاوی غرض کے لئے ہم سے محبت کرے اللہ تعالیٰ اس کو وہ رزق عطا کرے گا جس کا اس کو وہم و گمان نہ ہو۔

سیدنا حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما کی ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے محبت

حضرت علی بن حسین کے پاس عراق سے چند لوگ (شیعہ) آئے اور انہوں نے ابوبکر، عمر اور عثمان کے بارے میں سخت کلامی کی، جب گفتگو سے فارغ ہوئے تو ان سے فرمایا کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ تم کون ہو؟ تم اوّل مہاجرین میں سے ہو جو اپنے گھروں اور مالوں کو چھوڑ کر نکلے ہیں۔ جب کہ وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے طلبگار تھے اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے تھے، وہی لوگ سچے تھے۔ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تم وہ لوگ ہو جنہوں نے ان سے پہلے مومنوں کو رہنے کی جگہ دی جب کہ وہ ان کے پاس ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے تھے اور وہ اپنے سینوں میں اپنے مالوں کی ضرورت محسوس نہ کرتے تھے اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے تھے اگرچہ وہ محتاج ہی ہوں انہوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا ان دونوں فریقوں سے تم نے بری ہونے کا اقرار کر لیا ہے اور میں گواہ ہوں کہ تم ان لوگوں سے بھی نہیں ہو جن کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اور جو ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں۔ اے ہمارے رب ہم کو بخش اور ہمارے بھائیوں کو جو ایمان میں ہم سے سبقت لے گئے ہیں اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کا بغض نہ ڈال جو ایمان لائے۔ یہاں سے دُور ہو جاؤ اور باہر نکل جاؤ! اللہ تم کو ہلاک کرے (الفصول المہمہ)

سیدنا علی بن حسین رضی اللہ عنہ کی کرامت

عبداللہ زاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب عبدالملک بن مروان امیر بنا تو اس نے حجاج بن یوسف کو یہ خط لکھا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

من عبدالملك بن مروان امير المؤمنين الى الحجّاج بن يوسف امّا بعد فانظر دماء بني عبد المطّلب فاجتنبها فاني رئيت آل ابي سفيان لما اوٗ لعو بها لم يلبثوا الّا قللا۔ والسّلام۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

امیر المومنین عبدالملک بن مروان کی طرف سے حجاج بن یوسف کی طرف۔

امابعد۔ عبدالمطلب کی اولاد کے خون کی حفاظت کرو اور ان سے احتیاط کرو، کیونکہ میں نے ابوسفیان کی اولاد کو دیکھا ہے کہ جب انہوں نے ان کے ساتھ زیادتی کی تو چند ایام بعد ان کی حکومت ختم ہوگئی۔ والسلام۔

بصیغہ راز اس پر مُہر لگا کر حجاج کو بھیج دیا اور اسے کہا اس خط کا کسی کو پتہ نہ چلے۔

حضرت علی بن حسین زین العابدین رضی اللہ عنہ کو اس خط کا کشف ہوا تو انہوں نے عبدالملک کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فوراً اس کو یہ خط لکھا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

من علي بن حسين الى عبدالملك بن مروان امير المؤمنين۔ امّابعد۔ فانك كتبت في يوم كذا من شهر كذا الى الحجاج في حقّنا بني عبدالمطلب بما هو كيت وقد شكر الله لك۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

علی بن حسین کی طرف سے امیر المومنین عبدالملک کی طرف۔ امابعد۔ آپ نے فلاں ماہ کی فلاں تاریخ کو ہمارے بارے (عبدالمطلب کی اولاد) میں اس قسم کا حجاج کو خط لکھا ہے ہم آپ کا

شکریہ ادا کرتے ہیں۔

اس خط کو بند کر کے اس پر مہر لگا کر اسی روز اپنے غلام کے ہمراہ مدینہ منورہ سے شام میں عبدالملک بن مروان کو بھیج دیا۔ جب عبدالملک نے خط پڑھا تو سوچنے لگا کہ اس خط کی کتابت کی وہی تاریخ ہے جس تاریخ کو اس نے حجاج کو خط لکھا تھا اور جس روز علی بن حسین رضی اللہ عنہ کا غلام خط لے کر مدینہ منورہ سے شام کی طرف روانہ ہوا تھا۔ اسی روز عبدالملک کا قاصد خط لے کر حجاج کی طرف مدینہ منورہ روانہ ہوا تھا، جب کہ دونوں خطوط کی روانگی کی ایک ہی تاریخ اور ایک ہی وقت تھا۔ عبدالملک کو حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کی صداقت وصلاحیت اور ان کے مکاشفہ کا علم ہوا تو اپنے غلام کے ہمراہ ایک سواری کا بوجھ ان کی طرف نذرانہ بھیجا جس میں درہم، کپڑے اور ان کے لئے فاخرانہ لباس تھا۔ اسی روز غلام کو مدینہ منورہ بھیج دیا اور حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے گزارش کی کہ اپنی دُعاؤں میں مجھے نہ بھولیں۔ اسی طرح فصول میں ہے۔

کرامت ۲: آپ کے صاحبزادے حضرت زید رضی اللہ عنہ نے آپ سے خروج کا مشورہ لیا تو آپ نے ان کو منع کر دیا اور فرمایا مجھے ڈر ہے کہ خروج سے تم قتل ہو جاؤ گے، سولی چڑھائے جاؤ گے تم جانتے نہیں؟ کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے جو بھی سفیانی کے خروج سے پہلے خروج کرے گا وہ قتل ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جو آپ نے فرمایا تھا۔

سیدنا حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کا حسنِ خلق

''دارالاصداف'' میں مذکور ہے کہ حضرت علی زین العابدین رضی اللہ عنہ ایک روز مسجد سے باہر تشریف لائے تو آپ کو ایک شخص ملا اور اس نے آپ کو بہت کچھ کہا اور آپ کے حق میں سخت الفاظ کہے۔ آپ کے غلام اور قریبی بھائی نے انتقام کا ارادہ کیا تو آپ نے ان کو منع کر دیا اور خود اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا ہمارے حالات تم سے زیادہ مخفی تو نہیں ہیں، اگر کوئی حاجت درپیش ہے تو ہم تمہاری مدد کو تیار ہیں۔ وہ شخص شرمندہ ہو گیا۔ آپ نے اس کو کمبل اور پانچ ہزار درہم دیئے۔ اس شخص نے کہا میں اس کا گواہ ہوں کہ آپ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہیں۔

ایک شخص آپ سے ملا اور آپ کو سخت کلمات کہے تو آپ نے فرمایا میرے اور تیرے درمیان جہنم کی گھاٹی ہے۔ اور اگر میں اسے عبور کر گیا تو مجھے تیرے کلام کی کوئی پرواہ نہیں اور اگر میں اسے عبور نہ کر سکا تو میں تیرے اس سخت کلام سے کہیں زیادہ کا مستحق ہوں۔

اکثر مورخین نے نقل کیا کہ ہشام بن عبدالملک نے اپنے باپ کی زندگی میں حج کیا بیت اللہ کا طواف کیا اور حجر اسود کو بوسہ دینے کی کوشش کی مگر زیادہ ہجوم کے باعث وہاں تک نہ پہنچ سکا۔ اس نے حطیم کعبہ میں چاہ زم زم کی جانب منبر نصب کیا اور اس پر بیٹھ گیا۔ لوگ اسے دیکھ رہے تھے اور شامیوں کا ایک قافلہ اس کا احاطہ کئے ہوئے تھا۔ اسی اثناء میں سیدنا زین العابدین رضی اللہ عنہ طواف کا ارادہ کرتے ہوئے تشریف لائے جب حجر اسود کے قریب آئے تو سب لوگ ایک طرف ہو گئے اور آپ نے حجر اسود کو بوسہ دیا۔ ایک شامی نے کہا یہ کون ہے جس سے لوگ اتنا ڈرتے ہیں اور اِدھر اُدھر چلے گئے ہیں؟ ہشام نے کہا میں نے خوف کے باعث یہ کہہ دیا کہ میں نہیں جانتا ہوں یہ کون ہے کہ کہیں شامی ان میں بُری ترغیب دلانی شروع نہ کر دیں۔ وہاں فرزوق شاعر موجود تھا اس نے شامی سے کہا ہاں! میں ان کو جانتا ہوں۔ شامی نے کہا بتاؤ اے ابا فراس یہ کون ہے؟ فرزوق نے کہا

هذا الذی تعرف البطحاء وطاته
والبیت یعرفه والحل والحرم هذا
ابن خیر عباد الله کلهم هذا التقی
النقی الطاهر العلم اذا رأته قریش
قال قائلها الیٰ مکارم هذا ینتهی
الکرم ینمی الی ذروة العز التی
قصرت عن نیلها عرب الاسلام
والعجم یکاد یمسکه عرفان راحته
رکن الحطیم اذا ما جاء یستلم
یغضی حیاء و یغضی من مهابته فلا
یکلم الا حین یتبسم من جده دان

یہ وہ ہے جس کے چلنے پھرنے کو بطحا جانتا ہے ان کو بیت اللہ اور حل و حرم جانتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے بہتر کے شہزادے ہیں یہ متقی پاک صاف اور مجسم علم ہیں، جب ان کو قریش نے دیکھا تو ان میں سے کسی نے کہا کرم اور جود و سخا ان کے اخلاق پر ختم ہیں۔ یہ عزت اور رفعت کی چوٹی پر فائز ہیں جس کے حصول سے عرب و عجم قاصر ہیں۔ قریب ہے کہ ان کے ہاتھ کی پہچان انہیں روک دے جب وہ تشریف لائیں تو رکن حطیم ان کا استلام کرتا ہے، حیاء اور ان کی ہیبت سے نظر ہو جاتی ہے۔ ان کے سامنے کوئی بات نہیں کر سکتا۔ مگر جب وہ تبسم فرمائیں یہ وہ ہیں کہ ان کے جد امجد کے بڑے بڑے نبی تابع ہیں اور آپ کی عظیم

فضل الانبیاء له وفضل امّته دانت
له الامم ينشقّ نور الهدى من نور
عزّته كالشمس ينجاب عن
اشراقها الظلم مشتقة من رسول
الله نبعته' طابت عناصره والخيم
والشيم هذا ابن فاطمه ان كنت
جاهله بجده انبياء الله قد ختموا
الله فضّله قدمًا وشرفه جرى
بذالك له في لوحه القلم وليس
قولك من هذا بضائره العرب
تعرف من انكرت والعجم
كلتايديه غياث عم نفعهما
يستوكفان ولا يعروهما العدم
سهل الخليقة لا تخشى بوادره يزينه
اثنان حسن الخلق والكرم حمال
اثقال اقوام اذ فدحوا حلوا لشمائل
تحلو عنده نعم ما قال لا قط الا في
تشهده لو لا التشهد كانت لأه
نعم لا يخلف الوعد ميمون
نقيبته' رحب الفناء اريب حين
يعترم عمّ البريّة بالاحسان
فانقصلت عنه الغيابة والاملاق
والعلم من معشر حبّهم دين

اُمت کے ساری اُمتیں تابع ہیں ان کی پیشانی کے نور سے نور ہدائت ظاہر ہوتا ہے جیسے سورج کی چمک سے اندھیرے دُور ہو جاتے ہیں ان کا اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے ان کے اصول اور عادات اچھے ہیں اگر تو ان ہیں کہ ان کے جدامجد کے بڑے بڑے نبی تابع ہیں اور آپ کی عظیم اُمت کے ساری اُمتیں تابع ہیں ان کی پیشانی کے نور سے نور ہدائت ظاہر ہوتا ہے جیسے سورج کی چمک سے اندھیرے دُور ہو جاتے ہیں ان کا اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے ان کے اصول اور عادات اچھے ہیں اگر تو ان سے ناواقف ہے تو اب سُن لے یہ فاطمہ کا صاجزادہ ہے۔ جن کے جدامجد کی آمد سے اللہ کے نبی آنے ختم ہو چکے ہیں۔ ابتداء آفرینش سے اللہ تعالیٰ نے ان کو فضیلت و بزرگی دی ہے۔ لوح محفوظ میں ان کی فضیلت قلم نے لکھ دی ہے۔ تیری یہ بات ہے کہ یہ کون ہے؟ ان کو ضرر نہیں پہنچا سکتی جن کا تو منکر ہے انہیں عرب و عجم جانتے ہیں ان کے دونوں ہاتھ سخی ہیں، ان کا نفع عام ہے سخاوت کرتے ہیں انہیں ختم ہونے کا ڈر نہیں، اچھے خلق کے مالک ہیں ان کے غضب سے خوف نہیں آتا دو چیزیں اچھا خلق اور سخاوت ان کی زینت ہیں جب لوگوں کے بوجھ بھارے ہو جائیں وہ ان کے بوجھ اٹھانے میں معاون ہوتے ہیں ان کی عادات میٹھی ہیں اور عطا کے وقت خوش ہوتی ہیں تشہد کے سوا ان کی زبان پر "لا" نہیں آتا اگر تشہد نہ ہوتا تو ان کا "لا" نعم (ہاں) ہوتا۔ وہ محمود خبردار وعدہ کا خلاف نہیں کرتے ہیں۔ جب ان کا قصد کیا جائے تو وہ بہت سخی ماہر ہیں۔ ان کا احسان ساری مخلوق کو عام ہے اور بخل، بھوک اور افلاس ان سے جُدا ہیں یہ وہ خاندان ہے کہ ان

ویبغضھمو کفرو قربھمو منجی
ومعتصمو ان عُدّا ھل التقٰی کانوا
ائمتھم اوقیل من خیراھل الارض
قیل ھمو۔ لا یستطیع جوّاد بعد
غایتھم ولا یدانیھمو قوم وان
کرموا لا ینقص العسر بسطًا من
اکفھم سیّان ان اثروا وان عدموا
یستدفع السوء والبلویٰ بحبھم
ویستزادبہ الاحسان والنعم مقدم
بعد ذکر اللہ ذکر ھم فی کل بدء
و مختوم بہ الکلم یأ بیٰ لھم ان
یحل الذم ساحتھم خیم کریم
وأید بالندی عصم ایّ الخلائق
لیست فی رقابھم لا ولیّۃ ھذا اوّلہ
نعم من یعرف اللہ یعرف اولیّۃ ذا
والدین من بیت ھٰذا نا لہ اُمم۔

کی محبت دین اوران سے بغض کرنا کفر ہے۔اور ان کا قرب نجات دہندہ اور مضبوط چنگل ہے اگر پرہیز گار شمار کئے جائیں تو یہ ان کے امام ہیں یا اگر یہ کہا جائے کہ ساری زمین سے بہتر کون ہیں؟ تو کہا جائے گا بہتر یہی ہیں۔ان کے بعد کوئی سخی اس قدر سخاوت کی طاقت نہیں رکھتا اور نہ ہی لوگ ان کے قریب پہنچ سکتے ہیں اگر چہ جتنا خرچ کریں تنگی ان کے ہاتھوں سے فراخی کم نہیں کرتی ہے یہ دونوں برابر ہیں وہ مالدار ہوں یا تنگدست ان کی محبت سے مصائب دور کئے جاتے ہیں اور انعامات زیادہ حاصل کئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بعد ان کا ذکر مقدم ہے ہر کلام کی ابتدا اور اختتام پر مذمت ان کے گھروں میں داخل ہونے سے انکار کرتی ہے ان کی عادات اچھی ہیں اور جود وسخا سے تائید کیا گیا ہے وہ کونسی مخلوق ہے جن کی گردنوں میں ان کی اوّلیت سے ان کی اوّل نعمتیں نہیں ہیں؟ جو شخص اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہے وہ ان کی اوّلیت کو جانتا ہے۔ان کے گھر سے لوگوں نے دین حاصل کیا ہے۔

ہشام نے جب یہ قصیدہ سُنا تو غضب ناک ہوگیا اور فرزوق شاعر کو پکڑ کر عسفان میں قید کر دیا۔حضرت علی بن حسین زین العابدین رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو ان کو چار ہزار درہم بھیجے جو فرزوق نے واپس کر دیئے۔اور یہ خط لکھا کہ میں نے آپ کی مدح وثنا آپ کی اہلیت کی بناء پر کی ہے۔حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے فرزوق کو رقم واپس کرتے ہوئے یہ خط لکھا اس سے زمانہ میں مدد لو، ہم جو شَے ہبہ کردیں اسے واپس نہیں لیتے ہیں۔فرزوق نے ہدیہ قبول کرلیا۔

ایک روائت میں ہے کہ حضرت زین العابدین نے بارہ ہزار درہم بھیجے ایک دوسری روائت

میں دس ہزار درہم مذکور ہیں۔ اور فرمایا اے ابا فراس ہمیں معذور جانو۔ اگر ہمارے پاس اس سے زیادہ ہوتے تو آپ کو پہنچا دیتے۔ پھر فرزوق نے ہشام کی ہجو کرنی شروع کی جب کہ وہ قید میں تھے اسے ہجو نامہ بھیجا تو ہشام نے اسے قید سے رہا کر دیا۔ اس کی ہجو کا کچھ حصہ یہ ہے۔ جس کو خطیب بغدادی وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔

ایجسنی بین المدینة والّتی	مجھے مدینہ منورہ اور اس خطہ کے درمیان
الیها قلوب الناس یهوی	قید کر دیا ہے۔ جس کی طرف لوگوں کے دل
منیبها یقلب رأسا لم یکن	انابت کرتے ہوئے مائل ہوتے ہیں، وہ
رأس سیّد وعین له حولاً بادٍ	سر پھیرتا ہے جو سردار کا سر نہیں ہے اس کی
عیوبها۔	آنکھ بھینگی ہے۔ جس کے عیب واضح ہیں۔

شیخ عبدالجواد شربینی نے "کتاب الاصداف فی مناقب الاشراف" میں کہا کہ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ دُنیا میں اللہ تعالیٰ کے اسرار چھپاتے رہے جیسا کہ اس طرف اپنے کلام میں اشارہ کیا ہے۔

یا رب جوهر علم لو ابوح به	اے میرے پروردگار میں علمی جوہر ظاہر
لقیل لی انت ممن یعبد	کروں تو مجھے کہا جائے گا تو بت پرستی
الوثنا ولا ستحل رجال	کرنے والوں میں سے ہے اور نیک لوگ
صالحون دمی برون اقبح	میرا قتل کرنا مناسب سمجھیں گے وہ اپنے
مایا تونه حسنا۔	بُرے کاموں کو اچھا دیکھتے ہیں۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ کی وفات

حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ ۹۴ھ ۱۲ محرم کو فوت ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر شریف ۵۷ برس تھی، ابن صباغ مالکی مکی نے کہا۔ کہا جاتا ہے ان کو زہر دیا گیا تھا، جس سے ان کی موت واقع ہوئی۔ ان کو زہر دینے والا ولید بن عبدالملک تھا۔ آپ جنت البقیع میں مدفون ہوئے جہاں آپ کے چچا حسن بن علی رضی اللہ عنہما مدفون ہیں اور اسی قبہ میں دفن ہوئے جہاں عباس بن عبدالمطلب مدفون ہیں۔

حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کی اولاد

حضرت علی بن حسین زین العابدین رضی اللہ عنہ کی اولاد پندرہ افراد ہیں جن میں سے گیارہ لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں اور وہ یہ ہیں "محمد" ان کی کنیت ابوجعفر اور لقب "باقر" ہے ان کی والدہ اُم عبداللہ بنت حسن بن علی ہے جو حضرت زین العابدین کے چچا ہیں۔ "زید اور عمر" ان کی والدہ اُم ولد ہے۔ عبداللہ، حسن اور حسین، ان کی والدہ بھی اُم ولد ہے۔ حسین اصغر، عبدالرحمن اور سلیمان، ان کی والدہ بھی اُم ولد ہے۔ علی یہ حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ اور لڑکیاں یہ ہیں نمبر ا، خدیجہ، ان کی والدہ اُم ولد ہے۔ نمبر ۲، فاطمہ۔ نمبر ۳، علیہ اور اُم کلثوم۔ ان کی والدہ بھی اُم ولد ہے۔ یہ سب حضرت علی بن حسین کی اولاد ہیں "رضی اللہ عنہم" فصول مہمہ میں اسی طرح مذکور ہے۔ لیکن ان میں سے ایک رہ گیا ہے، کیونکہ ان کی عبارت میں دس مذکور ہیں جب کہ صرف لڑکے گیارہ ذکر کیے ہیں اور "بغیۃ الطالب" میں ہے کہ حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کی مذکر اولاد صرف دس افراد ہیں۔

سیدنا حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے
خضر علیہ السلام کی گفتگو

ابوحمزہ ثمالی رضی اللہ عنہ نے کہا میں علی بن حسین رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر آیا اور میں نے آواز دینا پسند نہ کیا اور ان کے باہر تشریف لانے تک دروازہ پر ہی بیٹھا رہا جب آپ باہر تشریف لائے تو میں نے سلام عرض کیا۔ آپ نے جواب دیا اور مجھے ایک دیوار کے پاس لے گئے اور فرمایا۔ ابا حمزہ! اس دیوار کو دیکھتے ہو۔ میں نے کہا جی ہاں! میں دیکھ رہا ہوں۔ کہا میں اس کے ساتھ تکیہ لگائے ہوئے تھا اور میں غم ناک فکر مند تھا۔ اچانک دُنیا پر غم کرتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ یہ حاضر رزق ہے اس کو نیک اور بد سب کھاتے ہیں۔ میں نے کہا مجھے دنیا کا قطعاً غم نہیں اور جو تم کہتے ہو درست ہے۔ اس نے کہا آپ کے غم و

اندوہ کی کیا وجہ ہے؟ میں نے کہا میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی ابتلاء سے ڈرتا ہوں۔ وہ ہنسے اور کہا۔ علی کیا آپ نے کسی کو دیکھا ہے جو اللہ سے ڈرے اور اللہ تعالیٰ اسے نجات نہ دے؟ میں نے کہا ایسا شخص نہیں دیکھا۔ اس نے کہا علی کیا آپ نے کسی کو دیکھا ہے جو اللہ تعالیٰ سے سوال کرے اور وہ اسے نہ دے میں نے کہا ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا گیا۔ پھر میں نے آگے نظر اٹھائی تو میرے سامنے کوئی شخص نہ تھا اس پر مجھے تعجب لاحق ہوا۔ اچانک میں کسی کی آواز سن رہا ہوں اور وہ مجھے نظر نہیں آ رہا ہے۔ جب کہ وہ کہہ رہا ہے اے علی بن حسین آپ سے گفتگو کرنے والے حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ ۱۲ فصول المہمہ۔

سیدنا محمد الباقر

ابن علی زین العابدین بن حسین رضی اللہ عنہم

امام مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے طبقات میں ذکر کیا کہ امام محمد کو باقر اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ علوم میں بہت ماہر تھے۔ جو کوئی علم کو چیر کر اس کے اصل اور حقیقت کو پہچانے اسے باقر کہتے ہیں۔

آپ مدینہ منورہ میں ۳/صفر ۵۷ھ کو پیدا ہوئے۔ جب کہ آپ کے جدامجد امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید ہوئے تین سال گزر چکے تھے۔ آپ کی کنیت ابوجعفر ہے اور باقر، شاکر اور ہادی تین القاب ہیں۔ باقر سب سے مشہور لقب ہے۔

زبیر بن محمد بن مسلم مکی سے روائت ہے انہوں نے کہا ہم حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے کہ حضرت علی بن حسین تشریف لائے جب کہ آپ کے ساتھ آپ کے صاحبزادے محمد تھے وہ ابھی بچے تھے ان کو حضرت علی بن حسین نے فرمایا حالانکہ وہ بچے تھے اپنے چچا کے سر کو بوسہ دو۔ حضرت محمد الباقر ان کے قریب ہوئے اور ان کے سر کو بوسہ دیا۔

حضرت جابر نے کہا یہ کون ہے؟ یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ ان کی نظر کمزور ہو چکی تھی۔ حضرت علی بن حسین نے کہا یہ میرا بچہ محمد الباقر ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ان کو سینہ سے لگا لیا اور کہا اے محمد! جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو سلام فرماتے ہیں۔ انہوں نے کہا اے

عبداللہ! یہ کس طرح؟

حضرت جابر نے کہا۔ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا اور امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کی آغوش میں تھے۔ آپ ان سے مزاح اور خوش طبعی فرما رہے تھے۔ اور فرمایا اے جابر میرے اس بیٹے کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا جسے علی کہا جائے۔ جب قیامت کا دن ہوگا۔ منادی آواز دے گا کہ سید العابدین کھڑے ہو جائیں حضرت علی بن حسین کھڑے ہوں گے اور علی بن حسین کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا جسے محمد کہا جائے گا اے جابر اگر اسے دیکھو تو میری طرف سے اس کو سلام کہو اور جب تیری اس سے ملاقات ہوگی تو اس کے بعد تم بہت تھوڑا زندہ رہو گے۔ اس کے بعد حضرت جابر رضی اللہ عنہ صرف تین دن زندہ رہے اور وفات فرما گئے۔

روائت ہے کہ محمد باقر بن علی رضی اللہ عنہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے درمیان جنگ سے متعلق پوچھا۔ حضرت جابر نے کہا ایک روز میں اُم المومنین کے پاس حاضر ہوا اور ان سے عرض کیا کہ حضرت علی بن ابی طالب سے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ آپ نے ذرہ بھر سر نیچا کیا پھر سر اٹھاتے ہوئے فرمایا۔

اذا ما التبر حك على محك	جب سونا گھسوٹی پر رگڑا جائے تو بلا شک و
تبين غشه من غير شكٍ وفينا	شبہ اس کا کھوٹ ظاہر ہو جاتا ہے ہم میں
الغش والذهب المصفى عليٌ"	کھوٹ اور خالص سونا ہے حضرت علی
بيننا شبه المحك۔	ہمارے درمیان گھسوٹی کے مشابہ ہیں۔

حضرت محمد الباقر کی والدہ ماجدہ اُم عبداللہ بنت حسن بن علی المرتضیٰ ہے۔ رضی اللہ عنہم" آپ ہاشمی اور علوی ہیں۔ آپ کی انگوٹھی کا یہ نقش تھا۔ ربّ لا تذرني فرداً۔ اے اللہ مجھے تنہا نہ رکھ۔ علامہ ثعلبی نے اپنی تفسیر میں نقل کیا کہ حضرت باقر رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی پر یہ کلمات نقش کئے تھے۔

ظني بالله حسن وبالنبي	اللہ تعالیٰ، اس کے نبی امین صاحب قوت
المؤتمن وبالوصي ذي المنن	وصی اور حسن وحسین کے ساتھ میرا ظن اچھا
وبالحسين والحسن۔	ہے۔

آپ کے معاصر ولید اور اس کے لڑکے یزید اور ابراہیم تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رنگ گندمی قد درمیانہ تھا، آپ کے شاعر کمیت اور سید حمیری تھے۔ آپ کا چوکیدار جابر جُعفی تھا۔

صاحب ارشاد نے کہا حضرت امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی اولاد سے علم دین، سُنن علم قرآن، تاریخ اور فنون ادب جیسے علوم جو ابو جعفر باقر رضی اللہ عنہ سے ظاہر ہیں اور کسی سے ایسا ظہور نہیں ہوا۔ آپ نے صحابہ کرام اور تابعین عظام سے روایات ذکر کی ہیں۔ آپ کے علوم کے ذکر میں اخبار مشہور ہیں اور آپ کی مدح میں اشعار پڑھے جاتے تھے۔ مالک بن اعینی جُہنی نے آپ کی مدح میں یہ قصیدہ لکھا ہے۔

اذا طلب الناس علم القرآن
كانت قريش عليه عيالا
وان فاه ابن بنيّة النبي تلقب
يداك فروعاً طوالاً۔

جب لوگ قرآن کا علم تلاش کریں تو سارے قریش آپ کے نزدیک عیال ثابت ہوں گے اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیٹی کا صاحبزادہ کلام کرے تو تیرے ہاتھ لمبی شاخوں کو پہنچیں گے۔

ان کی مدح میں امام رضی نے کہا۔

يا باقر العلم لا هل التقى
وخير من لبى على الاجبل

اے پرہیزگاروں کے علم کی حقیقت کو پہنچنے والے اور پہاڑوں پر تلبیہ کہنے والوں سے بہتر اور افضل

حضرت محمد باقر رضی اللہ عنہ کے محاسن اور خوبیاں

آپ کے آزاد کردہ غلام افلح نے حکائت کی کہ میں نے ابو جعفر محمد باقر کے ساتھ حج کیا جب آپ مسجد حرام میں داخل ہوئے اور بیت اللہ کو دیکھا تو زور سے رونا شروع کیا۔ میں نے عرض کیا حضور! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں لوگ آپ کو دیکھ رہے ہیں آپ اتنا زور سے نہ روئیں۔

فرمایا۔ افلح میں کیوں نہ رونے کی آواز بلند کروں۔ شاید اللہ کی رحمت میری طرف متوجہ ہو اور میں قیامت کے دن کامیاب ہو جاؤں۔ پھر بیت اللہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پاس آ کر نماز پڑھی جب فارغ ہوئے تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کے سجدہ کی جگہ آنسوؤں سے تر تھی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

آپ کے صاحبزادے حضرت جعفر نے روائت کی انہوں نے کہا کہ میرے والد ماجد آدھی رات کو آہ وزاری کرتے ہوئے فرماتے تھے اے اللہ تو نے مجھے حکم دیا میں نے پورا نہ کیا تو نے مجھے منع کیا میں نہ رُکا، میں تیرے سامنے حاضر گناہوں کا اقرار کرتا ہوں میرا کوئی عذر نہیں ہے۔

خالد بن ہیثم نے کہا حضرت ابوجعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کوئی آنکھ اللہ تعالیٰ کے خوف سے تر نہیں ہوتی۔ مگر اللہ تعالیٰ اس آنکھ والے کا چہرہ آگ پر حرام کر دیتا ہے۔ اگر اس کے آنسو اس کے رخساروں پر بہہ پڑیں تو اس کے چہرہ پر قیامت کے روز بے رونقی نہ ہوگی۔ آنسوؤں کے سوا ہر شئی کی جزا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ آنسوؤں کے ساتھ گناہوں کے سمندروں کو ختم کر دیتا ہے۔ اگر کوئی اُمتی اللہ کے خوف سے رو پڑے تو اللہ تعالیٰ ساری اُمت کو آگ پر حرام کر دیتا ہے۔

حضرت محمد باقر رضی اللہ عنہ کا علم شریف

زُہری نے روائت کی کہ ہشام بن عبدالملک نے حج کیا اور اپنے آزاد کردہ غلام سالم کے ساتھ تکیہ لگائے ہوئے مسجد حرام میں داخل ہوا جب کہ حضرت محمد بن علی بھی مسجد میں تھے۔ سالم نے کہا یا امیر المؤمنین محمد بن علی بھی مسجد میں ہیں، جن کے ساتھ اہل عراق مفتون ہیں، ہشام نے کہا ان کے پاس جاؤ اور کہو امیر المؤمنین کہتا ہے کہ قیامت کے روز لوگوں میں فیصلہ ہونے سے پہلے ان کا کھانا پینا کیا ہوگا؟ محمد بن علی نے کہا اس سے کہا ایک صاف روٹی جیسی چیز پر سب جمع ہوں گے جن میں نہریں جاری ہوں گی۔ حساب سے فارغ ہونے تک اس سے کھاتے پیتے رہیں گے۔ جب ہشام نے یہ جواب سنا اور دیکھا کہ وہ اس میں کامیاب ہے تو کہا "اللہ اکبر"۔ پھر ان کے پاس جاؤ اور کہو، اس روز کھانے پینے سے کون سی شئی روکے گی؟ حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہ نے کہا۔ وہ دوزخ میں ہونے کے باوجود رُکیں گے نہیں اور کہیں گے۔

اَنْ اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ۔	ہمیں پانی دو یا اس سے دو جو اللہ نے تمہیں دی ہے۔

روائت ہے کہ علاء بن عمرو بن عُبید حضرت علی بن حسین کے صاحبزادے محمد بن علی کے پاس آیا

اوران کے امتحان کی غرض سے کہا میں آپ پر قربان ہوں۔اس آئت کریمہ کا معنی کیا ہے؟

اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا۔ کیا کافروں نے دیکھا نہیں کہ زمین و آسمان ملے ہوئے تھے تو ہم نے انہیں علیحدہ علیحدہ کردیا۔

یہ ''رتق اور فتق'' کیا ہے۔حضرت ابوجعفر نے کہا آسمان آپس میں ملے ہوئے تھے بارش نہ برساتے تھے۔زمین بھی رتق تھی کوئی شئ نہ اُگاتی تھی۔ہم نے دونوں کو نزول بارش اور خروج نباتات کے ساتھ پھاڑ دیا۔ابوعمرو خاموش ہوگیا اور اعتراض کرنے کی جرأت نہ کی۔پھر آپ سے اس آئت کریمہ سے متعلق پوچھا۔

مَنْ یَحْلِلْ عَلَیْهِ غَضَبِیْ فَقَدْ هَوٰی۔ جس پر میرا غضب ہوا وہ دوزخ میں گرا۔

اللہ کا غضب کیا ہے حضرت ابوجعفر نے کہا اے ابوعمرو اللہ تعالےٰ کا اپنی بارگاہ سے دُور کرنا اور اس کا عذاب ہی غضب ہے جس نے یہ گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی شئ متغیر کردے گی وہ کافر ہے۔

حضرت ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اس آئت کریمہ کا معنی پوچھا گیا۔

اُولٰٓئِكَ یُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا۔ ان لوگوں کو صبر کرنے کے سبب جنت میں بالا خانے عطا کیے جائیں گے۔

آپ نے فرمایا فقر اور دُنیا کے مصائب وبلیات پر صبر کی وجہ سے ان کو بلند مرتبے ملیں گے۔

حضرت ابوجعفر کی آزاد کردہ لونڈی سلمیٰ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ حضرت ابوجعفر کے پاس مہمان آئے وہ باہر نکلنے نہ پاتے جب تک آپ ان کو کھانا نہ کھلاتے تھے اور بعض اوقات ان کو کپڑے پہناتے اور دراہم عطا کیا کرتے تھے۔سلمیٰ نے کہا میں آپ سے عرض کیا کرتی تھی حضرت بال بچے کھانے والے بہت ہیں اور حالت درمیانی ہے اتنا خرچ نہ کیا کریں۔آپ فرماتے سلمیٰ! بھائیوں اور جاننے پہچاننے والوں پر احسان کرنا یہی تو دنیا میں نیکی ہے۔

آپ پانچ چھ سو دراہم سے ایک ہزار درہم تک لوگوں پر احسان فرمایا کرتے تھے۔

حضرت محمد باقر رضی اللہ عنہ کی کرامت

ابو بصیر نے کہا میں نے ایک روز حضرت باقر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ میں نے عرض کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو سارے نبیوں کے وارث تھے آپ نے فرمایا میں ان کے سارے علوم کا وارث ہوں۔ میں نے عرض کیا ، کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام علوم کے وارث ہیں فرمایا ہاں! میں نے عرض کیا، کیا آپ مُردوں کو زندہ کرنے، بہروں اور کوہڑوں کو شفا دینے ،لوگوں کا اپنے گھروں میں ذخیرہ کرنے اور ان کے کھانے پینے کی خبر دینے پر قادر ہو۔

فرمایا ہاں! ہم اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ کر سکتے ہیں۔ پھر فرمایا ابو بصیر! ذرا میرے قریب آؤ۔ ابو بصیر آنکھوں سے معذور تھے۔ انہوں نے کہا میں آپ کے قریب ہوا آپ نے میرے چہرے پر اپنا ہاتھ پھیرا، میں آسمان، پہاڑ اور زمین دیکھنے لگا۔ فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ ایسے ہی دیکھتے رہو اور تمہارا حساب کتاب اللہ کے حوالہ ہو گا یا جیسے پہلے تھے ویسے ہی رہنا چاہتے ہو اور تجھے اللہ تعالیٰ جنت دے گا۔

میں نے کہا میں تو جنت چاہوں گا۔ آپ نے اپنا ہاتھ شریف میرے چہرے پر پھیرا، میں اس طرح ہو گیا جیسا تھا۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی نظر میں

ابن جوزی نے ''کتاب الصفوہ'' میں حضرت عروہ بن عبد اللہ سے روائت کی، انہوں نے کہا میں نے حضرت ابو جعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ سے تلوار کے حلیہ سے متعلق پوچھا۔ فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تلوار کو محلّٰی کیا تھا۔ میں نے کہا آپ ان کو صدیق کہتے ہیں۔ آپ جلدی سے اُٹھے اور قبلہ رو ہو گئے اور فرمایا۔ ہاں صدیق ہاں صدیق! جو ان کو صدیق نہ کہے اللہ تعالیٰ اس کی بات کی دُنیا اور آخرت میں تصدیق نہ کرے۔

حضرت محمد بن علی باقر رضی اللہ عنہ کی کرامت

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روائت ہے انہوں نے کہا میرے والد ماجد ایک روز ایک عام مجلس میں تشریف فرماتھے کہ آپ نے اچانک سر مبارک جھکا لیا پھر اٹھایا اور فرمایا۔ لوگو! تمہارا کیا حال ہوگا جب کہ تمہارے پاس ایک شخص تمہارے اس شہر میں چار ہزار کا لشکر لے کر آئے گا اور متواتر تین روز تم پر تلوار چلائے گا، تمہارے بہادروں کو قتل کرے گا اور تم سخت مصیبت میں ہوگے۔ اس کی مدافعت کی تمہیں قدرت نہ ہوگی۔ یہ آئندہ سال ہوگا اس کی تیاری کرو اور یقین کرو جو میں نے کہا ہے یقیناً ہو کر رہے گا۔

مدینہ منورہ والوں نے ان کے کلام کی طرف التفات نہ کی اور کہا ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ جب دوسرا سال آیا تو حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ اپنے عیال سمیت آپ اور بنو ہاشم مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے گئے۔ نافع بن ارزق چار ہزار لشکر سمیت مدینہ منورہ آیا اور تین روز تک ان میں قتل کا بازار گرم کیا اور بے شمار لوگ قتل کر دیئے، جیسے حضرت نے فرمایا تھا و ہی ہوا۔

حمیری کی کتاب الدلائل میں زید بن حازم سے روائت ہے انہوں نے کہا میں ابو جعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ ان کے بھائی زید بن علی وہاں سے گزرے آپ نے فرمایا کیا اسے دیکھتے نہیں ہو؟ یہ کوفہ جائے گا اور وہاں قتل ہو جائے گا اور گلی کوچوں میں اس کو پھرایا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حضرت محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات

حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ ۱۱۷ھ میں فوت ہوئے ان کی عمر شریف تریسٹھ برس تھی، بعض اٹھاون سال بتاتے ہیں۔ بعض کچھ اور کہتے ہیں۔ آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ ان کو اسی قمیص میں کفن دیا جائے جس میں وہ نماز پڑھا کرتے تھے۔ ''دُرالاصداف'' میں ہے کہ آپ کو اپنے والد کی طرح زہر دیا گیا تھا۔ ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' اور بقیع میں قبۃ العباس میں دفن ہوئے۔ الفصول المہمہ میں آپ کے بیٹے جعفر صادق سے اسی طرح مذکور ہے۔ انہوں نے کہا آپ کی وفات کے روز میں آپ کے پاس

تھا۔ آپ نے غسل، تکفین، دفن اور دخول قبر کے بارہ میں مجھے وصیت فرمائی۔

میں نے کہا ابا جان! جب سے آپ بیمار ہیں آج میں آپ کو بہت اچھا دیکھ رہا ہوں اور آپ پر موت کا نام ونشان نہیں دیکھتا ہوں۔

فرمایا۔ میرے پیارے لخت جگر! کیا تم نے علی بن حسین کو نہیں سنا ہے کہ وہ مجھے دیوار کے پیچھے سے آواز دے رہے ہیں کہ محمد جلدی کرو۔

حضرت محمد باقر رضی اللہ عنہ کے پسماندگان

حضرت محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سات افراد تھے اور وہ ابو عبداللہ جعفر صادق اور عبداللہ جن کی والدہ اُم فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق ہے۔ رضی اللہ عنہم، ابراہیم، عبداللہ ان کی والدہ اُم حکم بنت اسد بن مغیرہ ثقفیہ ہے۔ اور علی اور زینب ان کی والدہ اُم ولد ہے۔ صاحب ارشاد نے اس طرح نقل کیا ہے۔

حضرت محمد باقر رضی اللہ عنہ کے فرامین

آپ نے فرمایا جتنا انسان کے دل میں تکبر ہو اسی قدر اس کی عقل کم ہو جاتی ہے تھوڑی کم ہو یا زیادہ۔ ذلیل شخص کا ہتھیار اس کا بُرا کلام ہے، اللہ کی قسم عالم کی موت ستر عابدوں کی موت سے شیطان کو زیادہ محبوب ہے۔ آپ نے فرمایا ہمارے ساتھی وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے تابعدار ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حضرت محمد باقر رضی اللہ عنہ کا وعظ شریف

جابر جُعفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا مجھے محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم نے کہا اے جابر میرا دل مشغول رہتا ہے۔ میں نے عرض کیا حضور کون سی شئی آپ کے دل کو مشغول کرتی ہے؟ فرمایا، جابر جس کے دل میں اللہ تعالےٰ کا خالص دین داخل ہو جائے اس کو اپنے ماسویٰ سے غافل کر دیتا ہے۔ اے جابر دُنیا کیا ہے؟ یہ باقی رہنے والی نہیں، یہ ایک سواری ہے جس پر تو سوار ہے یا یہ کپڑا ہے جو تو نے پہن رکھا ہے یا یہ عورت ہے جس سے جماع کرتا ہے۔ اسے جابر دنیا کے زائل ہو جانے

کے باعث اس سے مطمئن نہیں اور آخرت کے خوف سے امن میں نہیں۔

اے جابر متقی لوگ مشقت میں دُنیاداروں سے آرام میں ہیں وہ تیرے زیادہ مددگار ہیں۔اگر تو بھول جائے تجھے یاد دلاتے ہیں اگر تو یاد کرے تیری مدد کرتے ہیں کیا وہ حقوق اللہ کی باتیں نہیں کرتے اور اللہ کے احکام قائم نہیں رکھتے ہیں۔

دنیا کو ایک مکان جانو جس میں تم رہتے ہو اور پھر اس سے کوچ کر جاتے ہو یا اسے مال جیسا سمجھو جس کو تم نے خواب میں حاصل کیا ہو پھر جب بیدار ہو تو تمہارے ہاتھ میں کچھ بھی نہ ہو۔اللہ تعالیٰ نے اپنے دین اور حکمت میں تم کو نگہبان کیا ہے تم اس کی حفاظت کرو۔

حضرت ابوجعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔غنا اور فقر دونوں مومن کے دل میں گردش کرتے ہیں جب وہ توکل کے مقام پر پہنچ جاتے ہیں تو اس کو وطن بنالیتے ہیں، سخت آوازیں مومن اور اس کے غیر کو پہنچتی ہیں۔اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں تک پہنچتی ہیں۔ پیٹ اور شرمگاہ کو محفوظ رکھنے سے افضل کوئی عبادت نہیں۔

تمہارا وہ بھائی بہت بُرا ہے جو تیرے غنی ہونے کی حالت میں تیرا دوست ہو اور غربت کی حالت میں تجھے چھوڑ جائے۔

حضرت ابوجعفر رضی اللہ عنہ نے اپنے لخت جگر جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب اللہ تعالیٰ تم پر انعام کرے تو الحمد للہ کہو۔جب کوئی امام غمناک کرے تو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمُ کہو۔

ابوسعید منصور بن حسین کی کتاب ”نثر الدرد“ میں ہے کہ سیدنا محمد ابن زین العابدین رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے فرمایا میرے بیٹے اللہ تعالےٰ نے تین اشیاء میں چھپا رکھا ہے، اپنی رضا اپنی طاعت میں چھپائی ہے کسی طاعت کو حقیر مت جانو۔ممکن ہے کہ اللہ کی رضا اسی طاعت میں ہو۔اپنا غضب اپنی نافرمانی میں چھپایا ہے، کسی معصیت کو حقیر نہ جانو ممکن ہے کہ اللہ کا غضب اس میں مخفی ہو۔اپنے اولیاء کو مخلوق میں پوشیدہ رکھا ہے کسی کو حقیر نہ جانو، شاید وہ شخص ہی ولی ہو جسے حقیر جانتے ہو۔

جب رزق میں تاخیر ہو تو یہ کہو۔ ''استغفر اللہ''

حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنے بھائی کے دل میں اپنی محبت اتنی ہی سمجھو جتنی اس کی محبت تمہارے دل میں ہو۔

سیدنا جعفر صادق ابن محمد باقر بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ ۸۰ ھجری میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ ۸۳ ھجری میں پیدا ہوئے۔ بعض نے کہا پہلا قول صحیح تر ہے۔ آپ کی والدہ فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے۔ حضرت قاسم کی والدہ اسماء بنت عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہم ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے مجھے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے دو دفعہ جنم دیا۔ اس کو علامہ ماروردی نے طبقات میں ذکر کیا ہے۔

آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے، کہا جاتا ہے کہ ابو اسماعیل آپ کی کنیت ہے۔ آپ کے القاب تین ہیں۔ صادق، فاضل اور طاہر۔ سب سے زیادہ مشہور لقب صادق ہے۔ آپ کا قد درمیانہ رنگ گندمی تھا۔ سید حمیری آپ کا شاعر اور مفضل بن عمرو چوکیدار تھا۔ آپ کی انگوٹھی کا نقش ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ استغفر اللہ تھا۔ ابو جعفر منصور آپ کا معاصر تھا۔ آپ کے مناقب اور محاسن بہت ہیں جو حساب دان شمار نہیں کر سکتے ہیں۔ اور بیدار مغز کاتب کا فہم ان کے انواع واقسام میں حیران رہ جاتا ہے۔ بڑے بڑے ائمہ کرام یحیٰ بن سعید، مالک بن انس، ثوری، ابن عینیہ، ابو حنیفہ، ایوب سختیانی اور ان کے علاوہ فحول علماء نے آپ سے روایات کی ہیں۔ ابو حاتم نے کہا حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ ثقہ راوی ہیں۔ آپ جیسے ثقہ کے متعلق پوچھنا بے جا ہے۔

''دُرَرُ الاصداف'' میں ہے کہ آپ نے حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا مجھے خبر ملی ہے کہ آپ دین میں قیاس کرتے ہیں، حالانکہ سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا تھا۔ ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں وہاں قیاس کرتا ہوں جہاں مجھے نص نہ ملے۔ ابن ابی حازم نے کہا، میں ایک روز حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ سفیان ثوری دروازہ پر آئے۔ آپ نے فرمایا انہیں اجازت دو۔ سفیان اندر آئے تو حضرت جعفر نے فرمایا بعض اوقات آپ کو بادشاہ طلب کرتا ہے اور

آپ اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں اور میں بادشاہوں سے بچتا ہوں۔ آپ یہاں سے تشریف لے جائیں ہم آپ سے خوش ہیں۔ سفیان نے کہا میں آپ سے ایک حدیث سننا چاہتا ہوں، پھر چلا جاؤں گا۔ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے میرے باپ نے میرے دادا سے انہوں نے اپنے باپ سے روائت کی کہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا جس پر اللہ تعالیٰ انعام کرے وہ اللہ کی حمد کرے اور جس پر رزق کی تاخیر ہو وہ استغفار کرے اور جسے کوئی امر غمناک کرے وہ ''لاحول ولا قوۃ الا باللہ'' پڑھے۔ جب سفیان ثوری اُٹھے تو آپ نے فرمایا سفیان یہ تین اشیاء یاد رکھیں۔

''حیاۃ الحیوان کبریٰ'' میں ہے کہ ابن قیتبہ نے ''کتاب ادب الکاتب'' میں کہا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ''کتاب الجفر'' لکھی ہے اس میں قیامت تک ہر وہ شے ہے جس کے لوگ محتاج ہیں، اسی جفر کی طرف ابوالعلاء المعرّی نے اپنے اس کلام میں اشارہ کیا ہے۔

لقد عجبو الاٰل البیت لما	لوگ اہل بیت سے تعجب کرتے ہیں کیونکہ
اتاھم علمھم فی جلد جفر	ان کے پاس ان کا علم جفر کے جسم میں آیا
و مرآۃ المنجّم وھی صغریٰ	ہے منجم کا آئینہ جب کہ وہ بہت چھوٹا ہے،
تریہ کل عامرۃ و قفر	وہ اسے ہر آباد و ویران جگہ دکھاتا ہے۔

جفر بکری کا وہ بچہ ہے جو چار ماہ کو پہنچ چکا ہو اور وہ اپنی ماں سے جُدا ہو جائے الفصول المہمۃ میں بعض اہل علم سے منقول ہے کہ ''کتاب الجفر'' جس کا مغرب میں بنو عبدالمومن ابن علی وارث ہوئے۔ وہ جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا کلام ہے۔ اس میں آپ کی بہت بڑی منقبت اور خوبی ہے۔ حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مستجاب الدعوت تھے۔ جب بھی اللہ تعالیٰ سے کسی شی کا سوال کرتے۔ ابھی آپ کا کلام ختم نہ ہوتا تو وہ شی آپ کے آگے ہوتی تھی۔

سیدنا حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی کرامت

عبداللہ بن فضل بن ربیع اپنے باپ سے روائت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا جب منصور نے ۱۴۷ھ ہجری میں حج کیا تو وہ مدینہ منورہ آیا اور ربیع سے کہا کہ جعفر بن محمد کے پاس کسی کو بھیجو کہ ان کو ہمارے پاس لائے اگر میں جعفر کو قتل نہ کروں تو مجھے اللہ تعالیٰ ہلاک کردے۔ ربیع نے غفلت سے کام لیا

اور قصداً پیغام بھول گیا۔ دوسرے روز پھر منصور نے ربیع سے انہی الفاظ کا اعادہ کیا اور ربیع کو سخت کلام سے عتاب کیا۔ ربیع نے حضرت کی طرف پیغام بھیج دیا۔ جب آپ تشریف لائے تو ربیع نے کہا یا ابا عبداللہ! اللہ تعالیٰ کو یاد کریں کیونکہ منصور کی شرارت کو اللہ کے سوا کوئی دفع نہ کرے گا۔ اور مجھے آپ پر خوف محسوس ہوتا ہے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ پھر ربیع آپ کو لے کر منصور کے پاس گیا۔ جب آپ کو منصور نے دیکھا تو آگ بگولا ہو گیا اور آپ کو سخت الفاظ کہے۔ اور کہا۔ اللہ کے دشمن! عراق والوں نے تجھے امام بنا رکھا ہے اور اپنے مالوں کی زکوۃ تمہیں دیتے ہیں۔ تم میری بادشاہی میں الحاد کرتے ہو اور میرے بعد فساد کرتے ہو۔ اگر میں تجھے قتل نہ کروں تو اللہ تعالیٰ مجھے ہلاک کرے۔ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یا امیر المؤمنین سلیمان علیہ السلام کو ملک عطا ہوا انہوں نے شکر کیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کو امتحان میں مبتلا کیا، انہوں نے صبر کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام پر ظلم ہوا، انہوں نے معاف کر دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں انہی کی طرف آپ کی نسبت ہے۔ آپ کو ان کی اقتداء کرنا ہے۔ منصور نے کہا ہاں ہاں! ابا عبداللہ آپ نے صحیح کہا میرے پاس تشریف لے آیئے۔ پھر کہا اے عبداللہ! جو کچھ میں نے آپ سے کہا ہے فلاں شخص نے مجھے اس کی خبر دی تھی۔

حضرت نے فرمایا یا امیر المؤمنین اسے یہاں بلائیں تاکہ اس معاملہ میں میری موافقت کرے، چنانچہ وہ شخص حاضر کیا گیا، جس نے منصور کے پاس حضرت کی شکائت کی تھی۔ منصور نے کہا تو نے جو جعفر سے متعلق مجھے کہا تھا کیا وہ درست ہے؟ اس نے کہا یا امیر المؤمنین درست ہے، حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کہا اس سے قسم لیجئے، اس شخص نے جلدی سے کہا، عظمت والے خدا کی قسم جس کے سوا کوئی حق معبود نہیں ہے وہ غیب و شہادت کا جاننے والا واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات شمار کرنے لگا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا یا امیر المؤمنین یہ وہ قسم اٹھائے جو میں اس سے قسم لیتا ہوں۔ منصور نے کہا آپ جو چاہیں اس سے وہی قسم لیں۔ حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

قل برئت من حول اللہ وقوتہ	کہو میں اللہ کی طاقت اور قدرت سے بری ہوں
والتجات الی حولی وقوتی لقد	اور اپنی طاقت اور قدرت پر اعتماد کرتا ہوں کہ
فعل جعفر کذا و کذا۔	جعفر نے ایسا ایسا کہا ہے۔

وہ شخص رُکا اور یہ قسم اٹھانے سے انکار کر دیا۔ منصور نے سخت نگاہ سے اس کو دیکھا تو اس نے یہ قسم کھالی۔ اس کے قسم اٹھانے کو ایک لحہ بھی نہ گزرا کہ اس کا پاؤں زمین پر پھسلا اور وہ اسی جگہ گر کر مر گیا۔ منصور نے کہا اسے پاؤں سے پکڑ کر گھسیٹ کر باہر لے جاؤ پھر کہا یا عبداللہ آپ فکر نہ کریں۔ آپ بری الذمہ ہیں۔ پھر کہا خوشبو حاضر کرو۔ اعلیٰ قسم کی خوشبو حاضر کی گئی۔ منصور نے وہ خوشبو آپ کی داڑھی شریف پر لگانا شروع کی حتیٰ کہ اس سے قطرے بہنے شروع ہو گئے۔ اور آپ کو اللہ کی حفاظت میں دیتے ہوئے ربیع سے کہا اعلیٰ عطایا اور بہترین پوشاک آپ کو نذرانہ پیش کرو۔ ربیع نے نذرانہ پیش کیا اور کہا یا ابا عبداللہ میں نے دیکھا تھا کہ آپ دونوں ہونٹ ہلاتے تھے اور ساتھ ہی منصور کا غصہ کم ہوتا جاتا تھا، ہونٹ ہلاتے وقت آپ کیا کہتے تھے۔ فرمایا میں اپنے جد امجد حسین رضی اللہ عنہ کی دُعا پڑھتا تھا۔ میں نے کہا حضور وہ دُعا کیا ہے۔ فرمایا۔

اللّٰھم یا عدتی عند شدتی ویا غوثی عند کربتی احرسنی بعینك التی لا تنام واکنفنی بد کنك الذی لا یرام وارحمنی بقدرتك علی فلا اھلك و انت رجائی۔ اللّٰھم انك اکبر و اجل واقدر مما اخاف واحذر اللّٰھم بك ادرء فی نحرہ و استعیذ من شرہ انك علیٰ کل شیء قدیر۔	اے اللہ میری مشکل کے وقت آسانی کرنے والے مصیبت کے وقت میرے فریادرس اپنی نہ سونے والی آنکھ سے میری حفاظت کر اپنی طاقت سے مجھے گھیر لے جو وہم گمان سے باہر ہے اپنی قدرت سے مجھ پر رحم کر، میں ہلاک نہ ہوں جب کہ تو میری اُمید گاہ ہے اے اللہ تو بہت بڑا ہے جس میں ڈرتا ہوں، تو اس پر قادر ہے اے اللہ تیرے سبب میں اس کے سینہ کو دفع کرتا ہوں اور اس کی شر سے بچتا ہوں تو ہر ممکن پر قادر ہے۔

ربیع نے کہا جب بھی کوئی مصیبت مجھ پر آئی اور میں نے یہ دُعا پڑھی تو اللہ تعالیٰ نے وہ مشکل زائل کر دی۔ ربیع نے کہا میں نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا آپ نے اس شخص کو جو منصور کے پاس آپ کی شکایت لے کر گیا تھا آپ نے اس کو قسم سے روک دیا تھا اور اس سے اپنی قسم لی تھی اور وہ اسی وقت ہلاک ہو گیا، اس میں راز کیا تھا۔ آپ نے فرمایا اس کی قسم میں اللہ تعالیٰ کی توحید و تمجید اور اس کی تنزیہہ تھی۔ میں نے خیال کیا اللہ تعالیٰ اس پر نرمی کرے گا اور اس کی عقوبت اور سزا موخر کر دے

گا اور میں اس کو عقوبت کی عجلت کا ارادہ کرتا تھا اس لئے میں نے اس سے یہ قسم لی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اسی وقت اس کو ہلاک کر دیا۔

دوسری کرامت

روایت ہے کہ داؤد بن علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے معلی بن حسین کو جو حضرت ابو جعفر کا آزاد کردہ غلام تھا قتل کر دیا اور اس کا سارا مال اپنے قبضہ میں کر لیا۔ حضرت جعفر کو یہ خبر پہنچی تو آپ گھر تشریف لے گئے اور ساری رات صبح تک کھڑے رہے، جب سحری ہوئی تو ان کی یہ خفیہ گفتگو سنی گئی۔

یا ذالقوة القويّة یا ذوالمحال	اے مضبوط قوت والے اے سخت تدبیر
الشدید یا ذالعزة هٰذه	والے اے غلبہ اور عزت والے جس کی
الطاغیه وانتقم لنا منهم	تیری مخلوق ذلیل ہے اس مصیبت سے

ہماری کفایت کر اور ان سے ہمارا انتقام لے۔

یہ کہنا تھا کہ آوازیں بلند ہونے لگیں اور لوگ کہنے لگے داؤد بن علی اچانک فوت ہو گیا ہے۔

تیسری کرامت

جب حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو حکم بن عباس کلبی کا یہ کلام پہنچا

صلبنا لکم زیداً علیٰ جذع	ہم نے تمہارے زید کو کھجور کے تنے پر
نخلة ولم ارمهم یّا علی	پھانسی دی میں نے کوئی مھری نہیں دیکھا
الجذع یصلب	جس کو تنے پر پھانسی دی جائے۔

تو حضرت نے آسمان کی طرف دونوں ہاتھ اٹھائے اور کہا۔

اے اللہ کتوں سے کوئی کتا اس پر مسلط فرما دے۔

بنو امیہ نے اس کو کوفہ بھیجا اور راستہ ہی میں شیر نے اسے چیر پھاڑ دیا۔ حضرت کو خبر پہنچی تو فوراً سجدہ میں گر گئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ کی حمد ہے۔ جس نے ہمارا وعدہ پورا کر دیا۔

چوتھی کرامت

ابراہیم بن عبدالحمید سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے مکہ مکرمہ سے ایک چادر خریدی اور قسم کھائی کہ یہ چادر میری ملک سے باہر نہ ہو حتیٰ کہ یہ میرا کفن ہو جائے۔ میں اسے لے کر عرفہ گیا اور موقف میں ٹھہرا پھر مزدلفہ گیا وہاں مغرب اور عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد میں نے وہ چادر اٹھائی اور اسے اکٹھا کر کے اپنے سر کے نیچے رکھ کر سو گیا۔ جب بیدار ہوا تو چادر غائب تھی۔ مجھے اس سے سخت غم لاحق ہوا۔ جب صبح ہوئی تو نماز پڑھی اور لوگوں کے ساتھ منیٰ گیا۔ اللہ کی قسم! میں مسجد خیف میں تھا کہ میرے پاس ابو عبداللہ جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا قاصد آیا اور کہا حضرت جعفر صادق فرماتے ہیں کہ ابھی ہمارے پاس آؤ۔ میں جلدی سے اُٹھا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب کہ آپ خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ میں نے سلام عرض کیا اور بیٹھ گیا۔ آپ نے مجھے ایک نظر سے دیکھا اور فرمایا۔ ابراہیم! کیا یہ پسند کرتے ہو کہ ہم تمہیں چادر دیں جو تمہارا کفن ہو۔ میں نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس کے نام کے ساتھ قسم کھائی جاتی ہے میرے پاس چادر تھی جو اسی لئے تیار کر رکھی تھی اور وہ مجھ سے مزدلفہ میں ضائع ہو چکی ہے۔ آپ نے غلام کو حکم دیا وہ چادر لے کر آیا اور مجھے عنایت کر دی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ بعینہٖ میری چادر ہے۔ میں نے عرض کیا یا سیدی! یہ تو میری ہی چادر ہے، فرمایا اسے پکڑ لو اے ابراہیم اللہ تعالیٰ نے یہ تجھے عطا کی ہے۔

سیدنا حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا منصور سے خطاب

جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا محمد بن عبداللہ بن حسن کے قتل کے بعد منصور کے پاس مجھے پیش کیا گیا۔ اس نے مجھے ڈانٹ ڈپٹ کی اور سخت کلام کیا۔ پھر کہا جعفر معلوم ہو گیا ہے کہ محمد بن عبداللہ جس کو تم نفس ستیہ (عالی روح) سے موسوم کرتے تھے، کے ساتھ کیا ہوا اور اس پر کیا گزری ہے۔ اب میں اس کا منتظر ہوں کہ تم میں سے کوئی شخص حرکت کرے تو میں چھوٹے کو بھی بڑے کے ساتھ لاحق کر دوں۔ میں نے کہا یا امیر المؤمنین مجھے محمد بن علی نے اپنے والد علی بن حسین بن علی بن ابی طالب "رضی اللہ عنہم" سے خبر دی کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی شخص اپنے اقارب سے احسان کرے حالانکہ اس کی عمر سے صرف تین سال باقی رہ گئے ہوں تو اللہ تعالیٰ اس کو ۳۳ سال تک پہنچا دیتا ہے اور

کوئی شخص اپنے اقارب سے قطع تعلق کرے حالانکہ اس کی عمر ابھی ۳۳ سال باقی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی عمر کو کم کر کے تین سال رہنے دیتا ہے۔

منصور نے کہا کیا اللہ کی قسم تم نے یہ اپنے والد سے سنا ہے؟ میں نے کہا اللہ کی قسم میں نے یہ اپنے والد سے سنا ہے۔ اس نے تین مرتبہ مجھے قسم دے کر پوچھا۔ پھر کہا تشریف لے جایئے۔

سیدنا حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا ناقد سے خطاب

جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام ناقد سے فرمایا کہ اے ناقد! جب کسی حاجت میں خط لکھنا چاہے اور تیرا ارادہ ہو کہ اس میں کامیاب ہو تو سرورق یہ لکھو۔

وعد الله الصابرين المخرج	اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں سے اس شیٔ سے
ممّا يكرهون والرزق من	خلاصی کا وعدہ کیا ہے جس کو وہ بُرا جانتے ہوں اور
حيث لا يحتسبون جعلنا	رزق کا وعدہ کیا ہے جہاں سے ان کو وہم وگمان نہ
واياكم من الذين لا خوف	ہو اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو ان لوگوں میں سے کرے
عليهم ولا هم يحزنون۔	جن پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غم ناک ہوں گے۔

ناقد نے کہا میں اس طرح کرتا تھا اور میری حاجات پوری ہو جایا کرتی تھیں۔

دوستی کی شرائط

جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا دوستی کی پانچ شرطیں ہیں جس میں یہ شرطیں پائی جائیں اسے دوست کہو اور جس میں یہ نہ پائی جائیں اس کو دوستی کی طرف منسوب مت کرو۔ اور وہ یہ کہ دوست کی زینت اپنی زینت سمجھے، دوست کے ساتھ ظاہر و باطن میں مساوی رہے اس کا مال ضائع نہ کرے، اس کو اپنی پوری محبت کے لائق جانے، مصیبت کے وقت اس کو رسوا نہ کرے۔

سیدنا جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات

ابن صباع نے کہا حضرت جعفر صادق بن محمد ۱۴۸ھ کے شوال میں فوت ہوئے، آپ کی عمر شریف ۷۸ سال تھی۔ کہا جاتا ہے کہ آپ منصور کے عہدِ امارت میں زہر سے فوت ہوئے اور بقیع میں

دفن ہوئے۔ جہاں آپ کے والد ماجد، دادا جان اور دادا جان کے چچا مدفون ہیں آپ کی قبر شریف بہت اکرام وشرافت والی ہے۔

سیدنا جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی اولاد

سیدنا جعفر صادق کی اولاد سات افراد ہیں، چھ صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہیں۔رضی اللہ عنہم۔اور وہ اسماعیل، محمد، علی، عبداللہ، اسحاق، اور موسیٰ کاظم ہیں۔صاحبزادی کا نام فروہ ہے۔اسی طرح ''الفصول المہمہ میں ہے۔

علامہ شہرستانی کی ملل ونحل میں ہے کہ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پانچ صاحبزادے محمد، اسماعیل، عبداللہ، موسیٰ اور علی ہیں۔اسحاق اور صاحبزادی ساقط ہوگئے تھے۔

''بغیۃ الطالب'' میں ہے کہ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی اولاد نو افراد تھے۔مگر سارے شمار میں نہیں لائے گئے۔شمار میں صرف وہی لائے گئے ہیں جو الفصول المہمہ میں ہیں۔اور اسی پر اقتصار کیا۔صاحبزادی کوذکر نہیں کیا۔

سیدنا حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ارشادات

تین اشیاء سے نیکی مکمل ہوتی ہے۔تعجیل، تصغیر اور ستر۔پھر فرمایا انسان جو بھی دیکھے ضروری نہیں کہ اس پر قادر ہوجائے اور نہ ہی یہ ضروری ہے کہ جس پر قادر ہو اس کے حصول کی اسے توفیق ہو۔اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ جس کی انسان کو توفیق ہو اس کو حاصل کرلے۔جب نیت، قدرت، توفیق اور حصول واصابت سب جمع ہوجائیں تو اس وقت سعادت اور نیک بختی ہوگی۔فرمایا توبہ میں تاخیر کرنا غرور ہے۔زیادہ تاخیر سے حیرت ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ پر اعتراض ہلاکت کا سبب ہے۔گناہ پر اصرار کرنا اللہ تعالیٰ کے مکر وتدبیر سے خاسر لوگ ہی بے خوف ہوتے ہیں۔فرمایا چار اشیاء ہیں ان سے قلیل بھی کثیر ہے۔وہ آگ، عداوت، فقر اور مرض ہیں۔حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ بیت اللہ کو ''عتیق'' کہا جاتا ہے۔فرمایا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو طوفانِ نوح سے آزاد رکھا تھا۔فرمایا۔شیطانی عمل کا کفارہ بھائیوں کے ساتھ احسان ہے۔جب تو اپنے بھائی کے گھر جائے تو مخصوص مقامات

میں بیٹھنے کے سوا ان کے ہر اکرام کو قبول کرلو، بیٹیاں نیکیاں اور بیٹے نعمتیں ہیں۔ نیکیوں پر ثواب ہوگا اور نعمتوں سے سوال ہوگا۔ فرمایا جو شخص عیب سے شرم وحیا نہ کرے، بڑھاپے سے نہ گھبرائے اور غائبانہ اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرے اس کی خیر نہیں۔ فرمایا شعراء کی ثناء سے بچو وہ مدح میں بخل کرتے ہیں۔ اور ہجو کھل کر کرتے ہیں، آپ فرمایا کرتے تھے اے اللہ جس کے سبب تو معاف کرنے کے لائق ہے میں اس کے سبب عقوبت کے لائق ہوں، جو شخص تمہارا اکرام کرے تم اس کا اکرام کرو جو تمہاری اعانت کرے تم اس کا اکرام کرو۔ فرمایا سخاوت کو منع کرنا اللہ کے ساتھ بدگمانی ہے، دنیا میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ان کے آباؤ اجداد کے ساتھ پکارا اور آخرت میں ان کے اعمال کے ساتھ ان کو بلائے گا۔ تاکہ ان کو جزاً دے۔ فرمایا اے ایمان والو! اے کافرو منکرو! انسان کا عیال اس کے قیدی ہیں جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا انعام کیا ہے وہ اپنے قیدیوں پر احسان کرے اگر نہ کرے گا تو ہوسکتا ہے کہ اس سے نعمتیں زائل ہوجائیں۔

تین اشیاء کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو معزز کرتا ہے، جو شخص اس پر ظلم کرے اس سے درگزر کرے۔ جو اس کو محروم کرے اس پر نعمتوں کے ساتھ احسان کرے جو شخص اس سے قطع تعلق کرے اس سے ملنے کی کوشش کرے۔ فرمایا مومن کو جب غصہ آئے تو اس کا غصہ اسے حق سے باہر نہ کرے اور جب خوش ہو تو اس کی خوشی اس کو باطل میں داخل نہ کرے۔ فرمایا۔ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا ایک ساتھی ان کے پاس گیا جب کہ ان کے سامنے ان کے صاجزادے حضرت موسیٰ کاظم بیٹھے ہوئے تھے۔ اور آپ ان کو یہ وصیت فرمارہے تھے۔ میں نے وہ وصیت یاد کرلی۔ آپ نے انہیں یہ وصیت فرمائی۔ اے میرے بیٹے میری وصیت غور سے سنو اور اسے یاد کرلو۔ اگر اس کو یاد کرلوگے تو ساری زندگی نیک بخت رہوگے۔ اور جب فوت ہوگے تو لوگ تعریف کریں گے۔

اے میرے بیٹے اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تمہارا مقسوم کردیا ہے اس پر قناعت کرو جو شخص دوسرے کے ہاتھ میں شی کی طرف نگاہ اٹھائے وہ مفلس ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ انسان کا مقسوم کردیا ہے اگر وہ اس سے راضی اور خوش نہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کی تکذیب کرتا ہے، جو اپنے نفس کی لغزش کو حقیر جانے وہ دوسروں کی لغزش کو معمولی جانے گا۔

اے میرے بیٹے جو دوسروں کا ہتک ستر کرے اس کی شرمگاہ لوگوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ جو

سرکشی اور بغاوت کی تلوار اٹھائے وہ اسی کے ساتھ قتل ہوتا ہے۔

جو اپنے بھائی کے لئے گڑھا کھودے وہ خود اس میں گرتا ہے۔

جو بے وقوفوں میں مداخلت کرے وہ حقیر ہو جاتا ہے۔

جو علماء سے مخالطت کرے وہ معزز ہوتا ہے۔

جو بُری جگہوں میں بیٹھے وہ متہم ہو جاتا ہے۔

اے میرے بیٹے حق بات کر و اس میں تمہارا فائدہ ہو یا نقصان ہو۔

غیبت اور چغل خوری سے بچو یہ لوگوں کے دلوں میں عداوت کا بیج بوتی ہے۔

اے میرے بیٹے اگر تو سخاوت طلب کرے تو سخاوت کے معادن کو لازم پکڑ کیونکہ سخاوت کے معادن اور کانیں ہیں اور معادنوں کے اصول اور جڑیں ہوتی ہیں اور اصول کے فروع اور شاخیں ہوتی ہیں اور شاخوں پر پھل ہوتا ہے، پھل کا حصول صرف اصول کی شاخوں سے ہوتا ہے۔ اور اصل اچھی معدن اور کان کے بغیر ثابت نہیں ہو سکتا۔

اے میرے بیٹے جب زیارت کا ارادہ ہو تو نیک لوگوں کی زیارت کرو۔ بروں کی زیارت نہ کرو کیونکہ برے لوگ سخت پتھر ہیں جن سے پانی نہیں نکلتا، وہ درخت ہیں جن کے پتے سبز نہیں ہوتے اور وہ زمین ہیں جس سے نباتات نہیں اُگتیں۔

احمد بن عمر بن مقدام رازی نے کہا کہ منصور کے منہ پر مکھی بیٹھ گئی، اس نے اس کو اڑایا وہ پھر بیٹھی حتیٰ کہ بار بار مکھی کے بیٹھنے سے منصور تنگ آ گیا اس وقت اس کے پاس حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے۔ آپ سے منصور نے کہا اللہ تعالیٰ نے مکھی کیوں پیدا کی ہے۔ آپ نے فرمایا تا کہ اس کی وجہ سے جابروں کو ذلیل کرے، منصور خاموش ہو گیا۔

سفیان ثوری رحمہ اللہ نے کہا۔ میں نے جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنا سلامتی کم یاب ہے اور اس کی تلاش مخفی ہے۔ اگر کہیں پائی جائے تو مخلص دوست میں پائی جائے گی۔ اگر تو اسے مخلص دوست میں تلاش کرے اور نہ پائی جائے تو عزلت و تنہائی میں اس کے ملنے کی اُمید ہے۔ اور اگر عزلت و تنہائی میں بھی نہ دستیاب ہو سکے تو سلف کے کلام میں حاصل کی جا سکتی ہے۔

سعادت مند شخص وہ ہے جو تنہائی پسند ہو جو اسے لوگوں سے دور رکھے۔

محمد بن حبیب نے حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ جو ایماندار شخص لوگوں میں سرور ظاہر کرے اللہ تعالیٰ اس سرور سے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور اس کی عبادت کرتا ہے۔ جب مومن لحد میں چلا جائے تو اس کے پاس وہ سرور فرشتہ کی صورت میں آتا ہے اور کہتا ہے۔

آج میں تیرے ساتھ انس ومحبت کرتا ہوں۔

تیری وحشت اور خوف دور کرتا ہوں۔

اور قول ثابت کی تجھے تلقین کرتا ہوں۔

اور تجھے ثابت قدم رکھتا ہوں۔

اور قیامت کے تمام مشاہد میں تیرے پاس رہوں گا۔

تیرے رب کے پاس تیری شفاعت کروں گا۔

اور جنت میں تیرا مقام تجھے دکھاؤں گا۔ (الفصول المہمہ)

سیدنا موسیٰ کاظم
ابن جعفر صادق رضی اللہ عنہما

حضرت موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی والدہ اُم ولد ہے۔ جس کو ''حمیدہ بربریہ'' کہا جاتا ہے۔ آپ ''ابواء'' مقام میں ۱۲۸ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے اور آپ کے القاب کثیر ہیں۔ سب سے زیادہ مشہور لقب کاظم ہے اور صابر، صالح اور امین بھی بالترتیب آپ کے مشہور لقب ہیں۔ آپ کا رنگ گندمی تھا۔ سید حمیری آپ کا شاعر اور محمد بن فضل آپ کا چوکیدار تھا۔ آپ کی انگوٹھی پر یہ نقش تھا۔ ''الملک للہ وحدہٗ۔'' آپ کا معاصر موسیٰ ہادی اور ہارون رشید تھا۔

بعض اہل علم نے کہا حضرت کاظم رضی اللہ عنہ امام کبیر القدر، یکتائے زمان حجۃ الاسلام بہت

بڑے عالم اور شب بیدار تھے۔ ساری ساری رات کھڑے نماز میں اور دن روزے کی حالت میں گزارتے تھے۔ بہت بردبار تھے۔ آپ پر زیادتی کرنے والوں سے درگزر کرنے کی وجہ سے انہیں ''کاظم'' کہا جاتا ہے۔ عراق والوں میں یہی مشہور ہے اور وہ ان کو ''حوائج الی اللہ'' کا دروازہ بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ جو لوگ آپ کو وسیلہ بنا کر حاجت پیش کرتے ان کی حاجتیں پوری ہو جاتی تھیں۔

آپ کے مناقب اور محاسن مشہور و معروف ہیں۔

حکایت کی جاتی ہے کہ ایک دن آپ سے ہارون رشید نے سوال کیا اور کہا آپ کس طرح یہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی اولاد ہیں۔ حالانکہ تم حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہو۔ لوگ اپنے دادوں کی طرف منسوب ہوتے ہیں نانوں کی طرف منسوب نہیں ہوتے۔ حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

ہارون رشید کے سوال کا جواب

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ومن ذریتہ داؤد و سلیمان و ایوب و یوسف و موسیٰ و ھارون و کذالک نجزی المحسنین و زکریا و یحیٰی و عیسیٰ۔	میں اللہ کے ذریعے رجیم شیطان سے پناہ چاہتا ہوں اور اللہ مہربان ورحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ ان کی اولاد سے داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون ہیں۔ ہم مخلص لوگوں کو ایسی جزاء دیتے ہیں اور زکریا، یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام کا باپ نہ تھا، وہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے ساتھ صرف والدہ کی جہت سے لاحق ہیں۔ ایسے ہی ہم اپنی والدہ محترمہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی جہت سے سید عالم ﷺ کے ساتھ لاحق ہیں۔

یا امیر المؤمنین! ہم میں ایک مزید فضیلت پائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فمن حآجّك فيه من بعد ما جآءك من العلم فقل تعالوا	تمہیں علم آ جانے کے بعد اگر کوئی اس کے متعلق آپ سے جھگڑے تو کہیں اور ہم

نَدۡعُ اَبۡنَآءَنَا وَاَبۡنَآءَکُمۡ وَ نِسَآءَنَا وَنِسَآءَکُمۡ وَاَنۡفُسَنَا وَاَنۡفُسَکُمۡ ثُمَّ نَبۡتَھِلۡ۔ اپنے اپنے بیٹے اور عورتیں بلا لاتے ہیں اور خود بھی آئیں پھر جھوٹے پر لعنت کریں۔

نصاریٰ کے ساتھ مباہلہ کے وقت سرور کائنات ﷺ نے سیدہ فاطمہ حضرت علی، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کے سوا کسی کو نہ بلایا اور وہ سب آپ کے بیٹے ہیں۔ حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے اپنے آباء سے مرفوع روایت کی کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بیٹے کا اپنے والدین کو دیکھنا عبادت ہے۔ اسحاق بن جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اپنے بھائی موسیٰ کاظم بن جعفر سے کہا اللہ تعالیٰ آپ کی صلاحیت زیادہ کرے کیا مومن بخیل ہو سکتا ہے؟ فرمایا ہاں! میں نے کہا کیا وہ خائن ہوتا ہے فرمایا نہیں۔ مومن کذاب نہیں ہوتا، پھر فرمایا مجھے ابو جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنے آباء کرام رضی اللہ عنہم سے خبر دی کہ مٰں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ جھوٹ اور خیانت کے سوا ہر خصلت مومن کے لئے ثابت ہے۔

کرامات

حسام بن حاتم اصم نے کہا کہ مجھے شفیق بلخی نے کہا کہ میں ۱۴۶ھ میں حج کرنے گیا، میں قادسیہ ٹھہرا اور لوگوں کا حج کو جانا اور ان کی زینت اور کثرتِ ہجوم دیکھ رہا تھا۔ اچانک میری نگاہ ایک خوبصورت نوجوان پر پڑی جس کا رنگ گندمی، کمزور بدن، اس کے لباس پر صوف کا کپڑا تھا جس میں وہ لپٹا ہوا تھا اس کے پاؤں میں جوتی تھی اور وہ تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ شخص صوفی ہے۔ لوگوں کے ساتھ حج کو جانا چاہتے ہے، یہ راستہ میں ان کے لئے بوجھ ثابت ہوگا۔ اللہ کی قسم کھا کر کہا میں اس کے پاس جاتا ہوں اور اسے سختی سے کچھ کہتا ہوں میں اس کے قریب ہوا جب مجھے قریب آتے دیکھا تو کہا اے شفیق زیادہ بدگمانی نہیں کرنی چاہئے۔ بعض بدگمانیاں سخت گناہ ہوتی ہیں۔

پھر مجھے چھوڑا اور چلا گیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہ عجیب امر ہے جو کچھ میرے دل میں تھا وہ کہہ کر چلا گیا ہے، پھر نام بھی لیا ہے، یہ کوئی نیک شخص ہے اسے ضرور ملنا چاہئے۔ اور اس سے دُعا کراؤں اور اپنے بدگمان کو معاف کراؤں وہ مجھ سے غائب ہو گئے میں ان کو نہ دیکھ سکا، جب ہم "وادی فضہ" پہنچے تو وہ شخص کھڑا نماز پڑھ رہا تھا۔ میں نے کہا یہ وہی شخص میرا ساتھی ہے میں اس کے پاس جاتا

ہوں اور بدگمانی معاف کرواتا ہوں۔ میں کچھ رکا حتیٰ کہ وہ نماز سے فارغ ہوئے اور میری طرف متوجہ ہو کر کہا اے شقیق پڑھو۔

و انّی لغفّارٌ لمن تاب و اٰمن و عمل صالحاً ثُمّ اھتدیٰ۔

اور بے شک میں بخشنے والا ہوں ان کو جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور عمل اچھے کریں پھر ہدایت پر رہیں۔

پھر وہ اٹھا اور مجھے وہیں چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے دل میں کہا یہ نوجوان ابدال میں سے ہے جو میرے بھید مجھے بتا رہا ہے۔ جب ہم ابواء پہنچے تو وہ نوجوان کنوئیں پر کھڑا ہے، میں نے اسے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں پانی کا کوزہ ہے۔ وہ اس کے ہاتھ سے کنوئیں میں گر گیا اس نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا۔

انت شربی اذا ظلمأت من الماء وقوتی اذا اردت طعاماً

تو ہی پلانے والا ہے جب میں پانی کا پیاسا ہوں اور تو ہی قدرت دینے والا ہے جب میں طعام کا ارادہ کروں۔

پھر کہا اے اللہ تیرے سوا میرا کوئی نہیں مجھ سے یہ معدوم نہ کر۔ اللہ کی قسم میں نے پانی کو دیکھا کہ وہ کنوئیں کے سر پر آ گیا ہے۔ اور کوزہ پانی پر تیر رہا تھا۔ اس نوجوان نے ہاتھ لمبا کر کے کوزہ پکڑا اور اس سے وضو کر کے چار رکعت نماز پڑھی پھر ریت کے ٹیلہ کی۔ مرف مائل ہوا اور اپنے ہاتھ اکٹھے کر کے اس کوزے میں ڈال کر ان کو حرکت دیتا رہا اور پانی پیتا رہا۔ میں اس کی طرف گیا اور سلام کہا۔ اس نے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے آپ پر جو انعام فرمایا ہے اس سے کچھ بچا ہوا مجھے عنایت کریں۔

پھر مجھے کوزہ دیا میں نے اس سے پیا اس میں میٹھے ستو تھے۔ اللہ کی قسم ایسے لذیذ اور خوشبودار ستو میں نے کبھی نہیں پیئے۔ میں نے وہ پیئے اور سیر ہو گیا کئی دن گزر گئے مجھے کھانے پینے کی قطع خواہش نہ رہی۔ پھر میں نے اسے نہ دیکھا حتیٰ کہ ہم مکہ پہنچے اور میں نے اس نوجوان کو آدھی رات کے وقت آبِ زم زم کے پاس دیکھا جب کہ وہ خشوع وخضوع سے نماز پڑھ رہا تھا۔ اور زار و قطار رو رہا تھا اور ساری رات اسی طرح رہا حتیٰ کہ فجر طلوع ہو گئی اور وہ مطاف کے ایک طرف چلا گیا وہاں فجر کی دو رکعتیں پڑھیں پھر لوگوں کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی۔ پھر مطاف میں چلا گیا۔ اور شروق شمس کے بعد طوافِ کعبہ کیا، پھر مقام ابراہیم میں دو رکعتیں پڑھیں، پھر باہر جانے کا ارادہ کیا۔ میں بھی ان کے پیچھے

باہر نکلا کہ اسے سلام کہوں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ لوگوں کی ایک جماعت نے انہیں آگے پیچھے اور دائیں بائیں سے گھیر رکھا ہے۔ اور خدام اور دیگر تابعدار اُن کے ساتھ باہر چلے گئے، میں نے ان میں سے ایک شخص سے کہا۔ یہ کون ہے؟ اس نے کہا یہ موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابوطالب ہے۔ ''رضی اللہ عنہم'' اہل تالیف کی ایک جماعت نے آپ کی یہ کرامت ذکر کی ہے۔ اور ابن جوزی نے اپنی کتاب "مثیر الغرام الساکن الی اشرف الامکن" میں اس کی روائت کی ہے۔ جنابذی نے ''معالم العترۃ النبویہ'' رامہرمزی نے اپنی کتاب کرامات الاولیاء میں اس کی روایت کی ہے۔ یہ کرامت کئی کرامات کو شامل ہے۔

دوسری کرامت

یہ کرامت حمیری کی کتاب الدلائل سے ماخوذ ہے۔ احمد بن محمد نے ابوقتادہ سے اس نے ابوخالد زبالی سے روائت کی۔ انہوں نے کہا ہمارے پاس ابوالحسن موسیٰ کاظم زبالہ میں تشریف لائے جب کہ ان کے ساتھ اصحاب مہدی کی ایک جماعت تھی۔ انہیں مدینہ منورہ سے عراق میں آپ کے پاس حاضر کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ میں آپ کے پاس آیا اور سلام عرض کیا آپ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کچھ ضروری اشیاء خرید کرنے کا مجھے حکم دیا۔ اور فرمایا ان کو میرے پاس رکھیں۔ اور مجھے ناخوش اور پریشان دیکھ کر کہا اب منقبض کیوں ہو؟ میں نے کہا میں منقبض کیوں نہ ہوں، جب کہ آپ ان باغیوں کی طرف جارہے ہیں۔ مجھے آپ کی ذات پر خوف ہے۔ فرمایا اے ابا خالد مجھے کوئی ڈر نہیں جب فلاں مہینہ کی فلاں تاریخ ہوگی تو اسی دن کے آخری حصہ میں شام کے وقت میرا انتظار کرنا، میں انشاء اللہ وہاں آپ سے ملوں گا۔ ابوخالد نے کہا میں اسی دن کے انتظار میں مہینے اور دن گنتا رہا، جس میں تشریف لانے کے لئے آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ غروب شمس کے وقت میں باہر گیا اور کوئی شخص نہ دیکھا جب رات ہوئی تو لوگوں کی بہت بڑی جماعت عراق کی طرف سے آرہی تھی۔ میں نے ان کی طرف قصد کیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ سب لوگوں سے آگے خچر پر سوار ہیں۔ میں نے سلام عرض کیا اور آپ کی تشریف آوری سے بڑا خوش ہوا۔ فرمایا ابا خالد! کیا تجھے شک گزرا ہے۔ میں نے کہا اللہ کی حمد ہے۔ جس نے آپ کو ان سرکشوں سے نجات دی۔ فرمایا اے ابا خالد! انہوں نے میری طرف لوٹنا تھا جس

سے میں نجات نہیں حاصل کر سکتا تھا۔

تیسری کرامت

عیسیٰ مدائنی سے روائت ہے انہوں نے کہا میں ایک سال مکہ مکرمہ گیا اور وہاں کچھ عرصہ اقامت کی پھر خیال آیا کہ مدینہ منورہ حاضری دوں اور وہاں بھی ایک سال اقامت کروں۔ اس طرح ثواب زیادہ ہوگا۔ میں مدینہ منورہ آیا اور ابوذر رضی اللہ عنہ کے مکان کے قریب طرف مصلیٰ میں اقامت کی اور حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آنا جانا شروع کیا۔ ایک رات میں ان کے پاس تھا بارش ہو رہی تھی۔ آپ نے مجھے فرمایا، عیسیٰ اٹھو اور اپنے گھر جاؤ تمہارا مکان سامان پر گر پڑا ہے۔ میں اُٹھ کر گھر گیا۔ سارا مکان سامان پر گر پڑا تھا۔ میں بعض لوگوں کو اجرت پر لایا اور سارا سامان باہر نکالا صرف وضو کی چھاگل نہ ملی۔ جب دوسرے روز میں حاضر ہوا تو فرمایا سامان سے کوئی شئ رہ بھی گئی ہے جو نہ ملی ہوتا کہ ہم تیرے لئے دُعا کریں۔ میں نے عرض کیا صرف ایک چھاگل نہیں ملی جس سے میں وضو کرتا ہوں۔ آپ نے تھوڑا وقت سر مبارک کو نیچا کیا پھر اٹھایا اور فرمایا میرا گمان ہے کہ وہ اس سے پہلے تم بھول گئے تھے۔ مکان کے مالک کی باندی سے پوچھو۔ اور کہو میں چھاگل بیت الخلاء میں بھول گیا تھا۔ اسے واپس کردو۔ لونڈی سے میں نے دریافت کیا تو اس نے پانی کی چھاگل مجھے واپس کردی۔

چوتھی کرامت

عبداللہ بن ادریس نے ابن سنان سے روائت کی کہ ایک دفعہ ہارون رشید نے علی بن یقطین کو بطور اکرام فاخرانہ عمدہ لباس بھیجا۔ اس لباس میں ایک سیاہ جُبہ تھا جو خلفاء کے لباس جیسا تھا اور سونے سے بنا ہوا تھا۔ وہ علی بن یقطین نے موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو نذرانہ پیش کیا تو آپ نے اسے واپس کرتے ہوئے لکھا کہ اسے محفوظ رکھو اور اپنے ہاتھ سے اسے ضائع نہ کرنا عنقریب تیرے لیے اس میں فائدہ ہوگا۔ جس کا تو محتاج ہوگا۔ علی بن یقطین کو جبہ کی واپسی سے کچھ شک گزرا لیکن اسے یہ معلوم نہ تھا کہ حضرت کے اس کلام کا سبب کیا ہے؟ اس نے وہ سیاہ جبہ محفوظ رکھا اور اسے تھیلہ میں رکھ کر اس پر مہر لگادی۔ تھوڑا ہی عرصہ گزرا ہوگا کہ علی بن یقطین اپنے غلام سے ناراض ہوگئے جو ان کے خصوصی امور سرانجام دیا کرتا تھا اور ان پر وہ مطلع تھا۔ علی نے اس کو ملازمت سے علٰیحدہ کردیا اور کسی وجہ سے اس کو اپنی

ملازمت سے دور کر دیا۔

اس غلام نے ہارون رشید کے پاس علی بن یقطین کی غیبت کی اور کہا علی موسیٰ کاظم کی امامت کا قائل ہے اور ہر سال ان کی طرف اپنے مال کی زکوۃ، ہدایا اور تحائف بھیجتا ہے۔ اس سال بھی زکوۃ وغیرہ اور وہ سیاہ جبہ بھی ان کو بھیجا ہے جو امیر المؤمنین نے فلان وقت اس کو بطور اکرام دیا تھا۔

ہارون رشید یہ سن کر غصہ سے بھر گیا اور کہا میں اس کی وضاحت کراتا ہوں، اگر یہی حال ہے جو تم نے کہا ہے تو میں اس کی روح نکال دوں گا۔ یہی اس کی سزا ہے۔ اسی وقت کسی کو بھیجو جو میرے پاس علی بن یقطین کو لے کر آئے۔ علی بن یقین ہارون رشید کے سامنے کھڑے ہوئے تو رشید نے کہا وہ سیاہ جبہ کہاں ہے جو میں نے تجھے بطور اکرام دیا تھا اور دیگر خواص لوگوں سے میں نے تیرے لئے وہ مخصوص کر رکھا تھا۔ کہا یا امیر المؤمنین وہ میرے پاس تھیلہ میں محفوظ ہے۔ اس کو خشبو لگا کر مقفل کر رکھا ہے۔ رشید نے کہا ابھی منگواؤ۔ اس نے کہا یا امیر المؤمنین ابھی منگواتا ہوں۔ اور اپنے خادم کو بلا کر کہا جاؤ میرے گھر کے فلاں کمرہ سے چابی لے کر فلاں صدوق کھول کر اس میں سے تھیلہ لے کر آؤ جس میں جبہ رکھا ہے، اور اسی طرح مہر سمیت لاؤ۔ تھوڑی دیر بعد خادم وہ تھیلہ لے آیا اور رشید کے آگے رکھ دیا۔ رشید نے مہر توڑنے کا حکم دیا، مہر توڑی گئی اور تھیلہ کھولا تو اس میں جبہ اسی حالت میں لپیٹا ہوا پڑا تھا۔ تاہنوز اس کو زیب تن بھی نہ کیا گیا تھا۔ نہ وہ میلا ہوا اور نہ ہی اس میں کسی شیٔ نے اثر کیا تھا۔ رشید نے علی بن یقطین سے کہا اس کو اپنی جگہ رکھ دو اور اسے ساتھ لے جاؤ۔ آج کے بعد ہم کسی چغلخور کی بات تمہارا بارے میں تسلیم نہ کریں گے۔ اور اسے گراں بہا انعامات عطا کرنے کا حکم صادر کیا اور حکم دیا کہ چغلی کرنے والے غلام کو ایک ہزار کوڑے مارے جائیں۔ جب پانچ سو کوڑے لگے تو ہزار سے پہلے ہی وہ کوڑوں کی مار سے مر گیا۔

پانچویں کرامت

اسحاق بن عمار نے روائت کی کہ جب ہارون رشید نے حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو قید کر دیا تو حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے دونوں شاگرد ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ جیل میں آپ کے پاس گئے اور آپ سے سلام عرض کر کے بیٹھ گئے انہوں نے ارادہ کیا کہ فقہی سوال کریں اور آپ کی فقاہت کا اندازہ کریں۔

اسی اثناء میں سپاہی آیا اور عرض کیا کہ میری ڈیوٹی ختم ہو چکی ہے۔ میں انشاء اللہ کل آؤں گا اگر کسی شی کی ضرورت ہو تو فرمادیں میں کل لیتا آؤں گا۔ فرمایا جاؤ مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ پھر قاضی ابو یوسف اور امام محمد بن حسن رحمہما اللہ سے فرمایا تعجب ہے۔ کہ یہ شخص مجھے کہتا ہے کہ میں اسے کسی شی کی تکلیف دوں۔ اور وہ اسے کل لیتا آئے گا، حالانکہ وہ اسی رات مرجائے گا۔ دونوں امامِ فقہ سوال کرن سے رُک گئے اور اُٹھ کر واپس آ گئے اور حضرت امام موسیٰ کاظم سے کوئی سوال نہ کیا اور کہنے لگے ہم نے فرض وسنت سے متعلق سوال کا ارادہ کیا تھا اور وہ ہمارے ساتھ علم غیب کی باتیں کرنے لگے ہیں۔ خدا کی قسم ہم اس شخص کے پیچھے کسی کو بھیجتے ہیں جو اس کے دروازہ پر رات بسر کرے اور دیکھے کہ اس کا حال کیا ہوتا ہے؟ چنانچہ انہوں نے ایک شخص کو بھیجا جو اس شخص کے دروازہ پر بیٹھا رہے۔ جب آدھی رات ہوئی تو اس شخص کے گھر والوں نے رونی کی آواز بلند کی۔ کہا گیا کیا بات ہے؟ گھر والوں نے کہا صاحب خانہ اچانک مرگیا ہے۔ وہ شخص امامانِ فقہ کی طرف واپس لوٹا اور ان کو سپاہی کے مرنے کی خبر دی اس سے وہ دونوں سخت حیران ہوئے۔ "الفصول المہمہ"۔

مختصر حالات

سیدنا موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانہ بھر میں سب سے زیادہ عابد، عالم ہاتھ کے سخی اور دل کے کریم تھے۔ جب مدینہ منورہ کے فقراء کو نہ پاتے تو رات ان کے گھروں میں درہم و دینار لے جاتے ایسے ہی دیگر اخراجات ان کو پہنچاتے اور وہ نہ جانتے تھے کہ مصارف ان کے پاس کدھر سے آتے ہیں۔ آپ کی وفات کے بعد انہیں یہ معلوم ہوا تھا۔ اکثر آپ یہ دُعا کرتے تھے۔ اللھم انی اسئلك الراحة عند الموت والعفو عند الحساب (ترجمہ) اے اللہ میں تجھ سے موت کے وقت آرام اور حساب کے وقت معافی چاہتا ہوں۔

سیدنا موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی وفات

احمد بن عبداللہ بن عمار نے محمد بن علی نوفلی سے روائت کی، انہوں نے کہا ہارون رشید کا حضرت موسیٰ بن جعفر کو گرفتار کر کے قید کرنے کا سبب یہ تھا کہ ایک جماعت نے ان کے پاس یہ غیبت کی تھی کہ

ہر طرف سے مال، زکوۃ، اور خمس وغیرہ موسیٰ کاظم کو جاتے ہیں۔ اور انہوں نے تین ہزار دینار سے زمین خرید کی ہے جس کا نام سیریہ رکھا ہے۔ اس سال رشید حج کے لیے گیا اور پہلے مدینہ منورہ گیا، جب مدینہ منورہ آیا تو سیدنا موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کے اکابر کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر رشید کا استقبال کیا۔ رشید جب مدینہ منورہ پہنچا اور آرام سے بیٹھا اور ہر ایک شخص نے اپنی راہ اختیار کی تو حسب عادت حضرت موسیٰ کاظم بھی مسجد میں تشریف لے گئے۔ رشید رات اُٹھا اور سرور کائنات ﷺ کی قبر شریف پر گیا اور کہا یارسول اللہ! جو کام میں کرنے والا ہوں آپ سے اس کے بارہ میں معذرت چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ آپ موسیٰ کاظم کو روکیں۔

وہ آپ کی اُمت میں اختلاف اور لوگوں کی خونریزی کا ارادہ کرتے ہیں، اور میں ان کو قید کرنا چاہتا ہوں، پھر باہر نکل گیا اور موسیٰ کاظم کی گرفتاری کا حکم دیا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو مسجد ہی سے گرفتار کر کے رشید کے سامنے پیش کیا گیا اور اسی وقت آپ کو قید کر دیا گیا۔ رشید نے دو قبے منگوائے اور ہر ایک قبہ خچر پر رکھا اور دونوں کو کپڑے سے ڈھانپ دیا۔ حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو ایک قبہ میں رکھا اور ہر ایک کے ساتھ ایک قافلہ بھیجا۔ ایک کو طریق بصرہ میں اور دوسرے کو طریق کوفہ میں بھیج دیا۔ رشید نے یہ اس لئے کیا کہ لوگوں پر حضرت موسیٰ کاظم کے حالات مخفی رہیں۔ جس قبہ میں حضرت موسیٰ کاظم تھے اس کو طریق بصرہ میں بھیجا اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے ان کو وصیت کی کہ انہیں عیسیٰ بن جعفر بن منصور کے حوالہ کر دیں۔ اس وقت عیسیٰ بن جعفر بصرہ کا حاکم تھا۔ لوگوں نے حضرت کو اس کے حوالہ کر دیا۔ اس نے آپ کو ایک سال تک اپنے پاس قید رکھا اور ایک سال کے بعد رشید نے عیسیٰ بن جعفر والی بصرہ کو لکھا کہ اس کو قتل کر دیں اور اس سے ہماری خلاصی کرائیں۔

عیسیٰ بن جعفر نے خاص خاص لوگوں کو بلایا اور ان سے مشورہ لیا اور انہیں رشید کا مکتوب دکھایا۔ سب نے یہی مشورہ دیا کہ وہ اس کام سے معافی مانگیں اور اس میں ہرگز واقع نہ ہوں۔ تب عیسیٰ بن جعفر نے رشید کو لکھا کہ اے امیر المؤمنین آپ نے مجھے اس شخص (موسیٰ کاظم) کے بارہ میں لکھا ہے۔ میں نے ان کا خوب امتحان لیا ہے اتنی لمبی قید میں ان کی کوئی برائی دیکھنے میں نہیں آئی اور وہ امیر المؤمنین کو خیر سے ذکر کرتے ہیں۔ ولائت اور امارت کا انہیں کوئی طمع نہیں اور نہ ہی وہ بغاوت کرنا چاہتے ہیں۔ اور نہ ہی کوئی دنیاوی شے چاہتے ہیں۔ انہوں نے کبھی امیر المومنین پر بددُعا نہیں کی۔ اور

نہ ہی کسی دوسرے شخص پر بددُعا کی ہے۔ وہ امیر المؤمنین اور تمام مسلمانوں کے لئے مغفرت اور رحمت کی دُعا کرتے ہیں۔ ہر وقت روزے سے ہوتے ہیں اور نماز و عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ اگر امیر المومنین اس بارے میں مجھے معاف کر دیں اور انہیں مجھ سے واپس لے لیں تو بہتر ہو گا ورنہ میں ان کو چھوڑ دوں گا۔ کیونکہ ان کے قتل میں سخت حرج ہے۔ جب رشید کو عیسیٰ بن جعفر کا خط پہنچا تو اس نے سندی بن شاہک کو لکھا کہ موسیٰ کاظم بن جعفر کو عیسیٰ بن جعفر سے واپس کر لے اور اسے اپنے حکم سے آگاہ کیا (موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کا قتل) جس کا سندی ذمہ دار ہوا تھا وہ سیدنا موسیٰ کاظم کو اس طریقہ سے قتل کرنا چاہتا تھا کہ ان کے کھانے میں زہر ملا کر ان کے آگے رکھیں۔ بعض نے کہا کھجوروں میں زہر ملا کر ان کو کھلائیں۔

حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے اسے کھایا پھر تین روز بیمار رہ کر فوت ہو گئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ جب آپ فوت ہوئے تو ابن سندی نے فقہا اور بغداد کے اکابر کو بلایا جن میں ہیثم بن عدی بھی تھے کہ وہ ان کو دیکھیں کہ ان پر نہ تو کوئی زخم کا نشان ہے نہ قتل اور نہ ہی ان کا گلا گھونٹا گیا ہے۔ اور وہ اپنی طبعی موت سے فوت ہوئے ہیں۔

حضرت سیدنا موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی وصیت

روائت ہے کہ جب سیدنا موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو آپ نے ابن سندی سے فرمایا کہ ان کے مدنی موالیٰ کو حاضر ہونے دے کہ عباس بن محمد کے گھر ان کے غسل، دفن اور تکفین کا انتظام کرے۔ سندی نے کہا میں خود اچھے طریقہ سے تکفین و تدفین کروں گا۔ فرمایا۔ ہم اہل بیت ہیں، ہماری نساء کے مہر، ہمارے حج مبرور ہمارے فوت شدگان کے کفن و دفن خالص ہمارے مال سے ضروری ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ان امور کو ہمارا موالیٰ سرانجام دے۔ ابن سندی نے اسے منظور کر لیا اور موالیٰ کو حاضر کیا، آپ نے اس کو تمام امور کی وصیت کی جن کی ضرورت تھی۔ جب آپ وفات فرما گئے تو موالیٰ مذکور نے تمام امور سرانجام دیئے۔ اسی طرح فصول مہمہ میں ہے۔

سیدنا موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کا ہارون رشید کو خط

ابن جوزی کی ''کتاب الصفوۃ'' میں ہے کہ سیدنا موسیٰ بن جعفر کاظم نے جیل سے ہارون رشید

کو خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔

لم ینقض عنی یوم من البلاء الا انقضیٰ معه یوم عنك من الرّخاء حتیٰ نمضی جمیعاً الیٰ یوم لیس له انقضاء هناك یخسر المبطلون۔	میرا کوئی دن مصیبت کا نہ گزرا مگر اس کے ساتھ ساتھ تیری راحت کا دن گزرتا ہے۔ حتیٰ کہ ہم سب ایسے دن میں جانے والے ہیں جو ختم نہ ہوگا اس وقت باطل لوگ خسارہ میں ہونگے۔

شیعہ کہتے ہیں کہ سیدنا موسیٰ کاظم وہی ''قائم منتظر'' ہیں اور ان کی قید کا سبب ان کی غیبت مذکورہ ہے۔ اس لئے ہارون رشید نے یحییٰ بن خالد سے کہا کہ حضرت موسیٰ کاظم کو بغداد کے پل پر رکھ دے اور لوگوں میں اعلان کرے کہ یہ موسیٰ بن جعفر ہیں جن کو شیعہ کہتے ہیں کہ وہ فوت نہ ہوں گے ان کو فوت ہوا دیکھ لو۔ چنانچہ یحییٰ نے ایسا ہی کیا اور سب لوگوں نے آپ کو دیکھا۔ پھر ان کو اٹھا کر بغداد کے باب التین میں قریش کے مقابر میں دفن کیا۔ اسی طرح کتاب الانساب وغیرہ میں ہے۔

حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی وفات ۱۸۳ ہجری کے رجب کے مہینے میں ہوئی۔ جب کہ اس کے پانچ دن باقی تھے۔ آپ کی عمر شریف ۵۵ سال تھی۔ ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ''

سیدنا موسیٰ کاظم کی اولاد

فصول مہمہ میں ہے کہ سیدنا کاظم رضی اللہ عنہ کی اولاد ۳۷/افراد لڑکے اور لڑکیاں تھیں اور وہ یہ ہیں۔ علی رضا، عباس، قاسم، اسماعیل، جعفر، ھارون، حسن، عبداللہ، اسحاق، عبداللہ، زید، حسن، احمد، محمد، فضل، سلیمان، فاطمہ کبریٰ، فاطمہ صغریٰ، رقیہ، حلیمہ، ام اسماء، رقیہ صغریٰ، ام کلثوم اور میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ پوری تعداد شمار نہیں ہوسکی۔ بغیۃ الطالب میں ہے کہ سیدنا کاظم کی اولاد سے عون ہیں جن کی طرف سیدنا و مولانا شیخ کبیر، ولی مقرب، جامع الشرفین شرف نسب اور شرف معرفت باللہ صاحب کرامات ظاہرہ اور غارات متظاہرہ ابوالحسن و ابوالاشبال علی العدل رضی اللہ عنہ ہیں۔ کیونکہ وہ علی بن عمر بن محمد ابن سلیمان وعبید بن علوی حجام بن عون بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن زین العابدین ابن حسین بن علی بن ابی طالب ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ بعض فضلاء نے اسے نظم میں ذکر کیا ہے۔

علی بن فاروق ابومحمد ثم سلیمان الرضا المسدد عبید عیسیٰ علوی محمد حمحام عون کاظم المؤیّد جعفر الصادق قل محمد، زین حسین و علی السیّد۔

علی بن فاروق ابومحمد پھر سلیمان الرضا بالصواب عبید عیسیٰ علوی محمد، حمحام عون کاظم تائید شدہ ہیں۔ جعفر صادق کہو محمد باقر زین حسین اور علی سید ہیں۔

اھدل، ان کا لقب شریف ہے۔ بعض نے کہا اس کا معنی ادنیٰ اور اقرب ہے۔ کہا جاتا ہے۔ ''ھدل الغصن'' جب وہ قریب ہو جائے اور اس کا پھل نرم ہو جائے بعض عارفین نے کہا علی کو اہدل اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرتے تھے۔ ان کا یہی حسین لقب کافی ہے۔ ان کا ہر قول معنی پر دلیل ہے جو اس کے مطابق ہے۔ اس میں غامض اور لطیف راز ہے۔ جس کو عاقل منصف لبیب ہی سمجھ سکتا ہے۔ ''بغیۃ الطالب''

حضرت علی رضا کا شاعر دعبل خزاعی، چوکیدار محمد بن فرات تھا آپ کی انگوٹھی کا نقش ''حسبی اللہ'' تھا۔ آپ کے معاصر امین، مامون تھے۔ شیخ کمال الدین بن طلحہ نے کہا امیر المؤمنین علی بن ابی طالب اور زین العابدین علی بن حسین تو گزر چکے ہیں یہ علی رضا ہیں جو تیسرے علی ہیں۔ محمد بن یحییٰ فارسی سے روائت ہے کہ ابونواس نے ایک دن علی بن موسیٰ کاظم کو دیکھا جب کہ آپ ایک خوبصورت خچر پر سوار ماموں سے ملاقات کر کے باہر تشریف لا رہے تھے۔ اس نے آپ کے قریب ہو کر سلام عرض کیا اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے میں نے آپ کی مدح میں چند بیت لکھے ہیں، مجھے خوشی ہو گی اگر آپ ان کی سماعت فرمائیں۔ فرمایا کہو! ابونواس نے کہا ؎

مطھرون نقیات ثیابھم
تجری الصلوٰۃ علیھم
کلماذکروا من لم یکن علویا
حین تنسبه فماله فی قدیم الدھر
مفتخر اولائك القوم اھل البیت
عندھم علم الکتاب وما جاءت
به السور

یہ گناہوں سے پاک اور ان کے کپڑے صاف جب ان کا ذکر کیا جائے ان پر درود پڑھا جاتا ہے جو شخص نسب میں علوی نہیں ہے سارا زمانہ اس کے لئے کوئی مقام فخر نہیں یہ حضرات اہلبیت کرام ہیں ان کے پاس قرآن کا علم ہے۔ اور اس کا علم ہے جو سورتوں میں ہے۔

سیدنا علی رضا رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ابا نواس اس طرح کے ابیات آج تک کسی نے نہیں کہے۔

اے غلام مصارف اور اخراجات سے زائد تمہارے پاس کتنی رقم ہے؟ غلام نے کہا تین سو دینار ہیں۔ فرمایا۔وہ سارے ابونواس کو دے دو۔ جب وہ اپنے گھر جانے لگا تو حضرت نے خیال فرمایا۔شاید وہ اس رقم کو قلیل سمجھتا ہو، اے غلام یہ خچر بھی اسے دے آؤ۔

طوسی نے اپنی کتاب میں ابوصلت ہروی سے نقل کیا۔اس نے کہا دعبل خزاعی علی بن موسیٰ کے پاس مرو گیا اور کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے اے اہلبیت کرام میں نے آپ کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا ہے۔اور میں نے قسم کھائی ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے سامنے نہ پڑھوں گا۔ مجھے خوشی ہوگی اگر آپ اس کی سماعت فرمائیں۔ حضرت علی رضا ابن موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے کہا پڑھو۔اس نے قصیدہ پڑھنا شروع کیا۔

ذکرت محل الربع من عرفات
فاجریت دمع العین بالعبرات وقل
عری صبری وھاجت صبابتی
رسوم دیار اقفرت و عرات مدارس
ایات خلت عن تلاوة ومنزل وحی
مقفر العرصات لآل رسول اللہ
بالخیف من منیٰ وبالبیت ولتعریف
والجمرات دیار علی والحسین
وجعفر و حمزة والسجاد ذی
الثفنات دیار لعبد اللہ والفضل
صنوہ نجی رسول اللہ فی الخلوات
منازل کانت للصلوٰة وللتقٰی
واللصّوم والتطهیر والحسنات
منازل جبرائیل الامین یحلّھا من
اللہ بالتسلیم والرحمات منازل
وحی اللہ معدن علمہ سبیل

میں نے عرفات میں ٹھہرنے کی جگہ یاد کی تو آنکھوں سے آنسو بہادیئے میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا اور میرا عشق جوش میں آیا کہ مکانات کے نشانات خالی اور صاف ہیں مدارس آیات کی تلاوت سے خالی ہیں اور وحی کے منازل کے میدان خالی پڑے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کے خیف منیٰ میں بیت اللہ،عرفات اور جمرات میں علی، حسین، جعفر اور حمزہ اور سجاد صاحب ثفنات کے مقامات ، عبداللہ اس جیسے فضل بنعباس کے دیار جو تنہائیوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرنے والے ہیں، یہ وہ منازل ہیں جو نماز تقویٰ، پرہیزگاری ، روزوں اور تطہیر و حسنات کے منازل تھے۔ان منازل میں جبریل امین علیہ السلام اترا کرتے تھے، اللہ کی طرف سے درود و سلام لے کر یہ اللہ کی وحی کے منازل اس کے علم کی کانیں ہیں یہ ہدائت ورشد کی واضح

رشاد واضح الطرقات قفانسئل
الدار التی خف اھلھا متی عھدھا
بالصوم والصلوات واین الالی
شطت بھم غربة النویٰ فامسین فی
الاقطار مفترقات احب فضاء
الدارمن اجل حبھم واھجر فیھم
اسرتی وثقاتی اھم اھل میراث
النبی اذا انتموا وھم خیر سادات
وخیر حماة مطاعیم فیالعسار
فی کل مشھد لقد شرفوا
بالفضل والبرکات ائمّة عدل
یقتدیٰ بفعالھم وتومن منھم
ذلة العثرات فیارب زدقلبی ھدیً
وبصیرةً وزدحبّھم یا رب فی
حسنات لقد أمنت نفسی بھم
فی حیاتھا وانی لا رجوالا من
بعد وفاتی الم ترانی من
ثلاثین حجّة اروح و اغدودائماً
الحسرات اریٰ فنتھم فی غیر
ھم منقسماً وایدیھم من فنتھم
صفرات اذا وتروامدّوالیٰ و
ترھم اکفاعن الاوتار منقبضات
وٰل رسول اللہ نحف جسومھم

راہیں ہیں۔ ٹھہرو ہم اس دار سے پوچھتے ہیں جس کے رہنے والے کوچ کر گئے ہیں ان کے صیام وصلوٰت کو کتنا عرصا گزر چکا ہے اور کہاں ہیں وہ لوگ جن کے سبب فراق کی تنہائی دور ہوتی ہے۔ وہ مختلف اطراف میں بکھر گئے ان کی محبت کی وجہ سے میں دار کی فضاء سے محبت کرتا ہوں۔ اور ان کی وجہ سے اپنے قبائل سے ہجرت کرتا ہوں اور وہ نبی کریم ﷺ کے وارث ہیں، جبکہ ان کی نسبت بیان کی جائے وہ بہترین بزرگ اور بہتر مددگار ہیں ہر جگہ تنگ دستی میں لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و برکت سے وہ مشرف ہیں۔ وہ عادل امام ہیں ان کے افعال کی اقتداء کی جاتی ہے۔ ان سے لغزشیں سرزد نہیں ہوتی ہیں، میرے پروردگار میرے دل میں ہدایت اور بصیرت زیادہ کر دے اور میری نیکیوں میں ان کی محبت سب سے زیادہ کر، میرا نفس زندگی بھر انکے باعث امن میں ہے، اور اپنی وفات کے بعد میں امن کا اُمید وار ہوں۔ کیا تو نے دیکھا نہیں کہ میں تیس حجوں میں ہمیشہ حسرت سے جاتا آتا ہوں۔ (صبح و شام کرتا ہوں) ان کا مال غیروں میں تقسیم ہوتا دیکھتا ہوں اور انکے ہاتھ اپنے مال سے خالی دیکھتا ہوں۔ جب ان پر ظلم کیا جائے تو وہ ظلم کرنے والوں کی

وآل زیاد اغلظ القصرات
سابکیھم مادام فی الأفق شارق و
نادی منادی الخیر بالصلوات وما
طلعت شمس و حان غروبھا
وباللیل ابکیھم وبالغدوات دیار
رسول الله اصبحن بلقعا وآل زیاد
تسکن الحجرات وآل زیاد فی
القصور مصونة وآل رسول الله فی
الفلوات فلولا الذی ارجوہ فی الیوم
اوغدٍ لقطع نفسی اثرھم حسراتی
خروج امام لا محالہ خارج یقوم
علی اسم الله بالبرکات یمین فینا
کل حق و باطل ویجزی عن
النعماء ولنقمات فیانفس طیبی ثم
یا نفس فاصبری فغیر بعید کل
ماھو آت۔

طرف ہاتھ لمبے کرتے ہیں۔ جب کہ وہ انتقام سے منقبض ہوتے ہیں، وہ رسول اللہ ﷺ کی آل ہیں ان کے جسم نحیف ہیں اور زیاد کی اولاد کے محلات بہت مضبوط ہیں، جب تک اُفق میں شرقی جانب طلوع کرتا رہے گا میں ان کو روتا رہوں گا اور جب تک مؤذن نمازوں کے لئے ندا کرتے رہیں گے اور جب تک سورج طلوع کرتا رہے گا اور غروب ہوتا رہے گا میں رات اور دن ان کو روتا رہوں گا۔ رسول اللہ ﷺ کے گھر جو خالی رہ گئے ہیں اور زیاد کی اولاد مکانات میں بس رہی ہے اور زیادہ کی اولاد مضبوط محلات میں محفوظ ہے رسول اللہ ﷺ کی آل پاک جنگلوں میں ہے اگر یہ چیز نہ ہوتی جس کی میں آج یا کل اُمید کرتا ہوں تو میرا نفس ان کے بعد میری حسرتیں ختم کردیتا۔ یقیناً امام کا خروج ہو کر رہنا ہے وہ برکات سمیت اللہ کے نام سے کھڑا ہوگا۔ ہم میں حق و باطل کا امتیاز کردے گا۔ آرام اور انتقام کی جزاء دے گا۔ اے نفس خوش ہو یا صبر کر جو آنے والا ہے وہ بعید نہیں ہے۔

یہ قصیدہ طویل ہے اس کے ابیات کا شمار ایک سو بیس ہے۔ جب دعبل خزاعی پڑھ کر فارغ ہوا تو ابوالحسن علی رضا رضی اللہ عنہ اُٹھے اور فرمایا یہاں ٹھہرو اور اس کو ایک تھیلی دی جس میں ایک سو دینار تھے۔ اور معذرت کی۔ دعبل نے دینار واپس کرتے ہوئے کہا اللہ کی قسم! میں اس لئے نہ آیا تھا، میں تو صرف آپ کو سلام عرض کرنے اور آپ کا مبارک چہرہ دیکھنے آیا تھا۔ میں مالدار ہوں۔ اگر آپ مجھے اپنے کپڑوں سے کچھ بطور تبرک عنائت فرمائیں تو وہ مجھے زیادہ محبوب ہے۔ سیدنا علی رضا رضی اللہ عنہ نے جبہ اور اس پر تھیلی رکھ کر اسے عنائت فرمائی اور غلام سے کہا اسے کہو یہ لے لے اور واپس نہ کرے کیونکہ تو عنقریب نہائت ضروری حاجت میں اسے خرچ کرے گا۔ دعبل خزاعی نے جبہ اور دینار لے

لئے اور کچھ مدت مرو میں اقامت کی۔

عراق جانے کے لئے ایک قافلہ تیار ہوا ان کے ساتھ دعبل بھی تیار ہو گیا۔ راستہ میں ان پر چوروں نے حملہ کیا اور سارے قافلہ کو لوت لیا اور ایک جماعت کو روک لیا جس میں دعبل بھی تھا ان کو رسیوں سے باندھ دیا اور جو کچھ ان کے پاس تھا سب لوٹ لیا۔ اور تھوڑا دور جا کر انہیں ایک جگہ بٹھا کر ان کے مال تقسیم کرنے لگے۔ سب سے پہلا چور یہ شعر پڑھنے لگا۔

اری فیئهم فی غیر هم منقسما	میں ان کے مال غیروں میں تقسیم ہوتے دیکھتا ہوں
وایدیهم من فیئهم صفرات	اور ان کے ہاتھ اپنے مال سے خالی دیکھتا ہوں۔

دعبل خزاعی شاعر یہ سن رہا تھا، اس نے کہا جانتے ہو یہ شعر کس کا ہے چور نے کہا میں خوب جانتا ہوں خزاعہ قبیلہ کے ایک شخص کا یہ بیت ہے۔ جس کو اہل بیت کا شاعر دعبل کہا جاتا ہے۔ یہ بیت اس نے ایک قصیدہ میں ذکر کیا ہے۔ جس میں ان کی مدح و ثناء کی ہے۔

دعبل نے کہا اللہ کی قسم یہ تو بہت مشہور ہے۔ قافلہ والوں سے پوچھ لو۔ یہ لوگ جنہیں تم نے روک رکھا ہے ان سے پوچھ لو یہ تمہیں سب کچھ بتا دیں گے۔ چوروں نے ان سے دریافت کیا تو سب نے کہا۔ یہ دعبل خزاعی اہل بیت اطہار کا شاعر ہے۔

پھر دعبل نے اوّل سے آخر تک سارا قصیدہ زبانی پڑھا۔ چوروں نے کہا ہم پر تیرا حق واجب ہو گیا ہے، ہم قافلہ کو چھوڑتے ہیں اور جو کچھ ان سے لُوٹا ہے اے اہل بیت کے شاعر تیری قدر و منزلت کرتے ہوئے سب کچھ انہیں واپس کرتے ہیں۔

پھر وہ دعبل کو اپنے ساتھ لے کر "قم" کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے بہت مال دیا۔ اور وہ جبہ جو سیدنا ابوالحسن علی رضا نے انہیں عطا کیا تھا اسے فروخت کرنے کا مطالبہ کیا اور ایک ہزار دینار دے کر خریدنا چاہا۔ دعبل نے کہا بخدا! میں اسے ہرگز فروخت نہ کروں گا۔ میں نے حضرت سے یہ تبرک حاصل کیا ہے۔ پھر تین روز بعد دعبل ان سے جدا ہو کر قم سے چلا گیا۔ جب شہر سے تین میل دور گیا تو ان سے چند نوجوان اس پر حملہ آور ہوئے اور اس سے جبہ چھین لیا۔ دعبل قم کی طرف واپس گیا اور وہاں کے بڑے بڑے لوگوں کو یہ خبر دی انہوں نے ان سے جبہ لے کر دعبل کو واپس کر دیا۔ پھر اسے کہا

ہمیں خوف ہے کہ تم سے یہ جبا چھینا جائے گا اور ہمارے سوا دوسرے لوگ اسے چھین لیں گے پھر تجھے واپس نہ ملے گا۔ اللہ کی قسم ہے ہم سے ایک ہزار دینار لے لو اور اسے یہاں چھوڑ دو۔

دعبل نے ان کو جبہ دے دیا اور وہاں سے کوچ کر گیا۔

ابوالصلت ہروی سے روائت ہے انہوں نے کہا دعبل خزاعی نے کہا جب میں نے اپنے آقا سیدی علی رضا کو یہ قصیدہ سنایا اور میں اس بیت تک پہنچا۔

خروج الامام لا محاله خارج یقوم
علی اسم الله بالبرکات یمین
فلینا کل حق و باطل و یجزی
علی النعام و النقمات۔

یقیناً امام کا خروج ہو کر رہنا ہے وہ برکات سمیت اللہ کے نام سے کھڑا ہوگا ہم میں حق و باطل کا امتیاز کرے گا آرام و راحت اور انتقام کی جزاء دے گا۔

سیدی رضا رو پڑے پھر میری طرف سر مبارک اٹھا کر کہا خزاعی ان دو بیتوں میں تیری زبان پر روح القدس بولتا ہے۔ ابراہیم بن عباس نے کہا میں نے رضا کو نہ دیکھا جب کہ ان سے کوئی سوال کیا گیا مگر وہ اسے جانتے تھے۔ آپ کے زمانہ مبارک میں کسی کو آپ سے زیادہ عالم نہیں دیکھا۔ مامون ان سے ہر قسم کے سوالات سے ان کا امتحان لیا کرتا تھا۔ آپ اسے شافی جواب دیتے تھے۔

سیّدنا علی رضا ابن موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ

حضرت علی بن موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہما ۱۴۸ ہجری میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ کہا گیا ہے کہ ۱۴۷ ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ اُم ولد ہے۔ جس کو اُم البنین کہا جاتا ہے۔ ان کا نام اروی ہے۔ حضرت علی رضا کی کنیت ابوالحسن ہے اور القاب رضا، صابر، زکی اور ولی ہیں۔ سب سے زیادہ مشہور لقب رضا ہے۔

آپ کا رنگ درمیانہ کالا تھا، کیونکہ آپ کی والدہ ماجدہ کا رنگ بھی ایسا ہی تھا آپ ایک دن حمام میں داخل ہوئے۔ ابھی حمام میں ہی تھے کہ ایک فوجی حمام میں داخل ہوا اور ان کو اپنی جگہ سے ہٹا کر کہا اے کالے میرے سر پر پانی ڈالو۔

آپ نے اس کے سر پر پانی ڈالنا شروع کیا تو ایک شخص آیا جو حضرت کو پہچانتا تھا وہ بلند آواز

سے چلایا ارے فوجی تو مر جائے کیا رسول اللہ ﷺ کے نواسے سے خدمت کرا رہے ہو۔ فوجی ان کی طرف متوجہ ہوا اور ان کے دونوں پاؤں کو بوسہ دیا اور کہنے لگا جب میں آپ سے کہا تھا تو آپ نے میری نافرمانی کیوں نہیں کی۔ آپ نے فرمایا یہ ثواب ہے اور میں نے ارادہ کیا کہ جس میں مجھے ثواب حاصل ہو اس میں تمہاری نافرمانی نہ کروں۔ پھر یہ اشعار پڑھے۔

ولیس لی ذنب ولا ذنب لمن	میرا گناہ نہیں اور نہ ہی اس کا گناہ ہے جس نے
قال لی یا عبد اویا اسود انما	مجھے کہا اے غلام اے کالے صرف گناہ اس شخص کا
الذنب لمن البسنی ظلمۃ	ہے جس نے مجھے اندھیرے میں رکھا وہ شخص
وھوالذی لا یحمد۔	تعریف کے قابل نہیں ہے۔

اسی طرح تاریخ الفرمانی میں ہے۔

سیّدنا علی رضا کی عبادت

سیدنا علی رضا رضی اللہ عنہ تھوڑا سوتے اکثر روزہ سے ہوتے تھے۔ ہر مہینہ میں ان سے تین روزے کبھی قضاء نہ ہوئے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے یہ "صیام الدھر" سال بھر کے روزے ہیں۔ آپ نیک کاموں کا حکم فرماتے اور صدقہ بہت کرتے۔ اکثر صدقات اندھیری راتوں میں کیا کرتے تھے۔ گرمیوں میں آپ کا بیٹھنا چٹائی پر ہوتا اور سردیوں میں ٹاٹ پر۔ ابراہیم بن عباس نے کہا میں نے رضا کو یہ فرماتے ہوئے سُنا جب کہ آپ سے ایک شخص نے پوچھا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف دیتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس سے کہیں زیادہ منصف اور عادل ہے۔ اس نے کہا لوگ ہر اس شئ پر قادر ہیں جس کا وہ ارادہ کریں فرمایا وہ اس سے عاجز ہیں۔

یاسر خادم سے روائت ہے انہوں نے کہا میں نے علی رضا بن موسیٰ کاظم سے سنا آپ فرما رہے تھے۔ تین مقامات میں لوگ وحشت اور تنہائی میں ہوتے ہیں۔ جس روز دنیا میں پیدا ہوں، بچہ اپنی ماں کے پیٹ سے باہر آئے اور دنیا کو دیکھے، جس روز مرے اور آخرت میں لوگوں کو دیکھے اور جس روز قبر سے اٹھایا جائے اور اعمال دیکھے، جن کو دنیا میں نہ دیکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ان تین مقامات میں سلامتی فرمائی ہے، اور ان کو گھبراہٹ سے محفوظ رکھا ہے۔ فرمایا۔

والسلام علیٰ یوم وُلدت و یوم اموت و یوم البعث حیا۔ مجھ پر سلامتی ہے جس روز میں پیدا ہوا اور جس روز مروں گا اور جس روز زندہ اٹھایا جاؤں گا۔

سیدنا علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حدیث روائت کرنا

صاحب ''کتاب تاریخ نیشاپور'' نے ذکر کیا کہ حضرت علی رضا موسیٰ بن کاظم رضی اللہ عنہ جب نیشاپور میں تشریف لے گئے تو نیساپور داخل ہوتے وقت سفید رنگ کی خچر پر سوار قبہ میں مستور تھے۔

آپ کے پاس امام حافظ ابوزرعہ اور امام حافظ ابو مسلم طوسی آئے، جب کہ ان کے ساتھ علماء اور محدثین کی بھاری تعداد تھی، دونوں حفاظ نے عرض کیا اے جلیل القدر سید سادات ائمہ کرام کے صاحبزادے اپنے آباؤ اجداد اطہار کا واسطہ ہمیں اپنا مبارک چہرہ دکھائیں اور اپنے آباؤ اجداد سے منقول حدیث روائت فرمائیں۔ جس کے باعث ہم آپ کو یاد کرتے رہا کریں۔ حضرت نے خادموں کو ٹھہرنے کو فرمایا اور چھتری اٹھانے کا حکم دیا، جس نے آپ پر پردہ کیا ہوا تھا اور اپنے چہرۂ انور کی روئیت سے مخلوقات کی آنکھیں ٹھنڈی کیں۔ آپ کے دو گیسو کندھوں پر لٹک رہے تھے اور لوگ اپنے اپنے درجات کے لحاظ سے کھڑے آپ کو دیکھ رہے تھے۔

بعض چیخ و پکار کر رہے تھے اور مٹی میں لیٹ رہے تھے۔ اور بعض آپ کے خچر کے پاؤں کو بوسے دے رہے تھے وہاں آہ و بکاء سے میدان گونج رہا تھا۔ فضا محشر کا سماں ظاہر کر رہی تھی۔ حضرات علماء ائمہ نے بلند آواز سے لوگوں کو پکارا اور کہا لوگو! خاموش ہو جاؤ اور اپنے نفع کی بات سنو، رونے چلانے اور شور و غوغا سے اذیت نہ پہنچاؤ۔

ابوزرعہ اور محمد بن مسلم طوسی حدیث لکھوانا چاہتے تھے۔ سیدی علی رضا رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے میرے باپ موسیٰ کاظم نے اپنے والد جعفر صادق سے انہوں نے اپنے والد محمد باقر سے انہوں نے اپنے باپ علی زین العابدین سے انہوں نے اپنے والد شہید کربلا سے انہوں نے اپنے باپ علی المرتضیٰ سے خبر دی انہوں نے کہا مجھے میرے حبیب آنکھوں کی ٹھنڈک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی۔ آپ نے فرمایا مجھے جبرائیل علیہ السلام نے خبر دی۔ اس نے کہا مجھے رب العزت سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا۔ کلمہ لا الہٰ الا اللہ میرا قلعہ ہے۔ جو شخص یہ کلمہ کہے گا وہ میرے قلعہ میں داخل ہو گا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہو گا وہ

میرے عذاب سے محفوظ رہے گا۔ پھر آپ نے چھتری پر پردہ لٹکا دیا اور سفر جاری کیا۔ جو اہل قلم اور اہل دیوان یہ حدیث لکھ رہے تھے انہیں شمار کیا گیا تو وہ بیس ہزار سے زیادہ تھے۔

حضرت علی رضا رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر یہ اسناد مجنون پر پڑھا جائے تو اس کو جنون سے آفاقہ اور آرام آجائے گا۔

ابوالقاسم قشیری رضی اللہ عنہ نے کہا اس سند کے ساتھ یہ حدیث بعض امراء سامانیہ کو پہنچی۔ اس نے اس کو سونے سے لکھا اور وصیت کی کہ اسے اس کی قبر میں اس کے ساتھ دفن کیا جائے۔ چنانچہ فوت ہونے کے بعد اسے نیند میں دیکھا گیا اور پوچھا گیا اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا برتاؤ کیا ہے۔ کہ اس نے کہا کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھنے اور محمد رسول اللہ "صلی اللہ علیہ وسلم" کی تصدیق کرنے کے باعث اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت کردی ہے۔

امام مناوی نے جامع صغیر وغیرہ پر اپنی شرح کبیر میں اسے ذکر کیا ہے۔ سیدی علی رضا بن موسیٰ کاظم اپنے آباؤ اجداد سے انہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت کی آپ نے فرمایا جو شخص میرے حوض پر ایمان نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ اس کو میری شفاعت سے محروم رکھے گا۔ پھر فرمایا میری شفاعت میری اُمت کے بڑے بڑے گنہگاروں کے لیے ہوگی اور مخلص اور نیک کو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔

سیدی علی رضا بن موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہما نے اپنے آباؤ اجداد سے انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روائت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبکہ آپ کو آسمانوں کی سیر کرائی گئی۔ قیامت تک کوئی مومن نہ ہوگا مگر اس کا ہمسایہ اس کو اذیت دے گا۔ حضرت علی رضا نے بھی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

سر کے اگلے حصے کے بالوں کا سفید ہونا باعث برکت ہے۔

دونوں کناروں میں سفید ہونا سخاوت کا سبب ہے۔

ذوائب کا سفید ہونا بہادری کی علامت ہے۔

اور گردن کے بالوں کا سفید ہونا نحوست کی وجہ ہے۔

انہوں نے آباء کے واسطہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روائت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے آسمانوں کی سیر کرائی گئی تو میں نے "رحم" کو عرش کے ساتھ لٹکا دیکھا وہ اپنے رب

سے رحم کے متعلق شکایت کر رہا تھا جو اس سے قطع تعلقی کرتا ہے۔ میں رحم سے کہا تیرے اور اس رحم کے درمیان کتنے آباؤاجداد ہیں؟ اس نے کہا ہم چالیسویں باپ پر آپس میں ملتے ہیں۔

سیدی علی رضا رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس نے ثواب کے لئے شعبان کا ایک روزہ رکھا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

جو ایک دن میں ستر مرتبہ استغفار کرے وہ قیامت کے روز نبی کریم ﷺ کی جماعت میں اُٹھے گا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی عزت اور تکریم کی جائے گی۔

جو شخص شعبان میں صدقہ کرے اگرچہ کھجور کا ٹکڑا ہی دے اللہ تعالیٰ اس کا جسم دوزخ پر حرام کر دے گا۔

سیدی علی رضا بن موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ سے ثواب حاصل ہونے کی وجہ سے رجب کا پہلا روزہ رکھے اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ جو اس کے درمیان والے دن میں روزہ سے ہو تو قبیلہ ربیعہ اور مضر کے افراد کے برابر لوگوں کی شفاعت کرے گا جو قبول ہوگی اور جو اس کے آخری دن میں روزہ دار ہوگا اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے فرشتوں میں کرے گا۔ اور اس کی ماں، باپ، بھائی، بچے، پھوپھیاں، ماموں، خالائیں، دوستوں اور ہمسایہ داروں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کرے گا۔ اگرچہ ان میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جن پر دوزخ کا عذاب ضروری ہو گیا ہوگا۔ صاحب "کتاب نثر الدرر" نے کہا کہ فضل بن سہل نے سیدی علی رضا بن موسیٰ سے مامون کی مجلس میں سوال کیا اور کہا یا ابا الحسن! لوگ مجبور ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کو مجبور کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ انصاف کرے گا۔ پھر عذاب دے گا۔ سائل نے کہا لوگ آزاد کر دیئے جائیں گے۔ آپ نے فرمایا اللہ بہت بڑا حاکم ہے وہ اپنے بندہ کو مہمل نہیں کرے گا۔ کہ اس کو اس کے نفس کے حوالہ کر دے۔

ابوالحسن قرظی نے اپنے باپ سے روائت کی انہوں نے کہا ہم ابوالحسن علی رضا کی مجلس میں تھے ایک شخص آیا اور اپنے بھائی کی شکائت کی تو سیدی علی رضا نے فرمایا۔

اعذر اخاک علیٰ ذنوبہ — اپنے بھائی کو اس کے گناہوں پر معذور

واصبر وعظ علیٰ عیوبه	انو اور صبر کرو اور اس کے عیوب کو پردہ میں
واصبر علیٰ سفه السفیه	رکھو بے وقوفی کی بے وقوفی پر صبر کرو اور
وللزمان علیٰ خطوبه ودع	زمانہ کو اس کے حوادثات پر تفضل اور
الجواب تفضلاً و کل	مہربانی کر کے جواب چھوڑ و اور ظالم کو اس
الظلوم علیٰ حسیبه۔	کا حساب کرنے والے کے حوالے کرو۔

سیدنا علی رض ابن موسیٰ کاظم کا صوفیوں سے خطاب

نیشاپور میں سیدی علی رضا ابن موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے پاس چند صوفی بزرگ لوگ آئے اور کہا۔ ''امیر المومنین'' نے اپنے ولائت وسلطنت کے امور پر نظر ڈالی جن کا اللہ تعالیٰ نے ان کو حاکم بنایا ہے پھر اس نے کہا اے اہل بیت کرام آپ کو دیکھا کہ تم میں سے کون لوگوں کے امور قائم کر سکتا ہے۔ پھر اہل بیت میں سے تمہیں اس کے زیادہ لائق دیکھا اور یہ انتظام تمہارے حوالہ کیا ہے، اور لوگ بھی اس شخص کو چاہتے ہیں جو سادہ کھانا کھائے اور سادہ لباس پہنے، گدھے کی سواری کرے، بیماروں کی عیادت کرے، جنازوں کے ساتھ چلے۔ سیدی علی رضا رضی اللہ عنہ تکیہ لگائے ہوئے تھے، آپ سیدھے بیٹھ گئے پھر فرمایا حضرت یوسف بن یعقوب علیہما السلام نبی تھے انہوں نے ریشمی کوٹ پہنے جن کو سونے کے بٹن لگے تھے وہ سونے سے بنے ہوئے قبطی لباس پہنتے۔ آل فرعون کے تکیہ گاہوں پر بیٹھتے، حکم نافذ کرتے امر و نہی کرتے۔ امام حاکم سے مطلوب تو عدل وانصاف ہوتا ہے۔ وہ بات سچی کرے حکم کرتے وقت عدل کرے، جب وعدہ کرے پورا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے لباس حرام نہیں کیا نہ کھانے کی اشیاء حرام کی ہیں۔ پھر یہ آئت کریمہ پڑھی۔

قُل من حرّم زینة اللّٰه الّتی	فرمادیں کہ اللہ کی زینت کس نے حرام کی ہے
اَخرج لعباده والطّیبات من	جو اس نے اپنے بندوں کے لئے ظاہر کی ہے
الرزق۔	اور پاکیزہ رزق کس نے حرام کیا ہے۔

خلیفہ مامون کا خلافت سیدنا علی رضا کے حوالے کرنا

مؤرخین کی ایک جماعت اور خلفاء کے زمانہ کے محدثین نے روائت کی کہ جب مامون رشید

نے ولائت ملک سیدی علی رضا کو دینا چاہا اور اپنے دل میں یہ خیال کرتے ہوئے یہ ارادہ پختہ کر لیا تو فضل بن سہل کو بلایا اور اسے اپنے ارادہ سے خبردار کیا اور حکم دیا کہ اس کے متعلق اپنے بھائی حسن سے مشورہ کرے۔

وہ دونوں اکٹھے مامون کے پاس آئے۔ جس نے مامون کو اس اقدام سے منع کیا اور اس کے خاندان سے حکومت نکل جانے کی خرابیاں بیان کیں۔ مامون نے کہا بہر کیف میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کر رکھا ہے کہ اگر میں حکومت سے دستبرداری پر قادر ہوا تو بنو مطلب سے جو شخص افضل ہوگا خلافت اس کے حوالہ کر دوں گا اور علی رضا ان میں سب سے افضل ہیں اور یہ ضرور ہو کر رہے گا۔ ان دونوں نے جب اس پر مامون کا ارادہ پختہ اور محکم دیکھا تو وہ اس کے خلاف گفتگو سے رُک گئے اور خاموش ہو گئے اُن سے مامون نے کہا ابھی دونوں علی رضا کے پاس جاؤ اور میری طرف سے ان کو یہ خبر دو اور اس پر انہیں مجبور کرو۔ وہ دونوں سیدی علی رضا رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے سارا واقعہ بیان کیا اور یہ ارادہ ان پر لازم قرار دیا، آپ نے اس سے انکار کر دیا مگر وہ بدستور اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ آپ نے اس شرط پر منظور کیا کہ وہ امر و نہی نہیں کریں گے نہ کسی کو معزول کریں گے۔ اور نہ ہی کسی کو حاکم بنائیں گے۔ اپنی حکومت میں دو شخصوں کے درمیان کوئی گفتگو نہ کریں گے اور جو شئی اپنی اصلی حقیقت پر ہو اسے تبدیل نہ کریں گے۔ مامون نے یہ منظور کر لیا، پھر مامون رشید نے اُمراء، وُزراء، حجاب و کتاب اور اہل حل و عقد کی ایک مخصوص مجلس منعقد کی۔ یہ سنہ ۲۰۱ ہجری میں پچیس رمضان المبارک کو جمعرات کا واقعہ ہے۔ اور سب کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جب وہ تمام جمع ہو گئے تو فضل بن سہل سے کہا تمام حاضرین کو علی رضا ابن موسیٰ کاظم کے بارے میں امیر المومنین کے ارادہ کی خبر دو اور ان کو بتاؤ کہ اس نے خلافت حضرت کے حوالہ کر دی ہے۔ اور ان کو حکم دیا کہ وہ دوسری جمعرات کو سبز لباس پہن کر آپ کی بیعت کرنے آئیں۔ چنانچہ وہ سب حاضر ہوئے اور اپنے اپنے مرتبہ اور مقام کے مطابق ہر ایک اپنی اپنی جگہ بیٹھ گیا اور مامون بھی بیٹھ گئے جو آپ کے لئے رکھے گئے تھے جب کہ آپ نے سبز لباس پہنا ہوا تھا۔ سر مبارک پر عمامہ تھا اور تلوار زیب تن تھی۔ مامون نے اپنے بیٹے عباس سے کہا کہ آپ کے حضور کھڑا ہو کر سب سے پہلے آپ کی بیعت کرے۔ سید علی رضا نے اپنا ہاتھ اوپر اُٹھایا۔ مامون نے کہا آپ ہاتھ نیچے رکھیں۔ سیدی رضا نے فرمایا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح بیعت لیا کرتے تھے۔ آپ کا ہاتھ مبارک لوگوں کے

ہاتھوں کے اوپر ہوتا تھا۔ مامون نے کہا جس طرح آپ مناسب سمجھتے ہیں وہی کریں۔

پھر درہم و دینار کے بدرے اور کپڑوں کی گٹھڑیاں لائی گئیں اور وہاں پر رکھ دی گئیں، خطباء اور شعراء نے مامون کے عہد کی باتیں اور کارہا سیدی علی رضا سے ذکر کیے اور حضرت کی فضیلت بیان کی۔ حاضرین کو ان کے مراتب کے مطابق عطایا اور ہدیا تقسیم کیے گئے۔ سب علویوں اور عباسیوں کو عطایا تقسیم کیے۔ پھر باقی لوگوں کو ان کے مراتب و منازل کے مطابق ہدایا تقسیم کیے گئے۔ پھر مامون نے سیدی رضا سے عرض کیا آپ کھڑے ہو کر لوگوں سے خطاب فرمائیں۔ آپ اُٹھے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور اس کے بعد سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا اور آپ پر درود پڑھا اور فرمایا۔

سیدی علی رضا رضی اللہ عنہ کا لوگوں سے خطاب

اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ لَنَا عَلَیْکُمْ حَقًّا بِرَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَکُمْ عَلَیْنَا حَقٌّ بِہٖ فَاِذَا اَبَیْتُمْ اِلَیْنَا ذَالِکَ وَجَبَ لَکُمْ عَلَیْنَا الْحُکْمُ وَالسَّلَامُ۔

''لوگو! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہمارا تم پر حق ہے اور اسی ذریعہ سے تمہارا ہم پر حق ہے۔ اگر تم نے ہمارے حق کا انکار کیا تو ہم پر واجب ہو گا کہ تمہارا فیصلہ کریں۔ والسلام۔''

ان الفاظ کے سوا اِس مجلس میں آپ سے اور کچھ نہ سُنا گیا اور ہر شہر میں سیدی رضا کے ولائت کے عہد میں ان کے خطبات پڑھے گئے۔ اس سال عبدالجبار بن سعید نے منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مدینہ منورہ میں خطبہ دیا اور سیدی رضا کے لئے دُعا میں یہ کہا جب کہ وہ منبر پر تھے۔ ولی عہد المسلمین علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم پھر یہ کہا۔

ستۃ آبائو ھم و امھا تھم افضل	ان کے چھ ماں باپ ان لوگوں سے بہتر ہیں
من یشرب صوب الغمام	جو بارش کا پانی پیتے ہیں۔

مدائنی نے ذکر کیا جب سیدی علی رضا اس مجلس میں بیٹھے جب کہ آپ شاہی خلعتیں اور لباس پہنے ہوئے تھے۔ خطیب اور شاعر ثنائیں کر رہے تھے اور جھنڈے آپ کے سر مبارک پر لہرا رہے تھے۔ تو سیدی رضا نے اپنے ایک خاص مولیٰ کی طرف نگاہ کی جو وہاں موجود تھا اور وہ یہ دیکھنے سے بہت زیادہ مسرور نظر آ رہا تھا۔ حضرت نے اس کی طرف اشارہ کیا وہ قریب آیا۔ آپ نے اس کے کان میں آہستہ

سے فرمایا۔ یہ خوشی کی باتیں دیکھ کر اپنے دل کو کسی شئ میں مشغول نہ کرو اور نہ ہی اس سے زیادہ خوش ہو، کیونکہ یہ امر تام نہ ہوگا۔

سیدی امام رضا کے لئے مامون نے جو ولی عہد کرنے کی تحریر کی تھی اس کی مختصر سی صورت یہ ہے کہ جس کو صاحب الفصول المہمہ نے مختصر تحریر کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

یہ کتاب ہے جسے عبداللہ بن ہارون رشید نے اپنے ولی عہد علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد کے لئے لکھا ہے۔ اما بعد! اللہ تعالیٰ نے اسلام کے دین کو پسند کیا اور اس کے لئے اپنے بندوں سے رسول منتخب کئے جو اس کی طرف راہنمائی کرتے ہیں اور اس کی راہ دکھاتے ہیں۔ ان کے پہلے لوگ پچھلوں کے باعث خوش ہورہے ہیں اور آنے والے گزرے ہوئے لوگوں کی تصدیق کر رہے ہیں، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی نبوت سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی جب کہ تمام رسول ختم ہو چکے تھے، علم مٹ چکے تھے، وحی منقطع ہو چکی تھی اور قیامت قریب ہوگئی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے نبی ختم کر دیئے ہیں اور آپ کو ان پر شاہد، گواہ اور نگہبان کیا ہے۔ آپ پر قرآن کریم نازل کیا جس کے قریب باطل آگے اور پیچھے سے نہیں آسکتا۔ حمد و ثناء والے خدا نے اسے نازل کیا ہے۔ جب نبوت گزر گئی اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے رسالت ختم کر دی تو دین کا قیام اور مسلمانوں کا نظام خلافت کے ذریعے کیا جب سے خلافت امیر المؤمنین تک پہنچی اور انہوں نے اس کے فرائض سنبھالے اور اس کے ذائقہ کی مرارت کو اچھی طرح جانا تو آنکھوں کو بیدار کر کے، بدن کو مشقت میں ڈال کر ان امور میں متفکر رہنے لگے کہ جن میں دین کی عزت، مشرکوں کا قلع قمع، اُمت کی اصلاح ہو اور سب کی بات ایک ہو۔ عدل کا چرچا اور کتاب وسنت کی اقامت ہو۔ ان باتوں نے امیر المؤمنین سے آرام اور خوشگوار عیش کو دور کر دیا۔ ان کی خواہش یہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اس حال میں ملاقات کریں گے کہ اس کے بندوں اور دین کے مخلص لوگوں میں سے ہوں گے۔ اور اپنے بعد اُمت کی رعائت اور خلافت کی ولائت کے لیے کسی افضل شخص کا انتخاب کریں گے۔ جو دین اور تقویٰ کے لحاظ سے اس پر قادر ہو اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی نگہداشت رکھے۔ انہوں نے اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا اور اس شئ کے الہام کی درخواست کی جس میں اس کی رضا اور شب و روز کے اوقات میں اس کی طاعت ہو، انہوں نے اپنی فکر اور ساری ہمت اہل

بیت اطہار میں سے حضرت عبداللہ بن عباس اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کی اولاد میں سے ان کی تلاش میں صرف کی اور ان میں سے ان حضرات پر اقتصار کیا۔ جن کے حالات اور مسلک کو معلوم کرنا ضروری تھا۔ اور ان کے حالات مخفی تھے، ان سے متعلق مبالغہ سے سوال کیا حتیٰ کہ ان کے امور اور حالات کی خوب تفتیش کی اور مشاہدہ سے ان کے حالات کو آزمایا۔ اور ان کے اندرونی امور کو سوال کر کے دریافت کیا اور اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا۔ اور دونوں جماعتوں میں اس کے بلاد اور عباد میں حق ادا کرنے کے لیے اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے کے بعد علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم کو استخارہ میں منتخب پایا، کیونکہ امیر المؤمنین کی اعلیٰ فضیلت، مشہور علم، ظاہر باہر تقویٰ اور پرہیز گاری خالص اور سود مند زُہد، دُنیا سے تخلیہ اور لوگوں سے تفرد وعلیحدگی اور اس کے لئے وہ شخص ظاہر ہوگیا جس پر ہمیشہ اخبار منطبق ہیں، زبانیں متفق ہوں، لوگوں کے خیالات ان میں یکساں ہیں اور ان کی اخبار معروف ہیں، جوانی، کمسنی اور بڑھاپے میں ان کی فضیلت لوگوں میں معروف رہی ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ سے استخارہ کے ساتھ ان کے لیے اپنے بعد خلافت کا عقد کیا۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ صرف دینی ایثار، اسلام اور مسلمانوں پر شفقت، سلامتی کی طلب اور اس دن میں جب کہ لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے، نجات اور ثبوتِ حجت کے لئے کیا ہے۔ امیر المؤمنین نے اپنے بیٹے، اہل بیت، خصوصی احباب اور خادموں کو بلایا۔ سب نے حضرت علی رضا رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور حال یہ تھا کہ وہ جانتے تھے کہ امیر المؤمنین اپنی اولاد، قریبی رشتہ دار اور اقرباء کی محبت پر اللہ تعالیٰ کی طاعت کو اختیار کر رہے ہیں اور اس کا نام رضاء اس لئے رکھا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے نزدیک پسندیدہ تھے، جب کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طاعت اپنی ذات اور مسلمانوں پر شفقت کو پسند کیا۔ والحمد للہ رب العالمین۔

۲۰۱ ہجری میں ۲۳ / رمضان المبارک کو پیر کے روز اپنے ہاتھ سے یہ تحریر کیا۔

سیدی علی رضا رضی اللہ عنہ کے لئے عہدِ ولائت کی

تحریر سیدی امام علی رضا بن موسیٰ کاظم نے مامون کے تحریر کردہ

عہدِ ولائت کی پشت پر تحریر فرمایا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سب محامد اس ذاتِ ستودہ صفات کی ہیں وہ جو چاہے کرتا ہے اس کے حکم کو کوئی رد نہیں کرسکتا اور نہ ہی اس کا فیصلہ مسترد ہوسکتا ہے۔ وہ نظروں کی خیانت اور سینوں کے مخفی اسرار جانتا ہے۔ درود و سلام اس کے نبی کریم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو جو خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کی آل پر ہو جو طیب و طاہر ہیں۔

میں علی بن موسیٰ کاظم بن جعفر کہتا ہوں کہ امیر المؤمنین کی اللہ تعالیٰ مدد کرے اور اسے سیدھے راہ پر چلنے کی توفیق دے، اس نے ہمارا حق پہچانا، جس سے لوگ ناواقف تھے اور ہم سے صلہ رحمی کی جو منقطع ہو چکی تھی، اس نے بے قرار جانوں کو آرام دیا، بلکہ انہیں زندگی عطا کی، جب کہ وہ زندگی سے مایوس ہو گئی تھیں، انہیں فقیر ہونے کے بعد غنی کیا اور گمنام ہونے کے بعد معروف کیا، حال یہ ہے کہ وہ اس طرح اللہ تعالیٰ کی رضا کا طلبگار ہے۔ اللہ کے غیر سے اس کی جزا نہیں چاہتا۔ اللہ تعالیٰ شکر گزار لوگوں کو اچھی جزا دیتا ہے۔ اور مخلص انسانوں کا ثواب ضائع نہیں کرتا۔ امیر المؤمنین نے مجھے اپنا ولی عہد بنایا ہے، اور مجھے خلافت پر فائز کیا ہے۔ جب کہ میں ان کے بعد زندہ رہوں۔ جس گرہ کو اللہ تعالیٰ نے مضبوط رکھنے کا حکم دیا ہے جو شخص اسے کھولے گا یا عروہ اور قبضہ توڑے گا جس کی مضبوطی سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے وہ حرام کو مباح کرے گا کیونکہ اس وقت وہ امام کی تحقیر کرے گا، حرمتِ اسلام کی توہین کرے گا۔ جس سے دین کے بکھرنے اور ٹکڑے ہونے کا خوف ہوگا۔ اور مسلمانوں کا خمیازہ منتشر و مضطرب ہوگا۔

میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ اگر مجھے مسلمانوں کا والی بنائے اور میرے گلے میں خلافت کا قلادہ اور ہار ڈالے کہ میں عوام اور خصوصاً بنی عباس بن عبد المطلب کے امور سرانجام دوں

اور ان میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طاعت کروں، خون ریزی نہ کروں اور نہ ہی زنا اور لوگوں کے مال مباح جانوں، مگر جس کو اللہ تعالیٰ کی حدود نے قتل کیا اور اس کے فرائض نے مباح کیا اس پر عامل ہوں گا۔ اور پوری طاقت صرف کر کے صحیح معلومات تلاش کروں گا۔ اس کا میں نے مضبوط عہد کر لیا ہے۔ جس کا مجھ سے اللہ تعالیٰ سوال کرے گا۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، عہد پورا کرو، عہد سے سوال ہوگا۔

اگر میں نے کوئی نیا طریقہ ایجاد کیا یا دین بدل دیا تو میں معزول ہونے کا مستحق ہوں گا اور اپنے کو سزا کے لیے پیش کرنے کے لائق ہوں گا۔ میں اللہ تعالیٰ کے ذریعہ اس کے غضب سے پناہ چاہتا ہوں اس کی طاعت میں اس کی توفیق میں راغب ہوتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے اور اس کی نافرمانی کے درمیان میری اور مسلمانوں کی عافیت کے لئے حائل ہو۔ اور جامعہ اور جفر اس کی ضد پر دلالت کرتے ہیں۔ میں نہیں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے ساتھ کیا کرے گا۔ حکم صرف اللہ کا ہے۔ اور وہ بہت بڑا حاکم ہے لیکن میں نے امیر المؤمنین کا حکم مانا ہے اور اس کی رضا اختیار کی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور اسے محفوظ رکھے۔ میں اس کا اللہ تعالیٰ کو اپنے نفس پر گواہ بناتا ہوں۔ اور اللہ کی گواہی کافی ہے۔ میں نے اپنے ہاتھ سے امیر المؤمنین اطال اللہ عمرہ، جملہ حکام اور اساطین مملکت فضل بن سہل، سہل بن فضل، قاضی یحییٰ بن اکثم، عبداللہ بن طاہر، ثمامہ بن اشرس، بشر بن معتمر اور حماد بن نعمان کی موجودگی میں تحریر کیا۔ یہ تحریر سنہ ۲۰۱ ہجری کے رمضان میں ہوئی۔

قاضی یحییٰ بن اکثم کی شہادت

یحییٰ بن اکثم نے مذکور مکتوب کے ظاہری اور باطنی مضمون پر شہادت ثبت کی اور وہ اللہ تعالیٰ کے حضور سوال عرض کرتا ہے کہ امیر المؤمنین اور تمام لوگوں کو اس عہد و میثاق کی برکت دکھائے اس نے مذکور تاریخ کو اپنے ہاتھ سے شہادت تحریر کی۔

عبداللہ بن طاہر کی شہادت

عبداللہ بن طاہر نے اسی تاریخ کو اپنی شہادت تحریر کی۔

حماد کی شہادت

حماد بن نعمان نے اس مکتوب کے ظاہری و باطنی مضمون پر شہادت ثبت کی اور اسی تاریخ میں اپنے ہاتھ سے تحریر کیا۔

بشر بن معتمر کی شہادت

بشر بن معتمر نے اس جیسی شہادت ثبت کی اور اس کی بائیں جانب فضل بن سہل نے شہادت ثبت کی۔

مامون رشید کا مذکور صحیفہ علانیہ پڑھنا

امیر المؤمنین مامون رشید نے عہد و میثاق کا یہ صحیفہ سرورِ کائنات ﷺ کے حضور روضہ مبارک اور منبر شریف کے درمیان سب لوگوں کے سامنے اکابر بنی ہاشم تمام اولیاء اور لشکروں کے دیکھنے اور سننے کے مقام میں اُن سے بیعت لینے اس کی تمام شرطیں پوری کرنے کے بعد پڑھا جو کہ امیر المؤمنین نے علی رضا بن موسیٰ کے لئے عہدِ ولائت ضروری قرار دیا تھا، تاکہ یہ تمام لوگوں پر حجت قائم ہو جائے اور سب شک و شبہات باطل ہو جائیں جو جاہلوں کو پیش آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ مومنوں کو تمہارے حال پر نہ چھوڑے گا۔

حضرت علی رضا رضی اللہ عنہ کی شادی

امیر المؤمنین مامون رشید نے ۲۰۲ ہجری میں اپنی بیٹی "اُم حبیب" کا سیدی علی رضا سے نکاح کر دیا اور خود عراق چلا گیا۔ ایک دفعہ عید کے دن مامون کی طبیعت ناساز ہو گئی اور عید کی نماز کو جانے میں بوجھ محسوس کیا تو سیدنا ابو الحسن علی رضا سے کہا اُٹھیے اور گھوڑے پر سوار ہو کر عید گاہ میں جا کر نماز پڑھائیں۔ حضرت نے انکار کرتے ہوئے فرمایا آپ جانتے ہیں کہ جو شرط میرے اور آپ کے درمیان طے ہوئی ہے۔ آپ مجھے نماز پڑھانے سے معاف کریں، مامون نے کہا میرا ارادہ ہے کہ آپ کی

مشہوری کروں اور یہ امر شہرت پا جائے کہ آپ میرے ولی عہد ہیں اور میرے بعد خلیفہ منتخب ہیں اور اس پر خوب اصرار کیا۔ سیدی علی رضا نے کہا اگر آپ مجھے فرمائیں تو یہ مجھے بہت محبوب ہوگا اور اگر آپ نماز پڑھانے کے لیے مجبور کرتے ہیں تو میں نماز کے لیے اس حالت میں عید گاہ جاؤں گا جس حال میں جناب رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ مامون نے کہا جس طرح آپ چاہتے ہیں تشریف لے جائیں اور ساتھ ساتھ چلنے والوں، لشکر اور ارکانِ حکومت کو حکم دیا کہ آپ کے ساتھ سوار ہو کر عید گاہ جائیں، لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر آپ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ قاری، مؤذن اور مکبر سب آپ کے دروازہ پر جمع ہو کر آپ کے باہر تشریف لانے کے منتظر کھڑے ہوئے۔

سیدی علی رضا رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے، جب کہ آپ نے غسل کر کے فاخرانہ لباس پہنا ہوا تھا۔ سر مبارک پر عمامہ تھا جس کی ایک طرف کندھے پر ڈالی ہوئی تھی، خوشبو لگائی اور عصا ہاتھ میں لئے پیدل باہر تشریف لائے اور گھوڑے پر سوار نہ ہوئے اور اپنے موالی، خادموں اور اتباع سے فرمایا جیسے میں نے کیا ہے اس طرح سب کرو، انہوں نے ایسا ہی کیا اور وہ شروقِ شمس کے وقت تہلیل و تکبیر سے آوازیں بلند کرتے ہوئے آپ کے آگے آگے روانہ ہوئے۔ جب ساتھ چلنے والوں اور لشکروں نے یہ حال دیکھا تو ان کو گھوڑوں سے اُترنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ وہ بھی آپ کے آگے آگے پیدل چلنے لگے اور اپنی سواریاں لوگوں کے پیچھے پیچھے غلاموں کے حوالے کر دیں۔ جب بھی حضرت تکبیر فرماتے تو لوگ آپ کے ساتھ تکبیر کہتے اور جب تہلیل فرماتے تو لوگ آپ کے ساتھ تہلیل کرتے جب کہ وہ آپ کے سامنے عید گاہ کو جا رہے تھے۔ لوگوں کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ دیواریں اور مکانات ان کے ساتھ ساتھ تکبیریں پڑھتے ہیں۔ لوگ بلند آوازوں سے آہ و زاری کر رہے تھے۔ یہ کیفیت مامون کو پہنچی تو فضل بن سہل نے کہا اگر اسی حال میں علی رضا عید گاہ تک چلے گئے تو سب لوگ فتنہ میں پڑ جائیں گے اور ہمارے لئے زندہ رہنا مشکل ہو جائے گا۔ ہمیں اپنے خون اور جانوں کا خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ آپ خود تشریف لے جائیں اور کسی شخص کو بھیج کر علی رضا کو واپس بلا لیں۔ مامون نے حضرت کو پیغام بھیجا کہ اے ابا الحسن ہم نے آپ کو بہت تکلیف دی ہے، ہم آپ کو تکلیف دینا پسند نہیں کرتے آپ اپنے گھر تشریف لے آئیں جو شخص پہلے نماز پڑھایا کرتا تھا وہی نماز عید پڑھا دے گا۔ سیدی علی رضا گھر لوٹ آئے اور مامون گھوڑے پر سوار ہو کر عید گاہ پہنچا اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔ (الفصول المہمۃ)

سیّدنا علی رضا رضی اللہ عنہ کے اشعار

امیر المؤمنین مامون نے سیدی علی رضا سے عرض کیا جاہل سے سکوت اور دوست کے عتاب میں جو آپ اچھی روائت کرتے ہیں وہ پڑھیں۔ آپ نے فرمایا ۔

انی لیھجر فی الصدیق تجنّباً	دوست اجتناب کرتے ہوئے مجھ سے ہجرت
فاری بان الھجرہ اسباباً واراہ	کر جاتا ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس کے کچھ
ان عاتبته اعزیته فاری له	اسباب ہیں میں جانتا ہوں کہ اگر میں اس کو
ترك العتاب عتاباً فاذا بلیت	عتاب کروں گا تو اسے اُبھاروں گا اس لئے
بجاھل متحکم یجد الامور	ترک عتاب ہی میں اس کے لئے عتاب سمجھتا
من المحال صواباً اولیته	ہوں جب میں جاہل خودرو کے ساتھ مبتلا ہوں
منی السکوت وربما کان	جو محال کاموں کو صحیح اور درست سمجھتا ہو تو میں
السکوت عن الجواب جواباً	اس سے خاموشی اختیار کر لیتا ہوں اور اکثر

اوقات کسی جواب سے خاموش رہنا ہی جواب ہوتا ہے۔

کرامات

جب مامون رشید نے سیدی علی رضا کو اپنا ولی عہد بنایا اور آپ کو اپنے بعد خلیفہ مقرر کر دیا تو مامون کے حلقہ بگوش لوگوں نے اسے پسند نہ کیا اور بنی عباس سے خلافت نکل کر بنو فاطمہ کی طرف لوٹ جانے کا خطرہ محسوس کیا اس لئے ان کو سید علی رضا سے نفرت ہونے لگی۔ آپ کی عادت کریمہ تھی کہ جب آپ گھر تشریف لے جاتے تو جو خدام وغیرہ مامور ہوتے ہو جلدی سے آگے بڑھتے اور سلام عرض کرتے اور حضرت کے اندر تشریف لے جانے کے لئے پردہ اُٹھا دیا کرتے تھے، جب ان کو آپ سے نفرت ہوگئی اور اس واقعہ میں وہ مشغول ہوئے اور ان کے دلوں میں کوئی چیز داخل ہوئی تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ آج کے بعد جب وہ خلیفہ کے پاس آئیں تو سب ان سے اعراض کریں اور کوئی بھی ان کے لئے پردہ نہ اُٹھائے۔ اس پر سب کا اتفاق ہو گیا۔ اس اثناء میں وہ بیٹھے ہوئے تھے کہ

آپ حسب عادت تشریف لائے اور وہ لوگ بے اختیار کھڑے ہو گئے، آپ کو سلام عرض کیا اور حسب عادت پردہ اٹھادیا، جب آپ اندر تشریف لے گئے تو وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر ملامت کرنے لگے کیونکہ جس پر انہوں نے اتفاق کیا تھا اس پر انہوں نے عمل نہ کیا۔ پھر مشورہ کیا کہ اگر دوبارہ آئیں تو ہم پردہ نہیں اُٹھائیں گے۔

جب دوسرا روز ہوا تو سیدی علی رضا حسب عادت تشریف لائے تو وہ لوگ کھڑے ہو گئے اور سب نے سلام کہا اور پردہ نہ اُٹھایا تو سخت تیز ہوا آئی جس نے پردہ اس قدرے اُٹھادیا جتنا وہ اُٹھایا کرتے تھے۔ آپ اندر تشریف لے گئے پھر باہر جاتے وقت مخالف جانب سے ہوا آئی اور پردہ اٹھایا۔ آپ تشریف لے گئے تو وہ آپس میں مشغول کلام ہوئے کہ اس شخص کا مرتبہ اللہ کے نزدیک بہت زیادہ ہے۔ اور ان پر اللہ کی خاص عنایت ہے، دیکھو کیسے ہوا آئی اور ان کے اندر جاتے وقت اس نے پردہ اٹھایا اور پھر باہر جاتے وقت دونوں طرف سے پردہ اٹھایا، حسبِ معمول ان کی خدمت میں واپس آؤ، یہی تمہارے لئے بہتر ہوگا۔

کرامت (۲)

طوسیٰ کی کتاب ''اعلام الوریٰ'' میں ہے کہ حاکم ابوعبداللہ نے اپنے اسناد کے ساتھ محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے ابوحبیب سے روائت کی انہوں نے کہا میں نے سید عالم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ مسجد میں تشریف فرما ہیں، جہاں ہر سال ہمارے شہر کے حاجی آتے ہیں۔ میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا اور آپ کے پاس ایک تھال دیکھا جس میں صیحانی کھجوریں تھیں، آپ نے ان میں سے مجھے مٹھی بھر کر عنائت کیں۔ میں نے ان کو شمار کیا تو وہ اٹھارہ کھجوریں تھیں۔ میں نے اس کی تعبیر یہ کی کہ میں ہر کھجور کے بدلہ ایک سال زندہ رہوں گا۔

جب بیس روز گزرے اور میں اپنی زمین میں تھا جو کاشت کے لئے تیار کی جارہی تھی کہ میرے پاس ایک شخص نے آ کر خبر دی کہ ابوالحسن علی رضا تشریف لائے ہیں اور اس مسجد میں ٹھہرے ہیں اور لوگ ہر طرف سے وہاں جا رہے ہیں۔ اور سلام عرض کرتے ہیں۔ میں بھی ادھر روانہ ہو گیا تو آپ اسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے جہاں میں نے سرور کائنات ﷺ کو بیٹھے ہوئے دیکھا تھا اور آپ کے نیچے اس قسم

کی چٹائی تھی جو رسول اللہ ﷺ کے نیچے بچھی ہوئی ہوتی تھی۔ اور ان کے آگے مدینہ منورہ کے برتنوں سے ایک تھال رکھا ہوا تھا جس میں صیحانی کھجوریں تھیں۔

میں نے سلام عرض کیا آپ نے جواب دیا اور مجھے قریب بلا کر ان کھجوروں سے مٹھی بھر کر کھجوریں دیں۔ میں نے وہ شمار کیں تو اتنی تعداد میں وہ کھجوریں تھیں جتنی مجھے رسول اللہ ﷺ نے خواب میں عنائت فرمائی تھیں۔ میں نے عرض کیا حضور اور عنائت فرمایئے تو فرمایا اگر جناب رسول اللہ ﷺ زیادہ دیتے تو میں بھی زیادہ کر دیتا۔

کرامت (۳)

نیز حاکم نے اپنے اسناد کے ساتھ سعید بن سعید سے روائت کی کہ ابوالحسن علی رضا بن موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا اور فرمایا اللہ کے بندے جو وصیّت کرنا چاہتے ہو کر لو اور اس کے لیے تیاری کرو جس سے خلاصی نہیں ہے۔ اور وہ شخص تین روز بعد مر گیا۔

کرامت (۴)

صفوان بن یحیٰی سے روائت ہے کہ جب سیّدنا موسیٰ کاظم کا زمانہ گزر گیا اور ان کے بعد ان کے صاحبزادے علی رضا ان کے جانشین ہوئے تو ہم نے ان پر خطرہ محسوس کرتے ہوئے ان سے ہارون رشید کے خطرات کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا وہ جتنا زور لگانا چاہے لگا لے ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ صفوان نے کہا مجھے ایک معتمد علیہ شخص نے خبر دی کہ یحیٰی بن خالد برمکی نے ہارون رشید سے کہا یہ علی بن موسیٰ کاظم ہے اپنی خلافت کا دعویٰ کرتا ہے۔ ہارون رشید نے جواب میں کہا جو کچھ ہم نے اس کے باپ سے کیا اسے وہ کافی ہے یعنی ہم ان سب کو قتل کر دیں گے۔

کرامت (۵)

مسافر سے روائت ہے اس نے کہا میں علی رضا بن موسیٰ کاظم کے پاس تھا، وہاں سے یحیٰی بن خالد برمکی گزرا جب کہ اس نے غبار کے باعث رومال سے منہ ڈھانپا ہوا تھا سیدی علی رضا نے کہا یہ

بیچارے مسکین نہیں جانتے کہ اس سال اِن پر کیا گزرے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جو اِن سے گزری۔
آپ نے فرمایا اس سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ میں اور ہارون اس طرح ہیں اور درمیانی بڑی انگلی اور ساتھ والی انگلی سبابہ کو ایک دوسری سے ملایا۔ مسافر نے کہا اللہ کی قسم میں نے ہارون کے بارے میں ان کی بات کا معنی ان کی وفات کے بعد سمجھا جب کہ آپ اس کے پاس مدفون ہوئے۔ک

کرامت (۶)

حسین بن یسار سے روائت ہے انہوں نے کہا علی رضا نے کہا کہ عبداللہ محمد کو قتل کرے گا۔ میں نے کہا، کیا عبداللہ بن ہارون، محمد بن ہارون کو قتل کردے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں عبداللہ مامون، محمد امین کو قتل کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جو آپ نے فرمایا تھا۔

کرامت (۷)

حسین بن موسیٰ سے روائت ہے انہوں نے کہا ہم سیدنا ابوالحسن علی رضا ابن موسیٰ کاظم کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ ہم سب بنو ہاشم نوجوان تھے۔ ہمارے قریب سے جعفر ابن عمر علوی گزرے اور اس کی حالت شکستہ تھی۔ ہم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تو علی رضا نے کہا اس کی حالت اچھی ہو جائے گی۔ ابھی ایک ماہ ہی گزرا ہوگا کہ وہ مدینہ منورہ کا حاکم مقرر ہو گیا اور اس کی حالت اچھی ہو گئی، وہ اکثر ہمارے قریب سے گزرا کرتا تھا۔ جب کہ اس کے ساتھ خدام ہوتے جو اس کے آگے آگے ہوتے تھے۔ ہم اس کے احترام کو کھڑے ہو جاتے اس کی تعظیم کرتے اور اس کے لئے دُعائیں کیا کرتے تھے۔

کرامت (۸)

جعفر بن صالح سے روائت ہے انہوں نے کہا میں سیّدی رضا کے پاس آیا اور کہا کہ میری بیوی محمد بن سنان کی ہمشیرہ ہے۔ محمد بن سنان حضرت کے خاص ساتھی تھے۔ اور وہ حمل سے ہے دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ لڑکا عنائت کرے آپ نے فرمایا جوڑا پیدا ہوگا۔ میں وہاں سے واپس ہوا اور دل میں کہا ایک کا نام علی اور دوسرے کا نام محمد رکھوں گا۔ آپ نے مجھے بلایا، میں حاضر ہوا۔ فرمایا ایک کا نام

علی رکھو اور دوسری اُم عمرو ہے۔ میں کوفہ آیا میری بیوی نے جوڑے کو جنم دیا ایک لڑکا تھا اور دوسری لڑکی۔ میں نے لڑکے کا نام علی رکھا اور لڑکی کا نام اُم عمرو رکھا جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا، میں نے اپنی والدہ سے کہا اُم عمرو کا کیا معنی ہے۔ انہوں نے فرمایا تمہاری دادی کا نام اُم عمرو تھا۔

کرامت (۹)

حمزہ بن جعفر ارجانی سے روائت ہے انہوں نے کہا ہارون رشید مسجد حرام کے ایک دروازے سے باہر نکلا اور سیدی علی رضا دوسرے دروازہ سے باہر تشریف لائے حضرت نے فرمایا وہی یعنی ہارون رشید کا مکان کس قدر دور ہے اور ملاقات کی جگہ قریب ہے۔ اے طوس تو مجھے اور اسے اکٹھا کرے گی۔ (ایک جگہ دفن ہوں گے)

کرامت (۱۰)

موسیٰ بن عمران سے روائت ہے انہوں نے کہا میں نے سیّدی علی رضا بن موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو مسجد نبوی میں دیکھا جب کہ ہارون رشید خطبہ پڑھ رہا تھا۔ فرمایا مجھے اور اسے دیکھتے ہو ہم ایک مکان میں مدفون ہوں گے۔

سیدی علی رضا رضی اللہ عنہ کی وفات

ہرثمہ بن اعین سے روائت ہے اور وہ خلیفہ عبداللہ مامون کے خدام میں سے تھا اور سیدی رضا کی خدمت کیا کرتا تھا۔ اس نے کہا ایک دن مجھے سیدی ابوالحسن رضا نے بلایا اور فرمایا ہرثمہ مَیں تجھے ایک اَمر کی اطلاع دیتا ہوں اسے صیغہ راز میں رکھنا اور میری زندگی میں اسے ظاہر نہ کرنا۔ اگر تو نے اسے میری زندگی میں ظاہر کیا تو میں اللہ تعالیٰ کے پاس تیرے ساتھ جھگڑا کروں گا۔ میں نے قسم کھائی کہ آپ کا راز آپ کی زندگی میں کسی کو نہ بتاؤں گا۔ فرمایا ہرثمہ سنو! میرا دنیا سے کوچ اور آباؤاجداد سے لحوق قریب ہو گیا ہے۔ اور میری وفات کا وقت قریب آ گیا ہے۔ میں انگور اور انار کے ٹکڑے کھاؤں گا اور فوت ہو جاؤں گا۔ خلیفہ کوشش کرے گا کہ میری قبر اپنے باپ ہارون رشید کی قبر کے پیچھے بنائے۔ اللہ

تعالیٰ اسے اس پر قادر کرے گا مگر زمین سخت تر ہو جائے گی اس میں معول کام نہ کر سکیں گے اور وہ قبر نہ کھود سکیں گے۔ ہرثمہ سنو! فلاں لحد کی فلاں طرف میرے دفن کی جگہ ہے۔ آپ نے وہ جگہ معین فرمائی۔ جب میں فوت ہو جاؤں اور تجہیز و تکفین ہو جائے تو جو کچھ میں نے تجھے کہا ہے لوگوں کو اس کی خبر کر دینا۔ پھر تمہیں میری قدر معلوم ہو جائے گی۔ اور اس کی بصیرت ہو گی اور مامون سے کہنا جب مجھے چارپائی پر رکھا جائے اور لوگ نماز جنازہ پڑھنے لگیں تو وہ میری نماز جنازہ نہ پڑھائے اور تھوڑا سا ٹھہر جائے۔ تمہارے پاس ایک عربی شخص آئے گا، جو اونٹنی پر سوار ہو گا، وہ جنگل کی طرف سے دوڑتا آئے گا اور اپنی اونٹنی بٹھائے گا، پھر اس سے اُتر کر میری نماز جنازہ پڑھائے گا۔ تم سب کو اس کے ساتھ نماز پڑھنا ہو گی۔ جب تم میری نماز جنازہ سے فارغ ہو جاؤ اور مجھے مدفن کی طرف لے جایا جائے جس کو میں نے معین کیا ہے تو اس زمین کی سطح سے تھوڑی سی مٹی اٹھاؤ گے تو ایک پوری قبر نظر آئے گی۔ اس کے نچلے حصہ میں سفید پانی ہو گا۔ جب پانی کے چند تھال بھر کر باہر کرو گے تو پانی بالکل خشک ہو جائے گا۔ کہ وہ میرے مدفن ہونے کی جگہ ہو گی اس میں مجھے دفن کر دینا۔

ہرثمہ! اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اس کی فی الحال کسی کو خبر نہ دینا، ہرثمہ نے کہا اللہ کی قسم زیادہ دن نہیں گزرے کہ آپ نے خلیفہ کے پاس انگور اور انار کھائے اور فوت ہو گئے۔

ابو صلت ہروی سے روائت ہے اس نے کہا میں علی رضا رضی اللہ عنہ کے پاس گیا جب کہ آپ مامون کی طرف سے باہر تشریف لا رہے تھے۔ فرمایا ابا صلت! انہوں نے وہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور تمجید کرنا شروع کی۔ آپ اس کے بعد صرف دو دن ٹھہرے اور تیسرے روز فوت ہو گئے۔

ہرثمہ نے کہا جب خلیفہ مامون کو ابوالحسن رضا کی وفات کی خبر ملی تو میرے ساتھ ان کے پاس گیا۔ میں نے اس کے ہاتھ میں رومال دیکھا جب کہ وہ رو رہا تھا۔ میں نے کہا یا امیر المومنین ایک بات ہے مجھے کہنے کی اجازت ہے؟ اس نے کہا بیان کرو۔ میں نے وہ سارا واقعہ اوّل سے آخر تک خلیفہ مامون سے بیان کیا جو مجھے سیدی علی رضا نے فرمایا تھا۔ یہ سن کر مامون حیران رہ گیا، پھر اس نے تجہیز و تکفین کا حکم دیا، پھر آپ کا جنازہ لے کر جنازہ گاہ کی طرف نکلے۔ ہم نے نماز میں تھوڑی سی تاخیر کی۔ اچانک ایک عربی شخص اونٹنی پر سوار جنگل کی طرف سے آیا جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا وہ اونٹنی سے اُترا اور کسی سے کلام نہ کیا اور نماز جنازہ پڑھانا شروع کی، لوگ بھی اس کے ساتھ نماز پڑھنے لگے پھر وہ

شخص چلا گیا۔ خلیفہ مامون نے حکم دیا کہ اس عربی شخص کو تلاش کریں مگر اس کا نشان تک نہ ملا اور نہ ہی اس کے اونٹ کا پتہ چلا۔ پھر خلیفہ نے کہا کہ ہارون رشید کے پیچھے آپ کی قبر بنائیں تا کہ جو کچھ تمہیں کہا ہے وہ دیکھیں، چنانچہ زمین مضبوط پتھر سے زیادہ سخت تھی۔ لوگ قبر کھودنے سے عاجز ہو گئے۔ سب حاضر لوگ ششدر رہ گئے، اور جو کچھ میں نے مامون سے کہا تھا وہ درست اور سچا ہوا۔

مامون نے کہا مجھے وہ مقام دکھاؤ جس کی طرف آپ نے اشارہ فرمایا ہے، میں ان کو وہاں لے گیا زمین کی سطح سے تھوڑی سی مٹی ہٹائی تو طبقات ظاہر ہونے لگے ہم نے ان کو اٹھایا تو ایک عمارت شدہ قبر ظاہر ہوئی جس کے نیچے سفید پانی تھا۔ مامون نے اسے غور سے دیکھا پھر اسی وقت پانی خشک ہو گیا۔ ہم نے اس قبر شریف پر سیدی علی رضا کو دفن کر دیا اور طبقات اپنے حال پر واپس رکھ دیئے۔ خلیفہ نے جو کچھ دیکھا اور مجھ سے سنا تھا وہ اس سے متعجب ہوا اور افسوس کرتا ہوا نادم ہوا۔

میں جب بھی تنہائی میں اس کے پاس ہوتا تو مجھے کہتا ہرثمہ! ابوالحسن علی رضا نے تجھے کیسے فرمایا تھا۔ میں اس سے سارا واقعہ ذکر کرتا وہ سُن کر بہت افسوس کرتا اور کہتا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ط

۲۰۳ ہجری میں صفر کے آخر میں آپ کی وفات ہوئی۔ بعض کچھ اور کہتے ہیں اس وقت آپ کی عمر شریف ۵۵ برس تھی۔ آپ کی وفات سناباد گاؤں میں ہوئی جو خراسان میں طوس کے مضافات میں ہے۔ آپ کی قبر شریف ہارون رشید کی قبر کے آگے ہے۔

سیدی علی رضا رضی اللہ عنہ کی اولاد

ابن خشاب نے اپنی کتاب "موالید اہل بیت" میں ذکر کیا کہ سیدی رضا رضی اللہ عنہ کے پانچ بیٹے اور ایک صاحبزادی تھی اور وہ محمد قانع، حسن، جعفر، ابراہیم اور حسن تھے اور صاحبزادی کا نام عائشہ ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

سیدنا محمد جوّاد ابن علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدی محمد جوّاد رضی اللہ عنہ کی والدہ اُم ولد ہے جسے سکینہ مریسیہ کہا جاتا ہے۔ آپ کی کنیت ابوجعفر ہے، جیسے آپ کے جدّ امجد محمد باقر کی کنیت ابوجعفر ہے۔

آپ کے القاب بہت ہیں جواد، قانع، مرتضیٰ اور سب سے زیادہ مشہور لقب جواد ہے۔ آپ کا قد درمیانہ اور رنگ سفید تھا۔ حماد آپ کا شاعر اور چوکیدار عمر بن فرات تھا۔ آپ کی انگوٹھی کا نقش نِعمَ القادِرُ اللہُ تھا۔ آپ کے معاصر مامون اور معتصم تھے۔

سیدی ابو جعفر محمد جواد مدینہ منورہ میں ۱۹۵ ہجری کے رمضان شریف کی ۱۹ تاریخ کو پیدا ہوئے۔ ''صاحب کتاب مطالب السئول فی مناقب آل رسول ﷺ'' نے کہا۔ یہ محمد ابو جعفر ثانی ہیں۔ کیونکہ پہلے گزر چکا ہے۔ کہ ان کے آباؤ اجداد میں ابو جعفر، محمد باقر بن علی ہیں۔ ان کا نام کنیت اور ان کے باپ کا نام بھی وہی ہے۔ اس لئے یہ ابو جعفر ثانی کے نام سے مشہور ہیں۔ اگر چہ ان کی عمر شریف چھوٹی تھی مگر وہ اعلیٰ قدر اور بلند ذکر کے حامل تھے۔ آپ کے مناقب بہت ہیں۔

اکثر لوگوں نے نقل کیا کہ آپ کے والد علی رضا جب فوت ہوئے اور ان کی وفات کے ایک سال بعد مامون بغداد آیا تو اتفاق سے ایک روز مامون شکار کرنے نکلا اور شہر کے ایک راستہ سے گزر رہا تھا وہاں بچے کھیل رہے تھے اور ان کے پاس محمد جواد کھڑے تھے۔ جب مامون آیا تو بچے دوڑ گئے اور محمد جواد وہیں کھڑے رہے۔ اس وقت ان کی عمر شریف صرف نو برس تھی۔ جب خلیفہ ان کے قریب ہوا تو ان پر نظر پڑتے ہی اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں آپ کی محبت ڈال دی۔ خلیفہ نے کہا اے بچہ! تجھے اپنے ساتھیوں کی طرح دور جانے سے کس نے منع کیا۔

آپ نے جلدی سے کہا یا امیر المؤمنین راستہ تنگ نہیں کہ میں آپ کے لیے وسیع کروں اور نہ ہی میرا کوئی جرم ہے کہ میں آپ سے ڈروں، ہمارا آپ کے ساتھ حسن ظن ہے۔ آپ بے گناہ کو تکلیف نہیں دیتے ہیں۔

مامون کو آپ کا کلام اور خوبصورت چہرہ خوب پسند آیا اور کہا تمہارا نام کیا ہے اور تمہارے باپ کا نام کیا ہے؟

آپ نے کہا محمد بن علی رضا ہمارا نام ہے۔

مامون نے آپ کے باپ کے لیے رحم کی دُعا کی اور گھوڑا اپنے مقصد کی طرف چلایا مامون کے ساتھ شکاری باز تھے۔ جب وہ آبادی سے دُور چلا گیا تو ایک باز پرندہ کے پیچھے چھوڑا وہ اس سے غائب ہوا پھر فضا سے واپس آیا اور اس کی چونچ میں ایک چھوٹی سی مچھلی تھی جس کے آخری سانس باقی

تھے وہ اس سے بہت زیادہ متعجب ہوا اور شکار سے واپس آیا تو بچوں کو اسی حال میں کھیلتے دیکھا اور محمد جواد ان کے پاس کھڑے تھے آپ کے سوا باقی سارے بچے دوڑ گئے۔ مامون آپ کے قریب آیا اور کہا محمد! میرے ہاتھ میں کیا ہے؟

فرمایا! یا امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے سمندر میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پیدا کی ہیں جن کا بادشاہ اور خلفاء کے باز شکار کرتے ہیں، تاکہ اس کے ساتھ سرور کائنات ﷺ کی اولاد کا امتحان لیں۔

مامون نے کہا تم حقیقتاً رضا کے بیٹے ہو۔ آپ کو اپنے ساتھ لیا اور آپ سے بہت اچھا سلوک کیا اور اپنے قریب کرتے ہوئے بے پناہ آپ کی عزت کی۔ اور جب چھوٹی عمر میں آپ کی فضیلت علم، کمال عقل اور براہین کا ظہور دیکھا تو اس کے دل میں آپ کی محبت نے جگہ لی اور اپنی لڑکی اُم فضل کا آپ سے نکاح کرنے کا عزم راسخ کر لیا، مگر عباسیوں نے مامون کو ایسا کرنے سے روکا۔ ان کو یہ خوف تھا کہ وہ آپ سے وہی عہد کر لیں گے جو آپ کے والد سے کیا تھا، جب مامون نے ان سے یہ ذکر کیا کہ وہ آپ کو اس لئے پسند کرتا ہے کہ وہ کم سن ہونے کے باوجود علم و فضل اور معرفت و بُردباری میں تمام اہل فضل سے ممتاز ہیں تو انہوں نے اس کو محمد کی ان اوصاف کے ذکر سے منع کیا پھر انہوں نے مامون سے عہد کیا کہ ان کے پاس کوئی شخص بھیجے جو آپ کا امتحان لے۔

سیدنا محمد جواد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاضی یحییٰ بن اکثم سے مناظرہ

اس نے یحییٰ بن اکثم کو بلایا اور اس سے اس شرط پر انعام و اکرام کا وعدہ کیا کہ وہ محمد بن رضا کو عاجز کر دے اور ان کو شرمندہ کر دے۔ خلیفہ اور اس کے ارکان حکومت سب آئے جب کہ ان میں یحییٰ بن اکثم بھی تھے۔

مامون نے سیدی محمد جواد کے بیٹھنے کے لئے اچھا فراش تیار کیا جس پر آپ بیٹھ گئے۔ یحییٰ نے آپ سے کئی مسائل پوچھے۔ آپ نے ان کے جواب دیئے اور ان کی خوب وضاحت کی۔ خلیفہ نے کہا اے ابا جعفر آپ نے خوب جواب دیئے ہیں اگر آپ چاہیں تو یحییٰ سے کوئی سوال پوچھیں۔ اگرچہ ایک ہی مسئلہ پوچھیں۔ یحییٰ نے کہا بے شک مسئلہ پوچھیں۔ اگر مجھے اس کا جواب آتا ہوگا تو جواب دوں گا، ورنہ آپ سے جواب کا استفادہ کروں گا۔ اللہ کی قسم میں آپ سے ضرور عرض کروں گا کہ مجھے جواب سمجھائیں۔

سیدی ابوجعفر نے فرمایا یحییٰ! اس شخص کے بارے میں آپ کیا فتویٰ دیں گے جس نے کسی عورت کو شروع دن میں شہوت سے دیکھا ہو تو اس پر اس کی نظر حرام ہو جب سورج ذرا بلند ہو جائے تو وہ اس کے لئے حلال ہو، جب سورج زائل ہو تو وہ اس پر حرام ہو جائے جب عصر کا وقت ہو اس کے لیے حلال ہو جائے جب سورج غروب ہو جائے تو اس پر حرام ہو۔ جب عشاء کا وقت ہو تو وہ اس کے لیے حلال ہو جائے۔ جب آدھی رات ہو تو حرام ہو جائے جب فجر طلوع ہو تو وہ عورت اس کے لئے حلال ہو جائے، یہ عورت اس مرد کے لئے ان اوقات میں کس طرح حلال ہو گی۔ اور کس طرح حرام ہو گی۔

یحییٰ بن اکثم نے کہا مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ اگر آپ اس کا جواب فرمائیں تو مہربانی ہو گی۔

سیدابوجعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ کسی شخص کی لونڈی ہے۔ ایک شخص نے اس کو شروع دن میں بنظر شہوت دیکھا یہ اس پر حرام ہے۔ جب سورج بلند ہوا تو اس شخص نے اس کو مالک سے خرید لیا تو وہ اس کے لیے حلال ہو گئی۔ جب ظہر کا وقت ہوا تو اس نے اس کو آزاد کر دیا وہ اس پر حرام ہو گئی۔ جب عصر کا وقت ہوا تو اس سے نکاح کر لیا وہ اس کے لیے حلال ہو گئی، جب مغرب کا وقت ہوا تو اس سے ظہار کر لیا تو وہ اس پر حرام ہو گئی جب عشاء کا وقت ہوا تو ظہار کا کفارہ ادا کر دیا تو وہ حلال ہو گئی۔ جب آدھی رات ہوئی تو اسے ایک طلاق دے دی، وہ اس پر حرام ہو گئی۔ جب فجر ہوئی تو اس سے رجوع کر لیا وہ اس کے لیے حلال ہو گئی۔

اہل خانہ کی طرف مامون نے متوجہ ہو کر کہا کیا تم میں کوئی شخص ہے کہ اس مسئلہ کا جواب اس طرح ذکر کر سکتا ہو۔ سب نے کہا یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عنایت کرے۔ مامون نے کہا اب تمہیں معلوم ہو گیا کہ تمہارا انکار درست نہ تھا۔ اور قاضی یحییٰ بن اکثم کا چہرہ مرجھا گیا اور وہ شرمندہ ہونے لگا۔ جو لوگ اس محفل میں بیٹھے ہوئے تھے سب کو یہ معلوم ہو گیا۔

مامون نے کہا۔ الحمدللہ! کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے درست اور صحیح امر کی ہدائت کی اور اچھی رائے کی توفیق دی۔

سیدی محمد جواد کا مامون کی بیٹی سے نکاح

خلیفہ مامون نے سیدی ابوجعفر محمد جواد سے متوجہ ہو کر کہا کہ میں اپنی بیٹی ''ام فضل'' کا آپ کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہوں، اگرچہ لوگوں کی ناکیں خاک آلود ہوں۔ آپ اپنے لئے منگنی کا پیغام

ارسال کریں میں اپنی بیٹی کا نکاح آپ کے ساتھ کرنے میں راضی ہوں۔

سیدی ابوجعفر نے کہا الحمد للہ! ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اقرار کرتے ہوئے لا الہ الا اللہ اس کی وحدانیت میں مخلص ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے سید جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کروڑوں رحمتیں فرمائے جو ساری مخلوق کے سردار ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے اصفیاء پر اس کی رحمتیں ہوں۔ اما بعد! اللہ تعالیٰ کا لوگوں پر یہ انعام ہے کہ ان کو حلال شئ کے ساتھ حرام سے مستغنی کر دیا اور فرمایا۔

وَانکحوا الایامٰی منکم والصّالحین من عبادکم وامآئکم اِن یکونوا فقرآء یغنِہ اللہ من فضلہٖ واللہ واسعٌ علیمٌ۔

اور نکاح کر دو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کو اگر وہ فقیر ہوں تو اللہ انہیں غنی کر دے گا اپنے فضل کے سبب اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

پھر سیدی محمد بن علی بن موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہم نے امیر المؤمنین عبداللہ مامون کو اس کی بیٹی اُم فضل کے ساتھ نکاح کا پیغام بھیجا اور اپنی دادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہر کے برابر مہر ادا کرنا ذکر فرمایا جو پانچ سو درہم تھا۔ اور فرمایا یا امیر المؤمنین کیا اس مہر پر اپنی بیٹی اُم فضل کا نکاح میرے ساتھ کریں گے۔ مامون رشید نے کہا میں نے اپنی بیٹی اُم فضل کا نکاح آپ کے ساتھ اس مہر پر کر دیا۔ کہ سیدی ابوجعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے اس مہر پر اُم فضل کا نکاح اپنے ساتھ قبول کیا۔

خلیفہ مامون رشید کا شادی پر خوشی کا اظہار

رملی نے کہا خادموں نے کشتی کی مثل چاندی نکالی جس پر سونے کا طلا تھا اس میں مختلف اقسام کی خوشبوئیں اور کستوری وغیرہ تھیں۔ مجلس نکاح میں موجود لوگوں نے اپنے اپنے منازل کے اعتبار سے خوشبو لگائی۔ پھر میٹھی اشیاء کے دستر خوان بچھائے گئے اور لوگوں نے خوب کھایا اور ان کے مراتب کے اعتبار سے ان کو عطایا دیئے گئے پھر لوگ چلے گئے اور خود مامون رشید نے صدقات فقراء، مساکین اور دیگر حاجتمندوں میں تقسیم کئے اور سیدنا محمد جواد رضی اللہ عنہ بڑی عظمت اور اعزاز و اکرام سے

وہاں رہے حتیٰ کہ اپنی بیوی اُم فضل کو لے کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔
روائت ہے کہ اُم فضل نے اپنے شوہر سیدی محمد جواد کے ساتھ مدینہ منورہ جانے کے بعد اپنے باپ مامون رشید کو خط لکھا جس میں ابو جعفر کی شکائت کی کہ وہ خفیہ طور پر اپنی لونڈیوں کے پاس جاتے ہیں۔اس کے باپ مامون رشید نے جواب لکھا کہ میری بیٹی ہم نے ابو جعفر کے ساتھ تیرا نکاح اس لئے نہیں کیا کہ تو ان کے لیے حلال اشیاء کو حرام کر دے آئندہ اس قسم کی شکائت مجھ سے نہ کرنا۔

سیدی ابو جعفر محمد جواد رضی اللہ عنہ کی کرامات

ابو خالد سے روایت ہے انہوں نے کہا میں لشکر میں تھا مجھے خبر ملی کہ یہاں ایک شخص محبوس ہے جس کو شام سے لوہے کی زنجیروں میں جکڑ کر لایا گیا ہے، لوگ کہتے ہیں کہ وہ نبی بنا ہوا ہے۔میں قید خانہ کے دروازہ پر گیا اور جیل کے داروغہ کو کوئی شے دے کر میں اس کے پاس چلا گیا۔وہ شخص بڑا سمجھ دار عقلمند اور سنجیدہ قسم تھا۔میں نے اسے کہا دراصل واقعہ کیا ہے؟ اس نے کہا میں شام میں ایسی جگہ اللہ تعالےٰ کی عبادت کرتا تھا۔جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہاں امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک نصب کیا گیا تھا۔ایک رات میں اپنی جگہ محراب میں متوجہ ہو کر اللہ کا ذکر کر رہا تھا کہ میں نے اپنے سامنے ایک شخص دیکھا۔اس نے مجھے کہا کھڑے ہو جاؤ۔میں اس کے ساتھ کھڑا ہو گیا وہ تھوڑا سا چلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ہم کوفہ کی مسجد میں ہیں۔اس نے کہا یہ مسجد پہچانتے ہو۔میں نے کہا جی ہاں! یہ کوفہ کی مسجد ہے۔ اس نے کہا نماز پڑھو! میں نے اس کے ساتھ نماز پڑھی پھر وہ چلا گیا۔میں بھی ان کے ساتھ ہولیا۔ابھی تھوڑا ہی دور گئے ہوں گے کہ ہم مکہ مکرمہ کی مسجد میں موجود ہیں۔اس نے بیت اللہ کا طواف کیا، میں نے بھی اس کے ساتھ طواف کیا پھر وہ باہر چلا گیا۔میں بھی اس کے ساتھ باہر گیا۔ابھی تھوڑا ہی گئے ہوں گے کہ میں اپنی اسی جگہ تھا جہاں اللہ تعالیٰ کی شام میں عبادت کیا کرتا تھا۔پھر وہ شخص مجھ سے غائب ہو گیا۔میں اس منظر سے سال بھر حیران رہا۔جب دوسرا سال آیا تو وہی شخص میرے سامنے آیا۔ میں اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔اس نے مجھے بلایا میں حاضر ہو گیا تو جس طرح گزشتہ سال کیا تھا اسی طرح اس دفعہ بھی کیا۔جب مجھ سے جدا ہونے کا ارادہ کیا تو میں نے اسے کہا اس خدا کی قسم ہے جس نے تجھے اس پر قادر کیا ہے، جو میں نے تجھ سے دیکھا ہے۔مجھے بتایئے کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا محمد

بن علی رضا بن موسیٰ بن جعفر ہوں۔

جو شخص میرے پاس اس جگہ آیا کرتا تھا میں نے اس کو یہ بتایا۔ اس نے اس کی خبر محمد بن عبدالمالک زیات کو پہنچائی۔ اس نے میرے پاس ایک شخص بھیجا جس نے مجھے اس جگہ سے گرفتار کرلیا اور لوہے کی زنجیروں سے باندھ کر مجھے عراق لے گیا اور قید کردیا آپ دیکھ ہی رہے ہیں اور اس شخص نے مجھ پر محال شی کا بہتان لگا دیا۔

میں نے اسے کہا میں یہ واقعہ محمد بن عبدالمالک زیات کو بتاؤں؟ اس نے کہا ہاں ٹھیک ہے ذکر کرو۔ میں نے اس کا سارا واقعہ لکھ دیا اور اس میں اس کی خوب وضاحت کر کے محمد بن عبدالمالک کے پاس لے گیا تو اس کی پشت پر یہ لکھا ہوا پایا گیا۔

قُل للذی اخرجك من الشام الیٰ هذه المواضع التی ذکر تها یخرجك من السجن	اس شخص سے کہو جس نے تم کو شام سے ان مقامات کی طرف نکالا ہے جن کا تو نے ذکر کیا ہے وہ تجھے قید خانہ سے نکالے گا۔

ابو خالد نے کہا میں بڑا غمزدہ ہوا اور وہ رقعہ میرے ہاتھ سے گر گیا۔ دل میں خیال آیا کہ کل اس کے پاس جاؤں گا اور اس کو صبر کی تلقین کروں گا اور اسے کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ سے خلاصی اور خوشی طلب کرے اور اس مجبور شخص کی بات ذکر کروں گا۔ جب دوسرا دن ہوا میں علی الصبح قید خانہ کی طرف گیا وہاں سپاہی اور دیگر جیل کے محافظ پریشان تھے میں نے پوچھا واقعہ کیا ہوا ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ جس شخص نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور اسے شام سے پکڑ کر یہاں لایا گیا تھا وہ تنہا گزشتہ رات جیل سے غائب ہوگیا ہے۔ اور اس کی قیود (ہتھکڑیاں وغیرہ) اور گلے کے طوق جیل میں پڑے رہ گئے ہیں۔ نا معلوم وہ ان سے کس طرح خلاصی پا گیا ہے۔ اس کو بڑا تلاش کیا ہے اس کا کوئی نشان نہیں ملتا اور نہ ہی کوئی خبر سُنی گئی ہے۔ ہم نہیں جانتے وہ زمین کے اندر چلا گیا ہے یا آسمانوں پر چڑھ گیا ہے۔ میں سُن کر حیران ہوا۔ میں نے دل میں کہا ابن زیاد کا اس کے امر کی تحقیر اور اس واقعہ سے استہزاً نے اس کو جیل سے رہا کیا ہے۔ اسی طرح ابن صباغ نے نقل کیا ہے۔

کرامت (٦)

بعض حفاظ نے نقل کیا کہ ایک عورت نے متوکل کے پاس آ کر کہا کہ وہ سیدہ ہے اس نے

لوگوں سے دریافت کیا تو انہوں نے سیدی محمد بن جواد کی طرف اس کی رہنمائی کی متوکل نے آپ کو پیغام بھیجا آپ تشریف لائے۔ متوکل نے آپ کو اپنے ساتھ شاہی تخت پر بٹھایا اور کہا کہ یہ عورت خود کو سیدہ بتلاتی ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد کا گوشت درندوں پر حرام کیا ہے۔ اس عورت کو درندوں کے سامنے چھوڑا جائے۔

متوکل نے اس عورت سے یہ کہا تو عورت نے اعتراف کرلیا کہ وہ جھوٹی ہے۔ پھر متوکل سے کہا گیا کہ محمد بن جواد پر یہ تجربہ کریں۔ اس نے تین درندے حاضر کرنے کا حکم دیا۔ درندے اس کے محل کے صحن میں حاضر کئے گئے۔ پھر اس نے سیدی محمد جواد کو بلایا جب آپ دروازہ سے داخل ہوئے تو فوراً دروازہ بند کر دیا گیا، حالانکہ درندوں نے اپنی آوازوں سے لوگوں کے کان بہرے کر دیئے تھے۔ جب آپ صحن میں تشریف لائے اور سیڑھی چڑھنے کا ارادہ کیا تو وہ آپ کی طرف آئے اور بالکل خاموش ہو گئے۔ اور آپ سے نیاز مندی کرتے ہوئے آپ کے اِردگرد پھرنے لگے اور سیدی محمد جواد اپنی آستین سے ان کو تھپکی دیتے رہے۔ پھر وہ تینوں بیٹھ گئے اور آپ سیڑھی پر چڑھ کر متوکل کے پاس تشریف لے گئے اس سے کچھ دیر گفتگو کر کے نیچے اُترے تو درندوں نے آپ کے ساتھ پہلے کی طرح سلوک کیا حتیٰ کہ آپ باہر تشریف لے گئے۔ متوکل نے آپ کو بے بہا عطایا بھیجے، پھر متوکل سے کہا گیا کہ آپ بھی اپنے چچا کے بیٹے کی طرح کریں مگر اس نے یہ جرأت نہ کی اور کہا تم میری موت چاہتے ہو، پھر ان سے کہا اس کو صیغۂ راز میں رکھیں اور کسی کو نہ بتائیں۔

لیکن مسعودی نے نقل کیا کہ یہ واقعہ سیدی محمد جواد کے صاحبزادے ابوالحسن عسکری کا ہے اور یہی وجہ درست ہے کیونکہ متوکل محمد بن جواد کا معاصر (ہم عصر) نہ تھا بلکہ آپ کے صاحبزادے کا ہم زمان تھا۔

کرامت (۳)

حکائت ہے کہ جب سیدی ابوجعفر محمد جواد مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ کے ساتھ بہت سے لوگ آپ کو روانہ کرنے گئے۔ آپ سفر طے کرتے ہوئے کوفہ پہنچے اور سورج غروب ہونے کے ساتھ دارِ مسیب پہنچے اور وہاں ٹھہرے اور وہاں کی پرانی بنی ہوئی مسجد میں مغرب کی نماز پڑھنے تشریف لے گئے۔ مسجد کے صحن میں بیری کا درخت تھا جس کو کبھی پھل نہیں آیا تھا اور وہ کبھی بارور نہ ہوا

تھا۔ آپ نے پانی کا کوزہ طلب فرمایا اور اس درخت کی جڑ کے پاس وضو فرمایا اور نماز کے لئے تشریف لے گئے۔ لوگوں نے آپ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی۔ پھر آپ نے چار رکعت نفل پڑھے اور ان کے بعد سجدۂ شکر کیا اور اُٹھ کر لوگوں کو الوداع فرمائی اور تشریف لے گئے۔ وہ درخت رات ہی رات بہترین پھل سے بھر گیا جس کو سب لوگوں نے دیکھا اور اس سے بہت متعجب ہوئے۔

سیّدنا محمد جواد رضی اللہ عنہ کی وفات

سیّدی ابوجعفر محمد جواد بن علی رضا رضی اللہ عنہ نے بغداد شریف میں وفات پائی وہاں جانے کا سبب یہ تھا کہ معتصم نے آپ کو مدینہ منورہ سے نکل جانے کا حکم دیا تھا۔ آپ بغداد تشریف لے آئے اور آپ کی بیوی اُم فضل بنت مامون رشید آپ کے ساتھ تھی۔ یہ ۲۸ محرم ۲۲۰ ھ کا واقعہ ہے۔ آپ کی وفات اسی سال ذوالقعدہ کے آخر میں ہوئی اور قریش کے مقابر میں اپنے جد امجد موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہما کے پاس مدفون ہوئے اور آپ کی بیوی اُم فضل معتصم کے محل میں تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ کی عمر شریف پچپن برس تھی۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کو زہر دیا گیا تھا اور اسی سے آپ کی موت واقع ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ اُم فضل بنت مامون رشید نے اپنے باپ کے کہنے پر آپ کو زہر دیا تھا (یہ محض احتمال ہے جو غیر یقینی ہے۔ مترجم، آپ نے اپنے بعد دو صاحبزادے علی اور موسیٰ اور دو صاحبزادیاں فاطمہ اور امامہ چھوڑیں۔

سیدنا محمد جواد رضی اللہ عنہ کے ارشادات

اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں جن کو وہ ہمیشہ نعمتیں عطا فرماتا ہے، جب تک وہ خرچ کرتے رہیں وہ ان سے زائل نہیں ہوتیں، اگر خرچ کرنا منع کردیں تو اللہ تعالیٰ ان سے نعمتیں سلب کر لیتا ہے اور کسی اور طرف منتقل کر دیتا ہے۔

آپ نے فرمایا جب کسی پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں زیادہ ہو جائیں تو اس کی طرف لوگوں کی حاجات زیادہ ہو جاتی ہیں، جو شخص یہ مشقت برداشت نہ کرے وہ نعمتوں کے زوال کا آغاز کرتا ہے۔

آپ نے فرمایا مالدار لوگ سخاوت کرنے کے باعث محتاجوں کی نسبت زیادہ محتاج ہیں کیونکہ

انہیں اس کا ثواب ملتا ہے اور اس میں ان کے لیے فخر بھی ہے۔ اور پھر ان کی اس میں شہرت بھی ہے، جب بھی کوئی شخص سخاوت اور اچھا کام کرے تو پہلے اس میں اپنے نفس سے ابتداء کرے۔

آپ نے فرمایا جو شخص کسی انسان کو بزرگ جانے یا اس کی قدر کرے وہ اس سے ڈرتا ہے اور جو کسی سے جاہل ہو وہ اس میں عیب نکالتا ہے۔ فرصت کم ہوتی ہے جس کے غم زیادہ ہوں اس کا جسم کمزور ہوتا ہے۔ مسلمان کے چہرے کا عنوان اس کی خوش خلقی ہے۔ دوسری جگہ ہے کہ نیک بخت مسلمان کے چہرے کا عنوان اس کی اچھی ثناء ہے۔

آپ نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مستغنی ہو، لوگ اس کے محتاج ہیں اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے لوگ اس سے محبت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا خوبصورتی زبان میں اور کمال عقل میں ہوتا ہے۔ پاکدامنی فقر کی زینت ہے۔ اور شکر مصیبت کی زینت، تواضع اور انکساری حسب ونسب کی زینت اور فصاحت کلام کی زینت ہے۔ یادداشت روائت کی زینت اور بے مقصد کی ترک پرہیزگاری کی زینت ہے۔

آپ نے فرمایا کمالِ مروّت انسان کے لئے یہی کافی ہے کہ کسی سے ایسی حالت میں ملاقات نہ کرے جس کو وہ بُرا جانے، انسان کا حسن خلق یہ ہے کہ کسی کو اذیت نہ پہنچائے، اور اس کی سخاوت یہ ہے کہ اس شخص کے ساتھ نیکی کرے جس کا حق اس پر واجب ہو۔ اس کا کرم یہ ہے کہ اس کو اپنے نفس پر ترجیح دے اور اس کا انصاف یہ ہے کہ جب حق واضح ہو جائے تو اسے قبول کرلے، اخلاص یہ ہے کہ اس شیٔ سے منع کرے جس کو خود پسند نہ کرے۔ ہمسایہ کی حفاظت یہ ہے کہ جب اس کو تیرے عیوب کا علم ہو تو تو گناہ کرتے وقت اس کو زجر نہ کرے۔ اس کی رفق اور نرمی یہ ہے کہ ان لوگوں کے سامنے تجھے ملامت نہ کرے جنہیں تم اچھا نہیں جانتے ہو۔ اس کی اچھی صحبت یہ ہے کہ وہ تم سے تحفظ کی مشقت ساقط کرے۔ اس کی صداقت کی علامت یہ ہے کہ موافقت زیادہ اور مخالفت کم کرے۔ اس کا شکر یہ ہے کہ جو شخص احسان کرے اس کا احسان پہچانے، تواضع یہ ہے کہ اس کی قدر پہچانے، سلامتی یہ ہے کہ دوسروں کے عیب محفوظ نہ کرے۔ عنائت یہ ہے کہ لوگوں کے عیوب کی اصلاح کرے۔

آپ نے فرمایا ظلم کرنے والا، ظلم پر مددگار اور ظلم سے راضی سب برابر کے شریک ہیں۔ فرمایا جو شخص مطالب کے طریقے چھوڑ دے اس کو حیلے رُسوا کر دیتے ہیں۔ حرص اور طمع کرنے والا ذلت کی قید میں مقید ہوتا ہے، جو بقاء کا طالب ہو وہ مصائب کے لئے صابر دل تیار کرے، فرمایا جاہلوں کی

کثرت کی وجہ سے علماء غریب ہوتے ہیں۔ مصیبت پر صبر کرنا خوشی کرنے والے کے لیے مصیبت ہے۔ فرمایا تین اشیاء ہیں جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی رضا تک پہنچاتی ہیں۔ کثرت استغفار، حلم اور کثرت صدقہ۔ جس میں یہ تین خصلتیں ہوں وہ کبھی نادم نہ ہوگا۔ ترک عجلت۔ مشورہ اور کسی کام کے عزم کے وقت اللہ تعالیٰ پر توکل۔

آپ نے فرمایا تین خصلتیں ہیں جن سے انسان ہر دلعزیز ہوتا ہے۔ انصاف ان کی مصیبت میں موافقت اور دلجوئی اور قلب سلیم پر جمے رہنا۔ فرمایا۔ لوگ کئی طریقوں پر ہیں۔ ہر ایک اپنے اپنے طریقہ پر عمل کرتا ہے۔ لوگ آپس میں بھائی بھائی ہیں جس کی اخوت اللہ تعالیٰ کی رضا میں نہیں وہ دشمنی اور عداوت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ دوست اس روز ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ مگر متقی اور پرہیزگار لوگ۔ فرمایا جو شخص برے شخص کو اچھا جانے وہ قباحت میں اس کا شریک ہوتا ہے۔ فرمایا۔ کفران نعمت غضب کا داعی ہے۔ جس نے تیرا شکر ادا کیا اس نے تجھے تیری عطا سے تجھے زیادہ دیا۔ فرمایا۔ دوست کے ساتھ بدگمانی نہ کر حالانکہ وہ تیرے ساتھ یقین رکھتا ہے۔ جو شخص اپنے بھائی کو پردہ میں نصیحت کرے وہ اس کو زینت دیتا ہے اور جو اعلانیہ اسے وعظ کرے وہ اس کو معیوب کرتا ہے۔

آپ نے فرمایا اٹھارہ برس تک عقل اور حق انسان میں ایک دوسرے پر غلبہ کرتے ہیں۔ جب اس عمر کو پہنچ جائے تو جو اس میں اکثر ہوتا ہے وہ اس پر غالب آ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان پر جو بھی انعام کرے اور وہ جانے کہ یہ نعمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو بندے کا اس پر حمد کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ اس کے نام اس کا شکریہ لکھ دیتا ہے۔ اور انسان جو بھی گناہ کرے اور یہ جانے کہ اللہ تعالیٰ اس پر مطلع ہے۔ اگر چاہے تو اس کو عذاب دے گا، اگر چاہے تو معاف کر دے گا۔ تو اس کی استغفار سے پہلے اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے۔

آپ نے فرمایا کامل شریف وہ شخص ہے جس کو اس کا علم شرف دے اور کامل بزرگ وہ ہے جو اپنے رب سے ڈرے، فرمایا کسی کام کی انتہا تک پہنچنے سے پہلے جلدی نہ کرو، ورنہ نادم ہو گے۔ تمہاری اُمیدیں زیادہ لمبی نہ ہوں ورنہ تمہارے دل سخت ہو جائیں گے۔ ضعیف لوگوں پر رحم کرو اور اللہ تعالیٰ سے رحمت طلب کرو۔

فرمایا جو شخص فاجر کو اُمید دلائے اس کی ادنیٰ عقوبت محرومیت ہے۔
گناہوں کے ساتھ انسان کی موت اس کی ناک کی موت سے بڑی ہے۔
برکت کی زندگی لمبی عمر سے اچھی ہے۔
جس نے اللہ کے لئے کسی کو بھائی بنایا اس نے جنت میں گھر بنایا۔
اگر زمین وآسمان انسان پر ٹوٹ پڑیں اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ان سے رہائی کا راستہ بنا دے گا۔
آپ سے روائت کہ آپ نے بشر بن سعد سے کہا جب کہ وہ مصر میں آیا تھا اے بشر مصائب کے نتائج ہیں، ان تک تمہارا پہنچنا ضروری ہے، لہٰذا عقلمند کے لئے ضروری ہے کہ ان کے گزر جانے تک آرام سے رہے کیونکہ ان کے آنے پر حیلہ و بہانہ سے ان کو برداشت کرنا ان کو بڑھانا ہے۔
آپ نے فرمایا جو کوئی اللہ تعالیٰ پر یقین کرے اور اس پر توکل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو ہر برائی سے نجات دے گا اور ہر دشمن سے محفوظ رکھے گا۔
دین عزت ہے۔ علم خزانہ ہے۔ خاموشی نور ہے۔ تنہائی زہد و تقویٰ ہے۔ بدعت جیسی کوئی چیز دین کو نقصان دینے والی نہیں۔ اور نہ ہی طمع اور حرص جیسی کوئی چیز انسان کو خراب کرنے والی ہے۔ راعی کے ساتھ رعیت کی اصلاح ہوتی ہے۔ دُعا سے مصیبت دور ہوتی ہے۔ جس شخص نے صبر کو سواری بنایا وہ نصرت کے میدان میں پہنچ گیا۔ جس نے تقویٰ کے درخت لگائے وہ اُمیدوں کے پھل چنے گا۔
یہی کافی ہے اللہ تعالیٰ ہم کو اور سب مسلمانوں کو سید الاوّلین والآخرین سیدنا محمد مصطفٰے ﷺ کا صدقہ پسندیدہ عمل کی توفیق دے۔ آمین۔

سیّدنا علی ہادی ابن محمد جوّاد رضی اللہ عنہما

ابن خشاب نے اپنی کتاب ''موالید اہل البیت'' میں ذکر کیا کہ سید ابوالحسن علی ہادی مدینہ منورہ میں ۲۱۴ھ ہجری کے ماہ رجب میں پیدا ہوئے آپ کی والدہ اُم ولد ہے، ان کو سمانہ مغربیہ کہا جاتا ہے، بعض کچھ اور کہتے ہیں۔
آپ کی کنیت صرف ابوالحسن ہے۔ آپ کے لقب ہادی، متوکل، ناصح، متقی، مرتضٰی، فقیہ، امین

اور طیب ہیں۔ سب سے زیادہ مشہور ہادی ہے۔ آپ اپنے اصحاب کو متوکل کا لقب دینے سے منع کیا کرتے تھے، کیونکہ یہ لقب خلیفہ جعفر متوکل بن معتصم کا تھا، آپ کا رنگ گندمی تھا۔ آپ کے شاعر عونی اور دیلمی تھے۔ آپ کا چوکیدار عثمان بن سعید تھا۔ آپ کی انگوٹھی کا نقش اَللّٰہُ رَبِّیْ وَھُوَ عِصْمَتِیْ مِنْ خَلْقِہٖ تھا۔ آپ کے معاصر واثق پھر متوکل پھر اس کا بھائی پھر اس کا بیٹا منتصر پھر مستعین تھا جو متوکل کا بھائی تھا۔

سید علی ہادی رضی اللہ عنہ کے مناقب

آپ کے مناقب کثیر ہیں، ''صواعق'' میں ذکر کیا ہے کہ سیدی ابوالحسن عسکری علم اور سخاوت میں اپنے والد ماجد کے وارث تھے۔ ''حیوٰۃ الحیوان'' میں ہے کہ آپ کو عسکری اس لئے کہا جاتا ہے کہ متوکل کے پاس جب آپ کی غیبتیں زیادہ ہونے لگیں تو اس نے آپ کو مدینہ منورہ سے بلوایا اور ''سر من رائی'' میں آپ کو ٹھہرایا۔ سر من رائی کو عسکر کہا جاتا تھا کیونکہ معتصم نے جب سر من رائی کی بنیاد قائم کی تو اپنا لشکر لے کر وہاں منتقل ہو گیا تھا اس لئے اس کو عسکر کہنے لگے۔ ''تاریخ القرمانی'' میں ہے کہ سر من رائی اصل میں ''سامرا'' تھا۔ یہ دریا کے مشرقی جانب تکریت اور بغداد کے درمیان بہت بڑا شہر تھا۔ اس کو معتصم نے ۲۲۱ھ ہجری میں بنایا تھا، وہ اپنے لشکر سمیت اس میں سکون پذیر ہوا حتیٰ کہ وہ بہت بڑا شہر ہو گیا۔ اب وہ خراب ہو چکا ہے۔ اس میں چند لوگ رہتے ہیں۔ جیسے چھوٹے گاؤں میں رہتے ہیں۔

ایک غریب مقروض کی اعانت

اکثر مؤرخین سے منقول ہے کہ سیدی ابوالحسن علی عسکری ایک دن سر من رائی سے ایک گاؤں میں کسی کام کے لئے تشریف لے گئے۔ ایک غریب دیہاتی آپ کو ملنے آپ کے گھر آیا اور آپ کو نہ پایا۔ کسی نے کہا آپ فلاں جگہ تشریف لے گئے ہیں وہ وہاں روانہ ہوا۔ جب وہاں پہنچا تو آپ نے فرمایا کیا کام ہے؟ اس نے کہا میں کوفہ کے اعراب سے ہوں۔ جو آپ کے جد امجد سیدی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے عطایا سے گزارہ کیا کرتے تھے۔ میں بہت مقروض ہو گیا ہوں، اس کے بوجھ سے نڈھال ہو چکا ہوں۔ اب قرض ادا کرنے کے لئے کوئی شخص نظر نہیں آتا جسے کہوں، سیدی ابوالحسن

رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تمہارا قرض کتنا ہے؟

اس نے کہا ''دس ہزار درہم'' فرمایا خوش رہو غم نہ کرو۔ انشاء اللہ تمہارا قرضہ ادا ہو جائے گا اور اسے اپنے پاس ٹھہرانے کو فرمایا۔ جب صبح ہوئی تو فرمایا اے اعرابی میں تم سے ایک کام کا ارادہ کرتا ہوں۔ اس میں میری نافرمانی نہ کرنا جو میں تمہیں کہوں وہ ضرور کرنا۔ انشاء اللہ تمہاری حاجت پوری ہو گی۔

اعرابی نے کہا۔ جو بھی حکم فرمائیں میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔

سیدی ابوالحسن نے کاغذ لیا اور اس پر اپنے قلم سے اپنے ذمہ اعرابی کا قرضہ لکھ دیا اور اسے فرمایا یہ کاغذ اپنے پاس رکھو، جب میں سرمن رائی جاؤں اور مجھے عام مجلس میں بیٹھا دیکھے اور لوگ وہاں موجود ہوں تو یہ رقعہ لے کر میرے پاس آنا اور مجھ سے قرضہ طلب کرنا اور مطالبہ میں سخت کلام کرنا ہرگز نہ ڈرنا تمہیں کچھ نہیں کہا جائے گا جو کچھ میں نے کہا ہے اس میں میری مخالفت نہ کرنا۔

جب سیدی ابوالحسن رضی اللہ عنہ سرمن رائی پہنچے اور عام مجلس قائم کی اور اکابر کی ایک جماعت اور خلیفہ متوکل کے درباری وہاں حاضر ہوئے تو وہ اعرابی آیا اور وہ رُقعہ نکال کر دس ہزار درہم کا مطالبہ کیا اور مطالبہ میں سخت کلام کیا۔

سیدی ابوالحسن رضی اللہ عنہ اس سے معذرت کرنے لگے اور اس کے ساتھ نرمی سے اسے خوش کرنا چاہا اور قرضہ ادا کرنے کا اس سے وعدہ کیا، اسی طرح حاضر لوگ بھی اعرابی سے معذرت وغیرہ کرنے لگے۔ آپ نے اس سے تین دن کی مہلت لی۔

جب مجلس ختم ہوئی تو اس واقعہ کی خلیفہ متوکل کو خبر پہنچی تو فوراً تیس ہزار درہم سیدی ابوالحسن رضی اللہ عنہ کو دینے کا حکم دیا۔ جب آپ کے پاس تیس ہزار درہم آئے تو ان کو جوں کا توں رہنے دیا، حتیٰ کہ وہ اعرابی آیا اور اسے فرمایا یہ ساری رقم اٹھالو۔

اعرابی نے کہا رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے! میرا انتہائی مقصد اور آخری حاجت یہ تھی کہ میرا قرضہ اُتر جائے۔ سیدی ابوالحسن رضی اللہ عنہ نے کہا یہ سارا لے جاؤ اللہ تعالیٰ نے یہ تجھے دیا ہے اگر اس سے بھی زیادہ ہوتے تو اس سے ایک درہم کم نہ کرتے۔ اعرابی تیس ہزار درہم لے کر یہ کہتا ہوا چلا گیا۔

اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ اللہ اپنی رسالت کے مقام کو بہت جانتا ہے۔

کرامت

اسباطی سے روائت ہے انہوں نے کہا میں ابوالحسن علی بن محمد کے پاس مدینہ منورہ میں عراق سے حاضر ہوا تو مجھے فرمایا واثق کا کیا حال ہے؟ میں نے کہا میرے آنے تک خیروعافیت تھی اور میں ابھی ابھی آیا ہوں اور سب لوگوں کے بعد آیا ہوں اور وہ صحیح سلامت تھے۔

فرمایا۔ لوگ کہتے ہیں وہ مرگیا ہے۔ جب آپ نے یہ فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں وہ مرگیا تو میں نے سمجھا کہ لوگوں سے ان کی مراد صرف اپنی ذات کریمہ ہے۔ میں خاموش ہوگیا۔ پھر فرمایا۔ ابن زیاد کا کیا حال ہے؟ میں نے کہا لوگ اس کے ساتھ ہیں اور حکم اس کا جاری اور نافذ ہے۔ فرمایا اس پر نحوست آگئی ہے۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کی تقادیر اور احکام کا نفوذ ضروری اور لازمی ہے۔ اے حیران واثق مرگیا اور جعفر متوکل نے اس کی جگہ سنبھال لی ہے اور ابن زیات قتل ہوگیا ہے۔

میں نے عرض کیا کب سے یہ ہوا ہے، فرمایا تمہارے جانے کے چھ روز بعد۔ چنانچہ تھوڑے ہی دن گزرنے پائے تھے کہ متوکل کا قاصد مدینہ منورہ آیا۔ اس نے وہی خبر دی جو آپ نے فرمایا تھا۔

سرمن رأی میں اقامت

سیدی ابوالحسن علی محمد کا مدینہ منورہ سے سرمن رأی کی طرف منتقل ہونے کا سبب یہ تھا کہ عبداللہ بن محمد خلیفہ متوکل کا نائب تھا وہ سیدی ابوالحسن کی شکایات خلیفہ سے کرتا رہتا تھا اور ان کو اذیت پہنچانے کے درپے رہتا تھا۔ آپ کو متوکل کے پاس اس کی شکایات کی خبر پہنچی تو متوکل کو خط لکھا جس میں عبداللہ بن محمد کا آپ سے بُرا سلوک اور آپ کو اذیت پہنچانے کا ارادہ ذکر کیا۔ خلیفہ متوکل نے آپ کو جواب لکھا، جس میں آپ سے معذرت طلب کی اور نہایت ہی نرم کلام کیا۔ اور سحر کلامی کے باعث آپ کو اپنے پاس تشریف لانے کی دعوت دی۔ جب آپ کو جواب پہنچا تو آپ نے کوچ کی تیاری کر لی اور سرمن رأی کو جانے کے لئے نکلے۔ یحییٰ بن ہرثمہ امیر المومنین کا مولیٰ اور جو لشکر اس کے ساتھ تھا سب آپ کے ہمراہ ہوئے، حتیٰ کہ سرمن رأی پہنچے اور ''خان صعالیک'' کے نام سے معروف خان میں

ٹھہرے اور وہاں ایک روز اقامت کی، پھر متوکل نے آپ کے لئے علیحدہ خوبصورت مکان تیار کیا جس میں آپ تشریف فرما ہوئے اور سر من رائی میں اقامت کی مدت میں بظاہر بڑی عزت، توقیر اور عظمت سے رہے مگر اندرون خانہ متوکل آپ کو حوادثات سے دوچار ہونے میں کمی نہ کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو آپ پر قادر نہ ہونے دیا۔

عبداللہ بن محمد کی شکایت

تاریخ ابن خلکان وغیرہ میں ہے کہ عبداللہ بن محمد نے متوکل کے پاس شکایت کی کہ آپ کے گھر میں آپ کے ساتھیوں کا اسلحہ اور کاروائی کے رجسٹر ہیں اور وہ اپنی خلافت کا انتظام کرنے والے ہیں، متوکل نے آپ کی طرف ایک جماعت بھیجی جو اچانک آپ کے گھر میں داخل ہوگئی۔ اس وقت آپ قبلہ روز مین پر قرآن مجید پڑھ رہے تھے۔ وہ اسی حال میں آپ کو متوکل کے پاس لے گئے اور متوکل کچھ پی رہا تھا۔ اس نے آپ کی بہت تعظیم و تکریم کی اور آپ سے عرض کیا کہ کچھ اشعار پڑھیں۔ آپ نے فرمایا میں شعر کم پڑھتا ہوں مگر اس نے مجبور کیا تو فرمایا ؎

باتوا علیٰ قُلل الجبال	وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر رہنے لگے جوان کی
تحرسھم غلب الرجال فلم	لوگوں کے غلبہ سے حفاظت کرتی تھیں، مگر ان
تنفعھم القلل واستنز لو ابعد	کو ان چوٹیوں نے نفع نہ دیا وہ غلبہ کے بعد
عزمن معاقلھم واودعوا حفرا	اپنے مقامات سے اُتارے گئے اور قبروں میں
یا بئسما نزلوا ناداھمو صارخ	وداع کئے گئے وہ کیا ہی بُرے اُترے ان کے
من بعدما رحلوا این الاسرۃ	چلے جانے کے بعد ان کو پکارنے والے نے
والتیجان والحلل این الوجوہ	آواز دی کہ تخت و تاج اور مخمل کی چادریں
التی کانت محجّبۃ من دونھا	کہاں ہیں، وہ چہرے کہاں ہیں، جو پردوں

تضرب الاستار والكلل
فافصح القبر عنهم عنهم حين
سالهم تلك الوجوه عليها
الدود يقتتل يا طالما اكلوا
يوما وما شربوا فاصبحوا بعد
ذاك الاكل قد اكلوا

میں مستور تھے۔ ان کے آگے پردے اور چھتریاں رکھی جاتی تھیں۔ ان کی طرف سے قبر بولی جب کہ ان کا بُرا حال ہوا، ان چہروں پر کیڑے ایک دوسرے سے لڑتے ہیں، ہائے کتنا لمبا زمانہ انہوں نے کھایا اور پیا اس کھانے کے بعد خود کھائے گئے۔

متوکل اور حاضرین سب رونے لگے۔ متوکل نے کہا اباالحسن کیا آپ پر قرضہ ہے فرمایا ہاں چار ہزار درہم قرضہ ہے۔ خلیفہ نے یہ رقم ادا کرنے کا حکم دیا اور باعزت ووقار آپ کو رخصت کیا۔ک

یہ بیت اس قصیدہ سے ہیں جو سیف بن ذی یزن کے محل جس کو عمدان کہا جاتا تھا پر مکتوب تھا۔ سیف عادل بادشاہ ہوا ہے یہ ابیات باریک قلم سے لکھے ہوئے تھے۔ وہ ظاہر ہوئے اور وعظ بلیغ ہوئے ان کا پہلا بیت یہ ہے۔

انظر ماذا ترى ايها الرجل
وكن على حذر من قبل
تنتقل وقدّم الزاد من خير
تسربه فكل ساكن دار سوف
يرتحل وانظر الىٰ معشر باتوا
علىٰ رعة فاصبحوا فى الثرى
رهنا بما عملوا بنوافلم ينفع
البنيان وادخروا مالاً فلم
يغنهم لما انقضى الاجل باتوا
على قلل الاجبال تحرسهم۔

اے انسان (مرد) دیکھ تو کیا دیکھتا ہے دُنیا سے انتقال سے پہلے پرہیز کر اور ہوشیار رہ اچھی زاد آگے بھیج جس سے تو خوش ہو مکان میں رہنے والا ہر انسان عنقریب کوچ کر جائے گا، ان لوگوں کو دیکھ، جنہوں نے آرام سے رات بسر کی وہ صبح کے وقت اپنے عملوں سمیت مٹی میں مرہون ہوگئے۔ انہوں نے مکانات بنائے، جنہوں نے ان کو نفع نہ دیا اور انہوں نے مال ذخیرہ کئے اور انہوں نے ان کو مستغنی نہ کیا جب کہ مدت ختم ہوگئی۔ وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر رہے جوان کی حفاظت کرتی تھیں۔

اس کے محل پر یہ تین ابیات لکھے ہوئے تھے۔

من كان لايطأ التراب برجله

جو شخص اپنے پاؤں سے زمین پر نہ چلے وہ رخسارہ کے

وطئ التراب بصفحة الخدّ من
کان بینك فی التراب و بینه
شبران کان غایة البعد لو بعثر
الناس الثری و رأ و هم لم یعرفوا
المولیٰ من العبد۔

کنارے سے زمین پر چلے گا۔ تیرے اور جس کسی کے
درمیان زمین دو بالشت ہو وہ بہت دور ہو گیا اگر لوگ
مٹی اٹھائیں اور ان کو دیکھیں تو غلام سے مولیٰ کو نہ
پہچان سکیں گے۔ (کنز المدفون)

سیّدنا علی ہادی رضی اللہ عنہ کی وفات

سیدنا ابو الحسن علی ہادی نے جو حسن عسکری بن محمد جواد کے نام سے مشہور ہیں نے ''سر زمین رای'' میں چالیس سال کی عمر میں ۲۵۴ ہجری میں ۲۵ رجمادی الآخرہ میں پیر کے روز وفات پائی۔

کہا جاتا ہے کہ آپ کی وفات زہر سے واقع ہوئی۔ واللہ اعلم۔

آپ کے تین صاحبزادے، محمد، حسن اور محمد ابو جعفر اور ایک صاحبزادی ہے جن کا نام عائشہ ہے۔

سیدنا حسن خالص ابن علی ہادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کی والدہ اُم ولد ہے۔ ان کو حدیث اور سوسن بھی کہا جاتا ہے آپ کی کنیت ابو محمد اور القاب خالص، سراج اور عسکری ہیں۔ آپ کا رنگ گندمی اور سفید ملا جلا تھا۔ آپ کا شاعر ابن رومی، چوکیدار عثمان بن سعد تھا۔ سُبحان من لہٗ مقالید السماوات والارض آپ کی انگوٹھی کا نقش تھا۔ معتز، مہتدی اور معتمد آپ کے معاصر تھے آپ مدینہ منورہ میں ۲۳۲ ہجری میں بائیس ربیع الآخر میں پیدا ہوئے۔

مناقب

آپ کے مناقب اور محاسن بہت ہیں۔ ''درر الاصداف'' میں ہے کہ بہلول کے ساتھ آپ کا یہ اتفاق ہوا کہ اس نے آپ کو روتے ہوئے دیکھا جب کہ آپ کم سن تھے اور دوسرے بچے کھیل رہے تھے۔ بہلول نے گمان کیا کہ جو کچھ بچوں کے ہاتھوں میں ہے اس وجہ سے آپ رو رہے ہیں۔ بہلول نے کہا میں آپ کے لئے کھیلنے کی چیز خرید لاؤں۔

آپ نے فرمایا اے کم عقل بہلول ہم کھیل کود کے لئے پیدا نہیں ہوئے۔ اس نے کہا ہم کس لئے پیدا ہوئے ہیں؟ فرمایا علم اور عبادت کے لئے۔ بہلول نے کہا آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟ فرمایا اللہ

تعالیٰ کے فرمان سے۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ۔

کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ ہم نے تمہیں بیکار پیدا کیا ہے اور تم ہمارے پاس نہ لوٹو گے۔

پھر بہلول نے کہا آپ مجھے وعظ ونصیحت فرمائیں۔ آپ نے چند ابیات میں اس کو وعظ و نصیحت کی اور بے ہوش کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو بہلول نے کہا آپ کو کیا فکر لاحق ہوئی ہے۔ ابھی تو آپ بچے ہیں اور آپ گناہوں سے محفوظ ہیں۔

فرمایا۔ بہلول بس جاؤ۔ میں نے اپنی والدہ کو دیکھا تھا وہ بڑی لکڑیوں کے ساتھ آگ جلاتی تھی اور آگ چھوٹی لکڑیوں کے سوا نہیں جلتی تھی، مجھے دوزخ کی چھوٹی لکڑی ہونے سے ڈر لگتا ہے۔

کرامت (۱)

یہ کرامت جامع الکرامات میں ہے۔ ابو ہاشم داؤد بن قاسم جعفری نے بیان کیا کہ میں اور حسن بن محمد، محمد بن ابراہیم اور دیگر پانچ یا چھ شخص قید خانہ میں تھے، اس میں جوسق بھی موجود تھے کہ اچانک ابو محمد حسن بن علی عسکری اور ان کے بھائی جعفر تشریف لائے۔ ہم نے امام عسکری رضی اللہ عنہ کو گھیرے میں لے لیا۔ قید خانہ کا داروغہ صالح بن یوسف حاجب تھا۔ قید خانہ میں ہمارے ساتھ ایک عجمی شخص تھا۔ سیدنا ابو محمد رضی اللہ عنہ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر آہستہ سے فرمایا اگر یہ شخص نہ ہوتا تو میں تمہیں بتاتا کہ اللہ تعالیٰ کب تم کو جیل سے خلاصی دے گا۔ اس شخص نے تمہارے بارے میں شکائت لکھی ہے جو تم نے گفتگو کی ہے۔ اب وہ اس کے کپڑوں میں ہے وہ کسی حیلہ سے خلیفہ کو بھیجنا چاہتا ہے جب کہ تمہیں علم تک نہ ہو، اس کی شرارت سے احتیاط کرنا۔ ابو ہاشم نے کہا ہم سب نے اس شخص پر حملہ کیا اور اس کی تفتیش شروع کی اور شکائت کا کاغذ اس کے کپڑوں میں لپیٹا ہوا پایا جس میں اس نے ہماری ہر برائی ذکر کی تھی۔ ہم نے اس سے وہ لے لیا اور آئندہ کے لئے اس سے احتیاط کرتے رہے۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ قید خانہ میں روزہ سے رہتے تھے جب افطار کرتے تو ہم ان کے ساتھ کھانا کھاتے تھے۔ ابو ہاشم نے کہا میں آپ کے ساتھ روزہ سے رہتا تھا ایک دن میں روزہ سے کمزور ہو گیا۔ میں نے اپنے غلام سے کہا جب کہ میرے پاس میٹھی روٹی لایا۔ میں قید خانہ میں علیحدہ جگہ چلا گیا

اور کھانا کھایا، پانی پیا، پھر دوسرے لوگوں کے ساتھ مجلس میں واپس آ گیا اور اس کا کسی کو علم نہ ہوا۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو مسکرائے اور فرمایا روزہ افطار کر کے شرمندہ ہو رہے ہو۔ اور ساتھ یہ بھی فرما دیا ابوالہاشم کوئی حرج نہیں، جب دیکھو کہ ضعیف ہو رہے ہو اور قوت حاصل کرنے کا ارادہ ہو تو گوشت کھایا کرو، میٹھی روٹی میں اتنی طاقت نہیں ہوتی۔ ابو ہاشم نے کہا میں نے آپ کو قسم دی کہ تین روز افطار کریں کیونکہ جب بدن کو روزہ کمزور کر دے تو تین دن کے بعد طاقت پکڑتا ہے۔

ابو ہاشم نے کہا سیدی ابو محمد حسن عسکری رضی اللہ عنہ کی قید کی مدت سر من رائی میں سخت قحط پڑنے کی وجہ سے زیادہ لمبی نہ ہوئی تھی، کیونکہ خلیفہ معتمد بن متوکل نے لوگوں کو استسقاء کی نماز کے لیے باہر جانے کا حکم دیا۔ لوگ تین روز باہر نکل کر نماز پڑھتے رہے مگر بارش نہ ہوئی۔ چوتھے روز یہودی پوپ جنگ کی طرف نکلا اور اس کے ساتھ نصاریٰ اور راہب بھی نکلے، ان میں ایک راہب تھا جب وہ ہاتھ آسمان کی طرف بڑھاتا تو موسلا دھار بارش ہونے لگتی، پھر وہ دوسرے روز باہر نکلے اور پہلے روز کی طرح انہوں نے کیا تو موسلا دھار بارش ہونے لگی، اس سے لوگ حیرت زدہ ہوئے، بعض کے دلوں میں شکوک و شبہات پڑنے لگے اور بعض عیسائی مذہب اختیار کر گئے۔ خلیفہ کے لئے مشکل ہو گئی وہ گھبرایا اور قید خانہ کے داروغہ صالح بن یوسف کو پیغام بھیجا کہ سیدنا حسن عسکری کو جیل سے باہر نکال کے میرے پاس لائے جب حسن عسکری تشریف لائے تو خلیفہ نے کہا اس اُمت کو بچایئے ان پر عظیم مصیبت نازل ہوئی ہے (لوگ بے دین ہو رہے ہیں) سیدی حسن عسکری نے فرمایا۔ ان کو تیسرے روز پھر باہر نکلنے کا حکم دو۔ خلیفہ نے کہا لوگ بارش سے مستغنی ہو چکے ہیں اور بارش کافی ہو چکی ہے۔ اب باہر نکلنے کا کیا فائدہ؟ آپ نے فرمایا میں لوگوں کے دلوں سے شبہات دُور کروں گا، جس میں وہ مبتلا ہیں۔ خلیفہ نے اس عالم اور راہبوں کو حکم دیا کہ وہ حسب عادت تیسرے روز بھی باہر نکلیں اور لوگ بھی نکلیں، عیسائی جنگل کی طرف نکلے اور ان کے ساتھ سیدی ابو محمد حسن رضی اللہ عنہ بھی نکلے جب کہ آپ کے ساتھ مسلمانوں کی بھاری جماعت تھی۔ عیسائی حسب عادت بارش طلب کرنے کھڑے ہوئے اور ان کے ساتھ راہب بھی تھا۔ اس نے آسمان کی طرف ہاتھ بڑھائی، عیسائیوں اور راہبوں نے بھی حسب عادت ہاتھ اُٹھائے تو اسی وقت آسمان پر بادل چھا گیا اور بارش نازل ہوئی۔

سیدی ابو محمد حسن عسکری نے راہب کا ہاتھ پکڑنے کا حکم دیا اور جو کچھ ہاتھ میں تھا وہ اس سے پکڑا تو اس کی انگلیوں میں آدمی کی ہڈی تھی۔ سیدی حسن عسکری نے اس کو لے کر کپڑے میں لپیٹ دیا۔

پھر ان سے فرمایا اب بارش کی دُعا کرو، مگر کچھ نہ ہوا، بادل پھٹ گیا اور سورج بادل سے باہر آیا۔ اس سے لوگ حیران ہوئے۔ خلیفہ نے حیران ہو کر کہا ابا الحسن یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ نبی کی ہڈی ہے، جس کو یہ لوگ نبیوں کی قبروں سے نکال لائے ہیں۔ آسمان کے نیچے جس نبی کی ہڈی ننگی کر دی جائے تو فوراً موسلا دھار بارش شروع ہو جاتی ہے۔ لوگ خوش ہوئے اور اس ہڈی کا امتحان لیا تو ایسا ہی ہوا جو آپ نے فرمایا تھا۔ پھر سیدی ابو محمد حسن عسکری سر من رائی میں اپنے گھر لوٹ گئے اور لوگوں سے شبہ دور فرمایا اس سے خلیفہ اور مسلمان بہت خوش ہوئے۔

سیدی حسن عسکری رضی اللہ عنہ نے خلیفہ سے اپنے ساتھیوں کو جیل سے رہائی کی گفتگو کی، خلیفہ نے سب کو قید خانہ سے نکالا اور سیدی حسن عسکری کے صدقہ ان کو آزاد کر دیا۔ آپ اپنے گھر بڑے احترام واکرام سے رہے اور خلیفہ کی طرف سے ہدایا اور انعامات ہر وقت آپ کی خدمت میں پہنچتے رہے۔ اس کرامت کو اکثر مورخین نے نقل کیا۔

کرامت (۲)

علی بن ابراہیم بن ہشام نے اپنے باپ سے اس نے عیسیٰ بن فتح سے روائت کی۔ انہوں نے کہا جب سیدی حسن عسکری رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے تو مجھے فرمایا عیسیٰ تیری عمر پینسٹھ سال ایک مہینہ اور دو دن ہو چکی ہے۔ میرے پاس کتاب تھی جس میں میری ولادت کی تاریخ لکھی ہوئی تھی۔ میں نے وہ دیکھی تو جو آپ نے فرمایا وہی تھا۔ پھر فرمایا تمہارا لڑکا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا اے اللہ اس کو لڑکا عطا فرما جو اس کا مددگار ہو۔ لڑکا اچھا مددگار ہوتا ہے۔ پھر پڑھا۔

من کان ذا عضد یدرک ظلامته — جس کے مددگار ہوں وہ اپنا انتقام پالیتا ہے۔

ان الذلیل الذی لیس له عضدٌ — ذلیل ہے وہ جس کا کوئی مددگار نہ ہو۔

میں نے عرض کیا حضور! آپ کا صاحبزادہ ہے؟ فرمایا عنقریب میرا بچہ پیدا ہو گا اللہ کی قسم جو روئے زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ اس وقت میرا کوئی لڑکا نہیں ہے۔

کرامت (۳)

اسماعیل بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روائت ہے انہوں نے کہا میں

سیدی حسن رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر بیٹھا تھا۔ آپ باہر تشریف لائے تو میں سامنے کھڑا ہو گیا اور اپنی حاجت پیش کی اور میں نے قسم کھائی کہ میرے پاس ایک درہم بھی نہیں فرمایا۔ قسم کھاتے ہو اور دو سو دینار تو نے زمین میں دفن کر رکھے ہیں۔ میں یہ اس لئے نہیں کہہ رہا ہوں کہ تجھ سے عطیہ روکنا چاہتا ہوں۔ اے غلام جو کچھ تمہارے پاس ہے اسے آپ نے مجھے ایک سو دینار دیئے۔ میں نے آپ کا شکریہ ادا کیا اور واپس ہوا تو آپ نے فرمایا مجھے ڈر ہے کہ تو دو سو دینار گم پائے گا۔ جن کو تو بہت محتاج ہے۔ میں وہاں گیا اور دینار تلاش کئے تو وہ اپنی جگہ تھے۔ میں نے وہ دوسری جگہ نقل کر کے وہاں دفن کر دیئے جس کی کسی کو خبر نہ تھی، پھر لمبی مدت میں نے ان کا خیال نہ کیا۔ اچانک مجھے ضرورت پڑی تو اس جگہ تلاش کرنے لگا مگر وہ نہ ملے۔ میں غمناک ہوا اور اس کا مجھے سخت صدمہ ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میرے لڑکے نے وہ جگہ پہچانی اور دینار نکال کر لے گیا اور مجھے کچھ حاصل نہ ہوا جیسا آپ نے فرمایا تھا وہی ہوا۔

کرامت (۴)

محمد حمزہ دوری سے روائت ہے انہوں نے کہا میں نے ابو ہاشم داؤد بن قاسم کے ہاتھ خط لکھ کر حضرت کو بھیجا۔ ابو ہاشم حضرت کے گہرے دوست تھے۔ اور اس میں گزارش کی کہ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے غنی کر دے جب کہ میں بہت غریب مفلس تھا اور رسوائی سے خائف تھا۔ آپ نے اسی کے ہاتھ جواب بھیجا کہ خوش ہو جاؤ اللہ کی طرف سے آپ کو غناء پہنچ چکی ہے۔ تمہارے چچا کا بیٹا یحیٰی بن حمزہ فوت ہو گیا ہے۔ اس کا ایک لاکھ درہم ترکہ ہے اور تمہارے سوا اس کا اور کوئی وارث نہیں۔ یہ مال عنقریب آپ کو مل جائے گا۔ اللہ کا شکر کرو، متوسط خرچ کرنا اسراف سے بچنا اور اس میں سے اللہ کا حق ادا کرو۔ میں نے اپنے بھائیوں سے نیکی کی کچھ ان پر خرچ کیا اور باقی محفوظ رکھ لیا حالانکہ اس سے پہلے میں فضول خرچ تھا۔

نصیحت

ابو ہاشم سے روائت ہے انہوں نے کہا میں نے سیدی ابو محمد حسن عسکری رضی اللہ عنہ سے سنا آپ فرماتے تھے۔ جنت میں ایک دروازہ ہے جسے معروف کہا جاتا ہے اس دروازہ سے اہل معروف ہی داخل ہوں گے۔ میں نے اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور لوگوں کی حاجات پوری کرنے

سے بہت خوش ہوا۔ آپ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا اباہاشم اسی عادت پر مداومت اور ہمیشگی کرتے رہو۔ جو دنیا میں اہل معروف ہوں وہ آخرت میں بھی اہل معروف ہوں گے۔ نیز ان سے روائت ہے کہ میں نے سیدی ابومحمد رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' اسم اعظم کی سیاہی سے سفیدی کی نسبت زیادہ قریب ہے۔

سیدنا ابومحمد حسن عسکری رضی اللہ عنہ کی وفات

''فصول مہمہ'' میں ہے کہ جب آپ کی وفات کی خبر مشہور ہوئی تو سُرمن رائی رونے کی آوازوں سے گونج اُٹھا، گویا قیامت کا منظر بنا ہوا تھا۔ جب تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے تو خلیفہ نے ابو عیسٰی متوکل کو پیغام بھیجا کہ وہ آپ کی نماز جنازہ پڑھے اس نے نماز پڑھائی اور آپ کو سُرمن رائی میں اسی مکان میں دفن کیا گیا، جس میں آپ کے والد ماجد مدفون تھے۔ آپ کی وفات ۲۶۰ ہجری میں آٹھ ربیع الاوّل کو جمعہ کے روز ہوئی۔ آپ کے بعد آپ کا صرف ایک صاجزادہ تھا۔ جن کا اسم گرامی محمد تھا۔

سیّدنا محمد بن حسن عسکری رضی اللہ عنہ

آپ کی والدہ ماجدہ اُم ولد ہیں۔ ان کو نرجس کہا جاتا تھا، بعض ان کو صیقل اور بعض سوسن کہتے ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ کرامیہ شیعوں نے آپ کو حجت، مہدی، خلف، صالح، قائم، منتظر اور صاحب زمان کے القاب دیئے ہیں۔ آپ کا سب سے مشہور لقب ''مہدی'' ہے۔ آپ نوجوان، درمیانہ قد، چہرہ اور بال خوبصورت تھے اور وہ کندھوں تک لمبے تھے، ناک لمبی اور چہرہ منور تھا۔ آپ کا چوکیدار محمد بن عثمان اور معاصر معتمد تھا۔ اسی طرح ''فصول مہمہ'' میں ہے کہ کرامیہ کے مذہب میں بارہ اماموں سے یہ آخری امام ہیں۔

''فصول مہمہ'' میں ہے کہ کہا جاتا ہے کہ آپ سرنگ میں غائب ہیں، اس پر محافظ کھڑے ہیں۔ ۲۶۶ ہجری کو آپ غائب ہوئے۔ ''صواعق'' میں ہے آپ کو ''قائم منتظر'' اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ مدینہ منورہ میں غائب ہو گئے تھے، کسی کو معلوم نہیں کہاں چلے گئے تھے۔ علامہ شیخ محمد بن بطوطہ نے اپنی رحلت اور سفر میں ذکر کیا کہ پھر میں ''مدینۃ الحلۃ'' پہنچا، یہ دریائے فرات کے ساتھ ساتھ

لمبا شہر ہے۔اس کے رہنے والے سارے امامیہ اثنا عشریہ ہیں۔ وہاں ایک مسجد ہے جس کے دروازہ پر ریشمی پردہ ہے۔لوگ کہتے ہیں کہ محمد بن عسکری اس مسجد میں داخل ہوئے اور وہیں غائب ہو گئے۔ان کے نزدیک امام مہدی منتظر ہیں۔ان میں ہر روز ایک سو شخص مسلّح رہتے ہیں اور مسجد کے دروازہ پر آتے ہیں ان کے ساتھ ایک گھوڑا ہوتا ہے جس پر کاٹھی پڑی ہوتی ہے اور اس کے منہ میں لگام دی جاتی ہے ان کے پاس ڈھول اور سنکھ ہوتے ہیں، وہ کہتے ہیں۔

"اے صاحب زمان باہر تشریف لائیے۔ظلم اور فساد بر پا ہو گیا ہے۔یہ آپ کے خروج اور باہر آنے کا وقت ہے، تا کہ آپ کے سبب اللہ تعالیٰ حق وباطل میں امتیاز کرے۔"

وہ رات تک کھڑے رہتے ہیں اور شام کو واپس چلے جاتے ہیں۔یہ ان کی عادت ہمیشہ سے رہی ہے۔

تاریخ "ابن الوردی" میں ہے کہ محمد بن حسن خالص رضی اللہ عنہ ۲۵۵ ہجری میں پیدا ہوئے۔شیعہ کہتے ہیں کہ آپ "سرمن رائی" میں اپنے والد کے گھر سرنگ میں داخل ہو گئے تھے جب کہ ان کی والدہ ماجدہ دیکھ رہی تھی اور واپس نہ آئے۔آپ کی عمر اس وقت (نو) برس تھی۔یہ ۲۶۵ ہجری کا واقعہ ہے۔اس سن میں اختلاف ہے۔

شیخ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن محمد کنجی اپنی کتاب "البیان فی اخبارہ صاحب الزمان" میں ذکر کیا کہ امام مہدی کے غائب ہونے کے بعد زندہ اور باقی رہنے کی دلیل یہ ہے کہ ان کی اور عیسیٰ بن مریم، خضر، الیاس جو اللہ کے ولی نبی ہیں کی بقا اور کانے دجال اور ابلیس لعین جو اللہ کے دشمن ہیں کی بقا ممتنع نہیں ہے۔کتاب وسنت سے ان کی بقا ثابت ہے۔عیسیٰ علیہ السلام کی بقاء کی یہ آیت دلیل ہے۔

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ۔ اور کوئی اہل کتاب نہیں مگر وہ ان کی وفات سے پہلے ایمان لائیں گے۔

جب سے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے آج تک کوئی بھی اہل کتاب عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں لایا، تو لازماً وہ آخر زمانہ میں ہوں گے۔صحیح مسلم میں ابن سمعان سے دجال کے قصہ میں طویل حدیث روائت ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سفید مینار کے پاس زعفرانی رنگین دو چادریں پہنے ہوئے دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے ہوئے زمین پر تشریف لائیں گے۔

ابن جریر طبری نے کہا خضر اور الیاس علیہا الصلوٰۃ والسلام زندہ زمین میں سیر کرتے ہیں۔ صحیح مسلم میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ انہوں نے کہا ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل حدیث میں دجال کی خبر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خبر دی وہ یہ تھی کہ دجال مدینہ منورہ کی طرف آئے گا، حالانکہ مدینہ منورہ میں داخل ہونا اس کے لئے حرام ہے، مدینہ منورہ سے متصل تھور زمین تک جائے گا اور سب لوگوں سے بہتر شخص اس کی طرف مدینہ منورہ سے باہر آئے گا۔ دجال کہے گا اگر میں اسے قتل کر دوں پھر زندہ کروں کیا تم میری خدائی میں شک کرو گے؟

لوگ کہیں گے نہیں وہ اسے قتل کرے گا پھر زندہ کرے گا۔ جب اسے زندہ کرے گا تو وہ شخص کہے گا۔ اللہ کی قسم اب مجھے ذرہ بھر شک نہیں رہا۔ اور پہلے سے بھی زیادہ مجھے بصیرت ہوگئی ہے کہ تو ہی دجال ہے۔ پھر دجال اسے قتل کرنے کا ارادہ کرے گا مگر اس کا تسلط اس پر نہ رہے گا اور وہ اسے قتل کرنے پر قادر نہ ہوگا۔

ابراہیم بن سعید نے کہا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ شخص سیدنا خضر علیہ السلام ہوں گے۔ یہ صحیح مسلم کے الفاظ ہیں۔ ابلیس لعین کی بقاء اور زندہ رہنے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ۔ یقیناً تجھے قیامت تک مہلت ہے۔

سیدنا مہدی علیہ السلام کی بقاء۔ اللہ کے اس ارشاد کی تفسیر ہے۔

لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ۔ تا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرک بُرا منائیں۔

سعید بن جبیر سے روائت ہے کہ وہ مہدی علیہ السلام ہیں جو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہیں۔ جس نے یہ کہا کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں وہ اس کے منافی نہیں۔ کیونکہ وہ ان کے موافق اور مددگار ہوں گے۔ مقاتل بن سلیمان اور اس کی تفسیر میں متابع مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں کہا۔

وَاِنَّهٗ لَعِلْمُ السَّاعَةِ۔ وہ یقیناً قیامت کی نشانی ہے۔

کہ وہ مہدی علیہ السلام ہیں جو آخر زمانہ میں تشریف لائیں گے اور ان کے تشریف لانے کے بعد قیامت کی نشانیاں اور اس کا قیام ہوگا۔

''دراالاصداف'' میں ذکر کیا کہ شیعوں کا گمان ہے کہ امام منتظر حضرت محمد بن حنیفہ بن علی ابن

ابی طالب ہے۔ وہ رجعت کے قائل ہیں۔ اس بارہ میں وہ اشعار روایات بیان کرتے ہیں۔ ان میں سے ان کا یہ قول بھی ہے۔ جب تک امام مہدی باہر تشریف نہ لائیں گے قیامت قائم نہ ہوگی۔ اور وہ محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ وہ دُنیا عدل وانصاف سے بھر دیں گے جیسے وہ ظلم سے اٹی پڑی ہوگی۔ وہ اپنے مردوں کو زندہ کریں گے پھر وہ دنیا میں واپس لوٹیں گے اور ساری دنیا ایک اُمت ہوجائے گی اس کے متعلق ان کا شاعر کہتا ہے۔

الا ان الائمّة من قریش ولاة	خبردار! قریش کے امام جو عدل کے امام ہیں
العدل اربعة سواءٌ علی الثلاثة	چار ایک جیسے ہیں حضرت علی اور ان کے تین
من بنیه هم الاسباط لیس بهم	صاحبزادے وہ سبط ہیں، ان میں کوئی خفا نہیں
خفاء فسبط و سبط ایمان و برّ	وہ سبط ہیں، ایمان و نیکی کے سبط ہیں۔ ایک
وسبط ضمنة الكربلا۔ وسبط لا	سبط کو کربلاء نے ملا رکھا ہے۔ ایک موت نہ
یذوق الموت حتیٰ یقود الخیل	چکھے گا حتیٰ کہ شہسواروں کا قائد ہوگا جن کے
یقدمها اللوآء	آگے جھنڈا ہوگا۔

اسباط سے مراد حسن وحسین اور محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ ان کے گمان میں محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ ان کے گمان میں محمد بن حنفیہ ہی مہدی ہے۔ جو آخر زمانہ میں باہر نکلیں گے۔ اسی مذہب پر سید حمیری ہے۔ اس کے یہ ابیات ہیں۔

امام الهدی قل لی متی انت آیب	اے ہدائت کے امام مجھے فرمائیں آپ کب واپس
فمن علینا یا امام برجعة مللنا وطال	آئیں گے ہدایت کے امام فرمایئے آپ کب لوٹیں
الانتظار فجدلنا بحقك یا قطب	گے جناب امام واپس "تشریف لاکر ہم پر احسان
الوجود بزورة فانت لهٰذا الامر قد ما	کریں، ہم تھک گئے، انتظار طویل ہوگئی اپنی ذات کا
معین كذالك قال الله انت خلیفتی۔	واسطہ اے کائنات کے قطب اپنی زیارت سے مشرف

فرمائیں، آپ شروع سے خلافت کے مددگار ہیں۔ اسی لئے اللہ نے فرمایا تو میرا خلیفہ ہے۔

کتاب جامع الفنون کی مبحث الجبال میں ہے کہ جبل رضوی (رضوی پہاڑ) مدینہ منورہ سے سات مراحل دور ہے۔ وہ مبارک پہاڑ مختلف شاخوں اور وادیوں پر مشتمل ہے۔ اور دور سے سبز دکھائی دیتا ہے۔ اس میں درخت اور پانی ہے۔ کیسانیہ کا گمان ہے کہ محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ زندہ ہیں۔ اور اس

پہاڑ میں مقیم ہیں، دو شیروں کے درمیان رہتے ہیں جوان کی حفاظت کررہے ہیں۔ان کے پاس پانی اور شہد کے دو چشمے جاری ہیں وہ غائب ہو جانے کے بعد واپس لوٹیں گے۔اور زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جب کہ وہ ظلم وستم سے پر ہوگی۔وہی مہدی منتظر ہیں۔ان کو یہ عذاب حبس اس لئے دیا گیا کہ وہ ایک روز عبدالمالک کے پاس گئے تھے۔بعض کا کہنا ہے کہ یزید بن معاویہ کے پاس گئے تھے۔سید حمیری کا یہی مذہب تھا اور اسی نے یہ کہا ہے۔

الاَقل للوصی فدتك نفسی — خبردار! وصی سے کہہ دو میری جان تم پر فدا ہو

اطلت بذالك الجبل المقاما — اس پہاڑ پر تم نے لمبی اقامت کر رکھی ہے۔

یہ تمام اقوال فاسد ہیں، باطل ہیں اور کمزور سرمایہ ہیں۔ان کا کوئی فائدہ نہیں۔سیدنا محمد ابن حنفیہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔بعض کا کہنا ہے کہ طائف میں فوت ہوئے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔خلیفہ منتظر محمد بن عبداللہ ہے۔وہ مہدی ہے جو آخر زمانہ تک زندہ رہے گا۔وہی مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے تھے کیونکہ وہ وہاں کے باشندے تھے جیسا کہ ان کی اور ان کے علامات کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے، جو وحی کے بغیر کلام نہیں فرماتے۔"صلی اللہ علیہ وسلم"

مہدی رضی اللہ عنہ کے متعلق اخبار

لوگوں میں اس مسئلہ کے متعلق اختلاف رائے ہے کہ سیدنا مہدی علیہ السلام سیدنا حسن سبط رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔یا سیدنا امام سبط کی اولاد سے ہیں۔ابوداؤد نے سنن میں روائت کی اور امام مناوی نے بھی کبیر میں یہی راہ اختیار کی ہے کہ آپ سیدنا حسن سبط رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔اس میں راز یہ ہے کہ اس پر شفقت کے لئے اللہ تعالیٰ کے لئے خلافت کو ترک کرنا ہے۔بعض نے کہا آپ سیدنا حسین سبط کی اولاد سے ہیں اور صحیح بھی یہی ہے۔آپ کا نام احمد ہے یا محمد بن عبداللہ ہے۔قطب شعرانی نے کتاب "الیواقیت والجواہر" میں ذکر کیا ہے کہ سیدنا مہدی علیہ السلام، امام حسن عسکری بن حسین کی اولاد سے ہیں۔آپ کا مولد شریف پندرہ شعبان ۲۵۵ ہجری ہے اور سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے زمانہ تک باقی رہیں گے۔ایسے ہی شیخ حسن عراقی نے مجھ سے ذکر کیا جو "الحر وسہ مصر میں کوم الریس المطل علیٰ برکۃ الرطل" کے اوپر مدفون ہیں۔سیدی علی خواص نے اس میں ان کی موافقت

کی ہے۔ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ نوجوان تھے، آپ کی آنکھیں سرگیں، ناک درمیان سے اونچی، ابرو باریک طویل، داڑھی شریف بھاری اور دائیں رخسارے پر خال تھا۔

رویانی اور طبرانی وغیرہ نے روائت کی کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''مہدی میری اولاد سے ہوں گے، ان کا چہرہ روشن ستارے جیسا ہوگا، رنگ عربی اور جسم اسرائیلی ہوگا، یعنی ان کا جسم لمبا ہوگا، روئے زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جب کہ وہ ظلم وستم سے معمور ہوگی۔

شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''فتوحات مکیہ'' میں ذکر کیا کہ جب مہدی علیہ السلام تشریف لائیں گے، عام وخاص تمام مسلمان خوش ہوں گے۔ ان کے معتقدین نیک صالح ہوں گے، جوان کی دعوت قبول کریں گے۔ اور ان کی مدد کریں گے۔ وہ ان کے وزیر ہوں گے۔ وہ ان کی طرف سے مملکت وسلطنت کا بوجھ اٹھائیں گے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذمہ فرمایا ہوگا اس میں ان کی مدد کریں گے۔ عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام دمشق کے شرقی جانب سفید مینار سے نزول فرمائیں گے۔ جب کہ دو فرشتوں پر سہارا لگائے ہوں گے۔ ایک ان کے دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف ہوگا۔ اس وقت لوگ عصر کی نماز پڑھتے ہوں گے۔ امام مصلّٰی سے ایک طرف ہو جائے گا وہ آگے بڑھ کر لوگوں کو نماز پڑھائیں گے۔ سرور کائنات ﷺ کی سنت کے مطابق لوگوں کی امامت کریں گے۔ صلیب ختم کر دیں گے، خنزیر قتل کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی طرف سیدنا مہدی رضی اللہ عنہ کو صاف ستھرا پہنچائے گا۔ ان کے زمانہ میں غوطہ دمشق میں شجرہ کے قریب سفیانی قتل ہوگا۔ اور بیداء مقام میں اپنے لشکر سمیت زمین میں دھنسایا جائے گا۔ جو شخص مجبور ہوگا اس لشکر میں شامل ہوگا۔ وہ اپنی نیت کے مطابق قیامت میں اُٹھے گا۔

سیدنا مہدی رضی اللہ عنہ کی شان میں احادیث

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے سرور کائنات ﷺ سے روائت کی آپ نے فرمایا اگر بالفرض دُنیا کا صرف ایک دن باقی رہ جائے تو اللہ تعالیٰ میرے اہلبیت سے ایک شخص کو بھیجے گا جو دنیا کو عدل سے بھر دے گا جب کہ وہ ظلم سے معمور ہوگی۔ اس حدیث کو ابوداوٗد نے سنن میں ذکر کیا ہے۔

ابوداؤد اور ترمذی نے ابوسعید خدری سے روائت کی، انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مہدی مجھ سے ہے اس کا چہرہ خوبصورت ناک اونچی ہوگی اور زمین کو عدل سے بھر دے گا۔ جبکہ وہ ظلم سے بھری ہوگی۔ ابوداؤد نے مزید کہا کہ وہ سات سال دُنیا کا مالک رہے گا۔

ترمذی نے کہا ثابت کی حدیث صحیح ہے۔ اس کو طبرانی نے اپنے معجم میں ذکر کیا ہے، ابن شیرویہ نے کتاب الفردوس میں الف اور لام کے باب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مہدی اہل جنت کا طاؤس ہے۔

انہوں نے اپنے اسناد سے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما سے روائت کی کہ سرور کونین ﷺ نے فرمایا مہدی میرا بچہ ہے اس کا چہرہ روشن ستارے کی طرح ہوگا۔ اس کا رنگ عربی اور جسم لمبا ہوگا۔ وہ زمین انصاف سے بھرے گا۔ جب کہ وہ ظلم وستم سے معمور ہوگی۔ وہ اپنی خلافت کے باعث ارض وسماء والوں اور خلا میں پرندوں سے راضی ہوں گے۔ وہ دس سال زمین کا مالک رہیں گے۔

حافظ ابونعیم نے ثوبان رضی اللہ عنہ سے روائت کی کہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا۔ جب خراسان سے آتے ہوئے سیاہ جھنڈے دیکھو تو ان کی طرف جاؤ، اگرچہ برف پر گھٹنوں کے بل چلنا پڑے، کیونکہ ان میں اللہ کا خلیفہ مہدی ہوگا۔

نیز ابونعیم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روائت کی۔ انہوں نے کہا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ مہدی ایک گاؤں سے باہر تشریف لائیں گے جس کا نام ''کریمہ'' ہوگا۔ حافظ ابوعبداللہ محمد بن ماجہ قزوینی نے ایک لمبی حدیث نزول عیسیٰ بن مریم کے بارے میں ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روائت کی، انہوں نے کہا سید عالم رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا اور دجال کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ مدینہ منورہ کو خبیث لوگوں سے صاف کرے گا۔ جیسے لوہار کی بھٹی لوہے کا زنگار صاف کردیتی ہے۔

اس دن کو ''یوم الخلاص'' کہا جائے گا۔ ام شریک بنت عسکر نے کہا۔ عرب اس روز کہاں ہوں گے؟ حضور نے فرمایا وہ اس وقت تھوڑے ہوں گے ان سے بڑے بڑے لوگ بیت المقدس میں ہوں گے۔ ان کا امام مہدی ہوگا۔ پہلے گزر چکا ہے کہ وہ تمہیں صبح کی نماز پڑھا رہے ہوں گے۔ کہ عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے۔ تمہارا امام پیچھے ہونے کا ارادہ کرے گا تاکہ عیسیٰ علیہ السلام نماز پڑھائیں، تو عیسیٰ علیہ السلام ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمائیں گے آپ ہی نماز پڑھائیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم کس قدر خوش نصیب ہو گے جب کہ تم میں عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے اور نماز میں تمہارا امام تم سے ہوگا۔ اس کی بخاری اور مسلم نے صحیحین میں روائت کی ہے۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روائت ہے۔ انہوں نے کہا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری اُمت سے ایک جماعت حق پر لڑائی کرے گی وہ قیامت تک غالب رہے گی اور عیسیٰ بن مریم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان سے نازل ہوں گے۔ تو ان کا امیر کہے گا آپ نماز پڑھائیں۔ وہ اس اُمت کا احترام کرتے ہوئے کہیں گے تم ہی ایک دوسرے کے امام ہو۔

اس حدیث کو مسلم نے صحیح میں ابو ہارون عبدی سے ذکر کیا۔ نیز انہوں نے ابو سعید اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روائت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر زمانہ میں خلیفہ ہوگا۔ جو مال تقسیم کرے گا اور اسے شمار نہ کرے گا۔

امام احمد نے اپنی مسند میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روائت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں تم کو مہدی کی خوشخبری دیتا ہوں، جو عدل وانصاف سے زمین کو بھر دیں گے جب کہ وہ ظلم وستم سے بھری ہوگی۔ زمین و آسمان کے رہنے والے اس سے راضی ہوں گے۔ لوگوں میں برابر برابر مال صحیح طور پر تقسیم کرے گا۔ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے دل غنا سے بھر دے گا۔ اس کا عدل عام ہوگا۔ حتیٰ کہ منادی کو حکم دے گا کہ وہ لوگوں میں ندا دے کہ جس کو مال کی ضرورت ہو وہ آکر مال لے جائے۔ لوگوں میں سے صرف ایک شخص کھڑا ہوگا جو کہے گا میں محتاج ہوں۔ آپ اسے فرمائیں گے میرے خازن کے پاس جاکر کہو کہ مہدی تجھے حکم دیتا ہے کہ مجھے مال دو۔ وہ اس کے کپڑے مال سے بھر دے گا حتیٰ کہ وہ نادم ہو کر کہے گا میرا نفس ساری اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حریص اور ان کی طاقت و وُسعت سے عاجز تر ہے۔ یہ کہہ کر مال واپس کردے گا وہ اسے قبول نہ کرے گا اور کہے گا جو شئے ہم عطا کردیں پھر واپس نہیں لیا کرتے ہیں۔ مہدی سات یا آٹھ یا نو برس اسی طرح رہیں گے۔ پھر اس کے بعد عیش اچھی نہ ہوگی۔ یا فرمایا پھر اس کے بعد حیات اچھی نہ ہوگی۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمانہ ختم ہونے اور فتنوں کے ظاہر ہونے کے وقت ایک شخص ظاہر ہوگا جسے مہدی کہا جائے گا اس کی عطا بہت آسان ہوگی۔

ابونعیم نے اس حدیث کو اس شخص کی تردید میں ذکر کیا جس نے کہا کہ مسیح ہی مہدی ہے۔علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روائت ہے۔انہوں نے کہا میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ہماری امامت آل محمد سے مہدی کرے گا یا ہمارا غیر کوئی اور شخص امامت کرے گا۔آپ ﷺ نے فرمایا۔ہم سے ہی امام ہوگا۔اللہ تعالیٰ اس پر دین ختم کردے گا جیسے ہم سے شروع ہوا۔وہ ہمارے سبب فتنہ سے خلاصی پائیں گے۔جیسے ہمارے باعث وہ کفروشرک سے نکلے۔ہماری وجہ سے اللہ تعالیٰ عداوتِ فتنہ کے بعدان کے دلوں کو جوڑے گا جیسے عداوت نے شرک کے بعدان کے دلوں کو یکجا کیا تھا۔ہماری برکت سے وہ عداوتِ فتنہ کے بعد آپس میں دینی بھائی ہو جائیں گے۔

بعض اہل علم نے کہا یہ حدیث حسن ذی شان ہے۔حفاظ حدیث نے اس کو اپنی کتابوں میں روائت کیا ہے۔طبرانی نے معجم اوسط میں،ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں،عبدالرحمن ابن حماد نے اپنی عوالی میں اس کو ذکر کیا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روائت ہے انہوں نے کہا جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔مہدی آئے گا اس کے سر پر بادل ہوگا۔جس میں فرشتہ آواز کرے گا۔یہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہے اس کی تابعداری کرو۔اس کو ابونعیم،طبرانی وغیرہما نے روائت کیا۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے سید عالم ﷺ سے روائت کی کہ آپ نے فرمایا جب تک میرے اہل بیت سے ایک شخص زمین کا مالک نہ ہوگا اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوسکے گی۔وہ قسطنطنیہ اور کوہِ دیلم فتح کرے گا۔اگر بالفرض قیامت سے پہلے صرف ایک ہی دن باقی رہ جائے اللہ تعالیٰ اس دن کو طویل کردے کہ حتیٰ کہ وہ قسطنطنیہ فتح کرلے گا۔یہ حافظ ابونعیم کی عبارت ہے۔انہوں نے کہا کسی شک وشبہ کے بغیر یہی مہدی ہے،تاکہ روایات متفق ہوں۔جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا میرے بعد خلفاء ہوں گے،خلفاء کے بعد امراء ہوں گے،امراء کے بعد جابر ملوک ہوں گے۔پھر میرے خاندان سے مہدی ہوگا جو زمین کو عدل وانصاف سے بھردے گا جب کہ وہ ظلم سے اٹی ہوگی۔

حافظ ابونعیم نے فوائد میں اور طبرانی نے معجم میں اس حدیث کو ذکر کیا۔ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے سرور کونین ﷺ سے روائت کی۔آپ نے فرمایا مہدی کے زمانہ میں میری اُمت نعمتوں سے خوب مالا مال ہوگی،ایسی نعمتیں انہوں نے کبھی نہ دیکھی ہوں گی۔ان پر آسمان خوب بارش برسائے گا،زمین اپنی

ساری برکت باہر نکالے گی۔طبرانی نے معجم کبیر میں اس کی روائت کی۔

ابوداؤد نے ذر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روائت کی۔انہوں نے کہا سرورکونین ﷺ نے فرمایا۔دُنیا ختم نہ ہوگی،حتیٰ کہ میرے اہل بیت سے ایک شخص سارے عرب کا مالک ہوگا،اس کا نام میرے نام جیسا ہوگا۔

چند فوائد

(۱) صواعق میں مذکور ہے کہ زیادہ ظاہر یہی ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کا تشریف لانا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے پہلے ہوگا۔بعض کہتے ہیں کہ بعد میں ہوگا۔

(۲) سرورکائنات ﷺ سے تواتر کے ساتھ اخبار منقول ہیں کہ مہدی آپ کے اہل بیت سے ہوں گے۔اور زمین عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔

(۳) متواتر اخبار آئی ہیں کہ شام میں فلسطین کی زمین میں باب لُدّ کے پاس دجال کو قتل کرنے میں وہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی مدد کریں گے۔

(۴) بعض آثار میں آیا ہے کہ وہ طاق سال ایک یا تین یا پانچ یا سات یا نویں سال میں تشریف لائیں گے۔

(۵) جب ان کی مکہ مکرمہ میں بیعت مکمل ہوجائے گی تو آپ کوفہ تشریف لے جائیں گے پھر دوسرے علاقوں کی طرف لشکر منقسم کریں گے۔

(۶) ان کے زمانہ کا سال دس سال کے برابر ہوگا۔

(۷) ان کی حکومت مشرق ومغرب پہنچے گی۔سارے خزانے آپ کے لیے ظاہر ہوں گے۔ اور ساری زمین کو آباد کریں گے۔یہ تمام علامات قیام قیامت کی ہیں جو ابوجعفر رضی اللہ عنہ سے روائت کی گئی ہیں۔انہوں نے کہا جب مرد عورتوں کی مشابہت کریں گے،عورتیں گھوڑوں کی سواری کریں گی، لوگ نماز نہ پڑھیں گے،خواہشات کے پیچھے لگ جائیں گے۔خونریزی آسان سمجھنے لگیں گے،سودی کاروبار کریں گے،زنا کریں گے،مکان مضبوط بنائیں گے،جھوٹ حلال جانیں گے،رشوت عام ہوگی،خواہش کی پیروی کریں گے،دین کو دُنیا کے بدلہ فروخت کریں گے،قطع رحمی کریں گے،طعام

کھلانے میں بخل کریں گے، نرمی اور بردباری کمزور ہو جائے گی۔ ظلم کرنا فخر جانیں گے، قاری فاسق ہوں گے، ظلم وستم عام ہوگا۔ طلاق زیادہ ہوگی، فجور عام ہوگا۔ جھوٹی گواہیاں قبول ہوں گی، عورتیں عورتوں کے ساتھ مستغنی ہوں گی۔ فئی کا مال غنیمت شمار کریں گے۔ صدقہ کو بوجھ محسوس کریں گے، شرارتی لوگوں سے ان کی زبانوں کے ڈر سے پرہیز کیا جائے گا۔ سفیانی شام سے یمنی یمن سے نکل جائیں گے۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان مقام بیداء میں لوگ مخسوف ہوں گے (زمین میں دھنس جائیں گے)

سرور کائنات ﷺ کی آل سے ایک لڑکا رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان قتل کیا جائے گا، آسمان سے آواز آئے گی کہ وہ لڑکا اپنے ساتھیوں سمیت حق پر ہے، جب آپ تشریف لائیں گے تو کعبہ کے ساتھ تکیہ لگائیں گے اور آپ کے تابعدار ۳۱۳ کی تعداد میں وہاں جمع ہوں گے، آپ سب سے پہلے اس آیت کریمہ کی تلاوت کریں گے۔

بَقِيَّتُ اللهِ خَيْرٌ لَّكُمْ۔ اللہ کا بقیہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

پھر فرمائیں گے میں بقیۃ اللہ ہوں، اس کا خلیفہ ہوں، تم پر حجت ہوں جو بھی آپ کو سلام کہے گا، وہ یہ کہے گا۔

السلام علیك یا بقیۃ اللہ فی الارض۔

(زمین میں اللہ کے بقیہ تم پر سلام ہو۔)

جب آپ کے پاس دس ہزار کا اجتماع ہوگا تو کوئی یہودی، نصرانی اور جو بھی غیر اللہ کی عبادت کرنے والا ہے زمین میں باقی نہ رہے گا مگر ایمان لائے گا اور تصدیق کرے گا اور صرف ملت اسلامیہ باقی رہے گی۔ اللہ کے سوا جو بھی معبود ہوگا اس پر آسمان سے آگ نازل ہوگی اور اس کو جلا کر رکھ دے گی۔ واللہ اعلم۔

تیسرا باب

تیسرے باب میں اُن اہل بیت کرام کا ذکر ہوگا جن کے قاہرہ میں مشہور مزارات اور ان کی آباد کردہ مساجد ہیں

جب مصر کے قاہرہ کا ذکر ہوا تو اس کے متعلق کچھ کرنا مناسب ہے۔ لفظ ''مصر'' مذکر و مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ مصر لمبائی میں بحر رومی کے جنوب میں برقہ سے لے کر ایلہ تک ہے۔ اس کی مسافت تقریباً چالیس روز کا سفر ہے اور چوڑائی میں اسوان اور اوپر کی جانب کے سامنے سے لے کر رشید اور جو اس کے محاذی اور مقابل بحر روم رومی میں دریائے نیل کے مساقط تک ہے۔ اس کی مسافت تقریباً تیس ایام کی راہ ہے۔ اس میں جو شخص ساکن تھا اس کے نام سے اس کا نام مصر رکھا گیا ہے۔ اور وہ مصر بن بیصر بن سام بن نوح تھا۔ بعض کچھ اور بیان کرتے ہیں۔ قاہرہ کا یہ نام اس لئے رکھا گیا ہے کہ جوہر قائد نے جب دیوار بنانے کا ارادہ کیا تو نجومیوں کو اکٹھا کر کے کہا کہ دیوار کی بنیاد کھودنے کے لیے اور اس میں پتھر وغیرہ ڈالنے کے لیے ستاروں کا خیال رکھیں، انہوں نے لکڑی کے ستون کھڑے کئے اور ہر دو ستونوں کے درمیان رسی باندھی جس میں گھنٹی تھی، انہوں نے کاریگروں اور مزدوروں کو سمجھایا کہ گھنٹی بجنے کی ساعت میں جو کچھ ان کے ہاتھوں میں پتھر اور مٹی وغیرہ ہو وہ بروئے کار لائیں اور ان کو اس میں پھینک دیں۔

اس ساعت کی تحریر اور ستارہ کے طلوع کی انتظار میں وہ بیٹھ گئے مگر اتفاق یہ ہوا کہ ان ستونوں میں سے ایک ستون پر کوا بیٹھ گیا اور گھنٹیاں بجنے لگیں۔ کاریگروں کو گمان ہوا کہ نجومیوں نے رسی کو حرکت دی ہے اس لئے گھنٹی بجنے لگی ہے، انہوں نے جو کچھ ان کے ہاتھ میں پتھر اور مٹی وغیرہ تھا پھینکنا شروع کر دیا۔ نجومی چلائے کہ نہ نہ یہ قاہر کی ساعت ہے۔ مریخ کے طلوع ہونے کا اتفاق ہوا اور مریخ نجومیوں کے نزدیک قاہرہ ہے۔ ایسے ہی منقول ہے۔ علامہ سیوطی نے اپنی کتاب المحاضرہ فی اخبار مصر والقاہرہ' میں کہا۔ قرآن کریم میں ۳۰ سے زائد مقامات پر مصر کا ذکر ہے۔ بعض مقامات میں صراحۃً اور بعض میں اشارۃً مذکور ہے۔

قرآن مجید میں صراحتاً مصر کا تذکرہ۔

اِهْبِطُوْا مِصْرًا	تم شہر میں چلے جاؤ۔
اَنْ تَبَوَّآ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا	اپنی قوم کے رہنے کے گھر بناؤ۔
اشْتَرٰهُ مِنْ مِّصْرَ	یوسف کو مصر کے ایک آدمی نے خرید لیا
اُدْخُلُوْا مِصْرًا	تم مصر میں داخل ہو
اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ۔	کیا میرے لئے ملک مصر نہیں ہے۔
وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ	مصر کی عورتوں نے کہا
فَاَصْبَحَ فِي الْمَدِيْنَةِ	وہ مصر میں رہنے لگا
وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَى	کوئی آدمی مصر کی آخری جانب
الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى	سے دوڑتا ہوا آیا
لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ	تم نے مصر میں فریب کیا ہے
وَاٰوَيْنٰهُ اِلٰى رَبْوَةٍ	اور ہم نے اس کو اونچی جگہ رکھا
اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ	مجھے مصر کی زمین کے خزانوں پر مقرر کر دے
اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ	فرعون میں مصر میں غالب ہوا ہے
وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ	ہم ارادہ کرتے ہیں کہ ان لوگوں پر احسان کریں
اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ	جو مصر میں مذکور ہیں
وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ	ہم ان کو مصر میں جگہ دیں گے۔
اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِي الْاَرْضِ	مگر یہ کہ تو مصر میں جابر ہو جائے۔
الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ	آج وہ مصر میں غالب ہیں۔
اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ	یا مصر میں فساد ظاہر کرے
لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ	تا کہ وہ مصر میں فساد کریں
اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ	مصر کی زمین اللہ کی ہے۔
وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ	تمہیں مصر میں خلیفہ کرے گا۔

كَانُوا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا۔ يُرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِنْ اَرْضِكُمْ فَاَخْرَجْنَاهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ وَّ كُنُوْزٍ وَّ مَقَامٍ كَرِيْمٍ

وہ مصر کے مشرقی اور مغربی حصوں میں کمزور تھے موسیٰ ارادہ کرتا ہے کہ تم کو تمہاری مصر کی زمین سے نکال دے ہم نے باغات، چشموں، خزانوں اور عمدہ مقامات سے نکالا۔

کہا جاتا ہے کہ ”مقام کریم“ فیوم ہے بعض نے کہا کہ مقام کریم وہ منبر اور مجالس ہیں جہاں بادشاہ بیٹھا کرتے تھے

كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ وَّ زُرُوْعٍ وَّ مَقَامٍ كَرِيْمٍ مُبَوَّاءِ صِدْقٍ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اُدْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ

انہوں نے بہت باغات اور چشمے اور کھیتیاں اور عمدہ مقام چھوڑے۔ اچھی بچی جگہ جیسے اونچی جگہ باغ تم پاک زمین (مصر) میں داخل ہو جاؤ ہم خشک زمین کی طرف پانی چلاتے ہیں، مجھ پر احسان کیا جب کہ مجھے قید سے نکالا۔ اور تمہیں دیہات سے لایا

شام کو ”بدو“ کیا اور مصر کا نام مصر اور مدینہ رکھا جب کہ مصر میں چند احادیث وارد ہیں۔ ان سے کعب بن مالک نے اپنے باپ مالک سے روائت کی کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ جب تم مصر میں داخل ہو تو وہاں کے رہنے والوں سے اچھا سلوک کرنا، کیونکہ ان سے ہماری قرابت اور رحم کا تعلق ہے۔

صحیح مسلم میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب تم مصر فتح کرو گے۔ یہ وہ زمین ہے جس میں قیراط مشہور ہے۔ اس کے باشندوں سے اچھا سلوک کرنا، کیونکہ ان سے ہماری قرابت اور رحم کا تعلق ہے۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ تمہارے لئے مصر فتح کرے تو وہاں سخت لشکر جمع کر کے رکھنا، وہ لشکر زمین کے تمام لشکروں سے بہتر ہوگا۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کیوں؟ آپ نے فرمایا یہ اس لئے کہ وہ اور ان کی بیویاں قیامت تک رباط میں رہیں گے۔

اس کو شیخ عبداللہ شرقاوی نے تحفۃ الناظرین میں ذکر کیا ہے۔

اہل مصر کے حالات

تحریر کے حاشیہ میں انہوں نے ذکر کیا کہ دولت نے مصر کو پسند کیا اور ذلت اس کے تابع ہوئی، کرم و جور نے شام کو پسند کیا۔ شجاعت و بسالت اور فقر اس کے تابع ہوئے، مغرب بخل اور بدبختی کے ساتھ، حجاز قناعت و صبر کیساتھ اور عراق علم و عقل کے ساتھ مختص ہوئے، منہاج پر یر ماوی کے حاشیہ میں ہے کہ بعض علماء نے کہا کہ مصر کیشان عجیب، اس کا راز غریب اور اس کی مخلوق اس کے رزق سے زیادہ ہے، جو وہاں سے باہر نہ جائے وہ سیر ہو کر کھانا نہ کھائے گا۔ بعض حکماء نے کہا اس کا نیل عجیب، مٹی سونا، اس کی عورتیں گڑھیاں، بچے خوش طبع اور اُمراء بے سود ہیں اس پر وہی قابض ہوگا جو اس پر غالب ہوگا، اس میں داخل ہونے والا مفقود اور اس سے باہر نکلنے والا مولود ہے۔

حدیث شریف میں ہے مصر میں وہ لوگ آئیں گے جن کی عمریں چھوٹی ہوں گی۔ روائت ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کعب الاحبار کو لکھا مجھے تمام منازل کی خبر دو۔ اس نے کہا ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ تمام اشیاء جمع ہوئیں۔

سخاوت نے کہا۔ میں یمن کا ارادہ رکھتی ہوں تو حسن خلق نے کہا میں تیرے ساتھ ہوں، حیا و شرم نے کہا میں حجاز کا ارادہ کرتی ہوں تو فقر نے کہا میں تیرے ساتھ ہوں۔

قوت و شجاعت نے کہا میں شام کا ارادہ کرتی ہوں تو تلوار نے کہا میں تیرا ساتھی ہوں علم نے کہا میں عراق چاہتا ہوں تو عقل نے کہا میں تیرا ساتھی ہوں۔

دولت نے کہا میں مصر چاہتی ہوں۔ ذلت نے کہا میں تیرے ہمراہ ہوں، آپ جو چاہیں پسند فرمائیں۔

مرفوع روائت ہے کہ ابلیس لعین عراق میں داخل ہوا اور وہاں سے اپنی حاجت پوری کی پھر شام گیا وہاں سے بھگایا گیا تو تلمسان پہنچا پھر مصر پہنچا وہاں اس نے انڈے اور بچے دیئے اور اس میں ڈیرے ڈال دیئے۔

حکائت ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو لکھا جب کہ وہ مصر میں گورنر تھے۔ مجھے مصر اور جو کچھ اس میں ہے کہ حالات سے آگاہ کریں اور مختصر لکھیں، عمرو بن عاص

رضی اللہ عنہ نے یہ جواب لکھا۔

وما مصر نا مصر ولکن ارضها	ہمارا مصر، مصر نہیں مگر اس کی زمین دیکھنے والے
کجنّة فردوس لمن کان یبصر	کے لئے جنت الفردوس ہے اس میں چھوٹے
فاولا دھا الولدان والحور غیدنا	بچے ولدان اور عورتیں حوریں ہیں اس کے
وروضتها الفردوس والنھو کوثر	باغ فردوس، اور نہر کوثر ہے۔

مصر والوں پر عیش وعشرت شہوات کی اتباع، لذات میں انہماک اور محال امور کی تصدیق کا غلبہ ہے ان کے اخلاق نرم ہیں اور ان میں خندہ پیشانی خوشی، مکر، دھوکا اور زبانی محبت پائی جاتی ہے۔ وہ اشیاء کے نتائج کی پرواہ نہیں کرتے۔ مصائب میں صبر نہیں کرتے، بادشاہ سے سخت خائف رہتے ہیں اور پوشیدہ امور کی ان کے واقع ہونے سے پہلے خبر کر دیتے ہیں۔

لطیفہ

مصر میں ہر ماہ کھانے اور سونگھنے کے مختلف اقسام پائے جاتے ہیں چنانچہ کہا جاتا ہے تر، کھجور، شہتوت، انار، کیلا، مچھلی، میٹھا پانی، دودھ، گلاب، بیر، تین، شہد، انگور اور سات پھول جو سردیوں کے اختتام پر بہت پائے جاتے ہیں وہ نرگس یا بنفشہ، گلاب، نارنگی کے پھول وغیرہ۔

اہل بیت حضرات کے دفن میں اختلاف

جن اہل بیت کرام کے مزارات قاہرہ میں ہیں، ان حضرات کے دفن میں اختلاف کا کوئی اعتبار نہیں، کیونکہ ان کے مزارات پر انوار ان جگہوں میں ان کے وجود پر سچے شاہد ہیں۔ اس کا وہی شخص انکار کرسکتا ہے جس کے دل پر اللہ تعالیٰ نے مُہر لگا دی ہو۔ اور اس کی آنکھ پر پردہ لٹکا دیا ہو۔

امام شعرانی

قطب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ سیدی علی خواص رحمۃ کہتے تھے۔ برزخ کا حکم سمندر کی موج سا ہے، جس میں انسان اُترے اور اس میں غوطہ لگائے پھر دوسری جگہ سے پانی کے اوپر آ جائے،

جیسا کہ سیدی احمد بن رفاعی اور سیدہ نفیسہ کے واقعات ہیں۔ جب قیامت کے روز صور پھونکا جائے گا تو وہ اسی جگہ سے اُٹھیں گے جہاں وہ زمین میں اُترے تھے اور اس میں دفن ہوئے تھے۔

قطب شعرانی رحمۃ اللہ نے کہا کہ سیدی علی خواص نے کہا کہ سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا دراصل مراغہ میں شارع کے پاس لمبی قبر کے قریب مدفون ہیں، لیکن وہ اس مکان میں ظاہر ہوئیں جس میں عبادت کیا کرتی تھیں، کیونکہ ان کا دل اس جگہ کے ساتھ مانوس تھا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ تراویح کی نماز وہاں پڑھایا کرتے تھے اور سیدی احمد بن رفاعی کی قبر ان کے شہر ام عبیدہ میں ہے اور دوسری قبر صحراء میں ہے جہاں عبادت کیا کرتے تھے، لوگ دونوں قبروں کی زیارت کرتے ہیں، لیکن ہیبت، رُعب اور خوف اسی قبر سے ظاہر ہے جو صحرا میں ہے۔ میرے بھائی جو کچھ امام شعرانی نے کہا ہے اسے مضبوط پکڑو اور اسے اپنا نصب العین بنالو۔ سلامتی اسی میں ہے رُشد و ہدایت اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے۔ بعض علماء نے مزارات کی زیارت سے متعلق کلام کے بعد کہا کہ اس قسم کی اشیاء نیک نیتی سے حاصل ہوتی ہیں۔ جس قبر میں صاحب مزار دفن ہو وہ اگرچہ کہاں ہو زیارت اس تک پہنچ جاتی ہے۔

اہل بیت کرام کے مزارات کی زیارت

قطب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے سنن کے دسویں باب میں ذکر کیا۔ اللہ تعالیٰ کا میرے اوپر ایک بڑا احسان یہ ہے کہ مجھے ہر اہل بیت کرام کی زیارت نصیب کی جو مصر میں مدفون ہیں وہ تمام ہیں یا بڑے بڑے سادات کرام ہیں۔ میں ایک سال میں تین بار ان کی زیارت کرتا ہوں، اور میرا مقصد صرف سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے صلہ رحمی ہے میں نے اپنے کسی ہم عصر کو نہیں دیکھا جو میری طرح اس قدر زیارات کا اہتمام کرتا ہو۔ وہ تو ان کے مقام و مرتبہ سے ناواقف ہیں۔ یا ان کا دعویٰ یہ ہے کہ مصر میں ان کے دفن کا ثبوت نہیں ملتا مگر یہ محض جمود ہے۔ اس جیسے مقامات کے متعلق ظن ہی کافی ہے۔

قطب شعرانی رحمہ اللہ نے "منن" میں اہل بیت کرام کی ایک جماعت کے اسماء ذکر کئے جن کے مزارات ہیں۔ ان کو سیدی علی خواص رحمہ اللہ نے یہ خبر دی اور اس کے آخر میں کہا یہ وہ حضرات ہیں جن کے مصر میں دفن کی خبر ہمیں پہنچی ہے اور اہل کشف نے اسے صحیح کیا ہے۔ قطب شعرانی رحمہ اللہ نے کہا سیدی علی خواص رضی اللہ عنہ اہل بیت کرام کی زیارت کا اختتام امام شافعی رضی اللہ عنہ کی زیارت پر کرتے

تھے۔اے میرے بھائی اپنے نبی کریم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کی زیارت اپنا فرض منصبی بنالو۔اور عوام کے طریقہ کے برعکس مصر میں ہر ولی کی زیارت سے ان حضرات کی زیارت مقدم رکھو۔ان میں سے کسی شخص کو کبھی نہ دیکھو گے جو مذکور حضرات کی زیارت کا مکمل اہتمام کرے (جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ہے) اور بعض مجذوبوں کی زیارت کرتے ہیں اور ان کے موالد میں سوتے ہیں یہ سب جہالت ہے،اس سے بچنا چاہیئے،ہدائت اسی میں ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ط

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حضرات اولیاء کرام اور اہلبیت اطہار رضی اللہ عنہم کے مزارات کے آداب زیارت

جو شخص ولی اللہ یا کسی اہل بیت بزرگ کی زیارت کا ارادہ کرے اسے چاہئے کہ ان کی طرف متوجہ ہونے سے قبل آداب زیارت سیکھے،تا کہ جس کی زیارت کا قصد کیا اسے اس سے فیض پہنچے۔

قطب شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''انوار'' میں ذکر کیا ہے کہ جس کی زیارت کرنا ہو اس کی زیارت کا دل میں شوق پیدا کرے،اس کے فیض کا یقین مستحکم کرے،معنوی اور حسی گناہوں سے پاک ہو،اس کی دُعا کی برکت تلاش کرے،نیت میں یہ خلوص ہو کہ زیارت کا باعث شریعت مطہرہ کے احکام کی پابندی کرنا ہے،لوگوں کی عزت وآبرو میں واقع ہونے سے زبان محفوظ کرے اگرچہ وہ لوگ عام ہی کیوں نہ ہوں۔

اگر ان آداب زیارت سے خالی ہو تو اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا اور نہ ہی ذرّہ بھر ثواب ہوگا۔بلکہ محض تکلف اور منافقت ہوگی،اگر تو حسنِ قصد،حسن ادب سے آئے اور صاحب زیارت وفات پا گیا ہو،حالانکہ وہ اہل اللہ سے تھا تو اس کے ساتھ توسل کیلئے اس کی زیارت کرے گا تو وہ یقیناً تیری مدد کرے گا،کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اکابر کی قبور پر فرشتے مقرر کئے ہیں جو زائرین کی حاجات پوری کرتے ہیں،کیونکہ اہل اللہ حضرات زندگی اور موت میں کرم وسخا کا محل ہیں اور جو شخص کریم کے گھر جائے وہ مدد لئے بغیر واپس نہیں آتا۔خصوصاً جب صاحب مزار اہل بیت کرام ہوں،رضی اللہ عنہم۔

سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا

بنت حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما

آپ کی والدہ رباب بنت امرئ القیس بن عدی بن اوس کلبی ہے وہ نصرانی تھا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو آپ نے اس کے لئے نیزہ طلب کیا اور شام کے مسلمانوں پر اس کے لئے قضاعۃ میں عقد کیا اور وہ نماز پڑھنے سے پہلے والی بنایا گیا۔ ابھی شام نہ ہوئی تھی کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اسے اس کی بیٹی رباب سے نکاح کا پیغام بھیجا تو اس نے آپ سے نکاح کر دیا اور اس سے عبداللہ اور سکینہ پیدا ہوئے رضی اللہ عنہما۔ اس کو خطیب بغدادی نے نقل کیا ہے۔ ''اغانی'' میں بھی اسی طرح ہے۔

(سکینہ کا سین مضموم کاف مفتوح اور یا ساکن ہے۔ اس طرح قاموس سے ماخوذ ہے) یہ لقب ہے جو ان کی والدہ نے ان کو لقب دیا تھا اور ان کا نام اُمیمہ ہے بعض نے اُمینہ، بعض نے اُمیّہ اور بعض نے آمنہ کہا ہے۔

ابوالفرج نے کہا صحیح یہ ہے کہ ان کا نام آمنہ ہے۔ اسی طرح تاریخ ابن خلکان اور ''اغانی'' میں ہے۔ ابوالفرج نے مالک بن اعین سے روائت کی۔ انہوں نے کہا میں نے سکینہ بنت حسین رضی اللہ عنہما سے سُنا وہ فرماتی تھیں کہ میرے چچا حسن نے میرے والد کو میری والدہ کے بارے میں عتاب کیا تو میرے والد نے فرمایا۔

لعمرك اننى لا حبّ دارًا تكون
بها سكينة والرباب احبّها وابذلُ
جل مالى وليس لعاتب عندى
عتاب ولست لهم و ان عابُو
معيبًا حياتى او يغيبنى التراب

تیری عمر کے رب کی قسم میں اس مکان سے محبت کرتا ہوں جس میں سکینہ اور رباب رہتی ہیں۔ میں ان سے محبت کرتا ہوں اور عظیم مال خرچ کرتا ہوں عتاب کرنے والے کے لیے میرے نزدیک کوئی عتاب نہیں اگرچہ وہ عیب لگائیں لیکن میں ان کو عیب نہیں لگاؤں گا، ساری زندگی بھر حتیٰ کہ مجھے مٹی غائب کر لے۔

ہشام بن کلبی نے کہا۔ رباب نیک خاتون اور نیک عورتوں سے افضل تھیں۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے شہید ہو جانے کے بعد رباب کو شادی کا پیغام بھیجا گیا تو آپ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کے بعد میں کسی کو خسر نہیں بناؤں گی اور جب امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو رُباب نے یہ مرثیہ کہا۔

ان الذی کان نوراً یستضاء بہ
بکر بلاء قتیل غیر مدفون
سبط النبی جزاك الله صالحةً
عنا وجنبت خسران الموازین قد
کنت لی جبلا صعبا الوذبہٖ
وکنت تصحبنا بالرحم والدین
من للیتامیٰ و من للسائلین و
من یعنی و یاوی الیہ کل
مسکین۔

بے شک جو نور تھا اس سے روشنی حاصل ہوتی تھی وہ کربلا کے میدان میں شہید کیا گیا اور دفن نہ کیا گیا وہ سبط نبی ہے اللہ ہماری طرف سے آپ کو اچھی جزا دے آپ گھاٹے کے سودے سے علیحدہ ہو گئے آپ میرے لئے مضبوط پہاڑ تھے جس کیساتھ میں پناہ لیتی تھی آپ رحم اور دین میں ہمارے ساتھی تھے اب یتیموں اور سائلوں کا نگہبان کون ہوگا۔ اور کون ہے جس کا مسکین قصد کرے گا اور اس کی پناہ لے گا۔

والله لا ابتغی صهرًا بصهر کم
حتّٰی اغیب بین الرمل والطین

اللہ کی قسم تمہارے صہر کے بدلہ میں کوئی صہر تلاش نہ کروں گی حتیٰ کہ ریت اور مٹی میں غائب ہو جاؤں۔

فصول مہمہ میں ہے کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے شہید ہو جانے کے بعد وہ صرف ایک سال بقید حیات رہیں اور چھت کے سایہ تلے نہ بیٹھیں حتیٰ کہ فوت ہو گئیں۔

تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ سکینہ اپنے زمانہ کی عورتوں کی سردار، ان سے اجمل، خوبصورت اور اچھے اخلاق کی حامل تھیں۔ مصعب بن زبیر نے ان سے نکاح کیا ان کے فوت ہو جانے کے بعد عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ بن حکیم بن حزام نے ان سے نکاح کر لیا ان سے قریب پیدا ہوا۔ پھر اصبغ بن عبدالعزیز بن مروان نے ان سے نکاح کیا اور رُخصتی سے پہلے ہی علیحدگی ہو گئی۔ پھر زید بن عمرو بن عثمان بن عفان نے ان سے نکاح کیا، اور سلیمان بن عبدالملک کے کہنے پر اس نے طلاق دے دی۔ بعض نے ترتیب ازدواج کچھ اور طرح بیان کی ہے اور طرّہ سکینیہ انہی کی طرف منسوب ہے۔ شعراء وغیرہ کے ساتھ ان کے عجیب ترین نوادر اور حکایات ہیں۔ اغانی میں ہے کہ سکینہ لوگوں میں اعلیٰ ترین شاعرہ تھیں وہ اپنے بال ایسے بہترین بناتی تھیں کہ ان جیسے بال کبھی نہیں دیکھے گئے، ان کے بالوں کو

جُمّہ سکینیہ کہا جاتا ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ جب کسی شخص کو دیکھتے کہ اس نے اپنے بالوں کو"جمہ سکینیہ" بنایا ہے تو وہ اسے کوڑے مارتے اور اس کے بال منڈوا دیتے تھے۔

"درر الاصداف" میں ہے کہ سکینہ رضی اللہ عنہا کو خوبصورتی اور ادب و فصاحت میں بلند مقام حاصل تھا، ان کا گھر ادیبوں اور شاعروں کی اُلفت کا محل تھا، سیدنا عبد اللہ بن حسن بن علی کرم اللہ وجہہ سے سکینہ نے نکاح کیا اور ان کی رخصتی سے پہلے ہی وہ طف میں شہید ہو گئے۔ پھر ان سے مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا اور ایک لاکھ درہم ان کو مہر ادا کیا، اور علی بن حسین رضی اللہ عنہما سکینہ کو مصعب کے پاس رُخصت کرنے گئے ان کو مصعب نے چالیس ہزار دینا دیئے۔ سکینہ سے رُباب پیدا ہوئیں۔ وہ رباب کو موتی پہناتیں اور فرماتیں، میں اس کو موتی اس لئے پہناتی ہوں کہ وہ ان کو رسوا کرے۔

محمد بن سلام سے روائت ہے انہوں نے کہا سکینہ بنت حسین رضی اللہ عنہما کی ضیافت میں جریر، فرزدق، کثیر، نصیب اور جمیل اکٹھے ہوئے اور وہ کئی روز تک ان کے مہمان رہے۔ پھر ان کو اجازت دی تو وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سکینہ ایسی جگہ بیٹھی کہ وہ ان کو دیکھتی تھی مگر وہ آپ کو نہ دیکھ سکتے تھے، آپ ان کا کلام سُنتی رہیں، پھر خادمہ کو باہر بھیجا جب کہ اشعار اور احادیث بیان ہو چکے تھے۔ خادمہ نے کہا تم میں فرزدق کون ہے؟ فرزدق نے کہا میں فرزدق ہوں۔ اس نے کہا تو نے یہ شعر کہا ہے۔

هما دلیانی من ثمانین قامةً کما	اتنی انسانی قامت سے ان دونوں نے مجھے
انقضّ باز اقتم الریش کاسره	گرایا جیسے غبار آلود سرخ بالوں والا باز گرتا
فلما استوت رجلای فی الارض	ہے جب میرے دونوں پاؤں زمین پر
قالتا احیّ فیرجیٰ ام قتیل	برابر ہوئے تو انہوں نے کہا، کیا یہ زندہ ہے تو
نحاذره'	اس کی اُمید کی جائے یا قتل ہو چکا ہے تو اس
	سے احتیاط کریں۔

فرزدق نے کہا ہاں میں نے یہ اشعار کہے ہیں۔ خادمہ نے کہا تم کو کس نے اپنے اور ان کے بھید کے افشاء کی دعوت دی تھی۔ تم نے ان پر اور اپنے نفس پر کیوں نہیں پردہ ڈالا۔ یہ ایک ہزار درہم لو اور اپنے گھر جاؤ۔ پھر خادمہ اپنی مالکہ کے پاس گئی اور باہر آ کر کہا تم میں جریر کون ہے؟

جریر نے کہا، جی ہاں! میں حاضر ہوں۔

اس نے کہا تو نے یہ اشعار کہے ہیں۔

طرقتك صائدة الفؤاد وليس ذا — دل کو لوٹنے والی رات کو تیرے پاس آئی (تو نے کہا)

وقت الزيارة فارجعي بسلام — یہ زیارت کا وقت نہیں سلامتی سے واپس لوٹ جا۔

جریر نے کہا۔ میں نے یہ اشعار کہے ہیں۔

اس نے کہا تو نے اسے مرحبا کیوں نہیں کیا، یہ ہزار درہم لو اور جاؤ۔

پھر اندر چلی گئی اور باہر آ کر کہنے لگی تم میں سے کثیر کون ہے؟

اس نے کہا۔ جی ہاں حاضر ہوں۔

اس نے کہا تو نے یہ شعر کہے ہیں۔

اعجبني يا عزّ منك خلائق كرام — اے عزت تیری چار اچھی خصلتیں مجھے پسند آئیں

اذا عدّ الخلائق اربع دنوك حتّى — جب کہ تمام خصلتیں شمار کی گئیں وہ تیرے قریب

يطمع الطالب الصبا ورفعك — ہوئیں، حتیٰ کہ طالب نے شوق کی حرص کی اور

انسان الهوى حين يطمع فوالله — خواہش کا بندہ جب حرص کرے تو تجھے بلند کر دیتا ہے

مايدري كريم مماطل اينساك — اللہ کی قسم تاخیر کرنے والا سخی نہیں جانتا کہ جب تو دور

اذ باعدت اويتضرّع — ہو جائے تو کیا وہ تجھے بھلا دیتا ہے یا بیقرار ہوتا ہے۔

کثیر نے کہا جی ہاں! میں نے یہ اشعار کہے ہیں۔

خادمہ نے کہا۔ اچھے کہے ہیں اور خلط ملط کر دیا ہے۔ یہ ایک ہزار درہم لو اور اپنے گھر جاؤ۔

پھر اندر چلی گئی اور باہر آئی اور کہا تم میں نصیب کون ہے؟

اس نے کہا جی ہاں! حاضر ہوں۔

خادمہ نے کہا۔ ان اشعار کا قائل تو ہے۔

ولولا ان يقال صبا نصيب لقلت — اگر یہ نہ کہا جاتا کہ ہم بچوں سے محبت کرتے ہیں

بنفسي النشاء الصغار بنفسي كل — تو میں کہتا نوخیز چھوٹے بچوں پر میری جان

مهضوم حشا ها اذا ظلمت — قربان ہو، جن کے جسم توڑے گئے ہیں۔ ان پر

فليس لها انتصار۔ — میری جان قربان ہو جب ان پر ظلم کیا گیا تو ان کا

کوئی انتقام لینے والا نہ تھا۔

نصیب نے کہا۔ میں نے یہ اشعار کہے ہیں۔ خادمہ نے کہا تو نے ہمارے چھوٹوں کی تربیت کی اور بڑوں کی مدح کی یہ چار ہزار درہم ہیں یہ پکڑو اور اپنے گھر جاؤ۔ پھر اندر چلی گئی اور باہر آئی اور کہا، جمیل! میری مالکہ تجھے سلام کہتی ہے۔ ان کا فرمان ہے کہ اللہ کی قسم جب سے تیرے یہ اشعار سنے ہیں تیری زیارت کی مشتاق تھی۔

الالیت شعری هل ابیتن لیلة	کاش میں جان لیتا! کیا میں وادی القریٰ (مکہ مکرمہ)
بوادی القریٰ انی اذا لسعید۔	میں رات بسر کروں گا، اس وقت میں نہائت نیک
فکل حدیث بینهن بشاشة	بخت ہوں گا۔ ہر حدیث ان کے درمیان بشاشت
وکل قتیل بینهن شهید۔	ہے اور ہر قتیل ان کے درمیان شہید ہے۔

تو نے ہماری حدیث کو بشاشت اور ہمارے مقتولوں کو شہید بنایا، یہ ایک ہزار دینار لے لو اور اپنے گھر جاؤ۔

حماد نے اپنے باپ سے انہوں نے ابو عبداللہ زبیر سے روائت کی کہ جریر، کثیر، جمیل، احوص اور نصیب کے اشعار روائت کرنے والے جمع ہوئے۔ ہر ایک راوی نے اپنے ساتھی کے اشعار کے ذریعہ دوسرے پر فخر کیا اور کہا میرا صاحب بہت بڑا شاعر ہے اور اس افتخار و مباہات میں سیدہ سکینہ بنت حسین کو حاکم بنایا کیونکہ وہ ان کی وفور عقل اور اشعار میں بصارت پہچانتے تھے۔ سب نے سیدہ سے اجازت طلب کی تو آپ نے اجازت فرمادی۔ انہوں نے بیک زبان اپنا معاملہ پیش کیا تو آپ نے جریر کے راوی سے کہا کیا تیرے ساتھی نے یہ نہیں کہا۔

طرقتك صائدة الفؤاد لیس اذا	دل لوٹنے والی رات کو تیرے پاس آئی (تو نے کہا)
وقت الزیارة فارجعی بسلامة	یہ زیارت کا وقت نہیں سلامتی سے واپس لوٹ جا۔

اس نے کہا جی ہاں! یہ انہی کا شعر ہے۔ آپ نے کہا زیارت کے لئے رات کو آنے سے زیادہ لذیذ کون سا وقت ہے؟ اللہ تعالیٰ تیرے ساتھی کا بھلا نہ کرے اور نہ ہی اس کے شعر کا بھلا ہو کیوں نہیں اس نے کہا۔

فادخلی بسلام۔	سلامتی سے اندر آجائیے

پھر کثیر کے راوی سے کہا کیا تمہارا ساتھی یہ نہیں کہتا ہے؟

یقر بعینی ما یقر بعینہا واحسن — وہ میری آنکھ سے اتنا ہی خوش ہے جتنا وہ اس کی آنکھ
شئی مابہ العین قرت — سے خوش ہے اور اچھی شئی وہ ہے جس سے آنکھ خوش ہو۔

اس نے کہا جی ہاں۔

آپ نے کہا۔ اس کی آنکھ کے ساتھ خوش ہونا نکاح سے زیادہ خوشی کی بات نہیں ہے۔ کیا تیرا ساتھی نکاح سے محبت کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ تیرے ساتھی کا بھلا نہ کرے۔ اور نہ ہی اس کے شعر کا بھلا کرے، پھر جمیل کے راوی سے کہا کیا تیرا ساتھی یہ نہیں کہتا ہے۔

فلو ترکت عقلی معی ما طلبتہا — اگر وہ میری عقل میرے پاس رہنے دیتی میں اس کو طلب نہ
ولکن طلابیہا لمافات من عقلی — کرتا لیکن میرا اس کو طلب کرنا اس لئے ہے کہ میری عقل فوت ہوگئی ہے۔

اس نے کہا جی ہاں! آپ نے کہا میں تیرے صاحب میں عشق و محبت نہیں دیکھتی ہوں وہ تو صرف عقل کا طالب ہے۔ اللہ تعالیٰ تیرے صاحب کا بھلا نہ کرے اور نہ ہی اس کے شعر کا بھلا کرے۔

پھر احوص کے راوی سے کہا کیا تمہارا صاحب یہ نہیں کہتا ہے؟

اھیم بدعد ماحییت فان امت — میں جب تک زندہ رہوں گا دعد سے محبت
فواحز نا من ذایھیم لبھا بعدی — کرتا رہوں گا اور اگر میں مر گیا تو ہائے افسوس

وہ کون ہے جو میرے بعد اس سے محبت کرے گا۔

آپ نے کہا۔ میں دیکھتی ہوں کہ اس کا قصد وہ شخص ہے جو اس کے بعد محبوبہ پر عاشق ہو، اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کرے اور اس کے شعر کو تباہ کرے۔ کیا وہ نہیں کہہ سکتا تھا۔

اھیم بدعد ما حییت فان امت — میں جب تک زندہ ہوں دعد سے محبت کرتا رہوں گا ہائے
فواحز نا من یھیم بھا بعدی — افسوس کہ میرے بعد اس کے ساتھ کوئی محبت کرے۔

پھر نصیب کے راوی سے کہا کیا تیرا صاحب یہ نہیں کہتا ہے؟

من عاشقین تواعد وتراسلا — دونوں عاشقوں نے ایک دوسرے سے
حتی اذ نجم الثریا حلقا باتا — وعدہ کیا اور پیغام بھیجے حتیٰ کہ جب ستارہ
بانعم لیلۃ والذھا حتی اذا وضع — طلوع ہوا تو وہ حلقے بنے (آپس میں ملے)
الصبح تفرقا — انہوں نے رات خوب عیش و سرور میں بسر

کی حتیٰ کہ جب صبح ظاہر ہوئی تو جُدا ہو گئے۔

اس نے کہا جی ہاں! آپ نے کہا اللہ تعالیٰ تیرے صاحب کا بھلا نہ کرے اور نہ ہی اس کے شعر کا بھلا کرے۔ اس نے یہ کیوں نہ کہا۔ ''تعانقا'' کہ انہوں نے معانقہ کیا۔

اسحاق نے کہا اس روز اس نے کسی کی ثناء نہ کی اور نہ ہی کسی کو انعام دیا۔ ایک دوسری روائت میں ہے کہ اس نے جمیل کے راوی سے کہا کیا تیرے ساتھی نے یہ نہیں کہا ہے؟

فیا لیتنی اعمی اصم تقودنی	کاش کہ اندھا بہرا مجھے گھاٹی میں چلاتا کہ
بثنیّة لا یخفیٰ علیٰ کلامها	اس (محبوبہ) کا کلام مجھ پر مخفی نہ رہتا۔

اس نے کہا جی ہاں! آپ نے کہا اللہ تعالیٰ تیرے صاحب پر رحم کرے اگر وہ اس میں سچا ہو۔ اس طرح اغانی میں ہے مگر اغانی میں شعراء کی طرف نسبت میں خبط واقع ہوا ہے کثیر نے ''عزۃ'' ذکر نہیں کیا۔ احوص نے دو مرتبہ ذکر کیا ہے مگر یہ کاتب سے سہو ہوا ہے۔

سیدہ سُکینہ بنت حسین رضی اللہ عنہما کی وفات

سیدہ سُکینہ رضی اللہ عنہا ۱۲۶ھ میں ۶ ربیع الاوّل کو جمعرات کے روز مکہ مکرمہ میں فوت ہوئیں۔ شیبہ بن نطاح مقری نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اسی طرح ''درر الاصداف'' میں ہے۔

تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ سیدہ سُکینہ ۱۱۷ ہجری میں فوت ہوئیں اور ان کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی تھی۔ شیخ عبدالرحمن اجہوری نے اپنی کتاب ''مشارق الانوار'' میں لکھا ہے۔ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ سکینہ بنت حسین رضی اللہ عنہما مدینہ منورہ میں فوت ہوئیں۔ ''طبقات شعرانی'' میں ہے کہ آپ مراغہ میں سیدہ نفیسہ کے قریب مدفون ہیں۔ یعنی مصر کے قاہرہ میں آپ مدفون ہیں۔

اسی طرح ''طبقات المناوی'' میں ہے اگر تو کہے اس کلام میں منافات ہے کیونکہ تم نے ذکر کیا ہے کہ سیدہ سکینہ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، مصر میں فوت ہوئیں، میں کہتا ہوں منافات ہرگز نہیں، کیونکہ ابھی بھی باب کے شروع میں گزرا ہے کہ برزخ کا حال سمندر کی لہروں جیسا ہے، اس سے غافل نہ ہو۔

ضروری وضاحت

''منن شعرانی'' میں ذکر کیا کہ مجھے علی خواص نے خبر دی کہ سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا سیدنا امام

حسین رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہے، لیکن اجہوری نے شعرانی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ''منن'' میں کہا کہ سیدہ سکینہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیٹی نہیں بہن ہے۔ مشارق میں اس پر تنقید کی ہے۔ شائد اجہوری کو جو منن کا نسخہ ملا ہے اس میں تحریف ہے۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا آپ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بنت الامام علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ صہباء تغلبیہ اُم ولد ہے۔ وہ ان قیدیوں میں سے ہے جن پر خالد بن ولید نے ''عین التمر'' میں حملہ کیا تھا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کو خالد سے خرید لیا تھا اور عمر اکبر رقیہ کا حقیقی بھائی تھا۔

''فصول مہمہ'' میں ذکر کیا یہ دونوں بہن بھائی جوڑے تھے۔ عمر اکبر کی عمر پچاس برس تھی اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نصف وراثت حاصل کی تھی، کیونکہ اس کے سارے بھائی اس کے حقیقی بھائی ہیں اور وہ عبداللہ، جعفر اور عثمان ہیں جو کربلا میں امام حسین کے ساتھ شہید ہو گئے تھے اور عمر اکبر ان سب کے وارث ہوئے تھے۔ لیث بن سعد اور دار قطنی سے روائت ہے کہ سیدہ رقیہ بنت فاطمۃ الزہرا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

شعرانی نے ''منن'' کے دسویں باب میں ذکر کیا مجھے علی خواص نے خبر دی کہ رقیہ بنت امام علی رضی اللہ عنہ مشہد میں مدفون ہے جو جامع دار الخلیفہ امیر المومنین کے قریب ہے۔ ان کے ساتھ اہل بیت کرام کی جماعت ہے۔ وہ اب ''جامع شجرہ الدار'' کے نام سے مشہور ہے۔ یہ ''جامع الطالب للسیدہ نفیسہ'' کے بائیں طرف ہے اور جس جگہ سیدہ رقیہ مدفون ہے وہ اس کی طرف ہے اور جو پتھر اس کے دروازے پر ہے اس پر یہ بیت لکھا ہوا ہے۔

بقعة شرفت بآل النبیّ وببنت الرضا علی رقیّة	یہ زمین کا خطہ آل نبی کی وجہ سے اور رضا علی کی صاحبزادی رقیہ کے باعث مشرف ہے

مجھے بعض شامیوں نے خبر دی کہ سیدہ رقیہ بنت علی رضی اللہ عنہا کی قبر شریف شام کے دمشق میں ہے اور ان کی قبر شریف کی دیواریں خراب ہوئیں تو لوگوں نے اس کی تجدید کے لیے ان کو باہر نکالنا

چاہا تو ان کی ہیبت کی وجہ سے کسی کو قبر شریف میں اُترنے کی جرأت نہ ہوئی۔ کہ اہل بیت سے ایک شخص آیا جس کو سید بن مرتضیٰ کہا جاتا تھا وہ ان کی قبر میں اُترا اور آپ پر کپڑا رکھ کر اس میں ان کو لپیٹ کر باہر نکالا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ چھوٹی سی نابالغہ لڑکی ہے۔ میں نے اس کا بعض افاضل سے ذکر کیا تو اس نے اپنے اشیاخ سے نقل کرتے ہوئے یہی بیان کیا۔

سیدہ رقیہ میں اختلاف

جمہور مؤرخین اور صاحب سیر نے یہ اختیار کیا ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کی ایک ہی رقیہ ہے جو سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر سے پیدا ہوئی مگر لیث بن سعد نے ان کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ یہ رقیہ سیدہ فاطمہ سے ہے۔ جیسا کہ ہم ذکر کر آئے ہیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ ان سے بعض مؤرخین نے تصریح کی کہ سیدنا امام علی رضی اللہ عنہ کی دو رقیہ ہیں۔ ایک کو رقیہ کبریٰ کہا جاتا ہے جو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہے اور دوسری کو رقیہ صغریٰ کہا جاتا ہے جس کی والدہ اُم حبیب ہے۔ اور وہ عمرو کی حقیقی ہمشیرہ ہے۔ شروع ترجمہ میں یہ گزر چکا ہے۔

کرامت

جہوری نے نقل کیا کہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا جب مدینہ منورہ سے تشریف لائیں تو ان کے سامنے ایک یزیدی آیا اور ان کو قتل کرنا چاہا تو اس کا ہاتھ ہوا میں اُٹھا رہ گیا اور وہیں گر کر مر گیا۔

سیدی محمد رضی اللہ عنہ

آپ محمد بن محمد بن عبدالرزاق ہیں رضی اللہ عنہم

سیدی محمد بن محمد بن عبدالرزاق مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی مشہور ہیں۔ جبرتی نے کہا انہوں نے اسی طرح اپنا نسب بیان کیا ہے۔ آپ ۱۱۴۵ ہجری میں پیدا ہوئے جبرتی نے کہا میں نے ان سے الفاظ سنے اور ان کی تحریر دیکھی ہے۔ آپ نے اپنے ہی علاقہ میں پرورش پائی اور طلب علم کے لیے باہر

تشریف لے گئے اور کئی مرتبہ حج کیا پھر ۱۱۶۷ ہجری میں نوصفر کو مصر تشریف لے گئے اور خان صاغہ میں سکونت کی آپ پہلے شخص ہیں جو وہاں ٹھہرے۔

علماء مصر سے سیدی علی مقدسی حنفی نے آپ سے علم حاصل کیا، اپنے وقت کے اشیاخ شیخ احمد ملوی، جوہری، حفنی، بلیدی، صعیدی اور مدابغی کے دروس میں حاضر ہوئے اور ان سے حصول علم کیا، انہوں نے آپ کو اجازت نامے دیئے، ان کے علم وفضل اور جودتِ حفظ کی شہادت دی۔ اسماعیل کتخدا عزبان نے کہا ان کی شہرت آفاق میں ہوئی، ہر خاص وعام کی زبان پر ان کی یاد تازہ ہونے لگی۔ آپ اچھا لباس پہننے لگے اور اعلیٰ گھوڑوں کو سواری کرنے لگے، تین مرتبہ صعید کا سفر کیا اور وہاں کے علماء اکابر اور رؤساء سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ شیخ عرب ہمام، اسماعیل ابوعبداللہ، ابوعلی، اولاد نصیر اور اولاد وانی نے ان کا خوب اعزاز واکرام کیا۔ ان کو ہدایا پیش کئے اور ان سے اچھا سلوک کیا۔ اسی طرح سمندر یا طراف دمیاط، رشید، منصورہ اور بڑی بڑی بندرگاہوں میں متعدد بار تشریف لے گئے، جب کہ "مزینہ" چھوٹے بڑے لوگوں سے آباد تھا، سب نے آپ کا اکرام کیا، اور گردونواح کے افاضل علماء اور صاحب سلوک اور صوفی بزرگوں سے ملاقاتیں ہوئیں، انہوں نے آپ کو نذرانے پیش کئے، آپ نے ان کی مکافات کی بڑی اور بحری علاقوں میں آنے جانے کے سفروں کی تعداد سپردِ قلم کی۔

قاموس کی شرح لکھنا

جو لطائف، محاورات اور نظم ونثر میں مدائح پر مشتمل ہے۔ اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے۔ سید ابوالانوار بن وفا نے آپ کی کنیت ابوالفیض رکھی۔ یہ ۱۱۸۲ ہجری سترہ شعبان منگل کے روز کا واقعہ ہے۔ جب کہ سادات بنی وفا کے آستانہ پر معروف مولد کی زیارت کو جمع تھے۔

پھر آپ نے نکاح کیا اور عطفۃ الغسان میں سکونت کی اور قاموس کی شرح لکھنی شروع کی اور چند سالوں میں چودہ جلدوں پر مشتمل شرح مکمل کر کے اس کا نام "تاج العروس" رکھا۔ جب اس کو مکمل کرلیا تو اپنے ولیمہ کی محفل بنائی جس میں طالب علموں اور اشیاخ وقت کو "غیط المعدیہ" میں دعوت دی۔ یہ ۱۱۸۱ ہجری کا واقعہ ہے۔ اس محفل میں ان حضرات کو تاج العروس کی اطلاع کی۔ سب نے اس پر رشک کیا۔ اور آپ کی فضیلت اور علم لغت میں آپ کا رسوخ ومہارت اور وسیع مطالعہ کی داد دی اور اس پر عش عش کر اُٹھے۔

علماء کی تقریظات

اور نظم ونثر میں اس طرح پر اپنی تقاریظ لکھیں۔ان تقاریظ کے لکھنے والے حضرات میں سے زمانے کا شیخ الکل علی صعیدی شیخ احمد دردیر، سید عبدالرحمن عیدروس، شیخ محمد امیر، شیخ حسن جداوی، شیخ احمد بیلی، شیخ عطیہ اجہوری، شیخ عیسیٰ براوی، شیخ محمد زیارت، شیخ محمد عبادہ، شیخ محمد عونی، شیخ حسن ہواری، شیخ الوالانوار سادات، سید علی قناوی، شیخ علی خیراط، شیخ عبدالقادر بن خلیل مدنی، شیخ محمد مکی، سید علی قدسی، شیخ عبدالرحمن مفتی جرجا، شیخ علی شاوری، شیخ محمد بناوی، شیخ عبدالرحمن مقری اور شیخ محمد سعید بغدادی جوسویدی مشہور ہیں۔سب سے آخر میں انہوں نے تقریظ لکھی میں اس وقت محفل میں موجود تھا، انہوں نے بدلبۂ نظم یں تقریظ لکھی، یہ ۱۹۴ھ ہجری کا پندرہ جمادی الثانی کا واقعہ ہے۔اور نظم میں تقریظ یہ ہے

شیخ محمد سعید بغدادی المعروف سویدی کی تقریظ

شرح الشرفی المرتضیٰ القاموسا و
اضاف ماقد فاته قاموسا نفذت
صحاح الجوهری وغیرها سحر
المدائن حین القیٰ موسیٰ اذ قدابان
الدرمن صدف النهیٰ فی سلك
جمهرة اللهیٰ تانیسا وبنی اساسا فاتقا
و اختار فی اتقانه مختاره تاسیسا فاثار
من مصباح مزهر نوره عین الغبی
فابصرته نفیسا فهوالفرید ولا یثنی
جمعه اذ لا یحاك کمثله تدلیسا
فلسان نظمی عاجز عن مدحه فالله
ینشر نشره تقدلیسا ویدیم مولای

سید مرتضیٰ نے قاموس کی شرح کی، قاموس نے جوفوت کیا تھا اس کا اضافہ کیا صحاح جوہری وغیرہ سے آگے بڑھ گئی (کیونکہ) جب موسیٰ علیہ السلام نے عصا پھینکا مدائن کو سحور کردیا جب کہ عقل کی صدف سے موتی جمہرۃ الٰہی کے دھاگہ میں محبت سے ظاہر کیے بلند اساس تیار کی اور اس کے استحکام میں اپنے مختار کو بنیاد اختیار کیا۔ پھولوں کے باغ کے چراغ سے اس کا نور غبی کی آنکھ میں ظاہر کیا اور اس کو عمدہ بصارت دی وہ یکتائے زمان ہے اسی کی مکمل ثناء نہیں کی جاسکتی کیونکہ ان جیسی شخصیات کو خفاء کی کھسوٹی سے نہیں پرکھا جاتا، میری نظم کی زبان ان کی مدح سے عاجز ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی

الشریف بعصرنا فی کل قطر للھداۃ
رئیسا واذا اتوجہ لی بملحہ نظرۃ الی
سعید لا اصیر خسیسا اھدی الصلوٰۃ
مع السلام الجدّم ھد یا جزیلا

لا یطاق نفیسا والآل مع صحبہ
وھٰذا المرتضیٰ و من ارتضی و
من اصطفاہ انیسا۔

نثر کو پاکیزہ ظاہر کرے اور میرے مولیٰ سید کو ہمارے زمانہ میں ہر طرف ہادیوں کے لیے ہمیشہ سردار رکھے جب میری طرف ایک نظر متوجہ ہوں تو میں نیک بخت ہوں اور کبھی خسیس اور ذلیل نہ ہوں گا۔ آپ کے جد امجد کو صلاۃ وسلام کا جزیل ہدیہ نذر کرتا ہوں جس کی عمدگی کی کسی کو طاقت نہیں۔ اور آپ کی آل کو آپ کے صحابہ سمیت اور اس مرتضٰی کو اور جس سے اللہ تعالیٰ راضی اور جس کو انیس منتخب کیا ہو کہ ہدیہ صلوٰۃ وسلام نذر کرتا ہوں۔

کلام طویل ہو جانے کے باعث ہم نے باقی تقریظات کو ترک کر دیا ہے۔

جب محمد بیگ ابوالذہب نے ازہر کے قریب جامع بنایا اور اس میں کتابوں کے لئے کتب خانہ بنایا تو کچھ کتابیں خرید کر کے اس میں رکھیں۔ لوگ اس کے پاس قاموس کی یہ شرح لے گئے اور اس کی تعریف کی کہ اگر اسے کتب خانہ میں رکھ لیا جائے تو اس کا نظام کامل ہو جائے گا، یہی تنہا کافی ہے اور کسی دوسری کی ضرورت نہ پڑے گی اس نے اس کو طلب کیا اور ایک لاکھ درہم چاندی اس کا عوض دے کر اسے کتب خانہ میں رکھ لیا۔ قاموس کی شرح اور احیاء کی شرح کے علاوہ اور بھی آپ کی کتابیں کثیر ہیں۔ ان میں سے ایک "کتاب الجواہر" النفیسہ فی اصول ادلۃ الامام ابی حنیفہ "ہے۔ اس کتاب میں چھ ائمہ کی موافقت کی گئی ہے۔ یہ کتاب نفیس اور جامع ہے۔ کتب حدیث کی ترتیب جسے اس طرح مرتب کیا ہے۔ کہ اعتقادی مسائل میں آپ کی روایات کو مقدم رکھا۔ پھر کتبِ فقہ کی ترتیب پر عملیات کو ذکر کیا ہے۔

اور النفحۃ القدوسیہ بواسطۃ البضعۃ العید روسیہ لکھی اس میں عیدروسیہ کی اسانید جمع کی ہیں۔ اس کے دس جز ہیں اور العقد الثمین فی طرق الالباس والتقلین، حکمۃ الاشراق الیٰ کتاب الأفاق، شرح الصدور فی شرح اسماء اھل بدر۔ یہ بیس اجزاء میں ہے اس کو علی آفندی درویش کیلئے تالیف کیا، اسے بھی ان کے نام پر تالیف کیا اور روہ التفتیش فی معنی لفظ درویش ہے اور کثیر رسائل تالیف کیے ان میں سے رفع نقاب الخفا عمن انتمیٰ الیٰ وفا و ابی الوفاء۔ بلغۃ الادیب فی مصطلح آثار الحبیب۔ اعلام الاعلام بمناسك حج بیت اللہ الحرام۔ زھر الاکمام المنتقش عن جیوب الالھام بصیغۃ صلاۃ سیدی

عبدالسلام۔ رشفة المدام المختوم البکری من صفوة زلال صیخ الفطب البکری۔ رشف سلاف الرحیق فی نسب حضرة الصدیق۔ القول المثبوت فی تحقیق لفظ التابوت۔ تنسیق قلائد المنن في تحقیق کلام الشاذلی ابی الحسن۔ لفظ اللالی من الجوهر الغالی۔ یہ استاذ حفنی کے اسانید میں ہے۔اس پر ان کیلئے اس کی اجازت ۱۱۶۷ھ میں لکھی۔ یہ ان کے مصر میں تشریف لانے کا سال ہے النوافح المسکیه علی الفوائح الکشکیه لکھیں۔ ایک جزء حدیث۔نعم الادام الخل میں لکھا۔هدیة الاخوان فی شجرة الدخان۔ منح الفیوضات الوفیه فیما سورة الرحمان من اسرار الصفة الالهیه۔ اتحاف سید الحی بسلاسل بنی الطی۔ بذل المجهود فی تخریج حدیث شیبتنی هود المربی الکابلی فیمن روی عن الشمس البابلی۔ المقاعد العندیه فی المشاهد النقشبندیه۔ رسالة فی المناشی والصفین۔یہ شیخ محمد بجیری برہانی کے خطبہ کی شرح ہے جو سورۂ یونس کی تفسیر ہے اور مستقل سورۂ یونس کی تفسیر لکھی جو اپنی قوم کی زبان میں ہے۔حزب البحر شاذلی کی شرح لکھی۔

علامہ فاکھی کی حزب البکری کی شرح کا تکملہ شروع سے لکھا اور اسے شیخ احمد بکری کیلئے مکمل کیا۔

مقامہ۔اس کا نام اسعاف الاشراف رکھا۔فقہ میں ''ارجوزه'' لکھی۔اس کو شیخ حسن بن عبداللطیف حسنی مقدسی کے نام سے نظم کیا حدیقة الصفا فی ولد المصطفیٰ اس کی تقریظ شیخ حسن مدابغی نے لکھی۔ایک رسالہ طبقات الحافظ میں ایک رسالہ ابی الحسن شاذلی کے قول کی تحقیق میں لکھا عقیلة الاتراب فی سند الطریقة والاحزاب۔اس کو شیخ عبدالوہاب شربینی کیلئے تصنیف کیا۔ التعلیقه علی مسلسلات ابن عقیله المنح العلیه فی الطریقة النقشبندیه۔ الانتصار لوالد النبی المختار۔ الفیة السند۔ مناقب اصحاب الحدیث۔ کشف اللثام عن الایمان والسلام۔ رفع الشکوی۔ ترویح القلوب بذکر ملوك ابی ایوب رفع الکلل عن العلل۔ ایک رسالہ لکھا جس کا نام قلنسوة التاج رکھا اس کو استاد علامہ صالح شیخ محمد بن بدیر مقدسی کے نام سے تالیف کیا کیونکہ جب قاموس کی شرح تاج العروس کو مکمل کیا تو ان کی طرف پہلے اجزاء بھیجے جب کہ وہ مصر میں تھے یہ ۱۱۸۲ ہجری کا واقعہ ہے تا کہ ان کا شیخ، شیخ عطیه اجھوری اس پر مطلع ہو اور اس پر تقریظات لکھے چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا' ان کو خط لکھا تا کہ ان کی اجازت حاصل کریں شیخ نے آپ کی طرف

اس کے عالی اسانید ایک کاغذ پر لکھے اور اس کا نام ''قلنسوة التاج'' رکھا۔ اس کا اول یہ ہے۔ بسملہ کے بعد سب محامد اللہ کی ہیں جس نے علماء کی قدر بلند کی اور اس کے آخر میں یہ اشعار لکھے۔

اجزت لـه ابقاه' ربی وحاطه بكل
حديث حاز سمعی باتقان وفقه
وتاريخ وشعر رويته وما سمعت
اذنی وقال لسانی علیٰ شرط
اصحاب الحديث وضبطهم بريا عن
التصحيف من غير نكران كتبت
له خطی واسمی محمد وبالمرتضیٰ
عرفت والله يرعانی ولدت بعام
ارخوافك ختمه وبالله توفيقی
وبالله تكلانی۔

میں نے ان کو ہر حدیث کی اجازت دی میرا رب ان کی لمبی عمر کرے اور ان کو حفاظت میں رکھے جو میرے کان نے یقیناً سنی اور فقہ، تاریخ اور جو شعر میں نے کہے ہیں اور جو میرے کان نے سنے اور میری زبان نے کہے ہیں محدثین کی شرط اور ان کے ضبط پر جو کسی انکار کے بغیر خطا سے بری ہیں۔ میں نے ان کیلئے اپنا خط لکھا اور میرا نام محمد ہے اور مرتضیٰ کے ساتھ معروف ہوں اللہ میری حفاظت کرے میں ایسے سال پیدا ہوا جس کی انگوٹھی کے نقش کی یہ تاریخ انہوں نے بتائی ہے اللہ کے ساتھ میری توفیق اور اسی پر توکل ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ ان کے خط کا جواب بھی لکھا، تطویل کے باعث خط کا مضمون ہم چھوڑ رہے ہیں۔ مترجم کے کثیر نفیس اشعار ہیں جو خوبصورت چہروں والے ابیات کی دلہنیں ہیں۔ ان ابیات میں سے یہ قصیدہ ہے جس میں استاذ علامہ شمس الدین سید محمد ابوالانوار بن وفا رحمۃ اللہ علیہ کی مدح ہے اور اس میں ان کا نسب شریف بھی ذکر کیا ہے۔

مدحت اباالانوار بغی بمدحه وفور
حظوظی من جليل المارب نجيبا
تسامی فی المشارق نوره فلاحت
هواديه لاهل المغارب محمد البانی
مشيد افتخاره بعز المساعی و
ابتذال المواهب ريب العلا
المخضل سيب نواله سماء الندیٰ

میں نے ابوالانوار کی مدح کی ان کی مدح سے میں بڑی بڑی حاجات سے اپنا کامل نصیب طلب کرتا ہوں وہ نفیس فاضل ہیں تمام مشارق میں ان کا نور روشن ہے اور مغرب والوں کیلئے ان کے ہادی چمکے ہیں۔ محمد البانی ہے جس کا افتخار غالب مساعی اور عطایا کے باعث مضبوط ہے غالب مساعی اور عطایا خرچ کرنے کے ساتھ بلندیوں پر فائق ناعم العیش ان کے عطایا

المنهل صوب السحائب كريم	عام ہیں تر چشمہ کی بارش بھرے بادلوں کی بارش
السجايا الغر واسطة العلاء بسيم	وہ روشن عادتوں والے کریم بلندیوں کا واسطہ ہیں
المحيا الطلق ليس بغاضب حوى	خوش طبع خندہ پیشانی ہیں غصہ میں نہیں آتے
كل حلم واحتوى كل حكمة ففات	پورے بردبار ہیں ہر حکمت کے جامع ہیں
مرام المستمر الموارب به ازدهت	پس مستقل حاجات کا مقصد فوت ہو گیا ان
الدنيا بهاء وبهجة وزانت جمالاً	کے ساتھ دنیا بارونق اور خوش ہے اور
من جميع الجوانب مخايله تنبيك	ہر طرف سے اس کا جمال خوش نما ہے ان کے
عما وراها وانواره تهديك سبل	خیالات تجھے اس سے ماوراء کی خبر دیتے ہیں اور
المطالب له نسب يعلو باكرم والد	اس کے انوار تجھے مطالب کی رہنمائی کرتے ہیں،
تبلج منه عن كريم المناسب	مکرم والد کے سبب ان کا نسب شریف بلند ہے ان ہی سے اچھے نسب روشن ہوتے ہیں۔

قصیدہ طویل ہے اس کے خاتمہ میں اسے ''رفع نقاب الخفا'' ذکر کیا ہے۔خفاء کے پردے اٹھانے والے۔ نیز اللہ تعالیٰ ہم پر اور ان پر اپنے احسان وکرم سے رحم کرے ان کے یہ ابیات بھی ہیں۔

كاف الكياسه مع كيس اذا اجتمعا	جب کسی شخص میں اچھی سوچ (فراست) اور عقل
يوم لمرء غدا في العصر سلطانا	دونوں جمع ہو جائیں تو وہ کسی روز زمانہ میں بادشاہ
بالكيس يصبح مقضيا حوائجه	ہو جاتا ہے۔ عقل سے اس کی تمام حاجات پوری
وبالكياسة يولي الكيس احسانا	ہوتی ہیں اور فراست سے عقل احسان کو والی بناتی
والكيس منفردا مغن لصاحبه	ہے تنہا عقل ہی اپنے ساتھی کو بے پرواہ کر دیتی ہے
والكيس منفردا يوليه مجانا	اور عقل تنہا اس کو مفت والی بنا دیتی ہے۔

اسماء اصحاب کہف کے بارے میں ان میں موجود اختلاف پر ان کے یہ ابیات ہیں۔

بتلميخ مكسلمين مثلين بعده	تلیخ مکسلمین اس کے بعد دو مثلیں، دبرنوش، مرنوش
دبرنوش مرنوش كذا اسد الكهف	اسی طرح اسد الکہف اور لوشادنوشاد چھٹے ساتھی کو یاد
وخذ شانوشا سادس الصحب ذاكرا	کرنے والا جیسے کفشطیوش ماہرین کی روایت میں
كفشطيوش في رواية ذي العرف	ہے نوانس، مانیوس بطنیوہم کے ساتھ مکرطونش

نوانس ما نینوس مع بطنیوشهم مکرطونش تلك الروایات فاستوف وکشفوطط کند سلططنوس هکذا روینا وأرنوش علی حسب الخلف وبنبونس کشفطیط اربطانس ومرطوکش عندالاجلة فی الصحف وکلبهم قطمیر سابع سبعة فخذو توسل یا اخالکرب والرجف	یہ روایات ہیں اور کشفوطط اسی طرح سلططنوس ایسے ہمیں روایت پہنچی ہے وارنوش پچھلے کے موافق اور بنبونس' کشفطیط اربطانس اور مرطوکش جلیل القدر حضرات کے نزدیک کتابوں میں ہے اوران کا کتا قطمیر سات میں سے ساتواں ہے اے مصیبت زدہ انسان کے ساتھ توسل کرو۔

نیز انہوں نے فرمایا:

وتوکل علی مولاك واخش عقابه وداوم علی التقویٰ وحفظ الجوارح وقدم من البر الذی تستطیعه ومن عمل یرضاه مولاك صالح واقبل علی فعل الجمیل وبذله الیٰ اهله ما استطعت غیر مکالح ولا تسمع الاقوال من کل جانب فلا بدمن مثن علیك وقادح	اپنے رب پر توکل کرو اور اس کے عذاب سے ڈرتے رہو ہمیشہ تقویٰ کے پابند رہو اور اعضاء کی حفاظت کرتے رہو' نیک عمل آگے بھیجو جسکی طاقت رکھتے ہو' اچھا عمل جس سے تمہارا رب راضی ہو' جس قدر تمہیں طاقت ہو کسی مشقت کے بغیر اچھے لوگوں سے اچھا برتاؤ کرو' ہر طرف کی باتیں نہ سنو۔ یہ ضروری بات ہے کہ بعض تمہاری تعریف کریں گے اور بعض عیب نکالیں گے۔

ان کی نظم کثیر اور نثر بحر غزیز ہے۔ ان کی فضیلت شہرۂ آفاق اور ذکر مشہور و معروف ہے اگر طویل کا خطرہ نہ ہوتا تو ہم قدرے کچھ ذکر کرتے جو ان کی جلیل القدر نظم کے کچھ حصہ کے برابر ہو آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ علم کی خدمت کرتے رہے اور بلند مراتب پر ارتقاء فرماتے رہے اور تمام فنون مثلاً علم الانساب والاسانید' تخاریج الاحادیث اور متاخرین محدثین کا پہلے محدثین کے ساتھ طریق اتصال' میں ایک کتاب تالیف کی ہے۔ رسائل منظومات اور اشعار وابیات وغیرہ میں خوب ماہر تھے جن سے متاخرین غافل ہیں۔ پھر سولیقۃ اللہ کی طرف جامع محرم آفندی جانے کیلئے جو مسجد شمس الدین حنفی کے قریب ہے منتقل ہوئے' یہ ۱۱۸۷ ہجری کے اوائل کا واقعہ ہے۔ اس زمانہ میں یہ علاقہ اکابر اور رؤ

علم سے آباد تھا۔ جب وہاں پہنچے لوگ آپ کے حلقہ بگوش ہوئے اور آپ ان کو محبوب ہوئے۔ انہوں نے آپ سے خوب محبت وانس کی اور آپ کی عزت وتوقیر کی اور ہدایا اور تحائف پیش کیے مگر آپ ان سے استغناء کا اظہار فرماتے اور ان کی تعظیم کرتے اور مختلف فوائد، تعویذات اور دم وغیرہ سے ان کو فائدہ پہنچایا اور وظائف وغیرہ کے پڑھنے کی اجازت دی۔ لوگ ہر طرف سے آنے شروع ہوئے اور دور دراز سے آپ کی زیارت ہونے لگی اور آپ کی معاشرت میں رغبت کی کیونکہ ایک تو آپ مسافر تھے اور دوسرے مصری علماء جیسی آپ کی شکل وصورت نہ تھی۔ آپ ترکی اور فارسی لغت میں کلام کرتے تھے بلکہ بعض اوقات کرج زبان میں بھی گفتگو فرماتے، لوگوں کے دل آپ کی طرف مائل ہوئے اور انہوں نے آپ کے ارشادات نقل کر کے نشر کیے۔ پھر سلف صالحین کے طریقہ پر اسانید وروات اور تخریج حدیث ذکر کر کے احادیث نبویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لکھوانا شروع کیں جو آپ کو مختلف طریقوں سے یاد تھیں، جو شخص بھی آپ کے پاس آتا اس کو حدیث رحمت لکھواتے اور اس کے راوی اور محدثین کا ذکر کرتے اور اس کی سند اور حاضرین کا سماع لکھ دیتے، لوگ اس سے حیران ہو جاتے۔ پھر ازہر کے بعض علماء آپ کے پاس آئے اور آپ سے اجازت طلب کی تو آپ نے ان سے فرمایا اوائل کتب کی قرأت ضروری ہے۔ انہوں نے صلیبہ میں جامع شیخون میں لوگوں سے دور رہتے ہوئے سوموار اور جمعرات کو آپ کے پاس آنے میں اتفاق کیا اور سید حسین شیخونی کی قرأت کے ساتھ صحیح بخاری پڑھنا شروع کی اس علاقہ کے بعض لوگ شیخ موسیٰ شیخونی امام مسجد اور کتب خانہ کے منتظم بھی ان میں شریک ہوئے جو کہ اس علاقہ کے معتبر فاضل تھے۔ علماء ازہر شیخ احمد سجاعی، شیخ مصطفیٰ طائی اور شیخ سلیمان اکراشی جلیل القدر علماء اور ان کے علاوہ دیگر علماء آپ سے اخذ حدیث کیلئے دور دراز سے آنے شروع ہوئے آپ کی شان اور عظمت لوگوں میں شہرۂ آفاق ہوئی اور ان دیار کے اکابر بزرگ بھی آنے لگے اور آپ سے معانی کی تشریح کرانی شروع کی تو آپ روایت سے درائت کی طرف منتقل ہو کر ان کیلئے وضاحت کرتے حتیٰ کہ ایک عظیم درس شروع ہو گیا۔

اس وقت علماء ازہر سے اکثر علماء مجلس درس سے کنارہ کرنے لگے اور آپ بھی ان سے مستغنی ہو گئے اور صحیح بخاری سے کچھ قرأت کے بعد لوگوں کو مسلسلات یا فضائل اعمال کی حدیث لکھائی۔ آپ حدیث کی سند کے راوی زبانی بیان کرتے اور اس طرح اشعار میں ان کو ذکر کرتے، لوگ حیران تھے کہ

علماء مصر میں ہم نے ایسا کوئی مدرس نہیں دیکھا جو اس طرح حدیث کے راوی کے زبانی بیان کرتا ہو۔

آپ نے ایک اور درس مسجد حنفی میں شروع کیا۔ وہاں عصر کے بعد شمائل کی قرأت فرماتے مگر یہ معین دنوں کے علاوہ تھا۔ آپ کی شہرت اور بھی زیادہ ہونے لگی اور ہر طرف سے لوگ آپ سے حدیث کا سماع کرنے اور آپ کی ذات گرامی کی زیارت کو آنے لگے' کیونکہ آپ کی ہیئت اور طور و اطوار مصریوں کے طور و اطوار جیسے نہ تھے بڑے بڑے سرداروں نے اپنے گھروں میں آپ کو تشریف لانے کی دعوت دی اور آپ کیلئے پرتکلف کھانے تیار کیے۔ آپ ان کی دعوت پر طلبہ' مدرسین' احادیث لکھنے والوں اور کاتب اسماء کے ہمراہ تشریف لے جاتے اور ان کو اجزاء حدیثیہ جیسے بخاری کے ثلاثیات یا دارمی یا بعض مسلسلات لوگوں اور صاحب منزل اور اس کے احباب اولاد اور پس پردہ لڑکیوں اور عورتوں کو پڑھاتے۔ ان کے آگے اثناء قرأت حدیث میں نجور' عنبر اور عود سے محفل کو خوشبودار بنایا جاتا تھا اور معروف عادت کے مطابق سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پر درس حدیث ختم کرتے' منشی حاضرین اور سامعین حتیٰ کہ عورتوں' بچوں اور لڑکیوں کے نام اور تاریخ لکھتا اس کے نیچے شیخ اس کی تصحیح ثبت فرماتے۔ پہلے زمانہ میں محدثین کا یہی طریقہ تھا' جیسا کہ پہلی کتب میں ہم نے دیکھا ہے۔

جبرتی نے کہا میں اکثر ان مجالس' دروس اور دیگر خصوصی مجالس میں جو ان کے گھر اور خان صاغہ میں ان کی پرانی رہائش گاہ' صنادقیہ اور بولاق میں ہمارے گھروں اور دوسرے مقامات میں منعقد ہوا کرتی تھیں' حاضر ہوتا تھا۔

ہم غیط المعدیہ اور ازبکیہ وغیرہ سے ان محافل میں حاضر ہوتے تھے اور اکثر اوقات حدیث لکھنے میں مصروف رہتے تھے اور وہ مختلف نسخوں پر ثابت ہے۔ مسموعاتِ کثیرہ کا ذخیرہ ہے اور کثیر اوراق پر لکھا ہوا اب موجود ہے۔

اکابر امراء کا مجلس درس میں حاضر ہونا

بعض بڑے بڑے امراء مصطفیٰ بک اسکندرانی اور ایوب بک دفتر دار ایسے ان کے پاس جاتے اور ان کی مجلس درس میں حاضر ہونے کیلئے بار بار آتے اور گراں بہا ہدایا اور نذرانے پیش کرتے' آپ

ان رقوم سے لونڈیاں خریدتے، مہمانوں کیلئے کھانا تیار کرتے اور دور دراز سے آنے والے لوگوں کی خدمت کیا کرتے تھے۔

روم سے عبدالرزاق آفندی مصر میں آئے اور آپ کا چرچا اور شہرت سن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے اجازت اور مقامات حریری کی قرأت کی التماس کی۔ آپ درس شیخون سے فارغ ہونے کے بعد ان کے پاس جاتے اور جس قدر میسر ہوتا ان کو مقامات حریری پڑھاتے اور اس کے لغوی معانی سمجھاتے جب "محمد باشا عزت کبیر" حاضر ہوئے تو ان کی بڑی عزت کی اور اپنے قریب بٹھا کر ان کو سمور کی قیمتی پوستین پہنائی۔

سیدی محمد بن عبدالرزاق کی شہرت

آپ کی شان عظیم اور شہرت آفاق واکناف میں پھیلی۔ ۹۵ ہجری میں آپ کو حکومت کی طرف سے طلب کیا گیا جسے آپ نے قبول فرمایا، پھر حلقۂ شہرت اور وسیع ہوا اور حکومت کے اکابر کی طرف سے پے در پے خطوط آنے شروع ہوئے اور انہوں نے ہدایا، نذرانے، تحائف اور قیمتی سامان صندوقوں میں بند کر کے بھیجے آپ کی شہرت عام ہوئی اور آفاق سے بادشاہوں نے مراسلات بھیجے، جن میں ترک، حجاز، ہندوستان، یمن، شام، بصرہ، عراق، مغرب کے سلاطین، سوڈان، فزان، جزائر اور دور و دراز کے شہر شامل ہیں ہر طرف سے آپ کے پاس وفد آنے شروع ہوئے اور ہدایا، نذرانے اور عجیب وغریب اشیاء مسلسل آنے شروع ہوئے انہوں نے فزان کی عجیب الخلقت بکریاں بھیجیں جن کے جسم عظیم تھے ان کے سر بچھڑوں جیسے تھے، آپ نے وہ سلطان عبدالحمید کی اولاد کو بھیج دیئے، جس کے باعث سلطان کے نزدیک ان کی منزلت اور زیادہ ہوئی، اسی طرح بادشاہوں نے آپ کو طوطے، لونڈیاں، غلام اور خصی جانور بھیجے۔ آپ ایک طرف کے تحائف دوسری طرف کے اکابر کو بھیج دیتے جن کیلئے وہ تحائف عجیب و غریب ہوتے تھے، ان کے مقابلہ میں آپ کو اس سے کئی گناہ زیادہ تحائف آتے تھے۔ آپ کے پاس ہندوستان صنعاء، یمن، بلاد سرت وغیرہ سے نفیس اشیاء مربے، عود، عنبر، عطر وغیرہ آئے، مغرب والوں میں آپ کی شہرت عام ہوئی اور آپ کی قدر و منزلت زیادہ ہوئی اور وہ آپ کے بہت زیادہ معتقد ہوئے۔ عموماً ان کا یہ اعتقاد تھا کہ آپ عظیم قطب ہیں حتیٰ کہ ان میں سے جب کوئی مصر آتا اور وہ حج کا

ارادہ کرتا اور آپ کی زیارت نہ کرتا اور آپ کو نذرانہ پیش نہ کرتا تو اس کا حج مکمل نہ ہوتا۔ حج کے ایام میں صبح سے شام تک آپ کے دروازہ پر لوگوں کا ہجوم رہتا۔ ان سے جو بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ سے گفتگو سے پہلے کوئی شے نذرانہ پیش کرتا' وہ اپنی اپنی استطاعت کے مطابق چاندی' کھجوریں اور شمع پیش کرتے۔ بعض لوگ اپنے شہریوں' علماء اور اکابر کی طرف سے خطوط اور ہدایا پیش کرتے اور آپ سے جوابات کی التماس کرتے' جس کو جواب میں کاغذ کا ٹکڑا مل جاتا' اگرچہ وہ انگلی کے پورے کے برابر ہوتا وہ اپنی کامیابی تصور کرتا اور اسے اپنے پاس تعویذ کے طور پر محفوظ رکھتا اور یہ اعتقاد کر لیتا تھا کہ اس کا حج قبول ہو گیا ہے' ورنہ وہ یہ سمجھتا کہ وہ خاسر اور نادم ہو گیا ہے اور اس شہر والے اس کو ملامت کرتے اور قیامت تک اس کو حسرت رہتی' اسی پر نہ گفتہ کلام قیاس کر لیجئے۔

سیدی محمد بن عبدالرزاق کی بیوی کی وفات

آپ کی بیوی زبیدہ ام الفضل ۹۶ ہجری میں فوت ہوئی' جس کا آپ کو بہت غم لاحق ہوا۔ ان کو مشہور مشہد سیدہ رقیہ میں دفن کیا' ان کی قبر پر مکان' پردے' فرش اور قنادیل تیار کیے اور کئی روز تک قبر پر تشریف فرما رہے۔ آپ کے پاس قاری' شاعر جمع ہوتے' آپ ان کیلئے عمدہ کھانے' ثرید' حلوہ' قہوہ اور شربت تیار کرتے اور اس مقبرہ کے پاس زمین خرید کی اور اس میں چھوٹا سا مکان تیار کیا اور اس کا بہترین فرش بنوایا اور اس میں ان کی والدہ محترمہ کو مقیم کیا۔ اکثر وہاں رات بسر کرتے اور شعراء' ان کے مرثیے پڑھتے۔ آپ ان سے مرثیے قبول فرماتے اور ان کو انعامات عطا کرتے' خود آپ نے ان کے

۱؎ کتب سیر میں ہے کہ اس جماعت میں عاتکہ بنت عمرو بن نفیل قرشیہ ہے جو اپنے زمانہ کی عورتوں سے زیادہ خوبصورت تھی۔ عبداللہ بن سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ نے اس سے نکاح وہ طائف میں قتل ہو گئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے نکاح کیا ان کے قتل ہونے کے بعد زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا جب وہ بھی قتل ہو گئے تو محمد بن ابی بکر نے اس کے ساتھ نکاح کیا۔ ان کو قتل کر دیا گیا۔ اور مصر میں گدھے کے جیفہ میں رکھ کر ان کو جلا دیا گیا۔ ان کا سارا جسم جل گیا صرف سر باقی رہا تو انکے آزاد کردہ غلام نے اس کو مسجد کے محراب میں دفن کیا پھر عاتکہ نے قسم کھائی کہ وہ کسی سے نکاح نہیں کرے گی۔ محمد بن ابی بکر کی والدہ سے حضرت علی نے نکاح فرمایا تھا اور اس کو مصر کا حاکم مقرر کیا تھا۔ وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ربیب اور پروردہ تھے۔

مرثیے قصائد کی صورت میں لکھے ہیں ان کو نقل کرنے والے نے کہا میں نے آپ کی وفات کے بعد ان کے ہاتھ سے لکھے ہوئے مرثیے دیکھے ہیں جو مجنوں لیلیٰ کے اشعار کے طریقہ پر اوراق میں مذکور تھے۔ چنانچہ فرمایا:

اعاذل من یرزء کرزئی لا یزل کئیبا
ویزهد بعده فی العواقب اصابت ید
البین المشت شمائلی وحافت نظامی
عادیات النوائب وکنت اذا ما زرتها
فی سحیرة اعود الیٰ رحل بطین
الحقائب یقولون لاتبك زبیدة واتئد
وسل هموم النفس بالذکروا لصبر
وتاتی لیٰ لا شجان من کل
وجهقبمختلف الاحزان بالهم والفکر
وهل لی تسل من فراق حبیبة لها
الجدث الاعلیٰ بیشکر من مصر
ابی الدمع الا ان یعاهدا اعینی
بمجرها والقدر یجری الی القدر
فاما ترونی لا تزال مد امعی لدی
ذکرها تجری الی آخر العمر

اے ملامت کرنے والے جو کوئی میری مصیبت جیسی مصیبت میں مبتلا ہو وہ ہمیشہ غمناک رہے گا اور اس کے بعد آخرت میں زاہد ہو گا۔ جدائی کے ہاتھ نے میرے مجتمع امور کا استیصال کر دیا اور سخت حوادث نے میرے نظام کو گھیرے میں کرلیا۔ جس میں زبیدہ کی مصیبت میں زیارت کرتا تھا تو میں گھر واپس آتا جو وسیع تھیلا ہے وہ کہتے ہیں زبیدہ کو نہ رو اور آرام کر اور نفس کے غموں کو ذکر اور صبر سے تسلی دو، ہر طرف سے میری طرف غم آتے ہیں جو غم اور فکر میں مختلف حزن ہیں کیا مجھے محبوبہ کے فراق سے تسلی ہو سکتی ہے جبکہ اس کی مصر کے بیشکر میں بلند قبر ہے آنسو نے انکار کر دیا مگر یہ کہ وہ میری آنکھوں کے آنسو بہانے کا عہد کرتے ہیں اور قدر جاری ہے تم مجھے دیکھو گے کہ زبیدہ کے ذکر سے آخر عمر تک میرے آنسو جاری رہیں گے۔

اگر تطویل کا خوف نہ ہوتا تو ہم ان کا اس جیسا مزید کلام ذکر کرتے۔

سیدی محمد بن عبدالرزاق کی دوسری شادی

پہلی بیوی کی وفات کے بعد دوسری بیوی سے شادی کی' یہ وہ بیوی تھی جس کی موجودگی میں آپ فوت ہوئے اور اس نے آپ کا سارا مال جو آپ نے جمع کیا تھا محفوظ کر لیا تھا۔ جب سیدی محمد بن

عبدالرزاق انتہائی شہرت کو پہنچے اور آپ کا ذکر دور دراز تک پہنچا اور عام و خاص کے دلوں میں آپ کی قدر و منزلت اور عظمت متمکن ہوئی اور دور دراز سے وفد آپ کی خدمت میں آنے شروع ہوئے اور ہر طرف سے دنیا آپ کے پاؤں چومنے لگی تو آپ نے اپنے گھر میں ہی رہنا اپنا معمول بنالیا اور اپنے ان ساتھیوں سے جن کے ساتھ پہلے رہتے سہتے تھے محجوب ہوگئے اور کسی خاص غرض کیلئے کم و بیش ان سے ملاقات کرتے' درس و تدریس چھوڑ دی اور تنہائی میں معتکف ہوگئے اور آنے والوں کیلئے دروازہ بند کر دیا۔ مصری اکابر کے جو ہدایا اور نذرانے آتے ان کو واپس کردیتے۔ ایک دفعہ ایوب بک دفتردار نے اپنے لڑکے کے ہمراہ گندم کی پچاس بوریاں' چاول' گھی' روغن' پچاس ریال نقد اور ہندوستانی کپڑوں کے تھیلے وغیرہ بھیجے جن کو واپس کردیا۔ یہ رمضان شریف کا واقعہ ہے۔ ایسے ہی مصطفیٰ بک اسکندرانی اور دیگر امراء کے سامان واپس کردیئے۔ یہ دونوں حضرات خدمت میں حاضر ہونے کیلئے آئے مگر آپ دونوں سے محجوب ہوگئے اور ملاقات نہ کی وہ ملاقات کا شرف حاصل ہوئے بغیر واپس چلے گئے۔

الغرض آپ جمیع معارف میں ہر مجلس کے صدر رہے حتیٰ کہ زمانہ نے آپ کے بلند عمود گرا دیئے۔ آپ کا شمس کمال زوال پذیر ہوا اور اقبال و عروج کے مشرق سے طلوع ہونے والا سورج غروب ہوگیا۔ شاعر کہتا ہے۔

سیدی محمد بن عبدالرزاق کی وفات

وزهرة الدنيا وان اينعت فانها تسقى بماء الزوال — دنیا کی رونق اگرچہ انتہا تک پہنچ جائے بالآخر وہ زوال کا پانی پلائی جاتی ہے۔

فضل و کرم نے ان کی موت کی خبر دی' حرم کے کبوتروں نے ان کے فراق میں نوحہ خوانی کی اور ۱۲۰۵ ہجری کے شعبان میں طاعون کی مرض میں مبتلا ہوئے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ کے مکان کے سامنے مسجد کردی میں آپ نے جمعہ کی نماز ادا کی اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد طاعون میں مبتلا ہوئے اور گھر تشریف لے گئے۔ اسی رات آپ کی زبان بستہ ہوگئی اور اتوار کو اس دنیا کو داغ مفارقت دے کر دار بقا کو تشریف لے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون آپ کی بیوی اور اقارب نے آپ کی وفات کی خبر کو مخفی رکھا' حتیٰ کہ نفیس اشیاء مالی ذخائر

سامان اور قیمتی کتابیں منتقل کرنے کے بعد سوموار کو آپ کی موت کی خبر مشہور کی۔

عثمان بک طبل اسماعیلی اور رضوان کتخدا مجنون دونوں آئے۔ مجنون نے یہ دعویٰ کیا کہ حضرت متوفی نے ان کو وصی مختار اور عثمان بک کو ناظر مقرر کیا تھا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ آپ کی بیوی کا بہنوئی حسین آغا مجنون کے تابعداروں میں سے ہے۔ جب وہ حاضر ہوئے اور مصطفیٰ آفندی صادق ان کا ساتھی ہوا تو انہوں نے جس کو پسند کیا اس کو ساتھ لیا اور مجلس کے باہر سے اس کو بلا کر جنازہ باہر لے گئے اور نماز جنازہ پڑھ کر اس قبر میں دفن کر دیا جو آپ نے اپنی زندگی میں مشہد سیدہ رقیہ میں اپنی بیوی کی قبر کے قریب تیار کر رکھی تھی۔ ازہر کے لوگوں کو اس روز آپ کی وفات کا علم اس لئے نہ ہوا کہ ایک تو وہ طاعون کی وباء کی وجہ سے مشغول تھے۔ دوسرے ان کا علاقہ دور تھا جس کو معلوم ہوا وہ گیا مگر جنازہ میں شرکت نہ کر سکا۔

رضوان کتخدا آپ کے فوراً بعد فوت ہو گیا اور عثمان بک بھی اپنے آقا کی وفات کے باعث امارت کے امور میں مشغول رہا اور آپ کا ترکہ مہمل ہو کر رہ گیا جسے ان کی بیوی اور اقارب نے محفوظ کر لیا تھا اور قیمتی اور عمدہ اشیاء اپنے گھروں میں لے گئے۔ ایک مہینہ بھر ان کا حال نسیاً منسیاً رہا۔ حتیٰ کہ سلطنت بدل گئی اور مصری امراء جو قبیلہ کی طرف تھے حاکم بن گئے۔ آپ کی بیوی نے ان میں سے ایک شخص سے نکاح کر لیا۔ اس وقت انہوں نے کسی وارث کے ظاہر ہو جانے کے ڈر سے بیوی کے کہنے پر ترکہ ظاہر کیا اور کپڑے، بعض سامان اور کتابیں وغیرہ علیحدہ کر کے لوگوں کی موجودگی میں فروخت کر دیں جن کی قیمت ایک لاکھ درہم تھی، ان میں سے کچھ بیت المال میں لیا گیا اور باقی پہلے ترکہ کے ساتھ محفوظ کر دیا گیا، اس واقعہ کو نقل کرنے والے کا کہنا ہے کہ آپ کے ترکہ میں بہت کچھ تھا مجھے مرحوم حسن حریری جو آپ کے خاص ساتھی ہیں اور وہ آپ کے پاس گئے اور آپ کی عیادت کیلئے اجازت طلب کی، گھر والوں نے ان کو اندر آنے کی اجازت دی وہ آپکے پاس گئے، آپ سو رہے تھے جب کہ آپ کی زبان بند ہو چکی تھی۔ آپ کی بیوی اور سسرال کے کونوں اور صندوقوں میں جو کچھ تھا اس کو باہر نکالنے میں مصروف تھے۔ میں نے ہندی گھریلو سامان، کپڑوں کی گانٹھیں، کشمیر کے گرم کپڑوں اور پوستینوں کے عظیم دو انبار دیکھے اور کچھ اشیاء برتنوں میں تھیں، پتہ نہیں ان میں کیا کچھ تھا، اس نے کہا میں نے کثیر تعداد میں علب کی قیمتی گھڑیاں دیکھیں جو اپنے علاقوں کے غلافوں میں لپٹی ہوئی صحن کے فرش پر بکھری پڑی تھیں۔

اس نے کہا میں تھوڑا وقت آپ کے سر کے پاس آپ کا ہاتھ پکڑے بیٹھا رہا' آپ نے آنکھیں کھولیں اور میری طرف اشارہ کر کے فرمایا جیسے کوئی استفہام کرتا ہے کہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ پھر آنکھیں بند کر لیں اور استغراق میں محو ہوئے۔ میں وہاں سے اٹھا اور صحن کے سامنے وسیع میدان میں کثیر تعداد میں چھوٹے بڑے شمع العسل اور کافوری مصنوع اور خام وغیرہ دیکھے جو اس سے پہلے میں نے کبھی نہ دیکھے تھے' مگر میں نے ان کی طرف قطعاً توجہ نہ کی۔ آپ کا کوئی لڑکا اور لڑکی نہ تھے اور نہ ہی کسی شاعر نے آپ کی مرثیہ خوانی کی تھی۔

شیخ محمد بن عبدالرزاق کا حلیہ

آپ کا قد درمیانہ' بدن کمزور' سنہری رنگ' متناسب اعضاء' معتدل داڑھی تھی جو اکثر سفید تھی' لباس پہننے میں مستریح اور متطیب تھے' مکہ مکرمہ والوں کی طرح منحرف عمامہ پہنتے تھے' خندہ پیشانی سے رہتے تھے۔ آپ کے عمامہ کا عذبہ گردن پر لٹکتا تھا۔ اس کے کنارے ریشمی دھاگوں سے بنے ہوئے تھے جن کی لمبائی انگوٹھے کے کنارے (پورے) سے سبابہ کے پورے تک تھی' عمامہ کی دوسری طرف عمامہ کے پیچ کے اندر رہتی اور کچھ تھوڑی سی باہر نکلی ہوئی ہوتی تھی' سیدی محمد بن رزاق رضی اللہ عنہ پاکیزہ ذات اچھی صفات کے حامل تھے' خوش طبع' متبسم' باعزت' محتشم' نادر اشیاء اور مناسب امور کے متحضر' ذکی' فصیح زبان ماہر اور بیدار مغز تھے' ان کی فضیلت کے باغ سرسبز وشاداب تھے' وسعت حفظ میں ان کی نظیر نہیں ملتی۔

اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو جنت کا محل اور رحمت وغفران کے وفود کا مطاف کرے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

آپ سیدہ زینب بنت امام علی ہیں رضی اللہ عنہما

آپ کی والدہ سیدہ فاطمہ زہراء بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آپ سادات امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کی حقیقی ہمشیرہ ہیں' آپ کے چچا زاد بھائی عبداللہ بن جعفر طیار ذوالجناحین بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے آپ کے ساتھ نکاح فرمایا حضرات علی' عون' اکبر' عباس' محمد

اور ام کلثوم رضی اللہ عنہم کو آپ نے جنم دیا۔ اس وقت آپ کی اولاد بکثرت موجود ہے۔ علماء نے کہا دس وجوہ سے ان کے بارے میں کلام کیا جاتا ہے۔

۱) ساری امت کا اتفاق ہے کہ آل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیت کرام ہیں کیونکہ آپ کی آل بنو ہاشم اور بنو مطلب سے مومن حضرات ہیں۔

۲) ساری امت کا اتفاق ہے کہ یہ حضرات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد ہیں کیونکہ انسان کی بنات کی اولاد اس کی اولاد شمار ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ اگر کسی نے فلاں کی اولاد کیلئے وصیت کی ہو تو اس کی بنات بھی وصیت میں داخل ہوتی ہیں۔

۳) سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نسبت کرنے میں یہ حضرات امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کی اولاد میں شریک ہیں۔ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری بنات میں سے صرف سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد کی تخصیص صرف اس لئے ہے کہ دوسری بنات کا کوئی لڑکا زندہ نہیں رہا تھا جو ان کے بعد باقی رہا ہو اور امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما کی طرح ہو۔

۴) قدیم اصطلاح میں ان پر اشراف کا اطلاق ہوتا ہے۔

۵) ان پر صدقہ حرام ہے' کیونکہ حتمی اور قطعی طور پر جعفر کی اولاد آل نبی ہے۔

۶) یہ حضرات ذوی قربی کے سہم اور حصہ کے مستحق ہیں۔

۷) یہ حضرات "برکت حبش" کے وقف کے مستحق ہیں' کیونکہ یہ خصوصاً امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما کی اولاد کیلئے ہی وقف نہیں ہے۔

۸) کیا یہ حضرات سبز علامت ولباس پہنتے ہیں؟ جواب یہ ہے کہ کتاب وسنت میں اس علامت کی کوئی اصل نہیں ہے اور نہ ہی قدیم زمانہ میں یہ ان کی علامت تھی یہ تو صرف ۷۷۳ ہجری میں شروع ہوئی تھی' جو شعبان بن حسین بادشاہ کے حکم سے یہ علامت قرار دی گئی تھی۔

"درر الاصداف" میں ذکر کیا ہے کہ سبز علامت کو ملک اشرف شعبان نے ۷۷۳ ہجری کو مصر میں ترک حکومت کی طرف سے اس علامت کا رواج دیا تھا اور سبز عمامہ کو سید محمد شریف متولی باشا مصر نے ایک ہزار چار (۱۰۰۴) ہجری میں رواج دیا جب کہ اس نے کعبہ اور مقام ابراہیم کو لباس پہنایا تھا اور اشراف کیلئے سبز عمامہ صرف اس لئے اختیار کیا گیا تھا کہ سیاہ عمامہ بنو عباس کا طریقہ تھا' زرد یہود کا

شعار نیلا نصاریٰ کی نشانی اور سرخ میں اختلاف تھا۔اس بار میں شعراء کی جماعت نے کلام کیا ہے۔
چنانچہ جابر بن عبداللہ اندلسی اعمیٰ صاحب شرح الفیہ نے کہا جو اعمیٰ اور بصیر مشہور ہیں۔

جعلوا لابناء الرسول علامة ان
العلامة شان من لم يشتهر نور
النبوة فی وسیم وجوههم یغنی
الشریف عن الطرار الاخضر

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹوں کی علامت مقرر کی بے شک علامت ان کی شان ہے جو مشہور نہ ہوں' انکے چہروں کی خوبصورتی میں نور نبوت سبز علامت سے شریف (سید) کو مستغنی کرتا ہے۔

ادیب شمس الدین محمد بن ابراہیم دمشقی نے کہا۔

اطراف تیجان اتت من سندس
خضر باعلام علی الاشراف
والاشراف السلطان خصهم بها
شرفاً لیعرفهم من الاطراف

سبز ریشم کے عماموں کے کنارے سادات کرام کی علامتیں ہیں' سادات کو اس علامت کے ساتھ سلطان نے شرافت کیلئے مخصوص کیا ہے تا کہ دور سے لوگ ان کو پہچان لیں۔

بالآخر سید کی اس علامت میں کوئی حرج نہیں۔وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہوں یا نہ ہوں۔شرعی غرض کے سوا کسی کو بھی اس علامت سے منع نہیں کیا جا سکتا ہے۔

۱۰۹) کیا اشراف کیلئے وقف اور وصیت میں یہ حضرات اس میں داخل ہیں؟ جواب یہ ہے کہ موصی اور واقف کے کلام میں کوئی ایسی بات مذکور ہو جو ان حضرات کے اس میں دخول وخروج کی مقتضی ہو تو اس پر عمل کیا جائیگا ورنہ ہرگز نہیں۔اس بارہ میں عرف کا اعتبار ہے۔دولت فاطمیہ کے زمانہ سے لے کر اب تک مصر میں یہ معروف ہے کہ سید ہر حسنی وحسینی کا خصوصی لقب ہے۔اس عرف کے مقتضی پر یہ حضرات اس میں داخل نہ ہوں گے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا مدفن شریف

امام شعرانی نے منن میں ذکر کیا کہ مجھے سیدی علی خواص رحمہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا جو "قناطر السباع" میں مدفون ہے۔امام علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہے وہ یقیناً اسی جگہ ہے۔سیدی علی خواص رضی اللہ عنہ بڑے دروازے کی دہلیز سے اپنی جوتی اتار لیتے تھے اور ننگے پاؤں

چلتے ہوئے مسجد سے گزر کر آپ کے مواجہ کے سامنے کھڑے ہوتے اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں آپ کے وسیلہ سے دعا کرتے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے۔

''لواقح الانوار'' میں ہے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا جو ''قناطر السباع'' میں مدفون ہیں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ ہیں۔ طبقات شعرانی میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے حالات میں ذکر کیا کہ آپ کی ہمشیرہ زینب جو مصر کے ''قناطر السباع'' میں مدفون ہیں نے بلند آواز سے یہ اشعار پڑھے جب کہ آپ کا سر مبارک خیمہ سے باہر تھا۔

ماذا تقولون ان قال النبی لکم ماذا فعلتم
وانتم اخر الامم بعترتی وباھلی بعد
فرقتکم منھم اساری ومنھم خضبوا بدم
ما کان ھذا جزائی اذ نصحت لکم ان
تخلفونی بسوء فی ذوی رحمی

تم کیا جواب دو گے اگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تم سے کہیں گے تم نے آخری امت ہوتے ہوئے میری اولاد اور میرے اہلبیت کے ساتھ جدا ہونے کے بعد کیا گیا کہ ان میں سے بعض کو قید کیا اور بعض کو خون آلود کیا گیا۔ جب میں نے تم کو نصیحت کی تھی تو میری جزاء یہ تو نہ تھی کہ میرے قربی اور اولاد سے میرے بعد بدسلوکی کرو۔

لیکن عقود الجمان کی شرح میں ہے کہ یہ ابیات عقیل بن ابی طالب کی صاحبزادی کے ہیں۔ اس کی عبارت یہ ہے پھر یزید نے نعمان بن بشیر کو حکم دیا کہ ان کو مدینہ منورہ پہنچائے نعمان نے ان کے ساتھ ایک امین دیانت دار شخص بھیجا' ان کو بنو ہاشم کی عورتیں ننگے سر ملیں اور ان میں عقیل بن ابوطالب کی لڑکی روتی ہوئی کہہ رہی تھی۔ ''ماذا تقولون'' اس طرح فصول ہمہ میں بھی گذر چکا ہے۔ قائل یہ کہہ سکتا ہے کہ اس سے کیا مانع ہے یہ کہے یا وہ کہے۔ واللہ اعلم۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا زین العابدین کو قتل کرنے سے شمر ملعون کو روکنا

''تاریخ قربانی'' میں ہے کہ شمر ملعون نے سیدنا زین العابدین بن حسین رضی اللہ عنہما کو قتل کرنے کا ارادہ کیا جب کہ وہ بیمار تھے تو سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہما فوراً اس کی طرف گئیں اور فرمایا۔ اللہ کی قسم یہ قتل نہ ہو گا حتیٰ کہ میں قتل ہوں گی وہ ملعون قتل کرنے سے رُک گیا۔

12

سیدنا زین العابدین کا کوفہ والوں سے خطاب

جاحظ نے اپنی کتاب ''البان والتبیین '' میں ابواسحاق سے اس نے خزیمہ اسدی سے روایت کی۔اس نے کہا ہم کوفہ میں ۶۱ ہجری میں داخل ہوئے تو میں نے علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم کو کربلا سے کوفہ میں ابن زیاد کی طرف چھوٹے بچوں سمیت آتے ہوئے ملاقات کی۔اس روز میں نے کوفہ کی عورتوں کو دیکھا کہ وہ کھڑی رو رہی ہیں اپنے کپڑے پھاڑ رہی ہیں اور سیدنا علی بن حسین رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ باریک آواز سے فرما رہے تھے جب کہ وہ شدت مرض سے کمزور ہو چکے تھے۔

یا اھل کوفة انکم تبکون علینا فمن قتلنا غیر کم　　کوفہ والو تم ہم پر رو رہے ہو' تمہارے سوا ہم کو کس نے قتل کیا ہے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا کوفہ والوں سے خطاب

لوگوں کو اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔کوفہ والو خاموش ہو جاؤ۔ یہ کہنا تھا کہ سانس ٹھہر گئے' آوازیں رک گئیں۔فرمایا الحمد للہ رب العالمین' والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین۔اما بعد!

کوفہ والو! دھوکے بازو' بزدلو! کیا تم رو رہے ہو؟ تمہارے آنسو نہ رکیں' تمہاری رونے کی آوازیں خاموش نہ ہوں (تم ہمیشہ روتے رہو) تمہاری مثال اس عورت جیسی ہے جو مضبوط دھاگہ کاتنے کے بعد اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے تم قسموں کو دھوکہ کیلئے ذکر کرتے ہو' یہ جان لو کہ تم میں جھوٹے مداح' ظالم' بغض رکھنے والے سینے کا مرض' زبانی زبانی محبت کرنے والے' دشمنوں کو ایسے منع کرنے والے جیسے غلاظت پر گھاس یا ملمع چاندی ہے' تم بہت برا بوجھ اٹھا رہے ہو۔اللہ کی قسم! تم زیادہ روؤ اور کم ہنسو! تم نے شرمندگی اٹھائی ہے جس کو کبھی نہ دھو سکو گے تم صرف خاتم نبوت' معدن رسالت' منار حجت جنت کے نوجوان کے سردار کی اولاد کے قتل کو دھو رہے ہو۔

مر جاؤ کوفہ والو! تمہارے نفسوں نے تمہارے لئے راستہ مزین کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر ناراض ہے اور تم ہمیشہ عذاب میں رہو گے' کیا تم جانتے ہو کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کس جگر کو قتل کیا ہے؟ اور کون سا خون بہایا ہے؟ اور کیسی خصلت ظاہر کی ہے؟ تم نے بہت کام کیا ہے

عنقریب اس سے آسمان ٹوٹ جائیں گے، زمین پھٹ جائے گی پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے، تم نے قباحت سے زمین بھر دی ہے، کیا تم خوش ہو کہ آسمان خون بہائے، آخرت کا عذاب سخت ذلیل و رسوا کرنے والا ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا، اس کو بدلہ کے فوت ہونے کا ڈر نہیں، خبردار میرا اور تمہارا رب تاک میں ہے۔ اس گفتگو کے بعد سیدہ زینب رضی اللہ عنہا آگے تشریف لے گئیں۔

میں نے لوگوں کو حیران کھڑے دیکھا، ان کے ہاتھ ان کے مونہوں پر تھے، میں نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جو روتا ہوا سیدہ کے قریب آیا اس کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر تھی۔ اس نے کہا میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں، تمہارے بوڑھے بہتر بوڑھے اور تمہارے نوجوان بہتر نوجوان ہیں، تمہاری نسل کبھی نہ ختم ہوگی۔

''خطط'' میں مذکور ہے کہ جب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا امام حسین علیہ السلام کے پاس سے گزریں اور آپ کو زمین پر پڑا ہوا دیکھا تو بلند آواز سے بولیں یا محمداہ! یہ حسین جنگل میں خون آلود پڑا ہے۔ اس کے اعضاء کٹے ہوئے ہیں یا محمداہ! آپ کی بیٹیاں قیدی بنی ہوئی ہیں، آپ کی اولاد قتل ہو رہی ہے، آپ کے اس کلام نے ہر دشمن اور دوست کو رُلا دیا۔

قناطر السباع کی بنیاد

''قناطر السباع'' کو سب سے پہلے بادشاہ ظاہر رکن الدین بیبرس بندقداری نے بنایا اور اس پر سباع پتھر نصب کئے کیونکہ وہ سبع ''درندہ'' کی شکل جیسا تھا۔ اس لئے اس کو قناطر السباع کہا جاتا ہے یہ بہت بلند تھا۔ جب بادشاہ ناصر محمد بن قلاودن میدان سلطانی کا زمانہ تھا۔ وہ اس طرف بکثرت آیا جایا کرتا تھا اور اس سے گزرا کرتا تھا اور اس کے بلند ہونے کی وجہ سے اسے بہت تکلیف ہوتی تھی۔ کہا جاتا ہے اس نے اس کو متغیر کر دیا۔ اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ اپنے سے پہلے کسی بادشاہ کی یادگار کو دیکھنا مکروہ جانتا تھا اور یہ نہ چاہتا تھا کہ اس کے علاوہ کسی شخص کی کوئی یادگار کا تذکرہ ہو جس کے باعث وہ مشہور ہو۔ اس لئے اس نے یہ ہی پسند کیا کہ اس کو متغیر کر دے اور پہلی شکل وصورت کو زائل کر دے تاکہ قنطرہ اس کی طرف منسوب ہو اور اسی کے نام سے مشہور ہو جیسے پہلے لوگوں کے آثار اور ان کے ثابت تذکرہ کو مٹا کر کیا جاتا ہے۔ اس نے مصر کے حاکم امیر علاؤالدین کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ اس کو گرا کر

یہ واقعہ ۷۳۵ ہجری کا ہے اور اس پر سباع پتھر نہ رکھے لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ سلطان نے اس کو متغیر اس لئے کیا ہے کہ یہ دوسرے بادشاہ کی بناوٹ ہے اور وہ اس کو پسند نہیں کرتا ہے۔ علاؤ الدین کے حکم سے پتھر اسی طرح رکھے گئے جیسے پہلے تھے اور وہ اس وقت سے لے کر آج تک اسی حال پر باقی رہے۔ مگر شیخ محمد جو صائم الدہر کے نام سے معروف ہے نے اس کی صورت کو تبدیل کر دیا ہے جیسے ابوالہول کے چہرے کو تبدیل کیا گیا تھا' کیونکہ ان کا یہ گمان تھا کہ یہ فعل منجملہ عبادت ہے۔ (خطط)

شیخ عبدالرحمٰن اجہوری نے اپنی کتاب ''مشارق الانوار'' میں کہا ہے کہ ۱۰۷۱ ہجری میں ایک سخت مصیبت میں مبتلا ہو گیا اور میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے مقبرہ کی طرف متوجہ ہوا اور وہاں میں نے یہ قصیدہ پڑھا تو اس کی برکت سے مجھ سے وہ مصیبت زائل ہو گئی اور وہ قصیدہ یہ ہے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی مدح میں قصیدہ

آل طه لكم علينا الولاء لا سواكم بما لكم آلاء مدحكم في الكتاب جاء مبينا ابات عنه ملة سمحاء حبكم واجب على كل شخص حدثتنا لضمنه الانباء انني لست استطيع امتداحا لعلاكم وانتم البلغاء كيف مدحي يفي بعلياء من قد عجزت عن بلوغه الفصحا مدحكم انما يريد بليغ وقفت عند حده الشعراء شرفت مصرنابكم آل طه فهنيا لنا وحق الهناء منكم بضعة الامام على سيف دين لمن به الاهتداء خيرة الله افضل الرسل طرا

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آل آپ ہمارے مددگار ہیں جو نعمتیں تمہارے لئے ہیں تمہارے بغیر کسی کیلئے حاصل نہیں قرآن مجید میں تمہاری واضح مدح و ثنا مذکور ہے جس کی سہل ملت نے خبر دی ہے ہر شخص پر تمہاری محبت واجب ہے اس ضمن میں ہمارے پاس خبریں آئی ہیں میں تمہاری شان کی مدح کرنے کی طاقت نہیں رکھتا جب کہ تم اس شان میں انتہا کو پہنچے ہوئے ہو۔ اس شخص کی بلند شان کو میری مدح کیسے بیان کر سکتی ہے جب کہ وہاں تک پہنچنے سے بڑے فصیح لوگ عاجز رہ گئے ہیں تمہاری تعریف وہ بلیغ کر سکتا ہے جس کی حد بلاغت تک شعراء نہ پہنچ سکتے ہوں۔

سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آل تمہارے

من له وفي يوم المعاد اللواء زينب فصلها
علينا عميم وحماها من الاسقام شفاء
كعبة القاصدين كنزا مان وهي فينا اليتيمة
العصماء وهي بدر بلا خسوف وشمس
دون دون كسف والبضعة الزهراء وهي
ذخري وملجي واماني ورجائي ونعم
ذاك الرجاء قد انخت الخطوب عند
حماها فعسى تنجلي بها الضراء ليس
الاك وصلتي لنبي خمدت عند نصره
الاعداء من كراماتها الشموس اضاء ت
اين منها السها واين السماء من اتاها
وصدره ضاق ذرعاً من عسير اوضاق
عنه الفضاء حلت الخطوب مسرعا
وجلته فانجلى عنه عسره والعناء لا
يضاحي آل النبي وصيف لايوفي كما
لهم ادباء شرفت منهم النفوس وساروا
حيثما اشرفوا فهم شرفاء وعليهم جلالة
وفخار ووقار وهيته وضياء نوروا
الكون بعد كان ظالماً اذا ضاء ت
زماراهم الغراء كل مدح مقصر
بعلاهم كل فرض من هديهم لا لاء
لهم الفضل من الست فاني من سواهم
يكون فيه استوا ان هل يستوى اللذين
دليل ولتطهيرهم بذاك اقتفاء ان لي
ياكرام حق جواري فاحفظوه
فانكمامناء عن ابيكم روى

سبب ہمارا شہر شرافت والا ہے ہمیں یہ مبارک ہو اور یہ مبارک ثابت و ہمیشہ رہے تم سے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا جگر گوشہ ہے جو اس محسن کیلئے دین کی تلوار ہیں جسکی قسمت میں ہدایت ہو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اور تمام رسولوں سے افضل جن کے ہاتھ میں قیامت کے دن جھنڈا ہوگا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا فضل ہم پر عام ہے ان کی حمایت بیماریوں سے شفا ہے وہ ان کی طرف قصد کرنے والوں کا کعبہ امن کا ذخیرہ ہیں وہ ہم پر پیکر عصمت و حیا یتیم ہیں وہ گرہن کے بغیر چودھویں رات کا چاند اور سورج ہیں اور روشن جگر گوشہ ہیں وہ میرا ذخیرہ جائے پناہ اور میرے لئے امن ہیں وہ میری امیدوار اچھی امید ہیں ان کی حمایت کے وقت سب حوادث ختم ہو جاتے ہیں ان کے سبب تکالیف عنقریب زائل ہو جائیں گی نبی کا واسطہ تم ہی میرا وسیلہ ہو جن کی مدد سے دشمن مقہور ہو جاتے ہیں ان کی کرامات اور برکت سے سورج روشن ہیں ان سے ستارے اور آسمان کا کونسا مقام ہے جو ان کے حضور میں آئے حالانکہ اس کا سینہ تنگ ہو یا اس کیلئے فضا تنگ ہو۔ تمام حوادث فوراً زائل ہو جاتے ہیں اور اسکی تنگیاں اور مشقتیں دور ہو جاتی ہیں کوئی خدمت گار آل نبی کی خدمت کا حق ادا نہیں کر سکتا اور نہ ہی ادیب انکے کمال بیان کر سکتے ہیں انکے نفوس شرافت والے اور سردار ہیں وہ جہاں بھی ظاہر ہوں وہی بزرگ اور شریف ہیں انہی کیلئے بزرگی اور فخر ہے وقار ہیبت اور ضیاء ہے انہوں نے دنیا روشن کی جب کہ وہ محض اندھیرے میں تھی جب زمانہ کو روشن کر دیا تو وہ روشن ہو گئے انکی رفعت کے مقابلہ میں ہر مدح قاصر ہے ان کی ہدایت سے ہر فرض روشن ہے یوم الست سے وہ ہی فضیلت والے ہیں اس میں دوسرے کیسے برابر ہو سکتے ہیں اگر هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ دلیل ہے تو ان کی تطہیر کے باعث یہ انہی کے ساتھ مخصوص ہے اے بزرگان اہلبیت میں آپ کا ہمسایہ ہوں آپ اس کی حفاظت کریں کیونکہ آپ امین ہیں۔

معتمد علیہ ثقہ راویوں نے آپکے جد امجد سے حدیث روایت کی ہے اس ضمن میں کئی خبریں آئی ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام

الثقات حديثا حدثتنا بضمنه الانباء
ان بالجار لم يزل يوص جبرائيل معناه
وليس فيه خفاء لست اخشى الضياع
والحب عندى طلب قلبى ومقلتى
وجلاء بيتكم مهبط جبرائيل وحيا فيه
تغدو الملائكة الكرما من الى حيكم
وكان اسير الدواعيه زال عنه الشقاء
يا كرام الورى اغيثوا نزيلاً احجفته
الخطوب والادباء قسما ان وصفكم
فى الثريا ايدتكم نجومها والسماء
فتوسل بهم لكل صعيب حيث جاء
ابتغوا فهم شفعا وصلاة على النبى و آل
وكذالك الصحابة الاتقياء ما حمام
بروضة قد تغنى او على اللوح تسجع
الورقاء او عبيد الرحمن انشا مدحاً آل
طه لكم علينا الولاء

ہمیشہ ہمسائے کے متعلق وصیت فرماتے رہے جس میں ذرہ بھر خفا نہیں ہے مجھے ضائع ہونے کا ڈر نہیں جبکہ تمہاری محبت میرے نزدیک میرے دل اور آنکھ کا علاج اور روشنی ہے تمہارا گھر وحی لے کر جبرائیل کے نازل ہونے کا مقام ہے۔ اس میں ہر روز کریم فرشتے حاضر ہوتے ہیں جو تمہارے پاک حرم میں آئے اور وہ قیدی ہو تو اس کے دعا کرنے سے بدبختی دور ہو جاتی ہے ساری مخلوق سے مکرم ذوات حاضر ہونے والے کی فریاد سنو! اس کو حوادثات اور مصائب نے ہلاک کر دیا ہے۔ اللہ کی قسم! تمہاری وصف ستاروں میں معروف ہے ستارے اور آسمان تمہاری تائید کرتے ہیں مصیبت کے مارو ہر مشکل میں ان سے توسل کرو جب بھی مصیبت آئے انکو تلاش کرو وہی شفاعت کرنے والے ہیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آل پر ایسے ہی انکے پاکیزہ صحابہ پر درود وسلام ہو جب تک کبوتر روضہ پر گاتے رہیں یا سبز جانور شاخوں پر ثناء کرتے رہیں یا اللہ کے بندے تعریفیں کرتے ہیں۔ سرور کائنات کی آل آپ ہمارے مددگار ہیں۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ سیدہ فاطمہ بنت حسین بن علی بن ابی طالب ہیں رضی اللہ عنہم

آپ کی والدہ ام اسحاق تیمیہ بنت طلحہ بن عبید اللہ ہے۔ خطیب بغدادی نے اسی طرح کہا ہے۔ ایسے ہی فصول مہمہ میں ہے۔ آپ کے چچا کے بیٹے حسن مثنیٰ بن امام حسن سبط رضی اللہ عنہ آپ کے چچا ہیں۔ آپ نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو جنم دیا۔ انکا لقب ''محض'' ہے۔ کیونکہ آپ امام حسین رضی اللہ عنہ سے خصوصی قرب رکھتے ہیں۔ آپ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ اور بنو ہاشم کے شیخ تھے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ تم سب لوگوں سے افضل کیونکر ہوئے؟ تو آپ نے فرمایا لوگ یہ خواہش کرتے ہیں کہ وہ ہم سے ہوں مگر ہم نہیں چاہتے کہ ہم کسی سے ہوں۔ آپ طاقتور بہادر اور

پرہیزگار تھے۔ آپ کے کچھ اشعار بھی ہیں۔ چنانچہ فرمایا۔

بیض حرائر ما همّمن بريبة كظباء مكة — وہ سفید پاک دامن عورتیں ہیں جو بُرا قصد نہیں کرتیں جیسے مکہ

صيدهن حرام يحسبن من لين الكلام — مکرمہ کی ہرنوں کا شکار حرام ہے وہ نرم کلام کرنے کے باعث

زوانيا ويصدهن عن الخنا الاسلام — زانی گمان ہوتی ہیں ان کو فحش سے اسلام منع کرتا ہے۔

سیدی عبداللہ رضی اللہ عنہ امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے صدقات کا اپنے باپ حسن رضی اللہ عنہ کے بعد متولی تھے۔ حضرت زید بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم نے آپ سے اس معاملہ میں جھگڑا کیا اور یہ کتب تاریخ میں مشہور و معروف ہے۔

سیدی حسن مثنیٰ کی وفات

سیدی عبداللہ محض رضی اللہ عنہ ابوجعفر دوانیقی کے قید خانہ میں گلا گھونٹنے سے فوت ہوئے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن شریف سے آپ کے صاجزادے ابراہیم اور حسن مثلث پیدا ہوئے اور سب باقی زندہ رہے (بحر الانساب) بغیۃ الطالب میں ہے سیدی محض اور آپ کے بھائی منصور عباسی کے قید خانہ میں فوت ہوئے آپ کی وفات ۱۴۵ ہجری میں ہوئی۔ انہوں نے کہا آپ کو "محض" اس لئے کہا جاتا تھا کہ صرف آپ ہی پہلے شخص ہیں جس کے ساتھ امام حسن اور امام حسین سے حسنی اولاد شروع ہوئی اور حسینی اولاد سیدی محمد باقر سے شروع ہوئی۔ سیدی حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ جب فوت ہو گئے تو عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم نے سیدہ فاطمہ سے شادی کر لی۔

"آغانی" میں ہے کہ سید حسن مثنیٰ نے اپنے چچا امام حسین رضی اللہ عنہ سے فاطمہ کے ساتھ نکاح کی درخواست کی، تو امام حسین نے جواب دیا۔ میرے بھتیجے! میں پہلے سے اس پیغام کا منتظر تھا، میرے ساتھ چلو، امام حسین رضی اللہ عنہ حسن مثنیٰ کو گھر لے گئے اور ان کو اپنی دونوں صاجزادیاں فاطمہ اور سکینہ میں اختیار دیا۔ آپ نے سیدہ فاطمہ کو اختیار کیا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے فاطمہ سے حسن کا نکاح کر دیا۔ عبداللہ بن موسیٰ نے خبر دی کہ امام حسین نے آپ کو اختیار دیا تو آپ شرما گئے۔ خود امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا حسن! میں تیرے لئے اپنی بیٹی فاطمہ پسند کرتا ہوں۔ یہ میری والدہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بہت مشابہ ہے۔ (فصول مہمہ) تاریخ خطیب بغدادی میں

زبیر بن بکار کی روایت سے مذکور ہے کہ امام احمد اور ابن ماجہ نے فاطمہ کے والد امام حسین رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ذکر کی کہ جس مسلمان پر کوئی مصیبت پڑ جائے وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یاد کرے' اگر ان کے مزار پر حاضر ہو تو وہاں آپ کی وفات کو یاد کر کے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھے' تو اس کو مصیبت کے دن جیسا ثواب ملے گا۔

''درر الاصداف'' میں ہے کہ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر سیدی حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ کی وفات قریب ہوئی تو انہوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا آپ ایسی خاتون ہیں جس کی خواہش کی جاتی ہے' میں دیکھ رہا ہوں کہ عبداللہ بن عمرو ابن عثمان جب میرے جنازہ کے ساتھ ہوگا تو وہ گھوڑے پر سوار بال کنگھی کیے ہوئے خوشنما چادر پہنے لوگوں سے ایک طرف ہو کر چلے گا وہ تمہاری خواہش کرے گا اس کے سوا جس کے ساتھ چاہو نکاح کر لینا' کیونکہ میں تمہارے سوا کوئی غم اپنے بعد دنیا میں نہیں چھوڑ رہا ہوں' سیدہ فاطمہ نے فرمایا' اس سے آپ بے خوف رہیں اور غلام آزاد کرنے اور صدقہ کرنے کی قسم کھائی کہ وہ عبداللہ بن عمرو سے نکاح نہ کرے گی۔ پھر سیدی امام حسن مثنیٰ فوت ہو گئے اور عبداللہ بن عمرو ان کے جنازہ کے ساتھ اسی حالت میں گیا جس کو سیدی حسن مثنیٰ نے ذکر کیا تھا۔ عبداللہ بن عمرو کو خوبصورت ہونے کی وجہ سے ''مُطْرَف'' کہا جاتا تھا' اس نے سیدہ فاطمہ کو دیکھا کہ وہ ننگے سر ہے اور ہاتھ چہرہ پر مارتی ہے۔ عبداللہ ابن عمرو نے ان کو پیغام بھیجا کہ ہم کو آپ کے چہرے کی ضرورت ہے آپ آرام فرمائیں اور چہرہ پر ہاتھ نہ ماریں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حیاء فرمایا اور اپنے چہرہ کو ڈھانپ لیا' جب آپ کی عدت ختم ہو گئی تو عبداللہ بن عمرو نے آپ کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ آپ نے جواب میں کہا میری قسم کا کیا حال ہوگا جو میں نے کھا رکھی ہے عبداللہ بن عمرو نے دوبارہ پیغام بھیجا کہ ہم ہر غلام کے عوض دو غلام اور ہر شے کے بدلہ دو اشیاء آپ کو دیں گے۔ عبداللہ بن عمرو نے ان کو قسم کے کفارہ میں مذکور اشیاء دیں تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان سے نکاح کر لیا' ان سے محمد اور قاسم پیدا ہوئے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے حسن مثنیٰ کہا کرتے تھے مجھے جتنا بغض عبداللہ بن عمرو سے ہے کسی شخص سے مجھے اتنا بغض نہیں اور مجھے جتنی محبت اس کے بیٹے محمد سے ہے کسی شخص سے اتنی محبت نہیں ہے۔

امام حسن مثنیٰ کی قبر پر خیمہ

''فصول مہمہ'' جب سیدی مثنیٰ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو ان کی بیوی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان کی قبر پر خیمہ نصب کیا اور اس میں رات نوافل پڑھتیں اور دن میں روزے رکھتی رہیں، وہ جنتی حوروں کے مشابہ تھیں۔ جب سال ختم ہوا تو اپنے خدام سے فرمایا جب رات کا اندھیرا ہو تو خیمہ اکھاڑ ڈالو چنانچہ رات ہوئی تو خادموں نے رات کی تاریکی میں خیمہ اکھاڑا اور واپس لوٹ آئے۔ میں نے ایک قائل سے سنا وہ کہہ رہا تھا۔ کیا جسے گم کیا تھا اس کو حاصل کرلیا ہے۔ دوسرے شخص نے جواب میں کہا بلکہ ناامید ہوکر واپس لوٹ گئے ہیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بہت سخی تھیں۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سخاوت کی ایک جھلک

سیدہ فاطمہ کے والد سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب یزید نے اہل بیت کرام کو مدینہ منورہ بھیجا تو ان کے ہمراہ اہل شام سے ایک دیانت دار امین شخص کو قافلہ میں ان کے ساتھ روانہ کیا۔ حتیٰ کہ وہ مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ سیدہ فاطمہ بنت حسین نے ہمشیرہ سکینہ سے کہا اس شخص نے ہمارے ساتھ بہت احسان کیا ہے، کیا اس کو بدلہ میں کچھ عنایت کرتی ہو۔ سکینہ نے کہا بخدا ہمارے پاس کوئی شے نہیں جو اسے عطا کریں صرف یہ زیور ہیں۔ سیدہ فاطمہ نے کہا وہی دے دو۔ سکینہ نے سونے کے دو کنگن نکالے اور اس شخص کی طرف بھیجے مگر اس نے دونوں واپس کرتے ہوئے کہا۔ میں نے جو خدمت کی ہے اگر دنیاوی رغبت کیلئے ہوتی تو اس میں کثیر مال و دولت سے قناعت ہوتی، لیکن خدا کی قسم میں نے جو بھی خدمت کی ہے صرف اللہ کیلئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمہاری قرابت کی وجہ سے کی ہے۔ سیدہ فاطمہ سیدہ سکینہ سے عمر میں بڑی تھیں۔ ''رضی اللہ عنہما''

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مشہد شریف

قطب شعرانی نے اپنی کتاب ''الانوار'' میں اپنے شیخ علی خواص سے ذکر کیا کہ سیدہ فاطمہ نبویہ رضی اللہ عنہا بنت امام سبط رضی اللہ عنہ ''درب احمر'' میں مدفون ہیں۔ شیخ عبدالرحمن اجھوری کبیر نے کہا

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ''درب احمر'' کے خلف ایک محلّہ جس کو ''زقاق فاطمہ نبویہ'' کہا جاتا ہے' کی مسجد جلیل میں مدفون ہیں' ان کا یہ مقام عظیم تر ہے جس سے ہیبت' جلال اور وقار ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ مزار ناظرین کے دلوں کو خوش کرتا ہے۔ اس بارے میں ہمارے کثیر رجز ہیں اور ہماری وہاں زیارات ہیں جو یہ مشہور ہے کہ سیدہ فاطمہ نبویہ ''درب سعادۃ'' میں مدفون ہیں صحیح نہیں ہے اور اگر صحیح مان لیا جائے تو احتمال ہے کہ وہ ان کی عبادت گاہ ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اہل بیت کرام خاندان نبوت سے کوئی اور فاطمہ ہو۔ یہ احتمال ان کے اس کلام کے موافق بھی ہے کہ سیدنا امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں ان کی تین صاحبزادیاں سکینہ' زینب اور فاطمہ ہیں۔ پھر میں نے ''درر الاصداف'' میں دیکھا جس میں صراحتاً یہ ہے کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ایک صاحبزادی فاطمہ صغریٰ اور دوسری فاطمہ کبریٰ ہے درر الاصداف کی بعینہٖ عبادت یہ ہے۔

جب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو ایک کوا آیا اور ان کے خون میں لیٹ کر اڑ گیا حتیٰ کہ مدینہ منورہ میں سیدہ فاطمہ بنت حسین بن علی رضی اللہ عنہم کے مکان کی دیوار پر گر پڑا اور یہ فاطمہ صغریٰ ہے۔ انہوں نے اپنا سر اٹھایا اور اس کو دیکھ کر سخت روئی اور یہ اشعار پڑھنے لگی۔

نعق الغراب فقلت من تنعیه ویحك یا غراب قال الامام فقلت من قال الموفق للصواب قلت الحسین فقال لی بمقال محزون اجاب ان الحسین بکر بلا بین الاسنة والضراب ابکی الحسین بعبرة ترضی الاله مع الصواب ثم استقل به الجناح فلم یطق ردالجواب فبکیت مما حل بی بعد الرضی المستجاب

کوا بولا اور چلایا تو میں نے کہا اے کوے تو ہلاک ہو تو کسی کی موت کی خبر دیتا ہے اس نے کہا امام کی موت کی۔ میں نے کہا کون سا امام؟ اس نے کہا جس کو حق کی توفیق دی گئی ہے۔ میں نے کہا کیا حسین کی خبر دیتے ہو؟ اس نے غمناک آواز میں مجھے جواب دیا کہ حسین کربلا کے میدان میں نیزوں اور تلواروں میں ہے۔ میں آنسو بھر کر حسین کو روتی ہوں جس نے حق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو راضی کیا پھر اس نے کانپتے ہوئے پر اٹھائے اور اسے جواب دینے کی طاقت نہ ہوئی۔ رضا مستجاب کے بعد اپنی مصیبت پر جو نازل ہوئی میں نے رونا شروع کیا۔

سیدہ فاطمہ صغریٰ نے مدینہ منورہ والوں کو امام حسین کی شہادت کی خبر دی' ابھی تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ سیدنا امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر مدینہ منورہ پہنچ گئی۔ ابھی ابھی گزرا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے باپ کے ساتھ کربلاء میں تھیں اور وہ عمر میں سکینہ سے بڑی تھیں۔ یہ نہ کہا جائے

کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ کی دو صاجزادیاں فاطمہ صغریٰ اور فاطمہ کبریٰ ہیں تو اس تقدیر پر وہ مانع کیا ہے کہ فاطمہ جو "درب سعادۃ" میں مدفون ہے وہ ان دو میں سے ایک فاطمہ ہے۔

ہم کہتے ہیں اس کیلئے نقل کی ضرورت ہے اور شیخ اجہوری کا کلام حجت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی برکتیں اور نفع عام کرے۔

سیدہ صفیہ بنت اسماعیل کی قبر شریف

شیخ حمری کے مزار کے قریب "درب سعادۃ" میں اہل بیت کرام سے سیدہ صفیہ بنت اسماعیل بن محمد بن اسماعیل بن قاسم بن ابراہیم بن اسماعیل بن ابراہیم ابن حسن مثنیٰ بن حسن سبط بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کا مزار شریف ہے وہ ۲۸۷ ہجری میں نو محرم کو جمعرات کے روز فوت ہوئیں۔ بعض فضلاء سے اسی طرح منقول ہے اس نے شیخ منصور بن عبدالحق اہریتی فیومی کی "کتاب الانساب" کی طرف اس کو منسوب کیا ہے۔ "رحلۃ ابن بطوطہ" میں عزہ پر کلام کے بعد ذکر کیا ہے کہ اس مسجد کے قریب ایک غار ہے جس میں سیدہ فاطمہ بنت حسین بن علی رضی اللہ عنہم کی قبر شریف ہے اور اس قبر کے اعلیٰ اور اسفل میں دو پتھر نصب ہیں ان میں سے ایک پر عجیب وغریب خط میں یہ لکھا ہوا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
لله العزة والبقاء وله ماذرء وبرء وعلیٰ	غلبہ اور بقا صرف اللہ کو ہے ساری مخلوق کا وہی مالک
خلقه كتب الفناء وفى رسول الله	ہے اس نے اپنی مخلوق پر فنا واجب کی ہے اور اللہ کے
اسوه هذا قبر ام سلمه	رسول کی پیروی
فاطمة بنت الحسين رضى الله عنه	ضروری ہے۔ یہ قبر ام سلمہ فاطمہ بنت حسین کی ہے۔

اور دوسرے پتھر پر یہ لکھا تھا جس کو محمد بن ابو سہل نقاش نے مصر میں بنایا تھا اس کے تحت یہ ابیات ہیں۔

اسکنت من کان فی الاحشاء مسکنه بالرغم منی بین التراب والحجر یاقبر فاطمة بنت ابن فاطمة بنت الائمة بنت الانجم الزهر یاقبر ما فیك من دین ومن ورع ومن عفاف ومن صون ومن خفر

جس کی آنتوں میں مسکن تھا کیا تو نے مجھے خاک آلود کر کے مٹی اور پتھروں میں سکونت کر لی ہے۔ اے فاطمہ بنت حسین اماموں اور گلستان نبوت کی صاحبزادی کی قبر۔ اے قبر تیرے اندر کتنی بزرگ ہستی دیندار پرہیزگار پاک دامن پاکیزہ اور بارونق ذات ہے۔

یہ تمام شیخ صالح نے ذکر کیا ہے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا کلام

اللہ کی قسم بیوقوف لوگ اپنی بیوقوفی کے سبب کچھ حاصل نہیں کر سکتے ہیں اور نہ ہی وہ کوئی لذت و سرور کا ادراک کر سکتے ہیں۔

مگر سنجید لوگ اس کو پاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اچھے پردہ میں مستور رہتے ہیں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک سو ایک ہجری میں دنیا کو داغ مفارقت دے گئیں۔

انا للہ وانا الیه راجعون۔ اسی طرح تاریخ میں مذکور ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ سیدہ عائشہ بنت جعفر صادق بن محمد باقر ابن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب ہیں رضی اللہ عنہم

آپ کا بھائی موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ ہے۔ آپ کی والدہ کے نام پر ہیں مطلع نہیں ہو سکا ہاں اگر آپ سیدی موسیٰ کاظم کی حقیقی ہمشیرہ ہیں تو آپ کی والدہ ماجدہ ''حمیدہ بربریہ'' ہے۔

قطب شعرانی نے اپنی کتاب منن کے دسویں باب میں کہا کہ مجھے سیدی علی خواص رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی کہ سیدہ عائشہ بنت جعفر صادق رضی اللہ عنہما اس مسجد میں ہیں جس کا مینار چھوٹا ہے اور جب تو

رمیلہ سے باب القرافہ کی طرف جانے کا ارادہ کرے تو وہ تمہاری بائیں جانب ہے' لیکن سیدی جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی اولاد کے حالات میں ''فصول مہمہ'' سے منقول گزر چکا ہے کہ سیدنا جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کا نام ''فروہ'' ہے مگر یہ محل نظر ہے۔

میں کہتا ہوں اگر فرض کرلیں کہ سیدنا جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی فروہ کے سوا کوئی صاحبزادی نہ تھی تو ہوسکتا ہے کہ یہ نام سیدہ عائشہ کا لقب یا کنیت ہو اور کاتب سے اُمّ کا لفظ سہواً رہ گیا ہو۔ اس کی تائید یہ ہے کہ ان کی نانی کو ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق کہا جاتا ہے۔ ''رضی اللہ عنہم'' اللہ تعالیٰ ہی حقیقت حال جانتا ہے۔ گمان حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔ قطب شعرانی نے طبقات میں عابد عورتوں کی فصل میں ذکر کیا کہ عابد عورتوں سے سیدہ عائشہ بنت جعفر صادق ہیں وہ مصر میں باب القرافہ میں مدفون ہیں۔ ''رضی اللہ عنہا''

فروہ فرمایا کرتی تھیں۔

تیری عزت وجلال کی قسم اگر تو نے مجھے دوزخ میں داخل کیا تو میں توحید کو اپنے ہاتھ میں لے کر اسے دوزخیوں میں لئے پھروں گی اور ان سے کہوں گی میں نے اس کی توحید بیان کی' اس نے مجھے عذاب دیا۔ آپ نے ۱۴۵ ہجری میں وفات پائی۔

اسی طرح طبقات مناوی میں ہے۔

سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا

آپ سیدہ نفیسہ بنت سیدی حسن انور بن سید زید ابلج بن حسن سبط بن علی بن ابی طالب ہیں رضی اللہ عنہم

آپ کی والدہ ام ولد ہے۔ آپ سے سیدی اسحاق بن جعفر صادق رضی اللہ عنہما نے نکاح کیا تھا۔ ان کو اسحاق موتمن کہا جاتا تھا۔ وہ بہت نیک' اعلیٰ صلاحیت کے حامل صاحب فضل اور دیندار تھے' ان سے حدیث کی روایت کی گئی ہے۔ ابن کاسب جب ان سے حدیث بیان کرتے تو کہتے کہ مجھے ثقہ معتمد علیہ اسحاق بن جعفر نے خبر دی ہے سیدہ نفیسہ کے سوا اور بیوی سے آپ کی اولاد مصر میں باقی زندہ

ہے۔سیدہ نفیسہ سے آپ کے دو بچے قاسم اور ام کلثوم ہیں' ان کی اولاد باقی زندہ نہیں۔

سیدہ ۱۴۵ ہجری میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں اور مدینہ منورہ میں عبادت و زہادت میں مصروف رہیں دن کو روزہ سے رہتی اور رات بھر نماز میں کھڑی رہتی تھیں۔حرم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کبھی جدا نہ ہوتیں۔انہوں نے تیس حج کئے' جن میں اکثر پیدل حج کئے۔وہ کعبہ کے پردوں کو پکڑ کر بہت رویا کرتی تھیں اور کہتیں خدایا میرے مولیٰ مجھے اپنی رضا کے ساتھ خوش کر میرا کوئی سبب نہیں جسے میں بروئے کار لاؤں جب کہ تو مجھ سے محجوب ہے۔سیدہ نفیسہ کے بھائی یحییٰ متوج کی بیٹی زینب نے کہا۔میں نے اپنی پھوپھی نفیسہ کی چالیس برس خدمت کی' میں نے ان کو کبھی رات کو سوئی ہوئی نہیں دیکھا اور نہ ہی دن کو روزہ افطار کرتے دیکھا تھا۔میں نے کہا آپ اپنی جان کو آرام کیوں نہیں دیتیں؟ وہ فرماتی ہیں کیسے آرام کروں جب کہ میرے سامنے کٹھن منزلیں ہیں جن کو کامیاب لوگ ہی طے کر سکتے ہیں۔قضاعی نے کہا۔سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کی بھتیجی سیدہ زینب سے کہا گیا سیدہ نفیسہ کیا کھاتی تھیں۔انہوں نے کہا وہ تین روز میں ایک لقمہ کھایا کرتی تھیں۔ان کے مصلی کے آگے ایک ٹوکری لٹکی ہوئی تھی' جب وہ کسی شے کی خواہش کرتیں وہ ٹوکری میں مل جاتی۔میں ان کے پاس وہ دیکھتی جس کا مجھے وہم و گمان نہ ہوتا تھا۔میں نہیں جانتی کہ وہ کون لاتا ہے۔میں نے تعجب کرتے ہوئے کچھ کہا تو فرمایا۔زینب جو شخص اللہ کے بھروسہ پر ہو جائے دنیا اس کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور اس کی تابعدار ہو جاتی ہے۔وہ اپنے شوہر کے سوا کسی کی لائی ہوئی شے نہ کھاتی تھیں' نیز زینب رضی اللہ عنہا نے کہا میری پھوپھی نفیسہ قرآن اور اس کی تفسیر یاد کرتی تھیں۔

وہ قرآن پڑھتے وقت بہت روتیں اور کہتیں خدایا میرے مولا مجھے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کی زیارت نصیب فرما۔وہ اور ان کا شوہر اسحاق موتمن بن جعفر صادق حج کو گئے۔پھر سیدنا خلیل الرحمن علیہ السلام کی قبر کی زیارت کی پھر مصر واپس آئیں اور ام ہانی کے گھر منصوصہ میں سکونت کی۔ان کے ہمسایہ ایک یہودی رہتا تھا جس کی لڑکی کے پاؤں اس کی پیٹھ سے جڑے ہوئے تھے وہ کھڑی نہ ہو سکتی تھی۔ایک روز اس کی ماں نے کہا میں حمام کی طرف جا رہی ہوں' سمجھ نہیں آتا کہ تیرا کیا کروں۔کیا تجھے اپنے ساتھ نہ لے جائیں؟ اس نے کہا مجھے جانے کی طاقت نہیں۔اس کی ماں نے کہا پھر میرے واپس آنے تک اکیلی گھر میں رہو گی؟ اس نے کہا میری ماں! یہ تو نہیں ہو سکتا۔البتہ مجھے ہماری

ہمسایہ میں سیدہ نفیسہ کے پاس چھوڑ جائیں' چنانچہ سیدہ سے اجازت حاصل کی گئی اور وہ یہودی عورت اپنی بیٹی کو آپ کے پاس گھر کے ایک کونہ میں رکھ کر چلی گئی۔ ظہر کی نماز کا وقت ہوا' سیدہ نفیسہ کیلئے وضو کیلئے پانی رکھا گیا۔ آپ نے وضو فرمانا شروع کیا اور پانی اس بیمار یہودی لڑکی کی طرف بہنے لگا وضو کا پانی لگنے سے وہ صحت یاب ہوئی اور اپنے اعضاء پر چلنے پھرنے لگی اور اللہ کے حکم سے وہ مکمل تندرست و توانا ہوگئی۔ جب اس کے گھر والے واپس آئے تو وہ چلتی ہوئی ان کے پاس گئی۔ انہوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو اس نے سارا واقعہ بیان کیا۔ یہ سن کر وہ تمام مسلمان ہوگئے۔

''درر الاصداف'' سے منقول ہے کہ مقریزی کی کتاب ''الخطط'' میں ہے کہ سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا نے وضو کیا اور وضو سے بچے ہوئے پانی کو اس پر گرایا۔ یہ سیدہ رضی اللہ عنہا کی عظیم کرامت ہے۔ آخر میں انشاء اللہ ان کی کرامات ذکر کریں گے۔

سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کا مصر میں تشریف لے جانا

سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا ۱۹۳ ہجری میں مصر میں تشریف لائیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ اپنے باپ حسن کے ساتھ آئیں۔ سیدی حسن رضی اللہ عنہ کی قبر مصر میں غیر مشہور تھی مگر اب وہ بہت مشہور ہے بلکہ ان کے والد سید زید ابلج رضی اللہ عنہ کی قبر بھی بہت مشہور ہے ان کے حالات میں انشاء اللہ العزیز تفصیلاً ذکر کریں گے۔ جب اہل مصر نے آپ کی مصر میں تشریف آوری کی خبر سنی جب کہ مصریوں میں ان کی شہرت بہت تھی تو ان کے استقبال کیلئے مصری عورتیں اور مرد ہودج لے کر آئے اور مصر داخل ہونے تک ان کے ہمراہ وہ تاجر نہایت ہی نیک اور صالح تھا۔ آپ اس کے گھر ٹھہریں اور چند ماہ وہاں اقامت فرمائی' دور دراز سے لوگ ان کے پاس آتے اور آپ کی زیارت کا شرف حاصل کرتے اور اسے برکت سمجھتے۔ اسی طرح ''مآثر نفیسہ'' میں ہے۔ لیکن درر الاصداف میں گزر چکا ہے کہ آپ اور آپ کے شوہر ''منصوبہ'' میں ٹھہرے مگر اس میں منافات نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ آپ پہلے عبداللہ بن خصاص رضی اللہ عنہ کے ہاں ٹھہری ہوں اور پھر منصوبہ میں اقامت فرمائی۔ واللہ اعلم۔

سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کی شہرت

علامہ مناوی نے کہا سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا مصر تشریف لے گئیں۔ جب کہ وہاں آپ کے چچا کی بیٹی سکینہ تھی جو مصر کے دار الخلافت کے قریب مدفون ہیں اور ان کی شہرت میں خاصہ مقام حاصل تھا مگر

سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کی شہرت ان پر غالب آئی اور ہر خاص و عام میں آپ کی مقبولیت شہرۂ آفاق ہوئی۔ ''مشارق الانوار'' میں شیخ عبدالرحمٰن اجہوری نے ذکر کیا کہ امام شعرانی نے کہا جب سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا مصر تشریف لے گئیں، ان کے چچا کی بیٹی سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا جو مصر کے دار الخلافت کے قریب مدفون ہیں ان سے پہلے مصر میں مقیم تھیں اور انہیں عظیم شہرت حاصل تھی تو سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کے سبب ان کی شہرت کم ہونے لگی حتیٰ کہ بالکل ختم ہوگئی مگر میرے دل میں خلجان ہے کہ علامہ اجہوری کا یہ کہنا کہ سیدہ سکینہ مصر میں مقیم تھیں اس سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ وہ دونوں ایک ہی وقت مصر میں تھیں مگر ایسا نہیں ہے کیونکہ سیدہ سکینہ کی وفات ۱۲۶ ہجری میں تھی، بعض کا کہنا ہے کہ ۱۱۷ ہجری میں وفات تھی۔ جیسا کہ تاریخ ابن خلکان میں ہے اور سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کی ولادت بالاتفاق ۱۴۵ ہجری میں ہوئی ہے۔ ہاں اگر علامہ مناوی کی عبارت میں شہرت کو برزخی شہرت پر محمول کریں تو وجہ ہو سکتی ہے۔

صاحب مآثر نفیسہ نے نقل کیا کہ حسن بن ذولاق نے کہا جب لوگوں میں یہ کرامت مشہور ہوئی تو سب لوگ سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کی زیارت کو آنا شروع ہوئے اور ان سے کوئی بھی اس سعادت سے پیچھے نہ رہا۔ شہرت عظیم تر ہوئی اور آپ کے دروازہ پر عام مخلوق جمع ہونے لگی۔ اس وقت سیدہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اہل کے پاس جانے کیلئے حجاز کا ارادہ کیا جس کا مصر والوں کو بہت صدمہ ہوا۔ انہوں نے مصر میں ہی اقامت کیلئے آپ سے عرض کیا جس کا آپ نے انکار کر دیا۔ سب مصری جمع ہوئے اور مصر کے امیر سری بن حکم کے پاس جا کر اس کو خبر دی کہ سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا مصر سے کوچ فرمانے والی ہیں۔ اس کو بھی سخت صدمہ ہوا اور اس نے سیدہ کی طرف خط دے کر قاصد بھیجا اور آپ سے اپنے ارادہ سے رجوع کی درخواست کی، مگر سیدہ رضی اللہ عنہا نے اسے مسترد فرما دیا وہ بذات خود سوار ہوا اور سیدہ کے پاس آ کر مصر میں اقامت کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا میں نے تمہارے پاس مصر میں اقامت کا ارادہ کیا تھا لیکن میں کمزور عورت ہوں اور میرے پاس مخلوق بہت آتی ہے وہ میرے وظائف عاقبت کیلئے ذخیرہ کرنے سے روکتے ہیں اور یہ مکان بہت چھوٹا ہے جس میں یہ مخلوق بیٹھ نہیں سکتی اور بہت تنگ ہے۔

سری نے کہا میں ساری شکایات دور کر دیتا ہوں اور آپ کیلئے آپ کی مرضی کے مطابق سارے معاملات تیار کرتا ہوں، رہی مکان کی تنگی تو ''درب سباع'' میں میرا وسیع مکان ہے۔ میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ وہ مکان میں نے آپ کو ہبہ کیا اور درخواست کرتا ہوں کہ اسے قبول فرما لیں اور مجھے خالی واپس کرنے سے شرمندہ نہ فرمائیں۔ سیدہ نے کہا۔ میں نے آپ کا موہوب مکان قبول کیا۔

اس سے سری بہت خوش ہوا۔ پھر آپ نے فرمایا ان لوگوں کا کیا کیا جائے جو بکثرت باہر سے آتے ہیں۔ سری نے کہا آپ ان سے فرمادیں کہ وہ جمعہ میں صرف دو دن آئیں اور باقی ایام آپ ان سے فارغ رہیں' تاکہ اپنے وظائف واوراد میں آپ مشغول رہ سکیں۔ آپ ہفتہ اور بدھ لوگوں کیلئے معین فرما دیں۔ سیدہ نے اسے قبول فرمالیا اور اسی پر استمرار ودوام ہوا۔

حکایت

قرمانی نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا اور صاحب غرر وعرر اور صاحب مستطرف نے بھی کہا ہے کہ جب احمد بن طولون نے ظلم وستم شروع کیا تو لوگوں نے اس کے ظلم سے استغاثہ کیا اور سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کے پاس شکایت کیلئے گئے۔ آپ نے فرمایا وہ کب سوار ہوگا؟ انہوں نے کہا کل! آپ نے ایک رقعہ لکھا اور اس کے راستہ میں کھڑی ہوگئی اور فرمایا اے احمد طولون کے بیٹے! جب اس نے آپ کو دیکھا تو پہچان لیا اور اپنے گھوڑے سے اتر کر آپ سے رقعہ لیا اور اسے پڑھنا شروع کیا۔ رقعہ میں مضمون یہ تھا۔

رقعہ کی عبارت

جب تم مالک بنائے گئے تو تم نے لوگوں کو قید کیا' تم کو قدرت دی گئی تو تم نے قہر وجبر کیا' تم کو ملک عطا کیا گیا تم نے ظلم کیا' تم کو رزق دیئے گئے تم نے اس کو کاٹ کر رکھ دیا حالانکہ تم جانتے ہو کہ صبح کے تیر نکل چکے ہیں جو کبھی خطا نہ کریں گے۔ خصوصاً ان دلوں سے جن کو تم نے زخمی کیا ہے' ان جگروں سے جن کو تم نے زخمی کیا ہے' ان جگروں سے جن کو تم نے بھوکا رکھا ہے اور ان اجسام سے جن کو تم نے برہنہ کیا ہے۔ یہ بات محال ہے کہ مظلوم مرجائے اور ظالم زندہ رہے' تم جو چاہتے ہو کرو' ہم صبر کریں گے' تم ظلم کرو ہم اللہ تعالیٰ سے پناہ حاصل کریں گے۔ تم ستم کرو ہم اللہ تعالیٰ سے انتقام چاہیں گے عنقریب ظالم کو پتہ چلے گا کہ وہ کس راہ پر چل رہے ہیں۔ یہ پڑھ کر احمد بن طولون گھوڑے سے اتر پڑا اور عدل وانصاف کرنے لگا۔ قرمانی نے کہا اس کلام کی نسبت سیدہ نفیسہ کی طرف عقلاً ونقلاً دو وجہ سے مردود ہے۔ نقلی وجہ یہ ہے کہ طولونی حکومت کا ظہور جس کا پہلا بادشاہ احمد بن طولون تھا ۲۵۴ ہجری میں ہوا۔ جیسا کہ تاریخ قرمانی میں ہے اور سیدہ نفیسہ کی وفات بالاتفاق ۲۰۸ ہجری کو رمضان المبارک میں ہوئی۔ کتب تاریخ کے مطالعہ سے اس کی وضاحت ملتی ہے۔

ذوقی وجہ یہ ہے کہ سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا عام لوگوں کی طرح نہ تھیں حتی عاقل تو درکنار جاہل غبی بھی یہ وہم نہیں کرسکتا کہ سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا احمد بن طولون کے راستہ میں کھڑی اس کا انتظار کرے۔ ہاں یہ ممنوع نہیں کہ یہ واقعہ کسی اور نفیسہ کا ہو۔ واللہ اعلم۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا سے عقیدت

مورخین کا اتفاق ہے کہ سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کی وفات قاہرہ (مصر) میں ہوئی حتیٰ کہ بعض مورخین ان کو "نفیسہ مصریہ" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ابن ملقن نے کہا جب امام شافعی رضی اللہ عنہ مصر آئے تو وہ سیدہ کے پاس آیا جایا کرتے تھے اور رمضان المبارک میں سیدہ کی مسجد میں ان کے ساتھ تراویح کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ وہ سیدہ کے پاس اکثر جاتے اور ان سے دعا کروایا کرتے تھے۔ یہ درست اور صحیح ہے کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا سے حدیث کا سماع کیا ہے۔

"صاحب تحفہ" نے کہا کہ آپ نے سیدہ پر قرأت حدیث کی ہے سماع نہیں کیا مگر قائل یہ کہہ سکتا ہے۔ امام شافعی قرأت کریں سیدہ سماعت فرمائیں یا سیدہ قرأت فرمائیں۔ امام شافعی سنین اس سے مانع کیا ہے۔

نیز "مآثر نفیسہ" میں ہے کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ جب بھی بیمار ہوتے تو اپنے کسی شاگرد جیسے ربیع جیزی یا ربیع مرادی کو سیدہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجتے وہ سیدہ سے سلام عرض کرنے کے بعد کہتے کہ آپ کے چچا کے بیٹے شافعی بیمار ہیں اور آپ سے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ سیدہ ان کیلئے دعا فرمائیں۔ قاصد ابھی واپس نہ لوٹتا تھا کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ تندرست ہوجاتے تھے۔ جب آخری مرتبہ بیمار ہوئے جس میں وفات فرما گئے تھے حسب عادت ایک شاگرد سیدہ سے دعا کرانے بھیجا تو سیدہ نے قاصد سے فرمایا اللہ تعالیٰ شافعی کو اپنی زیارت سے مشرف فرمائے۔

جب قاصد واپس آیا اور اس کو امام شافعی نے دیکھا تو فرمایا۔ سیدہ نے کیا فرمایا ہے؟ قاصد نے کہا اس طرح فرمایا ہے۔

امام شافعی سمجھ گئے کہ وہ اس مرض میں فوت ہوجائیں گے تو آپ نے وصیت کی کہ سیدہ نفیسہ

رضی اللہ عنہا ان کی نماز جنازہ پڑھے۔

جب امام شافعی ۲۰۴ ہجری میں فوت ہو گئے جیسا کہ مشہور ہے کہ لوگ آپ کا جنازہ سیدہ کے گھر کے پاس لے گئے۔ آپ نے مقتدی کی حیثیت سے شافعی کی نماز جنازہ پڑھی اور آپ کے شاگرد ابو یعقوب بویطی نے نماز پڑھائی۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ کا جنازہ سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے قریب سے مصر کے امیر سری کے حکم سے گزارا گیا' کیونکہ سیدہ رضی اللہ عنہا نے سری کو بھیجا تھا کہ شافعی کی وصیت کی تکمیل کیلئے ان کا جنازہ آپ کے گھر کے قریب لایا جائے تا کہ وہ حسب وصیت شافعی کی نماز جنازہ پڑھ سکیں' کیونکہ سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کثرت عبادت سے کمزور ہو جانے کے سبب باہر نہیں جا سکتی تھیں۔ بعض صالحین کا کہنا ہے کہ جو امام شافعی رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں موجود تھے' نماز کے بعد میں نے یہ آواز سنی۔

ان الله غفر لكل من صلى على الشافعي بالشافعي رضی اللہ عنہ وغفر الشافعي بصلوٰة السيدة نفيسه عليه رضي الله عنهما	اللہ تعالیٰ نے امام شافعی کے واسطہ ہر اس شخص کو بخش دیا۔ جس نے امام شافعی کی نماز جنازہ پڑھی اور سیدہ نفیسہ کا ان کی نماز جنازہ پڑھنے کی برکت سے شافعی کو بخش دیا۔ رضی اللہ عنہما

سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کی کرامات

کرامت (۱)

سعید بن حسن سے روایت ہے انہوں نے کہا سیدہ رضی اللہ عنہا کے زمانہ میں دریائے نیل رک گیا۔ لوگ آپ کے پاس آئے اور دعا کی درخواست کی۔ آپ نے ان کو دوپٹہ دیا وہ اسے لے کر دریا پر آئے اور اسے دریا میں ڈال دیا ابھی واپس نہ ہوئے تھے کہ دریا ٹھاٹھیں مارتا ہوا بہنے لگا۔

کرامت (۲)

ایک بوڑھی عورت کی چار لڑکیاں تھیں۔ وہ جمعہ سے جمعہ تک سوت کات کر گزارہ کرتی تھیں' جمعہ کے آخر میں بوڑھی عورت ان کا سوت لیتی اور اسے بازار جا کر فروخت کرتی اس کی نصف رقم سے روٹی

خرید لیتی اور نصف رقم سے دوسرے جمعہ تک کھانے کی اشیاء خرید کرتی۔ایک روز اس عورت نے سوت لی
اور سرخ کپڑے میں لپیٹ کر بازار لے گئی۔وہ جارہی تھی سوت کی گٹھڑی اس کے سر پر تھی۔اس پر ایک
پرندہ جھپٹا اور اس کے سر سے سوت کی گٹھڑی لے کر اڑ گیا۔بوڑھی بے ہوش ہو کر گر پڑی جب ہوش می
ہوئی تو کہنے لگی اب میں یتیم بچیوں کا کیا کروں گی وہ سخت بھوکی ہیں وہ رونے لگی وہاں لوگ جمع ہو گئ
اور اس سے رونے کا سبب دریافت کیا۔اس نے سارا واقعہ بیان کیا انہوں نے سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہ
کی طرف اس کی رہنمائی کی اور کہا وہاں جاؤ اور ان سے دعا کی درخواست کرو۔اللہ تعالیٰ تیری مصیبت
زائل کر دے گا۔بوڑھی سیدہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی اور آپ سے سارا واقعہ بیان کیا اور دعا ک
درخواست کی۔سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کو اس پر بہت رحم آیا اور فرمایا۔

یامن علا فقد روما ملك فقهرا جبر من امتك هذا ما انكسر فانهن خلقك وعيالك۔

اے بلند قادر قاہر ذات اپنی اس بندی ک حاجت پوری کر یہ تیری مخلوق ہیں۔

پھر بوڑھی سے فرمایا یہاں بیٹھو اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے بوڑھی دروازہ پر بیٹھ گئی اور اس ک
دل میں لڑکیوں کی بھوک کے شعلے بھڑک رہے تھے ابھی ایک گھنٹہ گزرا ہو گا کہ کچھ لوگ آ گئے اور س
کے حضور حاضر ہونے کی اجازت طلب کی۔آپ نے ان کو اجازت دی وہ داخل ہوئے اور سلام عر
کیا۔سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا نے ان کا حال دریافت کیا تو انہوں نے کہا ہمارے ساتھ عجیب وغر
واقعہ پیش آیا ہے۔

ہم تاجر لوگ ہیں مدت سے سمندر کا سفر کر رہے تھے بحمد اللہ ہم صحیح سلامت واپس آ
جب آپ کے شہر کے قریب آئے جس جہاز میں ہم تھے اس میں سوراخ ہو گیا اور اس میں پانی دا
ہونا شروع ہو گیا اور ہم ہلاک ہونے والے تھے۔سوراخ کو ہم نے بند کرنا چاہا مگر وہ بند نہ ہوا۔ہم
آپ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی اچانک ایک پرندے نے ہم پر سوت کی گٹھڑی پھینکی ا
نے سوراخ میں رکھا اور وہ آپ کی برکت سے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے بند ہو گیا۔اللہ تعالیٰ کا شک
کرتے ہوئے ہم پانچ سو درہم لائے ہیں کہ اس نے ہم کو صحیح سلامت کنارے لگایا۔

یہ سن کر سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا رو پڑی اور کہا اے اللہ! تیری مہربانی بندوں پر کتنی بڑی ہے۔پھ
بوڑھی کو بلایا۔وہ آئی تو سیدہ نے فرمایا تو ہر جمعہ کو کتنے داموں سے فروخت کیا کرتی ہے۔

اس نے کہا۔بیس دراہم سے۔

سیدہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تجھے خوشخبری ہو۔اللہ تعالیٰ نے ہر درہم کے عوض تجھے پچیس درہم عنایت کیے ہیں' پھر سارا واقعہ اس کو سنایا اور پانچ سو درہم اسے دے دیئے۔

وہ ساری رقم لے کر اپنی لڑکیوں کے پاس آئی اور سارا واقعہ ان سے بیان کیا اور ان کو بتایا کہ کس طرح اللہ نے ان کے سوت کی گٹھڑی کو سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کی برکت سے واپس کیا۔

کرامت (۳)

ایک شخص نے ایک ذمی عورت سے نکاح کیا' اس سے لڑکا پیدا ہوا' وہ دشمن کے علاقہ میں قید ہو گیا۔وہ عورت اپنے عبادت خانوں میں قیدیوں اور اپنے بچے سے سوال کرتی رہی۔اس نے اپنے شوہر سے کہا مجھے پتہ چلا ہے کہ یہاں ایک عورت ہے جس کو نفیسہ کہا جاتا ہے۔اس کے پاس جاؤ' شاید وہ میرے بچے کیلئے دعا کرے اگر میرا بچہ آ گیا تو میں ان کے دین پر ایمان لے آؤں گی۔

وہ شخص سیدہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور ان سے واقعہ عرض کیا۔سیدہ نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کا بچہ ان کو واپس کر دے۔

جب رات ہوئی تو کوئی ان کا دروازہ کھٹکھٹا رہا تھا۔وہ عورت باہر آئی تو دروازہ پر اس کا بچہ موجود تھا۔عورت نے کہا۔بچے! اپنا حال بیان کرو کیسے خلاصی ہوئی۔

بچے نے کہا میں فلاں وقت دروازہ میں کھڑا تھا (یہ وہی وقت تھا جب کہ سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا نے دعا فرمائی تھی) میں اپنے حال میں تھا معلوم نہیں کیا ہوا ایک ہاتھ ظاہر ہوا۔میں نے کسی کو سنا وہ کہہ رہا تھا اس کی قیدیں کھول دو۔سیدہ نفیسہ بنت حسین نے اس کی سفارش کی ہے۔مجھے اسی وقت قیدوں اور بیڑیوں سے رہا کر دیا گیا پھر مجھے معلوم نہیں کیا ہوا' اچانک میں اپنے محلہ میں موجود تھا' پھر میں اپنے دروازہ پر آ گیا۔

اس کی ماں بہت خوش ہوئی اور یہ کرامت لوگوں میں مشہور ہو گئی اور اسی رات سیدہ رضی اللہ عنہا کی برکت سے اس کے خاندان سے ستر گھروں والے مسلمان ہو گئے اور اس لڑکے کی ماں مسلمان ہو گئی اور سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کے خادموں میں داخل ہو گئی۔

کرامت (۴)

اتفاق کی بات ہے کہ ایک لڑکی بچوں کے ساتھ کھیل رہی تھی' اس کے سر پر ٹوپی تھی جس میں دراہم و دنانیر جڑے ہوئے تھے۔ایک بچے نے طمع کیا اور اس بچی کو پکڑ کر سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کے مقبرہ میں لے گیا۔وہاں اسے ایک قبر میں لے گیا اور اسے ذبح کر کے وہ ٹوپی لے گیا۔لڑکی والوں نے جب اسے گم پایا تو اسے تلاش کرنا شروع کیا مگر اس کا کوئی پتہ نہ چلا اور نہ ہی کوئی نشان دستیاب ہوا۔

پھر ان کو خیال آیا کہ ان بچوں کو پکڑا جائے جن کے ساتھ وہ کھیلا کرتی تھی۔وہ بچوں کو پکڑ کر حاکم کے پاس لے گئے۔حاکم نے ان کو ڈرایا دھمکایا تو اس بچے نے اقرار کر لیا کہ اس نے لڑکی سے یہ معاملہ کیا ہے۔

وہ اسے پکڑ کر قبرستان لے گئے اور اس قبر میں داخل ہو کر لڑکی کو دیکھا کہ وہ بدستور زندہ ہے اور اس کے حلق سے خون منقطع ہو چکا ہے۔انہوں نے اس جگہ کو سی دیا اور لڑکی بڑا عرصہ زندہ رہی۔

اس لڑکی نے خبر دی کہ جب اس کو بچے نے ذبح کیا اور وہ چلا گیا تو اس کے پاس ایک خوبصورت عورت آئی اور اسے کہا۔میری بیٹی ڈرنا نہیں اور جہاں سے اس کو ذبح کیا تھا اس کو مسح کیا تو خون بہنے سے رک گیا اور اسے پانی پلایا۔

لڑکی نے کہا تم کون ہو؟ عورت نے کہا میں سیدہ نفیسہ ہوں۔ "رضی اللہ عنہا"

یہ واقعہ ابن ایاس نے حوادث المائۃ العاشرہ میں ذکر کیا ہے۔

شیخ عبدالرحمن اجہوری نے "مشارق الانوار" میں ذکر کیا کہ سیدہ نفیسہ کی لونڈی سیدہ جوہرہ نے سیدہ رضی اللہ عنہا کا لوٹا پکڑا اور اسے پانی سے بھر کر رکھ دیا۔ایک بہت بڑا سانپ آیا اور برکت حاصل کرنے کیلئے اپنا سر لوٹے کے ساتھ مسح کرتا رہا۔

سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کی وفات

قضاعی نے کہا سیدہ نفیسہ بنت حسین رضی اللہ عنہما اس مکان سے جس میں رہتی تھیں ابو جعفر خالد بن ہارون سلمی کے مکان میں منتقل ہو گئیں۔یہ وہ مکان ہے جو مصر کے حاکم سری بن حکم نے مامون

کی خلافت کے زمانہ میں ان کو ہبہ کیا تھا۔ وہ اس مکان میں وفات کے زمانہ تک مقیم رہیں اور اپنے گھر میں اپنے ہاتھ سے اپنی قبر کھودی اور اس میں بکثرت نماز پڑھا کرتی تھیں۔ اس میں ایک سو نوے قرآن ختم کئے ان سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ دو ہزار قرآن ختم کئے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک ہزار نو سو قرآن ختم کئے۔ سیدہ نفیسہ کی بھتیجی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یکم رجب کو میری پھوپھی بیمار ہوگئی اور اپنے شوہر اسحاق موتمن کو کو خط لکھا' وہ مدینہ منورہ میں تھے' جس میں ان کو مصر آنے کیلئے لکھا' وہ رمضان شریف کے پہلے جمعہ تک بدستور بیمار رہیں' پھر مرض اور زیادہ ہوگئی' جب کہ آپ ان دنوں روزہ سے تھیں۔ ماہر حاذق حکیم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قوت برقرار رکھنے کیلئے مشورہ دیا کہ روزے افطار کریں جب کہ آپ کو ناتوانی بہت زیادہ ہو چکی تھی۔ آپ نے فرمایا تعجب ہے تیس سال سے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہی ہوں کہ روزہ کی حالت میں مجھے فوت کرے' کیا میں روزہ افطار کر سکتی ہوں؟ معاذ اللہ! پھر یہ بیت پڑھے۔

اصرفوا عنی طبیبی ودعونی وحبیبی زاد بی شوقی الیه وغرامی فی لهیب طاب هتکی فیهواه بین واش و رقیب لا ابالی بفوت

اے طبیبو! مجھ سے دور ہو جاؤ! مجھے اپنے حبیب کے ساتھ چھوڑ دو۔ مجھے اس کا شوق بہت زیادہ ہوگیا ہے۔ میری محبت آگ کی گرمی ہے۔ اس کی محبت میری رات کی گھڑی اچھی گزرتی ہے۔ جو چغل خور اور رقیب کے درمیان ہے میں فوت ہونے کی

حین قد صار نصیبی لیس من لام یعدل عنه فیه بمصیب جسدی راض بسقمی وجفونی بنجیب

پرواہ نہیں کرتی ہوں جبکہ وہ میرا نصیب ہو گیا ہو۔ اس میں ملامت کرنے والا صحیح راہ پر نہیں اس سے عدول کیا جائے۔ میرا جسم میری بیماری سے راضی ہے اور میری پلکیں رونے سے راضی ہیں۔

صاحب "ماثر نفیسہ" نے کہا بعض لوگ گمان کرتے ہیں کہ یہ بیت محمد بن ابراہیم ابن ثابت کیزانی شیعی کے ہیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے کہا۔ پھر سیدہ نفیسہ نصف رمضان تک اسی طرح بیمار رہیں۔ موت کے آثار شروع ہوئے تو آپ نے سورۂ انعام کی تلاوت شروع کر دی' بدستور اس کی تلاوت فرماتی رہیں حتیٰ کہ یہاں تک پہنچیں۔

قُلْ لِلّٰهِ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ کہہ دیجئے اللہ نے رحمت اپنے ذمہ لے رکھی ہے اور آپ کی روح مبارک کہ نکلنا شروع ہوئی۔ "درر الاصداف" میں سیدہ زینب سے روایت ہے جب آپ اس

آیت کریمہ تک پہنچیں۔

لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ان کیلئے ان کے رب کے پاس جنت ہے اور ان کا مددگار ہے ان کے اچھے عملوں کے سبب۔

تو ان پر غشی طاری ہوگئی' میں نے ان کو سینہ سے لگا لیا تو انہوں نے کلمہ شہادت پڑھا اور روح پرواز کر گئی۔ رحمت اللہ علیہا ورضوانہ! اسی روز آپ کا شوہر مصر پہنچے اور کہا میں ان کو مدینہ منورہ لے جاؤں گا اور جنت البقیع میں دفن کروں گا۔ مصر والے لوگ حاکم کے پاس گئے اور اس سے التجا کی کہ سیدہ کو مدینہ منورہ لے جانے سے اسحاق کو روکے' مگر اسحاق نے انکار کر دیا لوگوں نے کثیر مال جمع کیا' اونٹ جس پر آئے تھے کا بوجھ تھا' اور گزارش کی کہ سیدہ کو انہیں کے پاس دفن کریں مگر اسحاق نے ایک نہ مانی۔ لوگوں نے رات مصیبت میں بسر کی۔ جب صبح ہوئی سب لوگ اسحاق کے پاس جمع ہوئے تو جو پہلے روز انہوں نے اسحاق سے عہد کیا تھا' اس کی صورت کچھ اور دیکھی تو انہوں نے کہا آپ صاحب اختیار ہیں جو چاہیں کریں۔ اسحاق نے کہا ہاں درست ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے آپ مجھے فرماتے ہیں ان کے مال ان کو واپس کر دو اور نفیسہ ان کے پاس ہی دفن کرو۔ یہ امام شافعی کی وفات سے چار سال بعد ۲۰۸ ہجری کا واقعہ ہے۔ سیدہ کو ''درب السباع'' کے مزار میں دفن کیا گیا' ان کے دفن کا روز ''یوم مشہور'' ہر طرف سے دور دراز سے لوگ آئے اور دفن کے بعد نماز جنازہ پڑھتے رہے۔ اس رات شمعیں روشن کی گئیں اور مصر کے ہر گھر سے رونے کی آوازیں سنی گئیں اور سیدہ رضی اللہ عنہا کی وفات پر بہت افسوس کیا گیا۔

قضاعی نے کہا سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا مصر میں سات برس رہیں اور اپنے ہاتھ سے اپنی قبر اس گھر میں بنائی جس میں اقامت فرمائی تھی۔

علامہ دمیری نے کہا سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا بے پڑھی تھیں۔ انہوں نے کوئی شے نہیں پڑھی مگر انہوں نے احادیث بہت سنی ہیں' وہ بہت نیک تھیں۔ عمر کے آخر حصہ میں جب کہ کھڑی ہو کر نماز پڑھنے سے عاجز ہو گئیں تو بیٹھ کر نماز پڑھتی تھیں کثرت صیام اور قیام سے ان کی قوت زائل ہو گئی تھی۔

اولیاء اللہ اور صالحین کی ایک جماعت ایسے استاد کبیر ابوالفیض توبان' ذوالنون مصری ابن ابراہیم اخیمی' ابوالحسن دینوری' ابوعلی روزباری' ابوبکر احمد بن نصر دقاق' بنان ابن احمد بن سعید حمال واسطی شعر ان

بن عبداللہ مغربی، ادریس بن یحیٰ خولانی، فضل ابن فضالہ، قاضی بکار قتیبہ، اسماعیل مزنی تلمیذ امام شافعی، عبداللہ بن عبدالحکیم بن اعین بن لیث بن رافع مصری ان کے لڑکے امام محمد صاحب تاریخ مصر، عبدالرحمن ابن حکیم، امام ابویعقوب بویطی اور ربیع بن سلیمان مرادی وغیرہ اتنے بیشمار حضرات ہیں اللہ تعالیٰ ہی ان کی تعداد جانتا ہے، نے ان کی قبر کی زیارت کی۔

آدابِ زیارت

شروع باب میں زائر کیلئے مذکور ہدایات پر مزید یہ ہے کہ جب زائر سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا بلکہ جس اہل بیت کرام کے مقبرہ میں داخل ہوتے وقت یہ پڑھے۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ، عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ اِنَّہٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اللہ تعالیٰ کا ارادہ صرف یہ ہے کہ اہلبیت تم سے پلیدی دور رکھے اور تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں وہ حمد والا بزرگ ہے۔

اے اللہ تو نے مجھے کسی شے کیلئے بلایا میں نے اسے سمجھا، کہا، سنا، اس کو مانا، اس کا اعتقاد کیا اور اس کا ثواب تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیلئے کیا جب کہ تو نے آپ کے وسیلہ سے، ہم کو اپنی راہ کی ہدایت دی وہ تو ایسے نبی ہیں جیسا کہ تو نے فرمایا ہے۔

کَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا

وہ مومنوں کیلئے رحیم ہیں۔

جس کی تو نے ہم کو ہدایت دی ہے وہ آپ کو محبوب ہے، ہماری تکلیف آپ کو ناگوار گزرتی ہے، جس فریضہ کا میں نے آپ کیلئے سوال کیا ہے، یہ آپ کے اقارب کی محبت ہے۔ اے اللہ میں اس فریضہ کو ادا کرتا ہوں اس کے سبب اپنے دین و دنیا میں نفع کا ارادہ کرتا ہوں اس کو تمام نسبوں کے منقطع ہو جانے کے روز (قیامت) اپنا وسیلہ بناتا ہوں۔ اے اللہ ان حضرات کی شرافت و بزرگی اور تعظیم زیادہ کر ان کی زیارت کے صدقے مجھے ثواب، مغفرت اور اجر عظیم عطا فرما، سلام ہو تم پر اے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد اے سیدہ فاطمہ زہرا کی اولاد۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اَزْوَاجِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی ذُرِّیَّۃِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ

اے اللہ میری امید پوری کر مجھ کو اور تمام مسلمانوں کو ان حضرات کی برکات عطا فرما یا رب العالمین۔ ''درر الاصداف'' اس میں کچھ زائد امور بھی ہیں ان کو دیکھو موفق بن عثمان نے کہا پہلے زمانہ کا ایک بزرگ سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کی زیارت کیا کرتا تھا اور آپ کی قبر شریف کے پاس آ کر کہتا۔

السلام والتحية والاكرام والرضا من العلى الاعلىٰ الرحمن على السيده نفيسة سلاله نبى الرحمة وهادى الامة من ابوها علم العشيرة وهو الامام حيدرة۔ السلام عليك يا بنت الحسن المسموم اخى الامام الحسين المظلوم السلام عليك يا بنت فاطمة الزهرا بنت خديجة الكبرىٰ رضى الله عنك وعن ابيك وعن عمك وجدك وحشرنا فى زمرتهم اجمعين

سلام اکرام اور رضا خداوند قدوس کی طرف سے سیدہ نفیسہ پر ہو جو رحیم نبی اور امت کے ہادی کی بیٹی ہے جس کا باپ قبیلہ کا سردار ہے اور وہ امام حیدر ہے (علی المرتضیٰ) اے سیدی حسن مسموم (جس کو زہر دیا گیا) امام حسین رضی اللہ عنہ مظلوم کے بھائی کی بیٹی۔ اے سیدہ فاطمہ زہرا بنت خدیجۃ الکبریٰ کی بیٹی تم پر سلام ہو۔ اللہ تعالیٰ تم سے اور تمہارے باپ' چچے اور دادے سے راضی ہو ہم کو ان سب کی جماعت میں قیامت کے روز اٹھائے۔

اے اللہ! تیرے اور سیدہ نفیسہ کے جد امجد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان معراج کی رات جو مقام تھا اس کے وسیلہ جلیلہ سے جو ہم پر مصیبت نازل ہے اس کو خوشحالی کا دروازہ بنا دے اور میری جملہ حاجات پوری فرما۔ بعض سلف صالحین زیارت کے وقت یہ بھی کہا کرتے تھے۔ سلام واکرام اہل بیت نبوت ورسالت پر ہو۔ اے حسن انور بن زید ابلج ابن حسن سبط ابن امام علی بن ابی طالب کی بیٹی ''رضی اللہ عنہم'' تم پر سلام ہو۔ سیدہ فاطمۃ الزہرا کی صاحبزادی' خدیجۃ الکبریٰ کی بیٹی اے اہل بیت کرام تم ہر قوم کے نیند اور بیداری میں فریاد رس ہو۔ تمہارے فیض سے وہی محروم ہے جو قرآن میں محروم ہے' تمہارے آستانہ عالیہ سے شیطان ہی مردود ہے۔ تم سے محبت کرنے والے مومن متقی ہیں اور تم سے بغض کرنے والے منافق بد بخت ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلِّمْ

اے اللہ جو امید لے کر آیا ہوں ان کے واسطہ سے پوری کر۔ اور میری تمام امال وارجاء ان

کے وسیلہ جلیلہ سے مکمل فرما ان کے توسل سے دین و دنیا اور آخرت میں میری حفاظت فرما۔ یقیناً تو ہر شے پر قادر ہے۔ پھر کہا:

یابنی الزهرا والنور الذی ظن موسیٰ انه نارقبس لا اوالی قط من عاداکم انهم آخر سطر فی عبس

اے سیدہ زہراء کی اولاد مجھے اس نور کی قسم جس کو موسیٰ علیہ السلام نے "نار قبس" گمان کیا تھا میں تمہارے دشمن سے کبھی محبت نہ کروں گا وہ لوگ بدبختی میں آخری مقام میں ہے۔

بعض افاضل نے سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کی ابیات میں مدح کی ہم ان کو ذکر کرنا بہت پسند کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

یامن له فی الکون حاجة علیك بالسید الطاهره نفیسة والمصطفیٰ جدها اسرارها بین الوری ظاهره فی الشرق والغرب لها شهره انوارها ساطعة باهره کم من کرامات لها قد بدت وکم مقامات فاخره یا حبذا سیده شرفت بها اراضی مصروقاهره بنفسها قد حضرت قبرها حال حیاة یالها حافره تتلو کتاب الله فی لحدها وهی لمن زارها ناظره حجت ثلاثین علیٰ رجلها صائمة عن اکلها قاصره کانت تصلی وتقوم الدجیٰ دوما علیٰ اقدامها ساهره عابده زاهده جامعه للخیر فی الدنیا والاخره فی کل قطر قد سما ذکرها عالمة فائقة ماهره یسقی بها الغیث اذا ما القریٰ قد اجلت من سحبها الماطره والناس قد

اے مخاطب جس کی اس دنیا میں کوئی حاجت ہے۔ سیدہ طاہرہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کا دامن گیر ہو ان کے جد امجد محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ سیدہ کے اسرار ساری مخلوق میں ظاہر ہیں انکی شرق و مغرب میں مشہوری ہے انکے انوار بلند اور واضح ہیں ان کی بہت کراتیں ظاہر ہیں اور مقام فخر والے ہیں۔ سیدہ کے سبب کس قدر مصر اور قاہرہ کی زمین کو شرف حاصل ہے انہوں نے خود بخود زندگی میں اپنی قبر شریف بنائی تعجب ہے کہ وہ کس قدر اچھی قبر بنانے اے مخاطب جس کی اس دنیا میں کوئی حاجت ہے۔ سیدہ طاہرہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کا دامن گیر ہو ان کے جد امجد محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ سیدہ کے اسرار ساری مخلوق میں ظاہر ہیں انکی شرق و مغرب میں مشہوری ہے انکے انور بلند اور واضح ہیں ان کی بہت کراتیں ظاہر ہیں اور مقام فخر والے ہیں۔ سیدہ کے سبب کس قدر مصر اور قاہرہ کی زمین کو شرف حاصل ہے انہوں نے خود بخود زندگی میں اپنی قبر شریف بنائی تعجب ہے کہ وہ کس قدر اچھی قبر بنانے والی ہے وہ اپنی لحد میں قرآن کریم کی تلاوت کرتی ہے جو انکی زیارت کرے اس کو دیکھنے والی ہے اس نے پیدل تیس حج کئے وہ کھانے سے رکنے والی روزہ سے ہے وہ اندھری راتوں میں نماز پڑھتی اور رات بھر کھڑی رہتی اپنے پاؤں پر ہمیشہ بیدار کھڑی رہتی وہ عابدہ زاہدہ اور دنیا وآخرت میں تمام خیرات کی جامع ہے۔

عاشوا بها فی صفا عیش بایام لها زاهره
والشافعی قد کان یاتی لها سعیًا الی
داربها عامره یرجوبان تدعوله دعوة
فیالها من دعوة وافره صلت علیه بعد
موت وقد اوصیٰ بذا فهی له شاکره
سبحان من اعلیٰ لها قدرها لانها بین
الوری نادره

ہر سواس کا ذکر بلند ہے وہ عالمہ فاقہ اور ماہرہ ہے اسکے وسیلہ سے بادل برستا ہے جبکہ بستیاں اسکے برسنے والے بادلوں سے آباد ہیں اس کے وسیلہ سے لوگوں نے اچھی زندگی بسر کی اس کے پر رونق زمانہ میں۔ امام شافعی چل کر اس کے پاس آتے اس گھر میں جس میں وہ آباد تھیں وہ امید کرتے تھے کہ وہ ان کیلئے دعا کریں وہ کیا ہی کامل دعا تھی۔ ان کی موت کے بعد اس نے ان کی نماز جنازہ پڑھی جب کہ انہوں نے اس کی وصیت کی تھی وہ ان کی شاکر تھیں پاک ہے وہ ذات جس نے ان کی قدر بلند کی کیونکہ وہ ساری مخلوق میں نایاب تحفہ تھیں۔

نیز شیخ احمد خامی نے کہا

یا صالح ان رمت الحیاة الفاخره
فاقصد حمی بنت الکرام الطاهره ذات
الکرامات المعظمه التی اسرارها بین
الخلائق ظاهره وبها توصل واحمی
بجوارها اذکر مصابك تلقها لك ناصره
فهی المنجیة الشباب من العذاب مغیثة
الملهوف شمس الدائره کم جاءها
ذوفاقة یرجوا الغنیٰ جبرت
بتیسیر المعالیش خاطره فاغنم وسل
بمقامها تعط المنیٰ فعلی الدوام لزائریها
حاضره وادخل وطف وسعی وسل
بتادب ماتشتهیه ونادها یاطاهره انی
قصدتك مستغیثًا لائذا مستعطفًا اهل
القلوب العامره حاشا وکلا ان یضام
نزیلکم او ان یعود بصفقة هی خاسره

اے دوست! اگر فخر والی زندگی کا ارادہ کرتا ہے تو بزرگوں کی بیٹی طاہرہ کی حمایت کا قصد کر وہ بہت بڑی کراموں والی ہے جسکے اسرار مخلوق میں ظاہر ہیں ان سے مل ان کے جوار کا قصد کر اپنی مصیبت کو ذکر کر انکو اپنا مددگار پائیگا وہ عذاب سے نوجوانوں کو نجات دلانے والی ہے غمناک لوگوں کی فریاد رس کائنات کا سورج ہے بہت غریب لوگ غنی کی امید کرتے ہوئے اسکے پاس جاتے ہیں وہ زندگی گزارنے کے آسان اسباب کے ساتھ اس کے دل کو تسلی دیتی ہے، غنیمت جان اور اسکے مقام کے واسطے سے اللہ سے سوال کر تیری امید پوری ہوگی وہ زیارت کرنے والوں کیلئے ہمیشہ حاضر رہتی ہے داخل ہو فیض لینے کیلئے دوڑ اور جو چاہتا ہے اس کا ادب سے سوال کر اور آواز کر اے پاکدامن خاتون! میں نے تمہارا قصد کیا فریاد کرتا ہوں آپ کی پناہ چاہتا ہوں مہربانی چاہتا ہوں۔ اے آباد روشن دلوں

ياكعبة الاسرار جئتك لائذًا ابغى الندیٰ	والے بخدا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تمہارا قاصد محروم رہے یا گھاٹے کا
من كف عاطره يا ام قاسم الغياث	سودا لے کر واپس جائے اے اسرار کا کعبہ میں آپ کی پناہ میں
فانني عبدضعيف الحال يدی قاصره	آیا ہوں معطر خوشبودار ہاتھ سے عطیہ طلب کرتا ہوں اے قاسم
ذلف ومسكين مهين عابر مالی معين قط	الغیاث کی ماں میں کمزور حال بندہ ہوں میرا ہاتھ قاصر ہے بیمار
عيني ساهره يا بنت طه انقذی من لم	مسکین ذلیل آنسو بہاتا ہوں میرا کوئی مددگار نہیں ہر وقت بیدار
يجد جاهاً سوی ذی المعجزات	رہتا ہوں اے سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی
الظاهره المصطفےٰ الهادی البشير محمد	صاحبزادی اس شخص کو رہائی دلاؤ جو صاحب معجزات صلی اللہ
من يرتجی كل الانام ماثره صلی عليه	تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کوئی بلند مرتبہ والا نہیں پاتا جو مصطفےٰ ہادی
الله ما بدرزها والأل والصحب النجوم	بشیر محمد ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب کی عنایات کی
الزاهره او ما استغاث الخامی احمد قائلاً	ساری مخلوق امیدوار ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ان پر رحمتیں ہوں جب
ياصاح ان رمت الحياة الفاخره	تک چاند چمکتا ہے آپکی آل اور اصحاب پر روشن ستارے ہیں۔ کیا ضعیف احمد نے یہ کہتے ہوئے استغاثہ نہیں کیا؟ اے دوست! اگر فخر والی زندگی کا ارادہ کرتا ہے۔

مقریزی نے کہا۔ سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کی قبر شریف مصر میں دعا کی قبولیت کے سبب مشہور مقامات میں سے ہے۔ اس نے اور بھی مقامات ذکر کیے ہیں جو دعا کی قبولیت میں مشہور ہیں۔ اور ان مقامات کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔ سیدنا نبی اللہ یوسف علیہ السلام کا قید خانہ' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی مسجد جو "طرا" میں ہے۔ قرافہ میں "مسجد الاقدام" کے قبلہ میں نماز پڑھنے والے کے بائیں طرف محذع!

اہل مصر سے جس کو مصیبت پہنچتی یا وہ فاقہ کا شکار ہوتا یا کوئی اور تکلیف ہوتی ہے تو وہ ان مقامات سے کسی ایک پر جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں تو ان کی دعا قبول ہوتی ہے۔ اور یہ مجرب ہے جب مواضع میں دعا قبول ہوتی ہے ان میں سے جامع ابن طولون" ہے جیسا کہ اس میں کلام کرتے وقت ذکر کیا جب کہ کہا کہ جامع بن طولون جبل شکر کے نام سے مشہور ہے۔ ابن عبدالظاہر نے کہا یہ جگہ دعا کی قبولیت کے ساتھ مشہور ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس جگہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے مناجات کی تھی۔ سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کی قبر شریف پر قبہ سب سے پہلے مصر کے حاکم عبیداللہ بن سری بن حکم نے بنایا اور اس کے لوہے کے دروازہ پر پتھر کی تختی میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم کے بعد یہ لکھا ہے۔ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ

لعبد الله وولیه معد بن ابی تمیم الامام المنتصر بالله امیر المومنین صلوات الله علیه وعلیٰ آبائه الطاهرین وابناء ه المکرمین امر بعمارة هذا الباب السید الاجل امیر الجیوش سیف الاسلام ناصر الانام کافل قضلة المسلمین وهادی دُعاة المومنین وادام قدرته واعلیٰ کلمة وشد عضده لولده الاجل الافضل سیف الانام جلال الاسلام شرف الانام ناصر الدین خلیل امیر المومنین زاد الله فی علائه وامتع امیر المومنین بطول بقائه فی شهر ربیع الاخر سنة النین وثمانین واربعمائة۔

قبر شریف پر قبہ کی تجدید خلیفہ الحافظ لدین اللہ نے ۵۳۲ ہجری میں کی اور محراب میں پتھر کی تختی لگانے کا حکم دیا۔ اسی طرح "خطط" میں ہے۔ سری بن حکم ۲۰۴ ہجری میں فوت ہوئے۔ یہ وہی سال ہے جس میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فوت ہوئے تھے۔ اس وقت مامون رشید خلیفہ تھا۔

سید حسن انور و سید محمد انور رضی اللہ عنہما

آپ سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کے والد ہیں اور سید محمد انور سیدہ کے چچا ہیں۔ یہ دونوں حضرات سید زید ابلج بن حسن سبط بن علی ابن ابی طالب کے صاحبزادگان ہیں رضی اللہ عنہم

"مرشد الزوار الی قبور الابرار" کے مصنف نے کہا کہ سید حسن بن زید مصر تشریف لے گئے جب کہ آپ کے ساتھ آپ کی صاحبزادی سیدہ نفیسہ تھی' آپ بہت بڑے امام' عالم اور اہل بیت کرام کے اکابر سے ہیں۔ تابعیوں میں آپ کا شمار ہے۔

عبد اللہ بن ابو جعفر منصور بن ابو عامر عباسی خلیفہ نے آپ کو مدینہ منورہ میں حاکم مقرر کیا' ہمیشہ آپ کی دعا قبول ہوتی تھی۔ آپ کو شیخ الشیوخ کہا جاتا ہے۔ آپ کی بزرگی اور بردباری کی وجہ سے آپ کی مدح میں کثیر قصیدے لکھے گئے۔ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد سے آپ کو اپنے زمانہ میں حکومت وولایت ملی۔ جب سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کے والد سیدی حسن رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا حاکم بنایا گیا تو وہاں ایک شخص فقیر تھا جس کو ابن ابی ذئب کہا جاتا تھا' سیدی حسن رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنا قریبی بنایا اور اس پر بہت احسان کیا اور اس کو رئیس بنا دیا اور خلیفہ منصور کا بھی اسے قریبی بنایا۔ جب منصور کے دربار میں اس کی تعظیم ہونے لگی تو اس نے سیدی امام حسن انور رضی اللہ عنہ کی غیبت کرنا

شروع کر دی حتیٰ کہ اس نے منصور سے کہا کہ حسن انور خلافت کا خواہش مند ہے۔ منصور نے آپ کو بلایا اور آپ سے تمام انعامات چھین لئے۔ تھوڑی دیر بعد منصور کو اس شخص کے جھوٹ پر اطلاع ہوئی تو اس نے سیدی حسن انور کو تمام مال واپس کر دیئے اور ان کو بہت زیادہ انعامات دیئے اور حسب دستور آپ کو مدینہ منورہ بھیج دیا۔ جب سیدی حسن انور مدینہ منورہ تشریف لائے تو ابن ابی ذئب کو بہت ہدایا بھیجے اور اس کو کثیر مقدار میں مال دیا اور ذرہ بھر اس کو ملامت نہ کی۔

"خطط" میں ہے کہ آپ کی والدہ ام ولد تھی۔ جب آپ کا باپ زید بن حسن بن علی بن ابی طالب فوت ہوئے تو آپ ابھی کم سن تھے اور ان پر چار ہزار دینار قرض تھا سیدی حسن انور نے قسم کھائی کہ جب تک وہ اپنے باپ کا قرض ادا نہ کریں گے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد کی چھت یا کسی شخص سے گفتگو کرنے کیلئے اس کے مکان کی چھت کے سوا کسی شے کے سایہ میں نہ بیٹھیں گے' چنانچہ اس عہد کو پورا کیا۔ آپ کے کرم کا یہ حال تھا کہ جب آپ مدینہ منورہ میں حاکم تھے تو ایک نوجوان کو آپ کے پاس حاضر کیا گیا جس نے شراب پی تھی۔ اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے میں آئندہ شراب نہ پیوں گا اور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اقیلوا ذوی الھیئات عثراتھم — ذی وجاہت لوگوں کی لغزشیں معاف کردو۔

میں ابوامامہ بن سہل بن حنیف کا بیٹا ہوں' میرا باپ آپ کے باپ کا دوست تھا آپ یہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تو سچ کہتا ہے کیا آئندہ شراب پیئے گا؟ اس نے کہا اللہ کی قسم ہرگز شراب نہ پیوں گا۔ آپ نے اس کو معاف کر دیا اور اس کو پچاس دینار عطا فرمائے اور فرمایا ان کے عوض نکاح کرو اور پھر میرے پاس آؤ۔ وہ نوجوان تائب ہو گیا۔ اس کے بعد سیدی حسن انور رضی اللہ عنہ اس پر بہت احسان فرمایا کرتے تھے سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کے والد حسن "مجاب الدعوۃ" تھے۔ (ان کی دعا قبول ہوتی تھی)

سیدی حسن انور کی دُعا

ایک عورت آپ کے قریب سے گزری جب کہ آپ وادی ابطح میں تھے' اس عورت کے پاس بچہ تھا۔ عقاب آئی اور اس بچہ کو اٹھا کر لے گئی۔ اس نے سیدی حسن انور سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ میرا بچہ واپس کر دے۔ آپ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کی عقاب آتی اور کسی

تکلیف دیئے بغیر اس نے بچہ پھینک دیا۔ اس کی ماں نے بچہ پکڑ لیا جب کہ وہ صحیح سلامت تھا۔ سنن نسائی میں آپ سے روایات مذکور ہیں۔ اس طرح ''حسن المحاضرۃ'' میں ہے۔

حکایت

حکایت ہے کہ شاعر سیدی حسن انور بن زید ابلج کے پاس آیا اور یہ بیت پڑھے۔

اللہ فرد و ابن زید فرد فقال بفیك
الاثلب ألا قلت اللہ فرد و ابن زید عبد

اللہ ایک اور سیدی حسن زید بھی ایک ہے (کسی کا شریک نہیں) فرمایا تیرے منہ میں مٹی اور کنکریاں پڑیں۔ تو نے یہ کیوں نہیں کہا کہ اللہ ایک اور حسن بن زید بندہ ہے۔

آپ تخت سے نیچے اترے اور رخسارہ زمین کے ساتھ لگا دیا (تواضع وانکساری سے)

سیدی حسن انور کے نولڑکے قاسم، محمد، علی، ابراہیم، زید، عبیداللہ، یحیٰ، اسماعیل اور اسحاق تھے اور دولڑکیاں ام کلثوم اور نفیسہ تھیں۔ ان کی والدہ ام سلمہ تھی، ان کا نام زینب بنت حسن تھا، ان کا چچا سیدی حسن بن علی بن ابی طالب کا بیٹا تھا۔ سیدہ نفیسہ کی والدہ ام ولد تھی۔ ام کلثوم سے عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن عباس نے نکاح کیا۔ رضی اللہ عنہم ''خطط''

حافظ ابوعبداللہ بن برعش النسابہ نے اپنی کتاب ''تحفۃ الاشراف'' میں کہا سید حسن انور کے والد امام زید ابلج اپنے صاحبزادے حسن کا ہاتھ پکڑ کر سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ انور پر لے جاتے اور کہتے یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ میرا بیٹا حسن ہے میں اس سے راضی ہوں پھر واپس ہو جاتے۔ ایک رات وہ سو رہے تھے کہ خواب میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں اے زید! میں تیرے بیٹے حسن سے راضی ہوں کیونکہ تو اس سے راضی ہے، میرے راضی ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی اس سے راضی ہے۔ پھر حسن سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ لائے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کو روضہ انور پر لے جاتے اور کہتے یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں اپنی بیٹی نفیسہ سے راضی ہوں اور واپس لوٹ جاتے وہ اسی طرح کرتے رہے حتیٰ کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں حسن! میں تیری بیٹی نفیسہ سے راضی ہوں جب کہ تم اس سے راضی ہو اور میرے راضی ہونے کی وجہ سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ بھی اس سے راضی ہے۔

قطب شعرانی رحمہ اللہ نے ''منن'' میں کہا کہ مجھے سیدی علی خواص رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ

سیدہ نفیسہ کے والد امام حسن ''تربت مشہورہ'' میں ہے جو جامع القراء کے قریب ''مجراۃ القلعہ اور جامع عمرو'' کے درمیان ہے۔ میں کہتا ہوں سید زید ابلج کے اس جگہ دفن پر یہ بھی دلالت کرتا ہے کہ ان کے والد سید حسن انور کے شرقی مقام مجراۃ قلعہ کے بعد جامع عمرو کے تھوڑا سا قریب پرانا پتھر پایا گیا ہے جس پر زید کا نسب لکھا ہوا ہے۔ اس میں جس کو شک وشبہ ہو وہ وہاں جا کر اپنی آنکھوں سے دیکھ لے' ان کا تذکرہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ اس میں ہم نے ان کے بھائی حسن مثنیٰ کو بھی ذکر کیا ہے جب کہ دوسرے باب میں حسن سبط کی اولاد کو ذکر کیا تھا۔

اگر خواہش ہے تو وہاں دیکھ لیں' اگر تو سوال پوچھے کہ اس باب میں ان کو ذکر کیوں نہیں کیا؟ تو میں کہتا ہوں کہ دوسرے باب سے فارغ ہونے کے بعد مجھے اس کا علم ہوا تھا۔

سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کے چچا سید محمد انور کے متعلق امام شعرانی نے ''منن'' میں کہا کہ مجھے علی خواص رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ امام سید محمد انور سیدہ نفیسہ کے چچا اس مقبرہ میں ہیں جو جامع طولون کے قریب زاویہ میں خلیفہ کے گھر سے ملتا ہے۔ میں کہتا ہوں جو شخص سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا کے مقبرہ کی طرف جائے' اس کے دائیں طرف یہ مقبرہ ہے اس کے دروازہ پر پتھر کی سلیٹ پر یہ بیت لکھا ہوا ہے۔

مسجد حل فیه نجل لزید ذالك الانور اس مسجد میں زید کے صاحبزادہ تشریف رکھتے ہیں

الاجل محمد یہ انور اجل محمد ہے۔

سید زید رضی اللہ عنہ
ابن سید علی بن حسین رضی اللہ عنہم

آپ سیدنا علی بن ابی طالب کے بیٹے امام حسین کے بیٹے زین العابدین کے صاحبزادے ہیں رضی اللہ عنہم آپ کی والدہ اُم ولد ہے۔ ''فصول مہمہ'' میں ہے کہ زید بن علی رضی اللہ عنہما متدین بہادر تھے۔ بنو ہاشم میں سب سے عابد اور بہت بڑے بزرگ تھے۔ بنو امیہ کے ملوک وسلاطین عراق کے حاکم کو لکھا کرتے تھے کہ کوفہ والوں کو زید بن علی کی مجلس میں جانے سے منع کرو' کیونکہ ان کی زبان تلوار کے لوہے سے زیادہ کاٹنے والی تیروں کے بھالوں سے زیادہ تیز' جادو سے زیادہ اثر کرنے والی

اور گرہوں میں پھونکوں سے کتنا ہی زیادہ موثر ہے۔

ایک روز ہشام بن عبدالملک نے ان سے کہا مجھے خبر ملی ہے کہ آپ خلافت کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ اس کے لائق نہیں ہیں' کیونکہ آپ لونڈی کے بیٹے ہیں۔ سیدی زید نے جواب میں فرمایا۔ سیدنا اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام لونڈی کے بیٹے تھے اور اسحاق علیہ السلام خاندانی عورت کے بیٹے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں آدم علیہ السلام کی اولاد میں سب سے بہتر محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ظاہر فرمایا۔ ہشام نے کہا یہاں سے اٹھ جاؤ۔ سیدی زید نے فرمایا تم مجھے دیکھنا پسند نہیں کرو گے۔ جب اس کے مکان سے باہر تشریف لائے تو فرمایا جو زندگی کی حرص کرے ذلیل ہو جاتا ہے۔ ہشام باللہ کے آزاد کردہ غلام سالم نے کہا۔ کوئی شخص آپ کا یہ کلام سننے نہ پائے۔

زیدی شیعہ

''حطط'' میں ہے کہ آپ کی کنیت ابوالحسن شیعوں کا ایک فرقہ ''زیدیہ'' انہی کی طرف منسوب ہے۔ آپ مدینہ منورہ میں رہے اور اپنے باپ علی بن حسین سے حدیث کی روایت کی ہے۔ نیز ابان بن عثمان' عبیداللہ بن ابورفع' عروہ بن زبیر سے احادیث کی روایت کی ہے۔ ان سے محمد بن شہاب زہری' زکریا بن ابی زائدہ اور کثیر لوگوں نے روایت کی ہے۔ ابوداؤد' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ نے آپ کی روایات ذکر کی ہیں۔ ابن حبان نے آپ کو ثقات رُواۃ میں ذکر کیا ہے۔ ابن حبان نے کہا آپ نے کثیر تعداد میں صحابہ کو دیکھا ہے۔

جعفر صادق بن محمد رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ رافضی شیعہ آپ کے چچا سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جو شخص میرے چچا سے بیزار ہے اس سے اللہ تعالیٰ بیزار ہے اللہ کی قسم! وہ ہم سے زیادہ قاری' اللہ کے دین میں بہت بڑے فقیہہ اور اقارب سے صلہ رحمی کرنے والے تھے۔ اللہ کی قسم انہوں نے دنیا اور آخرت میں اپنی مثل باقی نہیں چھوڑا۔ ابواسحاق سبیعی نے کہا۔ میں نے زید بن علی کوئی دیکھا اس کے خاندان میں اس جیسا میں نے کوئی نہیں دیکھا اور نہ ان سے زیادہ کوئی عالم اور نہ ہی ان سے افضل دیکھا ہے' وہ فصیح اللسان اور بہت بڑے زاہد تھے۔

شعبی نے کہا واللہ! کسی عورت نے زید بن علی سے افضل' ان سے بڑے فقیہہ' بہادر اور متقی کو

جنم نہیں دیا۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے زید بن علی کو دیکھا جیسے ان کے گھر والے دیکھے۔ میں نے اس زمانہ میں ان سے بڑا فقیہ، ان سے بڑا عالم اور نہ ہی ان سے بڑا حاضر جواب اور سحر بیان دیکھا ہے۔ اس زمانہ میں آپ کا مقابل کوئی شخص نہ تھا۔

ایک شخص نے ایک واقعہ یہ آیت کریمہ پڑھی۔

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ اور اگر تم پھر گئے تو اللہ تمہارے غیر کو تمہاری بدل لے آئے گا اور وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔

آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے یہ وعید و تہدید فرمائی ہے۔ پھر فرمایا اے اللہ! ہم کو ان لوگوں میں نہ کرنا جو تجھ سے پھر گئے اور ان کا بدل تو اور لوگ لے آیا۔

سیدی زید کو "زید الازیاد" (زیدوں کا زید) کہا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ سیدی زید نے ہشام بن عبدالملک پر خروج کیا جب کہ آپ خلافت کی خواہش کرتے تھے۔ ہشام کی طرف سے یوسف بن عمر ثقفی عراق کا حاکم آپ سے جنگ کرنے آیا تو سیدی زید کے ساتھی شکست کھا کر بھاگ گئے اس سے پہلے ان کے ساتھیوں سے اکثر نے ان کو رسوا کیا۔

کوفہ سے بہت لوگوں نے آپ کی بیعت کی اور آپ سے مطالبہ کیا کہ شیخین ابوبکر اور عمر فاروق سے آپ بیزار ہو جائیں۔ وہ آپ کی مدد کریں گے۔ آپ نے فرمایا اللہ کی قسم ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ میں ان سے محبت کرتا ہوں۔

انہوں نے کہا۔ پھر ہم آپ کو چھوڑ جائیں گے۔

آپ نے فرمایا۔ جاؤ تم رافضی ہو۔

اسی لئے ان کو رافضہ کہا جاتا ہے۔

ایک فرقہ آیا اور کہا ہم شیخین سے محبت کرتے ہیں اور جو لوگ ان سے بیزار ہیں ان سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ آپ نے ان کو قبول فرمایا۔ ان لوگوں نے آپ کے ساتھ مل کر جنگ کی ان کو زیدیہ کہا جانے لگا۔ اسی طرح تاریخ ابن عساکر میں ہے۔

اس شخص پر تعجب ہے جو سیدی زید کے مذہب کے پیرو ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور شیخین سے بیزار ہوتا ہے اور ان کو برا جانتا ہے اور جو شخص ان کا اچھا ذکر کرے اس سے بھی بیزاری کا اظہار

کرتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات تو ان کو گالی دینے شروع ہو جاتے ہیں۔

سیدی زید کی وفات

سیدی زید رضی اللہ عنہ کو پیشانی کی بائیں جانب تیر لگا تو دماغ تک پہنچ گیا۔ آپ کو آپ کے گھر لے گئے اور طبیب کو لے کر آئے۔ اس نے تیر کھینچا تو سیدی زید رضی اللہ عنہ سخت چلائے اور ماہ صفر کی دوسری رات ۱۲۳ ہجری میں وفات فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اس وقت ان کی عمر ۴۲ سال تھی۔

سیدی زید کا مدفن

جب آپ انتقال فرما گئے تو آپ کے ساتھیوں نے آپ سے متعلق اختلاف کیا بعض نے کہا ہم آپ کو پانی میں پھینکتے ہیں۔

بعض نے کہا ہم آپ کا سر کاٹتے ہیں اور دوسرے مقتولین میں شامل کر دیتے ہیں۔ آپ کے صاحبزادے یحییٰ نے کہا اللہ کی قسم! میرے باپ کے گوشت کو کتے ہرگز نہ کھائیں گے۔ بعض نے کہا ہم آپ کو اس گڑھے میں دفن کرتے ہیں جس سے مٹی اٹھائی جاتی ہے۔ پھر اس پر پانی بہا دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور آپ پر پانی جاری کر دیا۔ ان کے ساتھ ایک سندی غلام تھا اس نے آپ کے مدفن پر دلالت کی بعض نے کہا اس نے آپ کو دفن کرتے دیکھا تھا اور یوسف بن عمر ثقفی حاکم عراق کو ان کا مدفن بتایا۔ جب آپ کے ساتھی دفن کر کے متفرق ہو گئے تو اس نے آپ کو اس گڑھے سے نکالا اور آپ کے سر مبارک کو جسم سے کاٹ کر ہشام بن عبدالملک کے پاس بھیجا اس نے سر مبارک لانے والے کو دس ہزار درہم انعام دیا اور سر مبارک کو دمشق کے دروازہ پر نصیب کر دیا' پھر اسے مدینہ منورہ بھیج دیا' وہاں سے مصر پہنچا دیا گیا۔

سیدنا زید بن زین العابدین رضی اللہ عنہما وفات کے بعد

سیدی زید رضی اللہ عنہ کے جسم شریف کو یوسف بن عمر نے کوڑا کرکٹ کے پھینکنے کی جگہ صلیب پر نصیب کیا اور اس پر محافظ کھڑے کئے۔ دو برس سے زائد آپ کا جسم شریف صلیب پر رہا حتیٰ کہ ہشام

مر گیا اور اس کے بعد ولید کے ہاتھ عنان سلطنت آئی تو اس نے یوسف بن عمر کو حکم دیا کہ زید کو صلیب سے اتار کر آگ میں جلا دو۔ اس نے جسم کو اتار کر آگ میں جلا دیا اور اس کی راکھ ہوا میں اڑا دی۔

جب سیدنا زید رضی اللہ عنہ کو صلیب پر رکھا گیا تو آپ کا پیٹ آپ کی شرم گاہ پر لٹک گیا۔ حتیٰ کہ آپ کی شرم گاہ کا کوئی حصہ نظر نہ آتا تھا۔ "حطط"

تاریخ ابی القاسم بن عساکر میں ہے کہ جب سیدنا زید بن علی رضی اللہ عنہما کو ۱۲۱ ہجری میں ننگا صلیب پر نصیب کیا گیا تو مکڑی نے ان کی شرمگاہ پر جالا تن دیا۔ وہ چار برس مصلوب رہے۔ انہوں نے آپ کو غیر قبلہ کی طرف متوجہ کیا تو ستون قبلہ کی طرف پھر گیا پھر ستون اور آپ کے جسم کو جلا دیا گیا۔

سیدنا عبداللہ بن حسین بن علی حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا اے اللہ! ہشام زید کو صلیب دینے سے راضی ہو گیا تو اس سے ملک چھین لے۔

اے اللہ! یوسف بن عمر نے ان کو آگ میں جلایا ہے تو اس پر اس شخص کو مسلط کر جو اس پر رحم نہ کرے۔ اگر تو چاہے تو ہشام کو زندہ آگ میں جلا دے ورنہ اس کے مرنے کے بعد اس کو آگ میں جلا۔

راوی نے کہا بخدا! میں نے ہشام کو جلا ہوا دیکھا جب بنو عباس نے دمشق پر قبضہ کیا اور دمشق کے ہر دروازہ پر یوسف بن عمر کے جسم کے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے۔

میں نے کہا ابا جان! آپ کی دعا نے لیلۃ القدر کی موافقت کی ہے۔

سیدنا زید رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد بنو امیہ سے ملک کی حکومت نکل کر بنو عباس کے ہاتھ میں آئی "حطط"

قصیدہ ہمزیہ کے اس شعر پر کلام کرتے ہوئے جمل میں ذکر کیا۔

رُبَّ یَوْمٍ بکربلاء میسئی خفقت بعض رزائه الزوراء — ایک روز کربلا میں مصائب برپا ہوئے اسکی بعض مصیبت میں زوراء مبتلا ہوا۔

زوراء بغداد شریف ایک محلہ ہے اور اس سے مراد بنی عباس جو اہل بیت کرام سے ہیں' کے خلفاء سے جو یہاں واقعہ ہوا تھا' جب کہ انہوں نے اپنے چچا سیدنا حسین اور دیگر حضرات کا انتقام لیا۔ انہوں نے بنو امیہ پر خروج کر کے ان سے ملک چھین لیا اور ان کو بری طرح قتل کیا۔ خصوصاً سفاح نے بنو امیہ کو قبروں سے باہر نکال کر آگ میں جلا کر ان کی راکھ ہوا میں اڑائی۔

سفاح بنو عباس میں سب سے پہلا خلیفہ تھا اور وہ عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ ابن عباس ہے "رضی اللہ عنہم" بنوامیہ کی حکومت ختم ہو جانے کے بعد جب سفاح خلافت پر فائز ہوا تو اس نے حکم دیا کہ ہشام بن عبدالملک کو قبر سے باہر نکالا جائے۔

لوگوں نے اس کی قبر کھولی تو وہ جوں کا توں پڑا ہوا تھا' کیونکہ اس کو عنبر لگایا گیا تھا تا کہ اس کی لاش متغیر نہ ہو۔ اس کو قبر سے نکال کر کوڑے مارے حتیٰ کہ اس کا گوشت ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ پھر اسے آگ میں جلا دیا گیا جیسے اس نے سیدنا زید رضی اللہ عنہ کو جلایا تھا۔ اس کو پوری جزا ملی۔

مقریزی نے "خطط" میں کہا کہ وہ مشاہد جن سے مصر میں تبرک حاصل کیا جاتا ہے ان میں سے یہ روضہ پاک ہے (مشہد) جو جامع طولون اور مصر شہر کے درمیان ہے' عام لوگ اس کو "مشہد زین العابدین" کے نام سے پکارتے ہیں' مگر یہ درست نہیں وہ تو سیدنا زید بن زین العابدین کے نام سے پکارتے ہیں' مگر یہ درست نہیں وہ تو سیدنا زید بن زین العابدین کے سر مبارک کا مشہد ہے۔

قدیم زمانہ میں یہ "مسجد محرس الخصی" کے نام سے معروف تھی۔ قضاعی نے کہا۔

مسجد محرس الخصی زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کے سر پر بنائی گئی جب کہ ہشام ابن عبدالملک نے سر کو مصر بھیجا اور اسے جامع مسجد کے منبر پر رکھا گیا تو مصر والوں نے اسے چوری کر لیا اور اس جگہ اسے دفن کر دیا۔

ابن عبدالظاہر نے کہا' افضل بن امیر الجیوش کو جب سیدنا زید کے سر کا واقعہ معلوم ہوا تو اس نے مسجد کھولنے کا حکم دیا جب کہ وہ ٹیلوں کے وسط میں تھی۔ اس کی علامات سے صرف محراب رہ گیا تھا یہ عضو شریف وہاں سے مل گیا۔

محمد بن صیرفی نے کہا مجھے شریف فخرالدین ابوالفتح خطیب مصر نے خبر دی کہ وہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے مسجد کو کھولا تھا انہوں نے کہا جب یہ عضو شریف محراب سے نکلا تو میں نے اسے دیکھا وہ مکمل سر تھا اور ماتھے پر درہم کی مقدار نشان تھا اسے خوشبودار کیا گیا اور معطر کر کے ان کے گھر بھیجا گیا حتیٰ کہ یہ مشہد اس پر تعمیر کیا گیا ۱۲۵ ہجری انیس ربیع الاول میں اتوار کو آپ کا سر مبارک پایا گیا اور اسی روز یہاں پہنچایا گیا۔

مقریزی نے کہا سیدی زید بن زین العابدین کا مشہد شریف مصر کے شہر کیان کے درمیان

تا ہنوز باقی ہے' لوگ اس سے تبرک حاصل کرتے ہیں اور وہاں دور دراز سے قصد کر کے جاتے ہیں۔ خصوصاً عاشورا کے روز بہت ہجوم ہوتا ہے۔

بعض کا کہنا ہے وہاں دعا قبول ہوتی ہے اور اس پر انوار الٰہیہ دیکھے جاتے ہیں۔

ازالۃ الخفاء

مقریزی نے ذکر کیا اس مشہد شریف کو زین العابدین کا مشہد کہنا اس لئے صحیح نہیں کہ زین العابدین بقیع میں مدفون ہیں۔ امام شعرانی نے منن میں ان کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ مجھے خواص نے خبر دی کہ زین العابدین کا سر اور زید بن حسین کا سر اس قبہ میں ہے جو مجراۃ القلعہ کے قریب درختوں میں ہے لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ ساری امت کا اتفاق ہے کہ سیدنا زین العابدین رضی اللہ عنہ قتل نہیں ہوئے نہ ان کا سر کاٹا گیا ہے اور نہ ہی میں نے کسی کو دیکھا ہے جو زید کو امام حسین کو اولاد سے شمار کرے' جیسا کہ میرے پاس نسخوں میں ہے۔ پھر میں نے شیخ اکبر کو دیکھا کہ انہوں نے محاضرات میں سیدنا امام حسین کی اولاد حضرت زید سے شروع کی' ان کی وفات کی مجھے اطلاع نہیں' سیبویہ سیدنا زید کے اشعار پڑھا کرتے تھے۔

سیدنا زید رضی اللہ عنہ کا نقش خاتم

"اصبر تُوجر' اصدق تنجح" تھا

(صبر کو ثواب ملے گا' سچ بول کامیاب ہوگا)

سیدنا ابراہیم بن زید رضی اللہ عنہما

قطب شعرانی نے "منن" میں اپنے شیخ علی خواص رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا کہ سیدنا ابراہیم بن امام زید کا سر مبارک بیرونی مسجد میں ہے جو مطریہ محلہ میں خانقاہ کے متصل ہے۔ یہ وہ بزرگ ہیں جن کے ہمراہ امام مالک رضی اللہ عنہ نے جنگ کرنے کا فتویٰ جاری کیا تھا' اسی وجہ سے وہ کتنے سال مخفی رہے۔

بعض نے کہا یہ نسب کے ماہرین کے خلاف ہے' کیونکہ انہوں نے زید بن علی زین العابدین

کی اولاد میں اور نہ ہی زید بن حسن کی اولاد میں ایسے شخص کو ذکر کیا ہے۔ جس کا نام ابراہیم ہے۔ اب یہ ظاہر نہ کیا جائے گا کہ زید بن علی زین العابدین ابراہیم مذکور کے باپ ہیں' اور نہ ہی زید بن حسین سبط اس کے باپ ہیں۔ تاریخ دانوں کا کہنا ہے کہ جس کے ساتھ مل کر امام مالک نے جنگ کی تھی یعنی لوگوں کو ان کے ساتھ جنگ کیلئے نکلنے کا فتویٰ دیا تھا اور اس کی بیعت کی تھی وہ محمد ہے۔ جس کو مہدی بن عبداللہ محض بن حسن مثنیٰ بن حسن سبط کہا جاتا ہے۔ شاید یہ ابراہیم محمد مہدی مذکور کے بھائی عبداللہ محض کا بیٹا ہے۔ وہ بہت بڑے فاضل اور اچھی سیرت کے مالک تھے۔

روایت ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے ان کی بیعت کی اور ان کے اور ان کے بھائی محمد کے ہمراہ لوگوں کو جنگ کیلئے نکلنے کا فتویٰ دیا تھا۔

سیدنا ابراہیم کی وفات

ابوالحسن معمری نے کہا سیدنا ابراہیم ۱۴۵ ہجری کے ذوالحجہ میں قتل ہوئے۔ ابن ابی الکرام نے آپ کا سر مبارک مصر بھیج دیا۔ قضاعی نے کہا مسجد تبر سیدنا ابراہیم ابن عبداللہ بن حسن بن علی المرتضیٰ کے سر پر بنائی گئی' منصور نے سے چھپا رکھا تھا مگر مصریوں نے اسے چوری کر کے یہاں دفن کر دیا۔

کندی نے کتاب الامراء میں کہا پھر خطیب ۱۴۵ ہجری میں ذوالحجہ میں سیدنا ابراہیم بن عبداللہ بن امام حسن رضی اللہ عنہم کا سر مبارک لے کر مصر آئے تا کہ اسے جامع مسجد میں رکھیں' تمام خطباء نے کھڑے ہو کر ان کی شان ذکر کی۔

مقریزی نے کہا یہ مسجد ''قاہرہ'' سے باہر خندق سے متصل ہے' پہلے یہ بئر اور حمزہ کے نام سے معروف تھی۔ یہ مسجد تبر بھی معروف ہے۔ عام لوگ اس کو مسجد التبین کہتے ہیں' مگر یہ صحیح نہیں یہ جگہ مطریہ کے قریب ہے۔ تبر کافور اخشیدی کے زمانہ میں حاکم تھا۔ جب جوہر قائد مغرب سے لے کر آیا تو تبر کا فوریہ چھوٹا سا لشکر لے کر اس کے مقابلہ کیلئے گیا اور جنگ میں شکست کھا کر اسفل ارض چلا گیا۔ جوہر نے اس کے پاس پیغام بھیجا جو اس سے ہمدردی کرتا تھا مگر تبر نے ایک نہ سنی اور اس کے خلاف ڈٹا رہا۔

جوہر قائد نے اس کی طرف لشکر بھیجا اور صہرجت کے علاقہ میں اس سے لڑائی ہوئی جس میں وہ مغلوب ہو کر قید ہوا' اس کو ہاتھی پر سوار کر کے قاہرہ میں قید کر دیا۔

وہ ۳۶۰ ہجری کے ماہ صفر تک قید رہا۔اس سے سخت مطالبہ کیا گیا اور اسے کوڑوں سے مارا گیا۔ اس کے سارے مال پر قبضہ کرلیا گیا۔اسی سال کے ربیع الآخر تک اس کے کئی ساتھی قید میں رہے پھر اسے چھوڑ دیا گیا اور وہ چند روز بیمار رہ کر مر گیا موت کے بعد اس کا چمڑا اتارا گیا اور صلیب پر لٹکایا گیا۔ ابن عبدالظاہر نے کہا کہ تبر کے چمڑے میں توڑی بھر کر صلیب پر رکھا گیا۔عوام اس کی مسجد کو اس کے نام سے یاد کرتے ہیں جیسا کہ ہم ذکر کر آئے ہیں۔بعض مورخین نے کہا مذکور جوہر قائد صقلی غلام رافضی شیعہ تھا۔"محل انور جامع ازہر" اس کے آثار قدیمہ سے ہے۔

سید حسین ابوالعلاء الحسینی رضی اللہ عنہ

قطب شعرانی نے طبقات میں ذکر کیا کہ شیخ حسین ابوعلی کامل عارفین اور اصحاب الدوار الکبریٰ سے تھے وہ مختلف اطوار میں متشکل ہوتے رہتے تھے۔ایک دفعہ تم ان کے پاس جاؤ تو ان کو فوجی دیکھو گے پھر دوسری بار ان کے پاس جاؤ تو ان کو درندہ دیکھو گے پھر کسی اور وقت جاؤ تو وہ تم کو ہاتھی نظر آئیں گے پھر وہاں جاؤ تو چھوٹا سا بچہ دیکھو گے وہ چالیس سال تنہائی میں رہے اور دروازہ بند رکھا صرف ایک روشن دان کے سوا جس سے اندر ہوا داخل ہوتی تھی اس مکان میں اور کوئی راستہ نہ تھا وہ زمین سے مٹی کی مٹھی اٹھاتے اور لوگوں کے ہاتھوں سونا اور چاندی دیتے جو شخص فقراء کے حال سے واقف نہ ہوتا وہ ان کو کیمیا گر کہتا تھا۔جب خواجہ ابن برلسی نے مکان بنانا شروع کیا تو اس کے دشمنوں نے کہا یہ عظیم اخراجات شیخ حسین کی کیمیا گری کا نتیجہ ہے۔

لوگوں نے بعض اشرار سرکشوں کو ان کے قتل پر رشوت دے کر اکسایا۔انہوں نے شیخ کے پاس جا کر تلواروں کے ساتھ ان کے ٹکڑے کر دیئے اور ان کو پکڑ کر ٹیلہ پر پھینک دیا۔اس قتل کے عوض انہوں نے ایک ہزار دینار لیا۔جب صبح ہوئی تو انہوں نے شیخ حسین کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔آپ نے ان سے فرمایا تم کو چاندی کی روشنی نے دھوکہ دیا ہے۔وہ جس راستہ میں جاتے نیولے ان کے پیچھے پیچھے جاتے اسی لئے ان کے ساتھیوں کو نموسیہ کہا جاتا ہے۔

شیخ حسین رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ان افعال سے بری الذمہ تھے جن میں ان کی گردنیں اڑا دی گئیں۔شیخ عبید آپ کا ساتھی تھا جو اب آپ کے پاس مدفون ہے اور وہ مثقوب اللسان

تھے' کیونکہ وہ اکثر ایسا کلام کرتے جس کی کوئی تاویل نہ ہوتی تھی۔

بعض معتمد علیہ اشخاص نے مجھے خبر دی کہ وہ شیخ عبید کے ہمراہ ایک جہاز میں سوار تھے' جہاز کیچڑ میں پھنس گیا' کوئی شخص اس کو ہلانے پر قادر نہ تھا' شیخ عبید نے کہا اس کورسی کے ساتھ میرے خود کے ساتھ باندھ دو' میں اتر کر اسے کھینچتا ہوں۔

لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ شیخ نے اس کو اپنے خود کے ساتھ کھینچا تو جہاز کیچڑ سے نکل کر سمندر میں آ گیا۔

آپ رضی اللہ عنہ ۸۹۳ ہجری میں فوت ہوئے اور مصر میں دریائے نیل کے کنارے بولاق میں اپنے گھر میں مدفون ہوئے۔

سیدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا

آپ قاسم بن محمد بن جعفر صادق رضی اللہ عنہم کی صاجزادی ہیں۔ آپ کی قبر شریف مصر میں خندق کے قریب قریش کے قبرستان میں ہے۔

آپ رضی اللہ عنہا جعفر بن موسیٰ بن اسماعیل بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق رضی اللہ عنہم کی والدہ ہیں۔ آپ زاہدہ خواتین سے تھیں۔ "خطط"

طبقات امام ناوی میں سیدی جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حالات میں ذکر کیا کہ سیدنا جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا صاجزادہ قاسم تھے اور سیدی قاسم کی صاجزادی ام کلثوم تھی۔

یہ دونوں حضرات "قرافہ" میں لیث بن سعد کے قریب مدفون ہیں جو درب کے بائیں جانب ہے۔

بعض نے اس کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ بعض نسب کے ماہرین نے کہا کہ سیدنا جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں کوئی ایسا شخص نہیں جس کا نام قاسم ہو اور سیدہ ام کلثوم سیدی جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی حقیقی بیٹی ہے۔

سیدہ بنت محمد ابن جعفر صادق رضی اللہ عنہم

آپ سخت غیور ہمیشہ نماز روزہ سے رہتیں' دنیاداروں کی طرف ہرگز توجہ نہ فرمائیں اور نہ ہی ان سے نذرانے قبول فرماتی تھیں۔ آپ کی قبر شریف دعاؤں کی مقبولیت میں مشہور و معروف ہے۔ آپ کی قبر شریف کی زیارت کرنے والا جب قبہ میں داخل ہو تو وہ بہت مانوس ہو جاتا ہے۔

آپ کی قبر شریف حضرت عمرو بن عاص کے قریب امام شافعی کی قبر شریف کے غربی جانب ہے ''رضی اللہ عنہم'' روایت ہے کہ اہل مصر آپ کی قبر شریف پر بارش طلب کرنے آئے جب کہ دریائے نیل خشک ہو گیا تھا تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاری ہو گیا۔ آپ ۳۴۰ ہجری میں فوت ہوئیں۔ ''کواب سیارہ''

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت قاسم

آپ سیدہ طاہرہ فاطمہ بنت قاسم بن محمد مامون بن جعفر صادق رضی اللہ عنہم ہیں آپ کو 'عینا' کہا جاتا تھا کیونکہ آپ کی آنکھیں بڑی خوبصورت تھیں۔ آپ کے خادم نے روایت کی کہ وہ سورۃ کہف پڑھ رہا تھا۔ ایک جگہ غلطی ہوئی تو قبر شریف کے اندر سے آپ نے اس کی غلطی کی تصحیح فرمائی۔

روایت ہے کہ آپ کی آنکھیں سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے مشابہ تھیں۔ ''کواکب سیارہ''

سیدہ آمنہ بنت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہما

آپ رضی اللہ عنہا کے خادم وزاری نے حکایت کی کہ وہ رات آپ کی قبر شریف سے قرآن کی قرأت سنا کرتے تھے۔ روایت ہے کہ ایک شخص بیس سیر تیل لایا اور آپ کے خادم سے عہد لیا کہ وہ اسے ایک رات میں جلا دے۔ خادم نے تیل قندیل میں ڈال دیا تو وہ ذرہ بھر نہ جلا۔ اس سے خادم متعجب ہوا اور خواب میں سیدہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ آپ اسے فرماتی ہیں سمجھدار انسان! اس شخص کا تیل واپس کر دو اور اس سے پوچھو کہ اس نے یہ تیل کہاں سے لیا ہے' کیونکہ ہم پاکیزہ مال قبول کرتے ہیں۔

جب صبح ہوئی تو خادم اس شخص کے پاس آیا جس نے اسے تیل دیا تھا اور کہا اپنا تیل لے لو۔

اس نے کہا کیوں اسے لے لوں؟ اس نے کہا یہ تو جلتا ہی نہیں ہے اور میں نے سیدہ رضی اللہ عنہا کو خواب میں دیکھا۔ وہ فرماتی ہیں پاکیزہ مال ہی قبول کیا جائے گا۔

اس نے کہا سیدہ سچ فرماتی ہیں۔ میں ٹیکس کی وصولی کا کام کرتا ہوں۔ اس نے کہا اٹھو اور اسے لے لو۔ اس نے تیل واپس کر دیا۔

آپ رضی اللہ عنہا کی قبر شریف بھی ''قرافہ'' میں ہے۔ ''کواکب سیارہ''

سید یحییٰ شبیہ

ابن قاسم طیب رضی اللہ عنہ

اہل بیت کرام سے سید یحییٰ بن قاسم طیب بن محمد مامون بن جعفر صادق ہیں۔رضی اللہ عنہم قرشی نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا کہ آپ سرورکائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے۔ابن نحوی نے کہا آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان ایک نشان تھا جو ''خاتم النبوت'' کے مشابہ تھا۔آپ جب حمام میں داخل ہوتے تو لوگ دونوں کندھوں کے درمیان نشان کو دیکھا کرتے تھے اور سرورکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود پاک کثرت سے پڑھتے تھے۔جب مصریوں نے آپ کی تشریف آوری کی خبر سنی تو استقبال کیلئے مصر سے باہر آ گئے' آپ کو ابن طولون حجاز مقدس سے لایا تھا مصر میں آپ کی تشریف آوری کا دن یوم مشہود تھا (لوگوں کا بہت ہجوم تھا) آپ کی قبر شریف ''قرافہ'' میں آپ کے بھائی عبداللہ کی قبر شریف کے ساتھ قبہ کے درمیان میں ہے۔اس پر پتھر کی تختی پر آپ کا نسب شریف مکتوب ہے۔

عبادت' طہارت' فقاہت اور صلاحیت میں اپنے بھائی کے نقش قدم پر تھے۔یہ عظیم تر مقام اجابت دُعا میں مشہور ومعروف ہے۔

''قبہ درید'' میں سیدی قاسم طیب کی بیوی ہے جو اپنے والد ماجد کی قبر کی ایک طرف ہے۔وہ زاہدہ عابدہ خاتون اور سیدہ تھی۔رضی اللہ عنہا! ''کواکب سیارہ''

سید یحییٰ بن حسن رضی اللہ عنہ

اہل بیت کرام سے سید یحییٰ بن حسن انور ہیں جو سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں۔آپ کی ہمشیرگان میں سے ان کے سوا مصر میں کوئی ہمشیرہ نہیں۔آپ رضی اللہ عنہ کی کوئی نرینہ اولاد نہیں۔

حکایت ہے کہ آپ کی قبر شریف پر نور دیکھا جاتا تھا۔ابوالمنذر نے کہا میں سید یحییٰ کی قبر شریف پر گیا اور میں آداب زیارت اچھی طرح پورے نہ کر سکا۔

اپنے پیچھے ایک قائل کو میں نے سنا وہ کہہ رہا تھا۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔ (کواکب سیارہ)

کواکب سیارہ میں ہے کہ سید یحیٰ رضی اللہ عنہ کی قبر شریف سے باہر آتے وقت سالک کی بائیں طرف مشہد شریف کے سامنے اونٹوں کے باڑہ کے مشابہ مقام ہے جس میں سادات کی جماعتیں ہے' کہا جاتا ہے وہاں سادات کرام کی نوجوان صاحبزادیاں تشریف رکھتی ہیں۔ "رضی اللہ عنھن" طباطبا ابراہیم ابن اسماعیل رضی اللہ عنہما

آپ ابراہیم بن اسماعیل بن ابراہیم بن حسن مثنی بن حسن سبط بن علی بن ابی طالب ہیں۔ رضی اللہ عنہم۔ نسب کے ماہر علماء کے نزدیک اس نسب شریف کی صحت میں کوئی اختلاف نہیں۔ "درر الاصداف" البتہ طباطبا کا انتقال مصر میں نہیں ہوا اور نہ ہی آپ کی وفات وہاں معروف ہے۔ آپ کو طباطبا اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ کی زبان شریف میں لکنت تھی۔ "مختصر التواریخ"

ابوبکر خطیب نے کہا جب آپ ہارون رشید کی خلافت کے زمانہ میں بغداد تشریف لائے اور اس نے آپ کی آمد سنی تو آپ کو پیغام بھیجا۔ آپ نے یہ گمان کیا کہ کسی نے آپ کی غیبت کی ہوگی۔ آپ رشید کے پاس تشریف لے گئے تو وہ احتراماً کھڑا ہوگیا اور آپ کو اپنے پاس بٹھایا اور عرض کیا کہ ابا اسحاق! کوئی حاجت وغیرہ ہو تو فرمائیں آپ نے فرمایا مجھ پر صاحب طبا یعنی صاحب قبا نے ظلم کیا ہوا ہے۔ آپ قاف کو طا سے بدل کر کلام فرماتے تھے۔

تاریخ ابن خلکان میں ہے آپ کو اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ کی زبان میں ثقل تھا وہ قاف کو طا میں بدل دیتے تھے۔ آپ نے کپڑے طلب فرمائے تو آپ کے غلام نے کہا میں قمیص لاؤں؟ آپ نے فرمایا نہیں طبا طبا لاؤ' اس سے آپ کی مراد "قبا قبا" تھا۔ اس لئے آپ کا لقب ہی طبا طبا مشہور ہوگیا۔

سیدی قاسم بن طباطبا رضی اللہ عنہما

سیدی طباطبا کی حقیقی اولاد میں سے قاسم رسی ہیں۔ "رس" مدینہ منورہ سے متعلق ایک گاؤں ہے جس میں آپ کی سکونت تھی' اس لئے آپ اس کی طرف منسوب ہیں تاریخ ابن خلکان میں ہے رسی کی را مفتوح اور شین مشدد ہے۔

ابن سمعانی نے کہا حضرات سادات علویہ سے ایک قبیلہ کی طرف آپ کی نسبت ہے۔

جب سیدی قاسم مصر پہنچے تو جامع عتیق میں تشریف فرما ہوئے اور آپ سے حدیث شریف کی سماعت کیلئے لوگ جمع ہوئے اور آپ کیلئے کثیر مال جمع کیا جس کو قبول کرنے سے آپ نے انکار کردیا' اہل مصر کو آپ سے محبت اور زیادہ ہوگئی۔ آپ مستجاب الدعاء تھے۔

سید قاسم رضی اللہ عنہ کا حلیہ شریف اور ارشادات

آپ کے غلام نے کہا سید قاسم رضی اللہ عنہ کا رنگ سفید اور ابرو ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے۔ آپ ہمیشہ خشوع وخضوع میں رہتے اور قرآن وحدیث کے سوا کلام نہ کرتے تھے۔ آپ حدیث کی سند یوں بیان فرماتے۔ مجھے میرے باپ نے میرے دادا سے انہوں نے اپنے والد حسن سبط سے' انہوں نے علی بن ابی طالب سے خبر دی ''رضی اللہ عنہم'' آپ فرمایا کرتے تھے جس نے بقاء کا ارادہ کیا حالانکہ کسی کو بقاء نہیں۔ وہ چادر پہنے' زیادہ غذا نہ کھائے اور عورتوں کے ساتھ مجامعت کم کرے آپ نے فرمایا بہتر عورتیں پاکیزہ خوشبو والی ہیں۔ سیدی قاسم رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم تھے' کہا جاتا ہے۔ آپ حجاز میں واپس تشریف لے گئے اور ''رس'' میں انتقال فرماگئے۔ آپ کی وفات ۳۲۶ ہجری میں ہوئی۔ ''کواکب سیارہ'' میں ہے یہ مشہد قبر ہے جس پر ابراہیم طباطبا بن اسماعیل دیباج بن ابراہیم قمر بن حسن مثنیٰ بن حسن سبط بن سیدنا علی بن ابی طالب لکھا ہوا ہے۔ ''رضی اللہ عنہم''

سیدی طباطبا کی اولاد

''صاحب کواکب سیارہ'' نے ایک اور جگہ ذکر کیا کہ اس تربت میں سیدی طباطبا کے حقیقی بیٹے حسن اکبر' حسن اصغر' عبداللہ' احمد' بغاء کبیر' ازرق کبیر اور ازرق صغیر ہیں اور حسن کبیر کی اولاد سے اس تربت میں علی بن حسین بن طباطبا ہیں۔ رضی اللہ عنہم

سیدی طباطبا کا ترکہ

کہا جاتا ہے کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کا ترکہ تین سو قناطیر سونا (پونے چار من) نصف اور سبع قناطیر چاندی (۳۲ سیر) ایک سو غلام اور ایک سو لونڈی تھی۔

آپ نے ترکہ کی تہائی صدقہ کرنے کی وصیت فرمائی۔ آپ ۳۵۵ ہجری میں فوت ہوئے۔

سیدی احمد بن علی رضی اللہ عنہما

صاحب کواکب سیارہ نے کہا اس مشہد شریف میں احمد بن علی بن حسن طباطبا رضی اللہ عنہم سیدی احمد رضی اللہ عنہ تعجب خیز کلام فرمایا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے انہوں نے اپنے باپ کا سارا مال صدقہ کر دیا تھا حتیٰ کہ اپنے خرچ کیلئے بھی کچھ نہ چھوڑا اور رات دن میں صرف ایک مرتبہ کھانا کھاتے تھے۔

جب ابن طولون کو پتہ چلا تو وہ مصر کے ایک گاؤں میں ٹھہر گیا۔ آپ کے پاس سفارش کرتا اور لوگوں کی حاجات پوری کرتا تھا۔ ابن زولاق نے کہا جتنے بھی سادات کرام رضی اللہ عنہم مصر میں تشریف لائے۔ سیدی محمد بن علی حسن طباطبا سے زیادہ لوگوں پر شفقت اور ان کی حاجات پوری کرنے والا کوئی نہ تھا۔

سیدی عبد اللہ بن علی رضی اللہ عنہما

صاحب کواکب سیارہ نے کہا اس مشہد شریف میں سیدی عبد اللہ بن علی بن حسن ہیں رضی اللہ عنہم ابن نحوی نے کہا سیدی عبد اللہ بن علی رضی اللہ عنہ شریف، جمیل، عفیف اور فصیح تھے۔

آپ کے کثیر مکانات اور وسیع دائرہ تھا۔ آپ فقراء، بیواؤں اور بھولے بھٹکوں کو بہت تلاش کیا کرتے تھے۔

سیدی عبد اللہ بن احمد رضی اللہ عنہما

ابن زولاق نے ذکر کیا کہ مجھے عبد اللہ بن احمد بن طباطبا نے خبر دی کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان میں ایک طاق ہے۔ میں اس میں اوپر گیا اور اس میں چلنے پھرنے لگا، وہاں میں نے ایک چارپائی دیکھی جس پر ایک خاتون بیٹھی ہوئی تھی میں نے یقین کیا کہ وہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ ہے۔ رضی اللہ عنہا میں نے سلام عرض کیا۔ انہوں نے فرمایا تم کون ہو؟

میں نے کہا عبد اللہ بن احمد بن طباطبا۔ انہوں نے بلند آواز سے فرمایا۔ فاطمہ تمہارا بچہ آیا ہے۔ سیدہ خدیجہ کے بائیں طرف ایک مکان سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا باہر تشریف لائیں۔ میں کھڑا

ہو گیا۔انہوں نے فرمایا مرحبا نیک بچہ ہے۔

پھر وہ شخص آئے میں جانتا ہوں وہ حسن وحسین تھے رضی اللہ عنہما میں نے ایک کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔انہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔یہ تمہارے چچا ہیں۔

پھر ایک باوقار بزرگ تشریف لائے۔ان میں سے ایک (امام حسن) نے کہا یہ تمہارے دادا سے علی بن ابی طالب ہیں رضی اللہ عنہ پھر میں نے دیکھا ایک خوبصورت بزرگ تشریف لائے۔میں ان کے پاؤں پر گر پڑا۔انہوں نے مجھے روکا اور فرمایا ایسا نہ کرو۔مرحبا! عبداللہ نیک بچہ ہے اور بیٹھ کر آپس میں گفتگو فرمانے لگے' میں اب تک ان کی پاکیزہ گفتگو کو بھولا نہیں ہوں۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر طاق سے اتارا' میرا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں تھا اور مجھے فرمارہے تھے زمین پر پہنچ گئے ہو؟ میں کہہ رہا تھا نہیں حتیٰ کہ میرے پاؤں کا انگوٹھا زمین پر لگ گیا۔جب میرا پاؤں زمین پر پہنچا تو میں مجنون کی طرح بیدار ہو گیا مجھے کچھ سمجھ نہ آتا تھا۔وہ میرے پاس معوذتین لے کر آئے اور میرے گلے میں تعویذ لٹکا دیا۔

یہ واقعہ ابو عبداللہ زیدی کو معلوم ہوا تو وہ میرے پاس آئے اور مجھ سے واقعہ پوچھا۔میں نے اس کو خبر دی تو اس نے کہا افسوس! میں تمہارے ساتھ ہوتا۔

ابن نحوی نے اپنی کتاب ''الرد علی اولی الرفض'' میں کہا۔سیدی عبداللہ ابن احمد کے دروازہ کی دہلیز میں دو شخص تھے جو فقراء کے حلوہ کیلئے باوام اور پستے توڑا کرتے تھے۔

آپ ہر روز کافور کے پاس ان سے بنی ہوئی دو روٹیاں بھیجا کرتے تھے ایک مصری نے کافور سے کہا یہ شخص تمہاری قدر و منزلت کم کرتا ہے۔

کافور نے آپ کو پیغام بھیجا۔سید صاحب آج کے بعد میرے پاس کوئی شے نہ بھیجیں۔آپ نے روٹیاں بھیجنی بند کر دیں' کافور نے آپ سے ملاقات کی اور عرض کیا آپ جو میری طرف بھیجا کرتے تھے وہ بھیجا کریں۔آپ نے فرمایا جو میں تمہارے پاس بھیجتا تھا تمہاری قدر و منزلت گھٹانے کیلئے نہ بھیجتا تھا' میری والدہ اپنے ہاتھ سے آٹا گوندھتی اور اس پر قرآن ختم کیا کرتی تھی۔

کافور نے کہا درست ہے اس کے بعد کافور وہی روٹیاں کھایا کرتا تھا۔

نسابہ نے اپنی کتاب میں کہا ۳۴۳ ہجری میں ایک شخص نے خواب میں سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میں آپ کی زیارت کا مشتاق ہوں میرے پاس مال نہیں جو مجھے آپ تک پہنچائے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ عبداللہ بن احمد بن طباطبا کی زیارت کرلیا کرو گویا کہ تم میری زیارت کرلو گے۔

وفات

سیدی عبداللہ بن احمد ۳۴۸ ہجری میں مصر میں فوت ہوئے۔ طبقات شعرانی میں ہے کہ آپ "امام لیث" کے قریب دفن ہوئے۔ کواکب سیارہ میں ذکر کیا ان کے ساتھ والے قبہ میں سیدی عبداللہ کے والد احمد مدفون ہیں۔ یہ احمد جلیل القدر فاضل تھے۔ سائل مانگتا تو اسے اپنے کپڑے اتار دیتے تھے۔ ابوجعفر نے کہا احمد بن علی بن طباطبا فصیح شاعر بھی تھے۔ آپ کا یہ شعر ہے۔

لقد غرت الدنیا اناسا فاصبحوا سکاری بلا عقل
وما شربوا خمرا وقد خدعتهم من زخارفها بما
غدوا منه فی کرب وقد کابدوا ضرا

دنیا نے لوگوں کو غرور میں ڈال دیا وہ اس میں بے ہوش ہو گئے ان کی عقل جاتی رہتی حالانکہ انہوں نے شراب نہیں پیا دنیا نے اپنی فریب کاریوں کے باعث ان کو دھوکا دیا جس سے وہ مصائب میں مبتلا ہوئے اور تکالیف اٹھائیں۔

مشہور دیوانوں میں ان کے کثیر اشعار پائے جاتے ہیں۔

سخاوت

ایک شخص سیدی احمد کے پاس آیا اور آپ سے مال طلب کیا آپ نے کہا میرے ہاں تو کوئی شے نہیں، البتہ مجھے بازار میں لے جاؤ اور فروخت کردو۔ اس نے آپ کو ساتھ لیا اور ماردانی وزیر کے پاس لایا تاکہ وہ آپ کو خرید کرلے۔ وزیر نے کہا میرے پاس مال نہیں ہے جو آپ کی قیمت ہو۔ پھر اس شخص کو ایک ہزار دینار دے دیئے۔

ارشادات

سیدی احمد بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ شدید ترین شرمندگی سوال کرنے سے شرمندگی ہے اور سخت ندامت گناہوں سے ندامت ہے۔

ابوالقاسم رضی اللہ عنہ

تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ سیدی طباطبا کی اولاد سے سیدی ابوالقاسم احمد ابن محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن طباطبا بن اسماعیل بن ابراہیم بن حسن بن حسن بن علی طالب ہے۔رضی اللہ عنہم آپ حسنی سید ہیں اور مصر میں ابوطالب کی اولاد کے نقیب تھے اور اکابر علماء سے ہیں، زہد و تقویٰ میں ان کے لطف انگیز اشعار غزلیں وغیرہ ہیں۔

وفات

سیدی ابوالقاسم رضی اللہ عنہ ۳۴۵ھ ہجری میں ۲۵ شعبان کو منگل کے روز فوت ہوئے اور مصر کے قبرستان میں "مصلی جدید" کے پیچھے مدفون ہوئے اس وقت آپ کی عمر شریف ۶۴ برس تھی۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا

صاحب کواکب سیارہ نے کہا اس مشہد شریف میں قبہ کے دروازہ کے قریب سیدہ خدیجہ بنت محمد بن اسماعیل بن قاسم رسی بن ابراہیم طباطبا کی قبر شریف ہے۔آپ زاہدہ عابدہ تھیں اور سیدی عبداللہ بن احمد جب کا پہلے ذکر ہو چکا ہے کی بیوی تھیں۔آپ کے شوہر سیدی عبداللہ نے فرمایا وہ رات بھر نماز پڑھنے میں مجھ پر سبقت لے گئیں۔میں نے ان کو کبھی ہنستے نہیں دیکھا۔

وفات و کرامت

سیدہ خدیجہ بنت محمد رضی اللہ عنہا ۳۲۰ ہجری میں فوت ہوئیں۔ان کے شوہر عبداللہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی وہ اسی قبہ میں ان کے پاؤں کی طرف مدفون ہیں۔

سیدہ خدیجہ بنت محمد رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کی عجیب حکایت بیان کی کہ میں اپنے شوہر عبداللہ کے ہمراہ دریائے نیل پر ان کے گھر آئی۔وہاں ان کا سامان اور کپڑے تھے۔میں نے ایک شخص دیکھا کہ اس نے دروازہ کھولا اور جو کچھ گھر میں تھا سب اکٹھا کر کے اپنے سر پر اٹھالیا۔میں اسی

مکان میں تھی۔ میں نے اس سے کلام کا ارادہ کیا تو میرے شوہر نے اشارہ سے مجھے خاموش کردیا۔ وہ سیڑھیوں میں مجھے دھکیل رہا تھا اور سید عبداللہ اس کو دیوار سے بچا رہے تھے تاکہ اس کو چوٹ نہ آجائے۔ جب وہ نیچے اتر گیا تو میں نے اپنے شوہر سے کہا یہ ہمارا سامان ہے آپ نے اس کو رہنے نہیں دیا۔ چور پکڑ کرلے گیا ہے۔ انہوں نے کہا تم نہیں جانتی ہو' یہ فعل اس کی توبہ کا سبب ہوگا۔

ابھی تھوڑا ہی وقت گزرا ہوگا کہ ایک شخص آیا اس کے ساتھ غلام اور خادم تھے اور کہا یا سیدی میں آپ کے ساتھ تنہائی میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں' آپ اس کے ساتھ علیحدہ چلے گئے' اس نے کہا کیا آپ کو وہ شخص یاد ہے جس کو آپ دیوار سے بچاتے تھے۔ فرمایا ہاں جانتا ہوں۔ اس نے کہا یا سیدی وہ میں ہوں۔ اللہ نے آپ کے سامان میں برکت ڈالی اور یہ سارا سامان اس کی بدولت ہے اور ہزار ہا درہم میرے پاس ہیں اور یہ ایک ہزار درہم وہ غلام اور دو لونڈیاں لے کر آیا ہوں آپ مسکرائے اور فرمایا جب سے میں نے تجھے دیکھا ہے تیرے لئے برکت کی دعائیں کرتا رہا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں تجھ سے کوئی شے قبول نہ کروں گا پھر میرے پاس تشریف لائے اور مجھے اس واقعہ سے خبردار کیا۔

ابوالحسن علی بن حسن رضی اللہ عنہ

اس مشہد شریف میں مغربی دیوار کے قریب ابوالحسن علی بن حسن بن علی بن محمد بن محمد ابن علی بن حسن بن طباطبا کی قبر شریف ہے اور صاحب الحوراء کے نام سے مشہور ہے۔ آپ پہلی عمر میں رات بھر سوتے رہتے تھے۔ آپ ایک رات سوئے تو خواب میں جنت اور اس میں حوریں دیکھیں۔ آپ کو ایک حور بڑی پسند آئی تو اسے فرمایا تو کس کی حور ہے؟ اس نے کہا جو میری قیمت ادا کردے۔ آپ نے فرمایا تمہاری قیمت کیا ہے؟ اس نے کہا رات بھر بیدار رہنا۔

آپ نے فرمایا۔ بخدا! اس کے بعد میں نہیں سویا۔

دوسری بار پھر اس حور کو دیکھا وہ کہہ رہی تھی آپ نیند سے بچتے رہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارا عقد فسخ ہوجائے۔

ابن عثمان رضی اللہ عنہما نے روایت کی ابوالحسن رضی اللہ عنہ نے خواب میں ایک لونڈی دیکھی جو آسمان سے زمین پر اتری اور اپنے چہرے کے نور سے ساری دنیا روشن کردی۔

انہوں نے کہا تو کس کی ہے؟

اس نے کہا جو میری قیمت ادا کردے۔ فرمایا تیری قیمت کیا ہے؟

اس نے کہا ایک سو قرآن کریم کا ختم۔ آپ نے ایک سو قرآن پڑھا۔

جب فارغ ہوئے تو پھر اسے خواب میں دیکھا اور فرمایا جو تم نے کہا تھا' میں نے پورا کر دیا ہے۔ اس نے کہا سید صاحب! آپ کل رات ہمارے پاس ہوگے۔ صبح ہوئی تو آپ نے تیاری شروع کردی اور لوگوں کو اپنی وفات سے خبردار کردیا اور اسی روز آپ انتقال فرما گئے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

ابن عثمان نے کہا ان کی قبر کے پاس ان کے غلام فرج کی قبر ہے جو ان سے پہلے فوت ہو چکا تھا جب لوگوں کو کوئی مصیبت درپیش ہوتی تو وہ کہتے۔

اللّٰھُمَّ بحرمة فرج فرج فیفرج اللّٰہ عنھم ببرکته — اے اللہ فرج کا صدقہ ہم سے مصیبت ٹال دے تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان کو مصیبت سے رہائی دیتا۔

ابو محمد رضی اللہ عنہ

اس مشہد شریف میں ابو محمد حسن بن علی بن احمد بن علی بن حسن بن طباطبا رضی اللہ عنہم کی قبر شریف ہے۔ آپ بہت بڑے زاہد تھے آپ نے کہا میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے خاندان سے آپ کے زیادہ قریب کون ہے؟

آپ نے فرمایا جس نے دنیا کو پس پشت ڈالا' آخرت کو اپنا نصب العین بنایا اور میری ملاقات کے وقت اس کا اعمال نامہ گناہوں سے صاف ہو۔ آپ ۳۵۴ ہجری میں فوت ہوئے۔

طبقات شعرانی میں ذکر کیا ہے کہ صاحب رؤیا سید عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں جو ابراہیم بن حسن بن حسن کی اولاد سے ہیں کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ دونوں سے اس کا وقوع ممنوع نہیں ہے۔

ابوالقاسم رضی اللہ عنہ

"کواکب سیارہ" میں ذکر کیا کہ ان حضرات سادات کرام کے ساتھ اس قبہ میں ابوالقاسم یحیٰ

بن علی بن محمد بن جعفر بن علی بن حسین بن سیدنا علی المرتضیٰ ہیں رضی اللہ عنہم صاحب کو اکب نے کہا یہ صحیح نسب ہے۔ شیخ ابو جعفر شیخ النسابہ نے کہا یہ ابوالقاسم یحییٰ علوی خاندان کے بہت بڑے بزرگ ہیں۔ آپ اپنے زمانہ میں حاکم تھے۔

اس مشہد شریف میں سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آل سے بہت حضرات اہل علم اور اہل صلاح مدفون ہیں۔ چنانچہ سہل بن احمد برمکی جو طولونی حکومت کے وزیر تھے۔ خیرات میں بہت مشہور تھے۔ فقراء پر کثیر خرچ کرتے اور آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے محب تھے۔ اس نے سادات کرام رضی اللہ عنہم میں رغبت کے باعث ان کے قریب تربت بنائی جو اس کی طرف منسوب ہے۔ جب اس کی وفات قریب ہوئی تو اس نے اپنے گھر والوں سے وعدہ لیا کہ روئیں گے نہیں اور ان کو حکم دیا کہ مذکور تربت میں ان کو دفن جائے اور یہ اشعار پڑھے۔

اذا ما بکی الباکون حولی تحرقا وقالوا
جمیعا مات سھل بن احمد فقلت لھم
لا تندبونی فاننی مع السادة الاطھار
ال محمد

جب میرے اردگرد غمناک ہو کر رونے والے روئیں گے اور سب یہ کہیں گے کہ سہل بن احمد فوت ہو گیا میں نے ان سے کہہ دیا ہے کہ مجھ پر نہ روئیں کیونکہ میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ال سادات کرام کے ساتھ ہوں۔

ابوالحسن رضی اللہ عنہ

سید طباطبا رضی اللہ عنہ کی نسل شریف سے ابوالحسن محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن ابراہیم طباطبا بن اسماعیل ابن ابراہیم بن حسن مثنیٰ بن حسن سبط بن علی بن ابی طالب ہے۔ رضی اللہ عنہم

''معاہد التنصیص'' میں ہے کہ سیدی ابوالحسن ماہر حاذق شاعر اور محقق عالم تھے' آپ اصبہان میں پیدا ہوئے اور ۳۲۲ ہجری میں وہیں فوت ہوئے۔ اصبہان میں ان کی کثیر اولاد ہے' ان میں علماء اور ادیب ہیں۔ آپ ذکاوت' صفا طبع اور ذہانت میں بہت مشہور تھے۔ آپ کی تصنیفات سے ''کتاب عیار الشعر' کتاب تہذیب الطبع اور کتاب العروض'' معروف ہیں۔ آپ سے پہلے آپ کی مثال نہیں ملتی۔ آپ کے اشعار سے ایک قصیدہ ہے جس میں تیس بیت ہیں ان میں لفظ راء نہیں اور نہ ہی لفظ کاف ہے اس کا پہلا بیت یہ ہے۔

یا سیدا دانت لہ السادات وتتابعت فی فعلہ الحسنات

اے گرامی قدر سید جسکے تابع تمام سادات ہیں اسکے فعل حسنات ہی حسنات ہیں۔

کچھ ان کے اشعار قصیدہ کی وصف میں ہیں ان کا میزان خلیل کے نزدیک متفاعلن متفاعلن فعلات کی برابری کرتا ہے۔ آپ کے شعر میں ابوعلی رسی کی ہجو ہے اسے دعا اور برص سے شرمندہ کرتے ہیں۔

انت اعطبت من دلائل رسل اللہ آیابھا
علوت الرؤوسا جئت فردا بلا اب
وبیمناك بیاض فانت عیسیٰ وموسیٰ

تو اللہ کے رسولوں کے دلائل سے معجزات دیا گیا ہے جن کے باعث تو بڑے بڑے افاضل پر فوقیت لے گیا ہے تو تنہا باپ کے بغیر پیدا ہوا اور تیرے ہاتھ میں روشنی ہے پس تو عیسیٰ اور موسیٰ ہے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

اہل بیت کرام سے سیدہ فاطمہ بنت سید علی رضا ہے۔ ''رضی اللہ عنہا''

کواکب سیارہ میں ہے۔ بویطی رضی اللہ عنہ کی قبر کی جانب سیدہ فاطمہ بنت سید علی رضا ابن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب کی قبر شریف ہے۔ رضی اللہ عنہم

بشیر بن سعد جوہری کے ساتھ آپ کا عجیب وغریب واقعہ ہوا کہ لوگ سخت قحط زدہ ہوئے۔ آپ کے شوہر فوت ہو چکے تھے۔ انہوں نے ایک چھوٹا سا کمرہ باقی چھوڑا نا معلوم اس میں کیا تھا۔ ایک روز سیدہ نے اپنی خادمہ سے فرمایا جب کہ آپ کو سخت تکلیف تھی۔ میں نہیں جانتی ہوں کہ اس کوٹھڑی میں کیا رکھا ہے' اس نے کوٹھڑی کھولی تو اس میں ایک شے دیکھی جو ایک کونہ میں پڑی ہوئی تھی' اسے پکڑا تو وہ صندوقچی تھی جس میں ہار تھا اس پر زنگار آیا ہوا تھا۔ آپ نے خادمہ سے فرمایا اس کو بازار لے جاؤ شاید اس سے کچھ فائدہ ہو اگرچہ آج کے روز کا کھانا ہی دستیاب ہو جائے۔ خادمہ ہار لے کر بازار گئی اور زرگروں کی دوکانوں پر پھری۔ اس نے ایک شخص کھڑا دیکھا جو نیک سیرت تھا۔ اس شخص نے کہا۔ اللہ کی بندی! تیرے پاس کیا ہے خادمہ نے سارا واقعہ بیان کیا۔

اس شخص نے ہار پکڑا اور کچھ وقت غائب ہو جانے کے بعد آیا کہا کیا اسے ایک سو دینار سے فرخت کرو گی؟ خادمہ خاموش رہی اور یہ گمان کیا کہ وہ شخص اسے مذاق کر رہا ہے۔ وہ شخص ہار چھوڑ کر پھر

تھوڑا سا وقت غائب ہوگیا۔ پھر خادمہ کے پاس آ کر کہا اس کی قیمت سو دینار سے زیادہ نہیں۔ خادمہ نے کہا۔ میں ایک شریف سیدزادی کی خادمہ ہوں اور آپ میرے ساتھ مذاق کر رہے ہیں' میری مخدومہ مستجاب الدعا ہے۔ اس شخص نے کہا بخدا! میں مذاق نہیں کر رہا ہوں' میں سچ بات کہتا ہوں' خادمہ نے کہا مال ہاتھ میں لو اور میرے ساتھ میری مخدومہ کے پاس چلو' اس شخص نے مال ہاتھ میں سنبھالا اور خادمہ کے ہمراہ سیدہ کے گھر کی طرف آیا خادمہ اندر گئی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس واقعہ کی خبر دی۔ سیدہ فاطمہ باہر تشریف لائیں اور دروازہ کے پیچھے کھڑی ہوگئیں اور فرمانے لگیں کیا خادمہ جو کچھ کہتی ہے درست ہے؟

اس نے کہا جی ہاں! اس کے بعد اس نے ساری رقم خادمہ کی جھولی میں ڈال دی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اس مال کو دو حصوں میں تقسیم کر' نصف ہمارے لئے اور نصف تم لے جاؤ۔ اس شخص نے کہا خدا کی قسم! مجھے اس مال کی ضرورت نہیں مجھے تو آپ کی دعا کی ضرورت ہے جو قیامت تک میری عاقبت کیلئے ہو۔ سیدہ فاطمہ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تیری نسل میں نیک لوگ پیدا کرے' چنانچہ اس کی نسل سے ابو عبداللہ حسینی' ابوالفضل بن عبداللہ بن حسین بن بشیر جوہری ہیں۔ رضی اللہ عنہم

پھر تو چند قدم قبلہ کی طرف چلے گا تو سید شریف ابوالقاسم فرید جو صاحب الخیار مشہور ہیں۔ ان کا ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص اپنے باپ کے کثیر ترکہ کا وارث ہوا اور اسے ضائع کر دیا' پھر بہت مقروض ہوگیا' قرض خواہ اسے ملا اور اس کے حبس کا اشتام لکھا' پھر لوگوں کو اس کی خبر دی۔ تین روز تک اس کا انتظار کیا' جب تیسرا روز تھا اس نے دل میں کہا اس شخص کا قرضہ کہاں سے دوں گا۔

وہ ''قرافہ'' آیا اور اکثر قبور کی زیارت کی حتیٰ کہ اس قبر شریف تک پہنچا۔ قبر شریف پر اینٹوں کی عمارت تھی' اس نے قبر کی زیارت کی اور اللہ تعالیٰ سے خشوع و خضوع سے دعا کی پھر وہیں سو گیا۔ وہ دیکھتا ہے کہ صاحب قبر نے اس کو ککڑی دی ہے حالانکہ ککڑیوں کا موسم نہ تھا' وہ شخص بیدار ہوا اور ککڑی اس کی گود میں تھی وہ حیران ہوا اور اسی حیرت میں ہی تھا کہ امیر ابن طولون اس کے سر پر کھڑا اسے کہتا ہے میں یہاں سے کئی بار گزر رہا ہوں۔ میں نے تجھے آج ہی دیکھا ہے وہ شخص سیدھا کھڑا ہوگیا اور اپنا سارا واقعہ بیان کیا' پھر اسے ککڑی دے دی۔ امیر ابن طولون نے مال نکالا اور اسے دے کر کہا جاؤ اپنا قرض ادا کرو۔ امیر ابن طولون صالحین کی زیارات میں مشہور تھا۔

سیدہ سناوثنار رضی اللہ عنہا

مزارات سے سنا اور ثنا کا مشہد شریف ہے۔ مقریزی میں ''خطط'' میں ذکر کیا کہ کہا جاتا ہے کہ یہ دونوں محمد بن جعفر صادق رضی اللہ عنہما کی اولاد سے ہیں یہ دونوں ہمیشہ قرآن کریم کی تلاوت فرمایا کرتی تھیں۔ ان میں سے ایک فوت ہوگئیں تو دوسری قرآن مجید کی تلاوت کرتیں اور قرأت کا ثواب اپنی ہمشیرہ کو ہدیہ کرتی رہی حتیٰ کہ فوت ہوگئیں۔

اعلامیہ

بعض اہل بیت کرام کے ذکر میں گزر چکا ہے کہ میں نے ان کے مزار کا تعین نہیں کیا اس کا سبب یہ ہے کہ میرے ہاتھ میں جو مواد ہے اس میں اس کی وضاحت نہیں ہے۔ لیکن میں نے معظم سے پوچھا اور اسے قرافہ صغریٰ میں پایا جہاں امام شافعی رضی اللہ عنہ کی قبر شریف ہے۔ باقی بھی وہاں ہیں' لیکن ان کی علامات مٹ چکی ہیں۔

قرافہ کی تحقیق

مقریزی نے ''خطط'' میں ذکر کیا کہ قاضی ابوعبداللہ محمد بن سلامہ قضاعی نے کہا ''قرافہ'' غض کے بیٹے ہیں۔ ایک نسخہ میں ہے کہ وہ غض بن سیف بن وائل مغافر کے بیٹے ہیں۔ ابوعمرو کندی نے کہا وہ حجد بن یوسف بن وائل بن جیزی بن شراجیل بن مغافر بن یغفر کے بیٹے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ قرافہ سیف بن وائل بن جیزی کے بیٹوں عذافر اور حجف کی والدہ کا نام ہے۔ قضاعی نے غض کہنے میں غلطی کی ہے قریب تر یہ ہے جو کندی نے کہا ہے کیونکہ وہ اس کا زیادہ حافظ ہے۔ یاقوت نے کہا قرافہ مصر میں مشہور قبرستان ہے۔ مغافر قبیلہ کے ساتھ موسوم ہے جسے ''بنو قرافہ'' کہا جاتا ہے۔

اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ مصری ''قرافہ'' دو جگہوں کا نام ہے ایک قرافہ کبریٰ ہے جہاں جامع ہے جس کو جامع الاولیاء کہا جاتا ہے۔ دوسرا قرافہ صغریٰ ہے۔ وہاں امام شافعی کی قبر شریف ہے شروع میں یمن کے قبیلہ مغافر بن یغفر جن کو بنو قرافہ کہا جاتا ہے' کے یہ دونوں خطے تھے۔ پھر قرافہ

کبریٰ قبرستان ہو گیا جہاں مصلی خولان' بقعہ اور جو جامع الاولیاء کا احاطہ ہے۔ اسے مقریزی نے خطط میں ذکر کیا ہے۔ اس نے یہ بھی کہا ہے کہ پہلے لوگ اموات کو مسجد الفتح اور سفح المقطم کے درمیان دفن کرتے تھے اور انہوں نے "ترب جلیلہ" بھی لے لی جو مصلی خولان اور خط مغافر کے درمیان ہے جس کا موضع اب کیمان تراب ہے اور "قرافہ کبریٰ" کے نام سے معروف ہے۔

جب ۶۰۸ ہجری میں بادشاہ کامل محمد بن عادل ابی بکر بن ایوب نے اپنے بیٹے کو امام محمد بن ادریس شافعی کے قریب دفن کیا اور امام شافعی کی قبر پر عظیم الشان قبہ بنایا اور اس کیلئے برکتہ الکبش سے پانی جاری کیا تو لوگوں نے قرافہ کبریٰ سے اپنے مکان امام شافعی کے ارد گرد منتقل کر لئے اور قبریں بنائیں تو وہ قرافہ صغریٰ کے نام سے معروف ہو گیا اور زائد زمین میں قبیلے آباد ہو گئے اور وہ قطعہ جو قلعتہ الجبل سے ملتا ہے وہ سات سو ہجری کے بعد بنا اور جو امام شافعی رضی اللہ عنہ کے قبہ اور قرافہ کے درمیان ہے اس میں امراء اور لشکر گھوڑ دوڑ کیا کرتے ہیں اور وہاں لوگ تفریح کیلئے جمع ہوتے ہیں اور گھوڑ دوڑ سے خوش طبعی کرتے ہیں امراء ایک طرف اور لشکر ان سے علیحدہ دوسری طرف گھوڑے دوڑاتے تھے اور گھوڑ دوڑ میں شرط امیر بیدر کی قبر سے باب القرافہ تک ہوتی تھی۔ پھر محمد بن قلادون کی سلطنت کے امراء نے اس جہت میں قبریں بنائیں۔ امیر یلبغا ترکمانی' امیر طقتمر دمشقی' امیر قوصون اور دیگر امراء نے بنیادیں رکھیں اور لشکر اور عام لوگوں نے بھی بنیادیں رکھیں' انہوں نے قبور' دوکانیں' آٹا پسنے کی چکیاں اور غسل خانے بنائے حتیٰ کہ برکتہ الجیش سے باب القرافہ تک عمارات بن گئیں اور قرافہ میں راستے اور متعدد سڑکیں بنائی گئیں' اس میں عظیم محلات اور عمارت کے باعث کثیر لوگوں نے قرافہ میں سکونت کی رغبت کی اور اس کا نام "ترب" رکھ دیا گیا۔

موسیٰ بن محمد بن سعید نے "کتاب المعرب" میں اخبار مغرب ذکر کرتے ہوئے کہا کہ میں کئی روز فسطاط میں رہا۔ یہ قرافہ کی شرقی جانب ہے' وہاں رؤسا کے مکانات ہیں اور وہاں قبور ہیں جن پر شاندار عمارات بنائی گئی ہیں۔ ان میں ایک بلند قبہ مزین کیا گیا ہے جس میں امام شافعی رضی اللہ عنہ کی قبر شریف ہے۔ وہاں ایک جامع مسجد اور کثیر تعداد میں قبریں ہیں جن پر قراء کے اوقاف ہیں اور شافعیوں کا ایک بہت بڑا مدرسہ ہے۔ کسی وقت خالی نہیں ہوا خصوصاً چاندنی راتوں میں۔ اہل مصر کے مجتمعات سے یہ معظم اور پاکیزہ مقام ہے۔ میں اس بارے میں کہتا ہوں۔

ان القرافة قد حوت ضدين دنيا و اخرى فهي نعم المنزل
يغشى الخليع بها السماع مواصلا ويطوف حول قبورها المتبتّل
كم ليلة بتنابها و نديمنا لحن يكاد يذوب منه الجندل
والبدر قد ملا البسيطة نوره فكانما قد فاض منه جدول
وبد ايضاحك اوجها حاكنيه
لما تكامل وجهه المتهلل

شافع بن علی کہتا ہے۔

تعجبت من اهل القرافه اذاغدت على وحشة الموتىٰ لهال قلبنا يصبو فالفيتها مائوى الاحبة كلهم ومستوطن الاحباب يصبوله القلب

میں نے اہل قرافہ سے تعجب کیا جب کہ وہ اموات کی وحشت کے باوجود اس کی طرف دل مائل ہے میں نے قرافہ کو تمام دوستوں کی جائے پناہ پایا وہ احباب کا وطن ہے اس کی طرف دل مائل ہے۔

ادیب ابوسعید محمد بن احمد عمیدی کہتا ہے۔

اذا ماضاق صدرى لم اجدلى مقر عبادة الا القرافة لئن لم يرحم المولى اجتهادى وقلة ناصرى لم الق رافة

جب میرا سینہ تنگ ہو گیا تو میں نے اپنے لئے قرافہ کے سوا عبادت کی جائے قرار نہ پائی اگر میرا مولا میری کوشش اور قلت نصرت پر رحم نہ کیا تو میں آرام نہ پاؤں گا۔

ابوطیبہ نے ابو بریدہ سے مرسل روایت کی کہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ ابن عبدالحکم نے اپنی کتاب ''فتوح مصر'' میں ذکر کیا کہ ہم کو عبداللہ بن صالح نے خبر دی انہوں نے کہا ہم کو لیث بن سعد نے خبر دی انہوں نے کہا مقوقس نے حضرت عمرو بن عاص سے کہا کہ وہ اس کے پاس ''سفح المعظم'' ستر ہزار دینا میں فروخت کر دیں۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بڑے خوش ہوئے اور کہا میں امیر المومنین کو خط لکھتا ہوں اور اس سے متعلق دریافت کرتا ہوں۔ چنانچہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خط لکھا تو سیدنا عمر فاروق نے جواب لکھا کہ وہ اس قدر خطیر رقم کیوں دیتا ہے حالانکہ یہ زمین کھیتی کے قابل نہیں' نہ وہاں پانی ہے اور نہ ہی اس سے کوئی نفع اٹھایا جا سکتا ہے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مقوقس سے دریافت کیا تو

اس نے کہا ہم تورات وانجیل میں دیکھتے ہیں کہ اس زمین کی وصف یہ ہے کہ وہاں جنت کے درخت ہیں۔ عمرو بن عاص نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مقوقس کا جواب لکھ کر بھیجا تو عمر فاروق نے کہا کہ ہم مومنوں کے سوا جنت کے درخت نہیں جانتے (مومن ہی جنت کے درخت ہیں) جو مسلمان فوت ہو جائے اس کی قبر وہاں بناؤ اور اسے ہرگز فروخت نہ کرو۔ اس جگہ سب سے پہلے مغافر قبیلہ کا ایک شخص دفن کیا گیا تھا۔ مقوقس نے عمرو بن عاص سے کہا تم نے ہمارے ساتھ یہ معاہدہ نہ کیا تھا۔ عمرو بن عاص نے ان کیلئے قبرستان اور ان کے درمیان حد مقرر کر دی۔

ابن لھیعہ سے روایت ہے کہ مقوقس نے عمرو بن عاص سے کہا ہم اپنی کتاب میں اس پہاڑ اور جہاں تم رہتے ہو کے درمیان دیکھتے ہیں کہ اس میں جنت کے درخت ہیں۔ عمرو بن عاص نے اس کا کلام سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھا تو آپ نے جواب میں لکھا مقوقس سچ کہتا ہے اس زمین کو مسلمانوں کیلئے قبرستان بنا دو۔ اس میں سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پانچ معروف صحابہ عمرو بن عاص سہمی، عبداللہ بن حذافہ سہمی، عبداللہ بن جزء زبیدی، ابوبصیر غفاری اور عقبہ عامر جہنی کی قبریں تھیں کہا جاتا ہے کہ سلمہ بن مخلد انصاری کی قبر بھی یہاں ہے۔ مقامات حریری کی شرح شریشی میں ہے کہ فرعون کی بیوی سیدہ آسیہ رضی اللہ عنہا قرافہ کبریٰ میں مدفون ہیں ابوسعید عبدالرحمٰن بن احمد بن یونس نے تاریخ مصر میں حرملہ بن عمران کی حدیث ذکر کی انہوں نے کہا کہ مجھے عمیر بن مدرک خولانی نے سفیان بن وہب خولانی نے خبر دی کہ ایک روز ہم عمرو بن عاص کے ساتھ اس پہاڑ کی گھاٹی پر سفر کر رہے تھے ہمارے ساتھ مقوقس بھی تھا۔ اس سے عمرو بن عاص نے کہا تمہارے اس پہاڑ کا کیا حال ہے کہ یہ بالکل صاف ہے نہ اس پر سبزہ ہے اور نہ ہی کوئی درخت ہے یہ تو شام کے شہروں جیسا ہے۔ مقوقس نے کہا یہ تو میں نہیں جانتا' لیکن اللہ تعالیٰ نے دریائے نیل کی وجہ سے لوگوں کو اس سے مستغنی کر دیا ہے۔ اور اس کے تحت ایک قوم مدفون ہوگی جن کو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اٹھائے گا اور ان سے کوئی حساب نہ لے گا۔

عمرو نے کہا اے اللہ! مجھے ان لوگوں سے اٹھا۔ حرملہ بن عمران نے کہا۔ میں نے عمرو بن عاص، ابوبصیرہ اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم کے قبور یہاں دیکھے ہیں۔ مقریزی نے کہا اس پر جماع ہے کہ ساری دنیا میں ان مکانات، قبوں اور حجروں سے زیادہ پاک وصاف، عظیم تر، پر رونق اور عجیب ترین کوئی مقبرہ نہیں اور نہ ہی عجیب تر کوئی تربت ہے گویا کہ یہ کافور اور زعفران ہیں، تمام کتب میں مقدس ہیں۔

اگر آپ کو ان کی زیارت کا شرف نصیب ہو تو دیکھو گے کہ یہ سفید شہر ہے اور مقطم پہاڑ اس پر بلند ہے گویا کہ وہ اس کے پیچھے دیوار ہے۔

قرافہ میں حادثہ

مقریزی نے کہا ۴۳۳ ہجری میں قرافہ میں ایک شے کا ظہور ہوا جسے "قطربہ" (شعلے جیسا جانور) کہا جاتا ہے۔ وہ "جبل مقطم" سے اترا اور قرافہ کے باشندوں سے چند افراد کو اس نے ہلاک کر دیا۔ حتیٰ کہ اس کے ڈر سے اکثر لوگ وہاں سے بھاگ گئے اہل مصر سے ایک شخص "حمید فوال" اپنے گدھے پر اطفیح سے باہر نکلا جب حلوان عشاء کے وقت پہنچا تو ایک عورت راستہ میں بیٹھی دیکھی' اس عورت نے اپنی کمزوری اور ناتوانی کی اس سے شکایت کی اس نے اسے اپنے پیچھے بٹھالیا۔ بیٹھتے ہی گدھا گر پڑا' اس نے عورت کو دیکھا کہ اس نے اپنے نیچے سے گدھے کے پیٹ کی انتڑیاں باہر نکال ماریں وہ شخص دوڑتا ہوا مصر کے حاکم کے پاس پہنچا اور اس سے واقعہ بیان کیا۔ حاکم چند لوگوں کو ساتھ لے کر وہاں گیا تو گدھے کو دیکھا کہ اس کا پیٹ کھالیا ہے پھر وہ قرافہ میں مردوں کی تلاش میں گئی اور ان کی قبریں کھود کر ان کے پیٹ کھانے شروع کر دیئے۔ کچھ وقت کیلئے لوگوں نے قرافہ میں دفن کرنا ترک کر دیا حتیٰ کہ وہ صورت کہیں چلی گئی۔ مقریزی نے کہا جو قرافہ پہاڑ کی گھاٹی میں ہے اس کو قرافہ صغریٰ کہا جاتا ہے اور جو مساکن کے قریب مصر کی شرقی جانب ہے اسے قرافہ کبریٰ کہا جاتا ہے۔ جب سے مصر فتح ہوا ہے اس میں مسلمانوں کی اموات کے مدافن ہیں۔

عربوں نے فسطاط کو شہر بنایا اور وہاں اس کے سوا کوئی قبرستان نہ تھا۔ جب "جوہر قائد" "معز" سے آیا اور "قاہرہ" کی بنیاد رکھی اور اس میں خلفاء رہنے لگے تو وہاں قبرستان بنایا جسے تربت زعفران کہا جاتا ہے۔ اس میں انہوں نے اموات کو دفن کرنا شروع کیا۔

پھر جب امیر الجیوش بدر الجمالی فوت ہوا تو اس کو "باب النصر" کے باہر دفن کیا گیا' تو لوگوں نے بھی وہاں اپنے اموات کیلئے قبرستان بنالیا۔ اس طرف اہل حسینیہ کے مقابر کثرت سے ہیں۔

چوتھا باب

فقہ کے امام رضی اللہ عنہم

''روض فائق'' میں مذکور ہے کہ ایک صالح شخص نے کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں گیا ہوں۔ اس کے درمیان ایک نورانی ستون دیکھا اور چار اشخاص دیکھے جو اسے چار زنجیروں کے ساتھ چاروں طرف سے کھینچ رہے تھے' وہ ستون مضبوط اپنی جگہ پر ثابت تھا ذرہ بھر حرکت نہ کرتا تھا۔ میں نے کہا یا اللہ! تعجب ہے اگر یہ لوگ ایک طرف سے کھینچیں تو ان کیلئے اس کو ہلانا آسان ہو جائے۔

میں نے ایک فرشتہ سے اس کا سبب دریافت کیا تو اس نے کہا یہ عمود دین اسلام ہے اور یہ چار زنجیریں چاروں مذاہب ہیں اور ان کو کھینچنے والے اسلام کے امام شافعی' احمد' ابوحنیفہ اور مالک ہیں رضی اللہ عنہم ان کا اتفاق فرض' ان کا کلام حق اور ان کا اختلاف مسلمانوں کیلئے رحمت ہے۔

فالشافعی له علوم تشرق بین الوریٰ وله ثناء یعبق ولما لكٍ نشرت علوم ما لها حد کبحر زاخر یتدفق ولاحمد تعز العلوم لانه یروی الحدیث وصدقه متحقق و ابوحنیفة سابق فلاجل ذا آثاره وعلومه لاتسبق فهم الائمه خصهم رب العلاء بالفضل منه فشاوهم لایلحق

امام شافعی کو وہ علوم حاصل ہیں جو مخلوق میں روشن ہیں اور ان کی ثناء مہکتی ہے۔ امام مالک کے علوم شہرہ آفاق ہیں ان کی کوئی حد نہیں جیسے بہت بڑا سمندر متلاطم ہے۔ امام احمد کے علوم قوی ہیں کیونکہ وہ حدیث روایت کرتے ہیں اور ان کا صدق متحقق ہے اور ابوحنیفہ سبقت لے گئے ہیں اسی لئے یہ ان کے آثار ہیں اور ان کے علوم پر کسی کو سبقت حاصل نہیں ان چاروں اماموں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کے ساتھ خاص کیا جو سب پر واضح ہے ان کے عالی مقام تک کوئی پہنچ نہیں سکتا۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نعمان ابن ثابت بن زوطا بن ماہ کوفی بنی تیم اللہ بن ثعلبہ کے مولا ہیں

''زوطا'' زاء مضموم اور واؤ ساکن ہے۔ اسی طرح بعض نے اسے ضبط کیا ہے امام ابوحنیفہ نعمان رضی اللہ عنہ ۸۰ ہجری میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا اچھا طریقہ' اچھا چہرہ' اچھا کپڑا اور اچھا کلام تھا جو شخص ان کے پاس

آتا اس سے بہتر سلوک کرتے تھے' آپ کا قد درمیانہ تھا' نہ بہت لمبے اور نہ ہی بہت چھوٹے تھے' گفتگو میں سب لوگوں سے اچھے تھے۔ آپ نے چھ صحابہ انس بن مالک' عبداللہ بن حارث بن جزء' عبداللہ بن انیس' عبداللہ بن ابی اوفیٰ' واثلہ بن اسقع اور معقل بن یسار کا زمانہ پایا حضرت جابر بن عبداللہ کا زمانہ پایا۔ حضرت جابر بن عبداللہ کا زمانہ پانے میں اختلاف ہے۔

"تتمہ المختصر" میں ہے کہ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے ان حضرات میں سے کسی سے ملاقات نہ کی اور نہ ہی ان سے علم حاصل کیا۔ ان کے تلامذہ اور اصحاب کچھ اور کہتے ہیں (آپ نے بعض صحابہ سے ملاقات کی ہے اس لئے آپ تابعی ہیں)۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اساتذہ

خطیب نے تاریخ بغداد میں ذکر کیا کہ امام ابوحنیفہ نے فقہ حماد بن ابی سلیمان سے حاصل کی اور عطاء بن ابی رباح' ابواسحاق سبیعی' محارب بن دثار' ہیثم بن حبیب صواف' محمد بن منکدر' حضرت عبداللہ بن عمر کے مولیٰ نافع' ہشام بن عروہ اور سماک ابن حرب سے حدیث کا سماع کیا ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ امام حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں امیر المومنین ابوجعفر کے پاس گیا' انہوں نے مجھے کہا ابوحنیفہ آپ نے علم کس سے حاصل کیا۔ آپ نے کہا میں نے حماد سے علم پڑھا۔ انہوں نے ابراہیم نخعی سے' انہوں نے عمر بن خطاب' علی بن طالب' عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے حاصل کیا۔ ابوجعفر بہت خوش ہوا اور کہا اے ابوحنیفہ آپ نے حسب منشاء طیب طاہر اور بابرکت حضرات سے وثوق کے ساتھ علم حاصل کیا۔ رضی اللہ عنہم اس میں یہ بھی مذکور ہے۔

ایک روز امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ابوجعفر منصور کے پاس گئے۔ وہاں عیسیٰ بن موسیٰ بھی موجود تھے۔ منصور نے کہا یہ شخص اس دور میں ساری دنیا کا عالم دین ہے پھر آپ سے کہنے لگا اے نعمان! آپ نے کس سے علم حاصل کیا۔ آپ نے کہا سیدی عمر فاروق کے شاگردوں سے انہوں نے عمر فاروق سے' حضرت علی المرتضیٰ کے تلامذہ سے انہوں نے عبداللہ بن مسعود سے علم حاصل کیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس کے زمانہ میں ساری زمین پر ان سے زیادہ عالم کوئی نہ تھا۔ منصور نے کہا آپ نے وثوق کے ساتھ علم حاصل کیا ہے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے تلامذہ (شاگرد)

حضرت عبداللہ بن مبارک' وکیع بن جراح' قاضی ابویوسف' محمد بن حسین شیبانی اور دیگر ائمہ کرام نے آپ سے روایت کی۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا تمام لوگ تین حضرات کے عیال ہیں۔ تفسیر میں مقاتل ابن سلیمان کے شعر و شاعری میں زہیر بن ابی سلمیٰ کے اور فقہ میں حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے۔

''ربیع الابرار'' میں ہے کہ چار حضرات ہیں جن کے آگے کوئی نہیں بڑھ سکتا اور نہ ہی کوئی ان تک پہنچا' فقہ میں ابوحنیفہ' نحو میں خلیل' تالیف میں جاحظ اور شاعری میں ابوتمام' نیز اس میں ہے کہ سفیان ثوری سے جب کوئی دقیق مسئلہ پوچھا جاتا تو وہ کہتے اس مسئلہ میں صرف ایک ہی شخص کلام کر سکتا ہے۔ حالانکہ ہم نے اس پر حسد کیا ہے اور وہ ابوحنیفہ ہے۔ رضی اللہ عنہ

قضاء سے انکار

''تاریخ یافعی'' میں ہے کہ ابوجعفر منصور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ سے بغداد لے گئے اور ان کو قضاء کا محکمہ سونپنے کا ارادہ کیا جس کا آپ نے انکار کر دیا منصور نے قسم بھائی کہ وہ آپ سے ضرور یہ کام لے گا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ وہ ہرگز قضاء قبول نہ کریں گے۔ ربیع بن یوسف حاجب نے کہا کیا آپ دیکھتے نہیں کہ امیر المومنین نے قسم کھائی ہے۔

امام ابوحنیفہ نے کہا امیر المومنین قسم کا کفارہ دینے میں مجھ سے زیادہ قدرت رکھتے ہیں اور امام ابوحنیفہ کو جیل بھیجنے کا حکم دیا' مگر امام نے قضا قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ منصور نے آپ کو سو کوڑے مارے اور قید کر دیا حتیٰ کہ آپ جیل میں فوت ہو گئے۔

خطیب بغدادی نے کہا منصور نے جب شہر بنایا اور اس میں رہنے لگا اور اس کی شرقی جانب مہدی نے سکونت کی اور مسجد الرصافہ بنائی تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو بلایا آپ تشریف لائے تو اس نے رصافہ کی قضا آپ کے سپرد کرنی چاہی جس کا امام نے انکار کر دیا۔ منصور نے کہا اگر آپ قضا کا محکمہ قبول نہ کریں گے تو میں آپ کو کوڑے ماروں گا۔ آپ نے فرمایا کیا تم ایسا ضرور کرو گے۔

اس نے کہا جی ہاں۔

آپ دو دن قضاء کیلئے بیٹھے اور ایک شخص بھی فیصلہ لے کر نہ آیا جب تیسرا روز ہوا تو آپ کے پاس صفار (تانبے کے برتن بنانے والا) آیا اور اس کے ساتھ ایک شخص تھا۔

صفار نے کہا میں نے اس شخص سے دو درہم اور چار دانق "تانبے کے برتن کی قیمت لینی ہے۔ (ایک دانق درہم کا چھٹا حصہ ہوتا ہے)

امام ابوحنیفہ نے مدعیٰ علیہ سے فرمایا اللہ سے ڈرو اور اس کے برتن کی قیمت اس کو دو۔ اس نے کہا میرے ذمہ اس کا کوئی پیسہ نہیں۔

پھر آپ نے صفار سے فرمایا تم کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا آپ اس سے قسم لیں۔ آپ نے مدعیٰ علیہ سے فرمایا کہو اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی الہ نہیں۔ وہ قسم کھانے کو تیار ہو گیا جب آپ نے دیکھا کہ وہ قسم کھا جائے گا تو اس کو روک دیا گیا اور اپنی جیب سے دو ر بھارے درہم صفار کے حوالے کر کے فرمایا اس پر تیرے حق کا یہ معاوضہ ہے جب اس کے بعد دو روز گزرے تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے اور چھ روز بیمار رہنے کے بعد فوت ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ

علامہ زمخشری کی ربیع الابرار میں ہے کہ عمر بن ہبیرہ نے امام ابوحنیفہ کو محکمہ قضاء دینے کا ارادہ کیا مگر آپ نے انکار کر دیا' اس نے قسم کھائی کہ وہ امام کے سر پر کوڑے مار کر ان کو جیل بھیجے گا' چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا حتیٰ کہ کوڑوں سے امام ابوحنیفہ کا سر اور چہرہ زخمی ہو کر پھول گیا مگر آپ نے فرمایا۔ دنیا میں کوڑوں کی مار آخرت میں لوہے کے سریوں سے میرے لئے آسان تر ہے۔

ابوعون سے روایت ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو قضا سے انکار پر دو دفعہ پیٹا گیا۔ ایک دفعہ ابن ہبیرہ نے آپ کو مارا۔ دوسری بار ابوجعفر منصور نے مارا اور آپ کو اپنے پاس حاضر کیا اور آپ کیلئے شراب منگوائی۔ امام ابوحنیفہ کو پینے پر مجبور کیا۔ آپ پی کر کھڑے ہوئے تو منصور نے کہا کدھر جانے لگے ہو آپ نے فرمایا جہاں تو نے مجھے بھیجا ہے۔ منصور نے آپ کو قید خانہ بھیج دیا اور وہیں آپ فوت ہو گئے۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ جب یہ یاد کرتے تو روتے ہوئے ابوحنیفہ کیلئے رحم کی دعا کرتے۔ یہ اس وقت جب کہ خلق قرآن کا قول نہ کرنے پر امام احمد کو مارا جاتا تھا۔

امام ابوحنیفہ کا فتویٰ

کشاف میں ذکر کیا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ خفیۃً حضرت زید بن علی کی حمایت اور نصرت کے وجوب کا فتویٰ دیا کرتے تھے اور ان کو مال بھیجا کرتے تھے اور چور متغلب جو بزعم خود امام اور خلیفہ بنے ہوئے تھے جیسے دوانیقی وغیرہ ان کیخلاف خروج کا فتویٰ صادر فرماتے تھے۔

ایک عورت نے امام ابوحنیفہ سے کہا آپ نے میرے بیٹے کو ابراہیم اور محمد بن عبداللہ بن حسن کے ساتھ خروج پر ابھارا حتیٰ کہ وہ قتل ہوگیا۔ آپ نے فرمایا افسوس کہ تیرے بیٹے کی جگہ میں ہوتا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ منصور اور اس کے ہم خیال لوگوں کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ لوگ اگر مسجد بنانے کا ارادہ کریں اور مجھے اس کی اینٹیں گننے کیلئے کہیں تو میں کبھی ان کی بات تسلیم نہ کروں گا۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا خواب

خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ انہوں نے سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف کھولی ہے۔ صبح کسی کو محمد بن سیرین کے پاس تعبیر کیلئے بھیجا تو انہوں نے کہا جس کا یہ خواب ہے وہ ایسا علم ظاہر کرے گا جو کسی کو میسر نہیں ہوا۔

صالح بن محمد بن یوسف بن رزین نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی آپ نے فرمایا میں نے خواب دیکھا کہ میں نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف کھول کر ہڈیاں نکالی ہیں اور ان کو اپنے سینے سے لگایا ہے۔ اس خواب نے میرے لئے گھبراہٹ پیدا کردی۔ میں نے ابن سیرین کے پاس جا کر یہ خواب بیان کیا تو انہوں نے تعبیر کی اگر آپ کا خواب سچا ہے تو آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنت زندہ کردیں گے۔

حضرت حماد رضی اللہ عنہ سے استفادہ

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں بصرہ گیا اور میں نے دل میں کہا کہ مجھ سے جو بھی سوال کیا جائے گا میں اس کا ضرور جواب دوں گا۔ اہل بصرہ نے مجھ سے کئی سوال کئے جن کا میرے

پاس جواب نہ تھا۔ میں نے مصمم ارادہ کرلیا کہ حضرت سے کبھی جدا نہ ہوں گا اور بیس برس ان کی صحبت میں رہا۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے جب بھی نماز پڑھی تو اپنے والدین کے ساتھ حضرت حماد اور جس جس سے میں نے پڑھا سب کیلئے بھی دعائے مغفرت کی۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد

امام ابوحنیفہ فرمایا کرتے تھے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اسے ہم سر آنکھوں سے قبول کریں گے اور جو روایات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہم تک پہنچی ہیں ان کی احسن روایات کو اختیار کریں گے اور ان کے اقوال سے باہر نہ جائیں گے اور جو تابعین کے اقوال ہم تک پہنچے ہیں وہ ہمارے جیسے انسان ہیں۔ ھم رجال ونحن رجال۔

اسی طرح ربیع الابرار میں ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اکثر یہ بیت پڑھا کرتے تھے۔

حسد والفتیٰ ان لم ینالوا سعیه والکل
اعداءٌ له وخصوم کضرائر الحسناء قلن
لوجهها حسدا وبغضا انه لدمیم

جب وہ نوجوان کا کمال حاصل نہ کر سکے تو اس پر حسد کرنے لگے اور تمام اس کے دشمن اور مقابل ہو گئے جیسے خوبصورت عورت کی سوکنیں حسد اور بغض کی وجہ سے اس کے چہرے پر طعن کرتی ہوئی کہتی ہیں کہ وہ چیچک زدہ ہے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ دفن کے بعد

خلف بن سالم نے صدقہ مقابری سے روایت کی۔ صدقہ مجاب الدعا تھے۔ انہوں نے کہا جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو خیزران کے مقابر میں دفن کیا گیا تو میں تین روز یہ آواز سنتا رہا۔

ذھب الفقه لافقه لکم واتقوا الله وکونوا
حنفا مات نعمان فمن ھذا الذی یحیی
اللیل اذا ما سجفا

فقہ جاتی رہی تم میں فقاہت نہیں اللہ سے ڈرو اور سیدھی راہ اختیار کرو نعمان فوت ہو گئے پس وہ کون شخص ہے جو رات بھر جاگتا رہے گا جبکہ رات تاریک ہوگی۔

''تاریخ ابن الوردی'' میں ہے ہمارے شیخ علامہ صدر الدین محمد بن وکیل عثمانی یہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

الفقه فقه ابی حنیفه وحده والدین دین محمد بن کرام ان الاولی فی دینهم ما استمسکوا بمحمد بن کرام غیر کرام

فقہ صرف ابوحنیفہ کی ہے اور دین صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ہے بیشک وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مضبوط نہ پکڑا وہ لوگ باعزت نہیں۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا علم و عقل اور عبادت و تقویٰ

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام مالک سے کہا گیا کیا آپ نے ابوحنیفہ کو دیکھا ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں! ان کو میں نے ایسا دیکھا ہے کہ وہ اگر اس ستون کو دلائل کے ساتھ سونا ثابت کرنا چاہیں تو تمہارے ساتھ گفتگو میں دلائل کے ساتھ اس کو سونا ثابت کر دیں گے۔

علی بن قاسم نے کہا کہ اگر امام ابوحنیفہ کی عقل کا موازنہ ساری دنیا کے لوگوں کی عقل سے کیا جائے تو امام ابوحنیفہ کی عقل راجح ہوگی۔

''حیات الحیوان'' میں ہے ابوحنیفہ قیاس میں امام تھے۔ انہوں نے چالیس برس عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔ وہ عموماً رات ایک رکعت میں قرآن ختم کرتے تھے۔ رات کو اتنا روتے کہ ان کے ہمسایوں کو رحم آ جاتا۔ جس مقام میں آپ نے وفات فرمائی وہاں سات ہزار مرتبہ قرآن مجید ختم کیا۔ اسد بن عمرو سے روایت ہے انہوں نے کہا امام ابوحنیفہ نے چالیس برس عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔ رات کو ان کے رونے کی آواز سنی جاتی حتیٰ کہ آپ کے ہمسائے آپ پر شفقت کرتے۔ رضی اللہ عنہ

ایک شرابی کی سفارش

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہمسایہ موچی تھا جو سارا دن اپنا کاروبار کرتا جب رات کو اپنے گھر جاتا تو رات کے کھانے کے بعد شراب پیتا اور جب شراب میں دھت ہو جاتا تو یہ گاتا۔

اضاعونی وای فتی اضاعوا لیوم کریهة وسداد ثغر

انہوں نے مجھے لڑائی کے وقت اور سرحد میں دشمن کے ہجوم سے کفایت کے زمانہ میں ضائع کیا انہوں نے کامل نوجوان کو ضائع کیا۔

وہ شراب پیتا اور بار بار یہ بیت پڑھتا حتیٰ کہ سو جاتا اور امام ابو حنیفہ ہر رات اس کی آواز سنتے جب کہ آپ رات بھر نماز پڑھتے رہتے تھے۔ایک دن اس شخص کی آواز آپ کو سنائی نہ دی تو اس سے متعلق دریافت کیا تو آپ سے کہا گیا کئی راتوں سے اس کو سپاہی پکڑ کر لے گئے ہیں۔

امام ابو حنیفہ نے صبح کو فجر کی نماز پڑھی اور خچر پر سوار ہو کر حاکم کے گھر تشریف لے گئے اجازت طلب کی۔حاکم نے کہا آپ کو تشریف لانے کی اجازت دو اور آپ کو سوار ہی آگے لے آؤ اور خچر سے اترنے نہ دو' حتیٰ کہ خچر ہمارے فرش پر قدم لگائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

حاکم نے مجلس میں آپ کو احترام سے بٹھا کر عرض کیا حضور کیا ارشاد ہے۔آپ نے فرمایا۔ میں اپنے ہمسایہ کی سفارش کرنے آیا ہوں۔امیر نے کہا اسے فوراً رہا کر دو اور اس رات جو لوگ اس کے ساتھ گرفتار کیے ہیں ان کو بھی چھوڑ دو۔سب قیدی رہا ہو کر چلے گئے اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سوار ہو کر تشریف لے آئے' وہ موچی آپ کے پیچھے پیچھے باہر آیا۔آپ نے فرمایا اے نوجوان! کیا ہم نے تم کو ضائع ہونے دیا ہے؟ اس نے کہا نہیں حضور بلکہ آپ نے میری حفاظت کی ہے اور میری بہت رعایت فرمائی ہے۔ہمسائیگی کی حرمت کے باعث اللہ تعالیٰ آپ کو نیک جزا دے۔

پھر وہ شخص شراب پینے سے تائب ہو گیا اور اپنے برے فعل کی طرف لوٹنے سے باز آ گیا۔

اس طرح تاریخ بغداد اور وفیات الاعیان میں ہے۔

بیت کی تشریح

یہ بیت عرجی کا تتمہ المختصر میں ہے۔وہ عرج کی طرف منسوب ہے۔عرج مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک گھاٹی ہے۔عرجی کا نام عمر بن عمرو بن عثمان بن عفان ہے۔رضی اللہ عنہ

''مطول'' میں یوں مذکور ہے کہ وہ عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان ہے۔رضی اللہ عنہ کہا جاتا ہے کہ یہ بیت امیہ بن ابی الصلت کا ہے۔صاحب التلخیص نے اس کو فن البدیع میں تضمین پر بطور شاہد ذکر کیا ہے۔

علامہ سعد تفتازانی نے اس کی شرح اس طرح کی ہے کہ ''لیوم'' میں لام فوقیت کیلئے کریہۃ اسم حرب سے ہے۔سداد کا سین مکسور ہے۔اس کا سد گھوڑوں اور مردوں سے ہے۔ثغر' دشمن کے ہجوم سے

خوف کی جگہ یعنی انہوں نے مجھے لڑائی کے وقت اور سرحد میں دشمن کے ہجوم سے خوف کی جگہ یعنی انہوں نے مجھے لڑائی کے وقت اور سرحد میں دشمن کے ہجوم کو روکنے کے زمانہ میں ضائع کر دیا اور میرے حق کی رعایت نہ کی' حالانکہ وہ میرے بہت محتاج تھے' انہوں نے کامل اور بہادر نوجوان کا ضائع کیا۔ اس بیت میں ان کو ندامت دلانا اور ان کی خطا اور غلطی کا اظہار کرنا ہے۔ اسی طرح اطول میں ہے۔

نضر بن شمیل بن خوشہ بصری نحوی نے بھی اس بیت کو "سداد" کے سین کے کسرہ پر بطور استشہاد ذکر کیا ہے کہ مامون نے کہا ہم کو ہشیم نے مجالد سے اس نے شعبی سے انہوں نے ابن عباس سے خبر دی کہ۔

قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم اذا تزوج الرجل المرءة لدينها وجمالها كان فيه سداد من عوز۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص عورت سے نکاح اس کی دینداری اور جمال کی وجہ سے کرے اس میں احتیاج اور تنگی سے کفایت ہوگی۔

اور سداد کے سین پر فتحہ پڑھا۔ نضر نے حدیث شریف کا اعادہ کیا اور سین پر کسرہ پڑھا۔ مامون سیدھا ہو کر بیٹھ کر کہنے لگا۔ اے نضر! تو میری غلطی ظاہر کرتا ہے اس نے کہا ہشیم نے غلطی کی ہے وہ غلطی کر جاتا تھا۔ امیر المومنین نے اس کے لفظ کی پیروی کی ہے۔ مامون نے کہا ان دونوں میں فرق کی وجہ کیا ہے؟

نضر نے کہا۔ سداد کے سین کو اگر مفتوح پڑھا جائے تو اس کا معنی یہ ہوگا۔ دین اور راہ میں میانہ روی اختیار کرنا۔ اور سین پر کسرہ پڑھنے کی صورت میں اس کا معنی بُلغہ ہے یعنی جو شے زندگی کیلئے کفایت کرے۔ ہر وہ شے کہ جس کے ساتھ تم کسی شے سے کفایت کرو۔ وہ سداد ہے اور یہ شعر پڑھا۔

مامون نے خوش ہو کر نضر کو پچاس ہزار درہم انعام دیا۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی فقاہت

روایت ہے کہ ایک عورت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی مسجد میں آئی جبکہ آپ اپنے تلامذہ میں بیٹھے ہوئے تھے اس نے ایک سیب نکالا جو ایک طرف سے سرخ اور دوسری طرف سے زرد تھا اسے امام کے سامنے رکھ دیا اور خاموش بیٹھ گئی۔

امام ابوحنیفہ نے اس کو چیر کر دو ٹکڑے کر دیئے۔ وہ عورت اٹھ کر چلی گئی۔

آپ کے شاگرد عورت کی مراد تک نہ پہنچے اور امام ابوحنیفہ سے اس کی وضاحت پوچھی۔ آپ نے فرمایا یہ عورت کبھی اس سیب کی ایک جانب کی طرح سرخ دیکھتی ہے اور کبھی دوسری جانب کی طرح زرد دیکھتی ہے۔ اس نے دریافت کیا تھا کہ یہ حیض ہے یا طہر ہے۔ میں نے سیب کو چیر دیا اور اسے سیب کا اندرون دکھایا اور اس سے یہ ارادہ کیا کہ تو حیض سے پاک نہیں ہو سکتی، حتیٰ کہ اس سیب کے اندرون کی طرح سفیدی دیکھے اس لئے وہ اٹھ کر چلی گئی۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا علم

ایک اعرابی ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا جب کہ آپ اپنے شاگردوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے کہا کیا نماز میں ایک واؤ ہے یا دو۔ آپ نے فرمایا کئی واویں ہیں۔ اعرابی نے کہا اللہ تعالیٰ آپ میں برکت کرے جیسے لا اور لا میں برکت کی ہے۔ حاضرین میں سے کسی نے نہ تو سائل کا سوال سمجھا اور نہ ہی ابوحنیفہ کا جواب سمجھا۔

انہوں نے اس کی وضاحت پوچھی تو آپ نے فرمایا اس نے مجھ سے پوچھا تھا کہ تشہد میں ایک واؤ ہے یا دو۔ میں نے کہا کئی واویں ہیں۔ پھر اس نے میرے لئے برکت کی دعا کی جیسے اللہ تعالیٰ نے زیتون کے درخت میں برکت کی ہے کہ

لاشرقیه ولاغربیه　　نہ وہ شرقی اور نہ ہی غربی ہے۔ ''مبسوط''

خارجیوں کا تائب ہونا

ایک روز امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ مسجد میں بیٹھے تھے کہ خارجیوں کا ایک ہجوم تلواریں نکالے ہوئے آئے اور کہنے لگے ابوحنیفہ تم سے دو سوال پوچھتے ہیں۔ اگر صحیح جواب دو گے تو بچ جاؤ گے ورنہ ہم قتل کر دیں گے۔ آپ نے فرمایا اپنی تلواریں میانوں میں کر لو کیونکہ ان کو دیکھنے سے میرا دل ادھر مشغول ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا ان کو کیسے میانوں میں کر لیں جب کہ ہم ان کو تمہاری گردن میں کرنے سے ثواب جزیل کے طالب ہیں۔ آپ نے فرمایا پوچھو! خارجیوں نے کہا دروازے پر دو جنازے ہیں۔ ایک نے شراب پیا تھا۔ شراب اس کے گلے میں تھا کہ وہ بے ہوش مر گیا۔ دوسری عورت ہے و

زناء سے حاملہ تھی اور توبہ کرنے سے پہلے بحالت ولادت مرگئی' کیا وہ دونوں کافر ہیں یا مومن! جولوگ سوال کرنے والے تھے۔ ان کا مذہب تھا کہ ایک بھی گناہ کے ارتکاب سے انسان کافر جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہ اگر یہ فرماتے کہ وہ مومن ہیں تو وہ آپ کو قتل کر دیتے۔ آپ نے فرمایا وہ دونوں کس فرقہ سے تعلق رکھتے تھے' کیا وہ یہودی تھے۔

خارجیوں نے کہا۔ نہیں

آپ نے فرمایا کیا وہ عیسائی تھے؟

انہوں نے کہا نہیں۔

آپ نے فرمایا کیا وہ بت پرست تھے؟

انہوں نے کہا نہیں۔

آپ نے فرمایا وہ کون تھے؟

انہوں نے کہا وہ مسلمان تھے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے اپنے سوال کے جواب کا خود اعتراف کیا ہے کہ وہ مسلمان تھے' پھر ان کو کافر کیوں کہتے ہو۔

خارجیوں نے کہا وہ جنت میں ہیں یا دوزخ میں' آپ نے فرمایا میں تو وہی کہتا ہوں خلیل اللہ علیہ السلام نے ان سے زیادہ گنہگاروں کے حق میں فرمایا ہے۔

فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ — جس نے میری پیروی کی وہ میرے طریقہ پر ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو بے شک بخشنے والا رحیم ہے۔

یا میں وہ کہتا ہوں جو عیسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا جو ان سے زیادہ گنہگار تھے۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ — اگر تو انکو عذاب دے تو بیشک وہ تیرے بندے ہیں اور اگر ان کو بخش دے تو بے شک تو بخشنے والا حکمت والا ہے۔

وہ خارجی تائب ہو گئے اور آپ سے معذرت کی۔ (الروض الفائق)

اللہ کے عذاب سے ڈرنا

بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ بلکہ انکا وعدہ قیامت پر ہے اور قیامت نہایت کڑوی اور سخت کڑوی ہے۔

اس کو بار بار پڑھتے رہے اور روتے رہے اور صبح تک اللہ کے حضور زاری کرتے رہے۔ ابن ابی زائدہ نے کہا میں نے عشاء کی نماز امام ابوحنیفہ کے ساتھ پڑھی لوگ نماز پڑھ کر چلے گئے اور میں بیٹھا رہا۔ میں آپ سے ایک مسئلہ دریافت کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ میں مسجد میں ہوں۔ انہوں نے قرآن پڑھنا شروع کیا حتیٰ کہ اس آیت کریمہ تک پہنچے۔

وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُوْمِ اور ہم کو جلا دینے والے عذاب سے بچایا۔

صبح تک اس کو بار بار پڑھتے رہے، روایت ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک قاری کو سنا کہ وہ رات مسجد میں یہ آیت پڑھ رہا تھا۔

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا جب زمین تھرتھرا دی جائے گی۔

آپ نے سخت ڈر کی وجہ سے فجر تک اپنی داڑھی شریف کو پکڑے رکھا اور فرماتے رہے ذرہ کے برابر عمل کی جزا دی جائے گی۔

خلیفہ سے گفتگو

روایت ہے کہ خلیفہ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کہا مرد کیلئے کتنی عورتوں سے نکاح جائز ہے۔ آپ نے فرمایا صرف چار عورتوں سے۔

خلیفہ اپنی بیوی سے کہا اے حرہ سن لو۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے بدلبۃً فرمایا۔ یا امیر المومنین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں دو، دو اور تین تین اور چار چار، پھر اگر ڈرو کہ دو بیبیوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو۔

جب میں نے آپ سے سنا کہ آپ نے اپنی بیوی سے کہا تھا اے حرہ سن لوتو میں نے سمجھا کہ آپ عدل نہیں کریں گے۔اس لئے میں نے کہا کہ آپ کیلئے صرف ایک ہی بیوی حلال ہے۔

جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے تو آپ کے پاس خلیفہ کی بیوی نے ایک ہزار دینار بھیجا اور آپ کی مدح وثنا کرتے ہوئے آپ کا شکریہ ادا کیا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس کو قبول نہ کرتے ہوئے وہ دینار واپس کر دیئے اور قاصد سے فرمایا کہ ان سے کہنا میں نے تمہارے لئے کلام نہ کیا تھا' میں نے تو صرف اللہ کیلئے کلام کیا تھا' میرا اجر اللہ تعالٰی کے پاس ہے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اکثر اللہ سے خائف رہتے اور بکثرت صدقہ کرتے رہتے خطیب بغدادی نے کہا امام ابوحنیفہ جب اپنے اہل وعیال پر کچھ خرچ کرتے تو اتنا ہی صدقہ اور خیرات کر دیا کرتے تھے۔جب بھی نئے کپڑے پہنتے تو اس کی قیمت کے برابر علماء کو کپڑے پہنا دیتے تھے۔جب آپ کے آگے کھانا رکھا جاتا تو جتنی مقدار میں کھانا کھاتے اتنا ہی چھوڑ دیتے اور کسی فقیر کو یا گھر میں کسی محتاج کو وہ کھلا دیتے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہر شے پر اللہ تعالٰی کی رضا کو مقدم جانتے تھے۔اگر اللہ تعالٰی کی رضا میں تلواریں سامنے آتیں تو برداشت کرتے اور اکثر یہ بیت پڑھا کرتے تھے۔

عطاء ذی العرش خیر من عطائکمو	تمہاری عطا سے صاحب عرش کی عطا بہتر ہے۔اس کا
وفضله واسع یرجی وینتظر تکدرون	فضل وسیع اور اس کی امید اور انتظار کیا جاتا ہے تم احسان
العطاء منکم بمنتکم والله یعطی فلامن	کے ساتھ عطا کو مکدر کر دیتے ہو۔اللہ تعالٰی عطا کرتا ہے نہ تو
ولا کدر	اس میں احسان جتلاتا ہے اور نہ ہی اس میں تکدر ہے۔

مورخ ابوبکر بن احمد بن ثابت نے کہا' کہا جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے والد ماجد ثابت جو سیدنا علی بن ابی طالب کو نیروز' ایک قول کے مطابق مہرجان کے روز حلوہ بطور ہدیہ بھیجا کرتے تھے۔آپ فرمایا کرتے تھے،ہم تو اس مقام تک حضرت علی بن ابی طالب کی دعا کی برکت سے پہنچے ہیں جو انہوں نے میرے باپ کیلئے کی تھی۔ایک روایت میں ہے کہ امام ابوحنیفہ کے والد ثابت کہا کرتے تھے ہمارے لئے حضرت علی بن ابی طالب کی دعا کی برکت ہے جو انہوں نے میرے حق میں فرمائی تھی۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی وفات

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ۱۵۰ ہجری میں رجب یا شعبان میں بغداد میں فوت ہوئے۔آپ کی عمر شریف ستر (۷۰) برس تھی۔یہ وہی سال ہے جس میں امام شافعی رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔کہا گیا ہے کہ منصور نے امام ابوحنیفہ کو زہر پلایا تھا جس سے آپ فوت ہوگئے۔

کیونکہ آپ سیدنا ابراہیم بن عبداللہ بن حسن کے ساتھ کھڑے تھے۔یافعی نے اپنی تاریخ میں اسے ذکر کیا ہے۔سیدی جعفر بن حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے خواب میں ابوحنیفہ کو دیکھا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے بخش دیا ہے۔

امام مالک رضی اللہ عنہ

امام مالک رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ابوعبداللہ مالک بن انس بن ابی عامر اصبحی۔

آپ مدینہ منورہ کے امام تھے۔حمیر جس کو ذواصبح کہا جاتا ہے کے ایک خاندان کی طرف منسوب ہیں۔

تمۃ المختصر میں ذکر کیا کہ امام مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو بن حارث اصبحی ذواصبح حارث بن عوف کی طرف منسوب ہیں جو یعرب بن قحطان کی اولاد سے ہیں۔

یہ انس بن مالک سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خادم انس بن مالک کے علاوہ ہیں کیونکہ وہ انس بن مالک بن نضر ضمضم بن زید انصاری ہیں اور انس جو امام مالک کے باپ ہیں وہ تابعی ہیں۔

امام مالک رضی اللہ عنہ ۹۱ یا ۹۳ یا ۹۴ یا ۹۵ یا ۹۷ ہجری میں پیدا ہوئے۔امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تم امام مالک سے کوئی حدیث حاصل کرو تو اسے مضبوط پکڑلو کیونکہ وہ حجت ہیں اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے مصداق ہیں۔

مدینہ منورہ کا عالم

وہ لوگ اونٹ دوڑائیں گے اور مدینہ منورہ کے عالم سے بڑا عالم نہ پائیں گے۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے کہا اللہ کی کتاب کے بعد مؤطا امام مالک سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں۔

علماء نے کہا امام شافعی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد بخاری اور مسلم کی تصنیف سے پہلے کا ہے۔ورنہ یہ دونوں کتابیں تمام کتابوں سے اصح ہیں۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب علماء کا تذکرہ ہو تو امام مالک ان میں ستارہ ہیں۔آپ نے نافع بن ابی نعیم سے قرأت حاصل کی اور زہری سے حدیث کا سماع کیا۔ربیعہ رائی سے علم حاصل کیا۔امام شافعی نے فرمایا مجھے محمد بن حسن نے کہا کون زیادہ عالم ہے ہمارا صاحب یا تمہارا صاحب یعنی ابوحنیفہ یا مالک؟

میں نے کہا انصاف سے کہوں؟ انہوں نے کہا ہاں! میں نے کہا میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں۔قرآن کو زیادہ کون جانتا ہے، ہمارا صاحب یا تمہارا صاحب' انہوں نے کہا تمہارے صاحب۔ میں نے کہا میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ سنت کو زیادہ کون جانتا ہے۔انہوں نے کہا تمہارے صاحب۔ میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال کون زیادہ جانتا ہے ہمارے صاحب یا تمہارے صاحب؟ انہوں نے کہا تمہارے صاحب۔ میں نے کہا اب تو صرف قیاس باقی رہ گیا اور قیاس انہی پر کیا جاتا ہے۔اس طرح تتمۃ المختصر میں ہے۔

امام مالک کا حلیہ

امام مالک رضی اللہ عنہ کا قد دراز' سر عظیم' سر اور داڑھی کے بال سفید تھے۔کہا جاتا ہے کہ آپ کی داڑھی سینہ تک تھی' آپ کا رنگ سرخ زرد تھا۔آنکھیں قدرے نیلی تھیں۔عدنی عمدہ کپڑے پہنا کرتے تھے۔اشہب نے کہا جب عمامہ پہنتے تو اس کی طرف تحت ذقن کرتے اور دوسرا کنارہ کندھوں کے درمیان چھوڑتے۔کہا جاتا ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پونچھوں کے حلق کو مکروہ اور معیوب جانتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ پونچھوں کا حلق مثلہ ہے۔طبقات شعرانی وغیرہ میں اسی طرح ہے۔

حافظ ابوعمرو بن عبدالبر نے ''کتاب الانساب'' میں روایت کی کہ امام مالک رضی اللہ عنہ دار ہجرت (مدینہ منورہ) کے امام تھے جہاں حق ظاہر ہوا' دین مستحکم ہوا اور ساری دنیا میں پھیل گیا' دور دراز

سے لوگ اونٹوں پر سوار ہو کر اور ہر طرف سے مدینہ منورہ آتے ہیں۔

امام مالک رضی اللہ عنہ نے سترہ برس کی عمر میں تدریس علم شروع کی۔ آپ کے استاد آپ کے محتاج ہوئے۔ تقریباً سترہ برس افتاء اور تعلیم و تدریس کرتے رہے تابعی حضرات نے آپ کی حدیث وفقاہت کی گواہی دی۔ آپ سے محمد بن شہاب زہری اہل مدینہ منورہ کے فقیہہ ربیعہ بن عبدالرحمٰن، یحییٰ بن سعید انصاری اور موسیٰ بن عقبہ نے روایت کی اور آپ نے ان سے روایت کی۔

یحییٰ بن شعبہ نے کہا میں ۱۴۴ ہجری میں مدینہ منورہ گیا اور امام مالک کے سر اور داڑھی کے بال سیاہ تھے اور لوگ آپ کے حضور جمع تھے مگر آپ کی ہیبت کے باعث سب خاموش تھے، کوئی بھی کلام نہ کرتا تھا۔ آپ کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد شریف میں کوئی شخص فتویٰ نہ جاری کرسکتا تھا۔ میں آپ کے پاس بیٹھ گیا اور آپ سے حدیث پوچھی۔ آپ نے حدیث بیان کی۔ میں نے اضافہ چاہا۔ آپ نے اور احادیث بیان فرمائیں پھر مجھے آپ کے اصحاب نے اشارہ کیا تو میں خاموش ہو گیا۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں حدیث بیان کرنے اور افتاء کیلئے نہ بیٹھا جب تک کہ ستر علماء نے شہادت نہ دی کہ میں اس کا مستحق ہوں۔ حماد بن زید نے ایک شخص سے جوان سے مسئلہ پوچھنے آیا تھا کہا۔ اے میرے بھائی اس مسئلہ میں علماء نے اختلاف کیا ہے، اگر اپنے دین کی سلامتی چاہتے ہو تو مدینہ منورہ کے عالم سے یہ پوچھو اور ان کا کلام غور سے سنو، کیونکہ ان کا کلام حجت و دلیل ہے اور وہ امام مالک بن انس ہیں جو دینا کے امام ہیں، حماد بن سلمہ نے کہا اگر مجھے کہا جائے کہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت سے کوئی امام پسند کرو جس سے لوگ علم حاصل کریں تو میں اس کے لائق امام مالک کو پسند کرتا اور انہی سے امت کی اصلاح جانتا۔

لیث بن سعد نے کہا امام مالک رضی اللہ عنہ کا علم صاف ستھرا علم ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ ان لوگوں کیلئے امان کی جگہ ہیں جوان سے علم حاصل کریں۔

عبدالرحمٰن بن قاسم کہا کرتے تھے کہ میں دین میں دو شخصوں کی اقتداء کرتا ہوں۔ امام مالک کی علم میں اور سلیمان بن قاسم کی تقویٰ میں۔

محمد بن رمح نے کہا، میں نے اپنے باپ کے ساتھ حج کیا جب کہ میں بچہ تھا اور بالغ نہ ہوا تھا۔ میں سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد شریف میں منبر شریف اور روضۂ اطہر کے درمیان

سویا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قبر شریف سے سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما پر تکیہ لگائے باہر تشریف لائے ہیں۔

میں نے کھڑے ہو کر سلام عرض کیا۔ آپ نے جواب دیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ کہاں تشریف لے جارہے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ مالک کیلئے ''صراط مستقیم'' قائم کرنے جارہا ہوں۔

میں بیدار ہوا اور میں اور میرا باپ دونوں آئے اور لوگوں کو امام مالک کے پاس جمع دیکھا جب کہ آپ نے مؤطا نکالا ہوا تھا۔ یہ امام مالک کے ظہور کی ابتداء تھی۔ محمد بن عبد الحکم نے خبر دی۔ انہوں نے کہا میں نے محمد بن ابی السری عسقلانی سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھے ایسے علم کی خبر دیں جس کی میں آپ سے روایت کروں۔ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے مالک کو ایک خزانے کی وصیت کی ہے جس کو وہ تم پر تقسیم کریں گے اور وہ خزانہ مؤطا ہے۔ اللہ کی کتاب اور میری مشہور متواتر حدیث کے بعد مؤطا سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں۔ اس کی سماعت کرو اور نفع حاصل کرو۔

عمر بن ابی سلمہ نے کہا میں نے مؤطا امام مالک رضی اللہ عنہ کو جب بھی پڑھا خواب میں کسی کو دیکھا وہ مجھے کہتا تھا یہ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کلام شریف ہے۔

کہا جاتا ہے امام مالک رضی اللہ عنہ نے جب اپنی کتاب کی تالیف کا ارادہ کیا تو متفکر تھے کہ اس کا نام کیا رکھیں۔ آپ نے کہا میں نے خواب میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لوگوں کیلئے اس علم کا طیہ کرو اس لئے آپ نے اس تالیف کا نام مؤطا رکھا۔ امام عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ہم امام مالک کے پاس تھے اور وہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بیان کررہے تھے۔ ان کو بچھو نے سترہ مرتبہ ڈسا۔ اس وقت امام مالک کا یہ حال تھا کہ ان کا رنگ تبدیل ہو جاتا زرد ہو جاتا مگر وہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث شریف قطع نہ کرتے جب لوگ چلے گئے تو میں نے ان سے کہا۔ اے ابا عبد اللہ! آج میں نے آپ سے عجیب چیز دیکھی ہے۔ انہوں نے کہا ہاں درست ہے۔ میں نے سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث شریف کے

احترام واجلال کیلئے صبر کیا۔

مصعب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا امام مالک رضی اللہ عنہ جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرتے تو ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا اور وہ زمین کی طرف جھک جاتے حتیٰ کہ حاضرین مجلس پر یہ ناگوار گزرتا۔ ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا جو کچھ میں دیکھتا ہوں اگر تم دیکھ لو تو اس کا کبھی انکار نہ کرو۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ راستہ میں یا کھڑے یا جلدی میں حدیث بیان کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث شریف کی عظمت واجلال سے محبت کرتا ہوں۔

ہارون رشید سے اہم گفتگو

عتیق بن یعقوب زبیری نے کہا ہارون رشید مدینہ منورہ آیا' اسے یہ خبر ملی تھی کہ حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ کے پاس موطا ہے جسے وہ لوگوں کو سناتے ہیں برمکی کو ہارون نے ان کے پاس بھیجا اور کہا ان سے میرا سلام کہو اور گزارش کرو کہ موطا لے کر ہمارے پاس تشریف لائیں۔ برمکی آپ کے پاس اور ہارون کا پیغام عرض کیا۔ آپ نے فرمایا ہارون سے میرا سلام کہو اور ان سے یہ کہنا کہ علم کی زیارت کی جاتی ہے علم کسی کی زیارت کرنے نہیں جاتا' علم کے پاس جاتے ہیں علم کسی کے پاس نہیں جاتا برمکی نے واپس آ کر ہارون کو بتایا جب کہ وہاں قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ تشریف رکھتے تھے۔ انہوں نے کہا یا امیر المومنین! عراق والوں کو پتہ چلے گا کہ آپ نے امام مالک کو بلایا ہے اور انہوں نے آپ کے پیغام کو مسترد کر دیا ہے۔ آپ ان کو ضرور بلوائیں۔ وہ یہی گفتگو کر رہے تھے کہ امام مالک رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور سلام کہہ کر بیٹھ گئے۔

ہارون رشید نے کہا یا ابن ابی عامر میں آپ کے پاس پیغام بھیجتا ہوں اور آپ میری مخالفت کرتے ہیں۔ امام مالک نے فرمایا۔ امیر المومنین مجھے زہری نے خارجہ بن زید بن ثابت سے انہوں نے اپنے باپ سے خبر دی۔ انہوں نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے وحی لکھا کرتا تھا۔ میں نے لکھا۔

لَا يَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِين بیٹھنے والے مومن اور مجاہد برابر نہیں۔
والمجاهدون

اور ابن ام مکتوم بن کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے۔انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں نابینا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے جہاد کی فضلیت میں جو نازل فرمایا وہ آپ جانتے ہیں۔سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نہیں جانتا ابھی میرا قلم سیاہی سے تر تھا خشک بھی نہ ہوا تھا حتیٰ کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ران شریف نے مجھ پر سخت بوجھ ڈالا' پھر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر وجدانی کیفیت طاری ہوئی اس کیفیت کے زائل ہونے کے بعد آپ بیٹھ گئے اور فرمایا زید لکھو۔

غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ۔ معذور لوگوں کے سوا۔

یا امیر المومنین! ایک حرف میں جبرائیل اور فرشتوں نے پچاس ہزار سال کے سفر کی مشقت اٹھائی۔کیا میرے لئے مناسب نہیں کہ میں اس کا اعزاز و اجلال اور احترام اعظام کروں۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلند کیا اور یہ منصب عطا کیا تو آپ ان لوگوں سے پہلے شخص نہ ہوں جو علم کی عزت کو برباد کریں گے' ورنہ اللہ تعالیٰ آپ کی عزت ختم کردے گا۔

ہارون رشید اٹھا اور امام مالک کے ساتھ پیدل چل کران کے گھر گیا تاکہ آپ سے مؤطا کی احادیث سنے۔اور امام مالک کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا۔ہارون نے جب چاہا کہ امام مالک کے پاس مؤطا پڑھیں تو کہا آپ پڑھیے۔امام مالک نے کہا یا امیر المومنین! عرصہ سے میں نے مؤطا کسی پر نہیں پڑھا۔لوگ آجائیں تو سب کی موجودگی میں پڑھوں گا۔اور فرمایا جب علم عام لوگوں سے خاص لوگوں کی وجہ سے روک لیا جائے تو اللہ تعالیٰ خاص لوگوں کو بھی اس کا نفع نہیں دیتا۔اور معن بن عیسیٰ قزار کو پڑھنے کیلئے کہا۔جب اس نے پڑھنا شروع کیا تو امام نے ہارون سے فرمایا۔یا امیر المومنین! میں نے اپنے شہر میں علماء کو دیکھا ہے کہ علم کے آگے تواضع پسند کرتے ہیں۔رشید تخت سے نیچے اتر گیا اور امام مالک کے سامنے بیٹھ گیا۔ (الروض الفائق)

علم کی تعظیم

امام مالک رضی اللہ عنہ علم دین کی تعظیم میں بہت مبالغہ کرتے تھے حتیٰ کہ جب حدیث بیان کرنے کا ارادہ کرتے تو وضو فرماتے پھر دو رکعت نماز پڑھتے اور اعلیٰ مخصوص مزین ترین جگہ بیٹھتے' داڑھی کو کنگھی کرتے' خوشبو لگاتے اور ہیبت و وقار سے بیٹھ کر حدیث شریف بیان کرتے۔

جب آپ سے اس کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا۔ میں رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کی تعظیم محبوب جانتا ہوں۔ علم کی تعظیم ایسی ہی ہونی چاہیے' جب علماء علم کی تعظیم کریں تو اللہ تعالیٰ لوگوں میں ان کی تعظیم اور بادشاہوں کے دلوں میں ان کا وقار اور ہیبت بڑھا دیتا ہے۔

اے علم کے طلب گارو! علم کے آگے تواضع اور انکساری کرو' جو علم کیلئے تواضع کرے وہ صرف اللہ کیلئے ہی تواضع کرے اور جو اللہ کیلئے تواضع کرے اللہ تعالیٰ اس کو بلند کرے گا' کیونکہ جب مٹی قدموں کے نیچے ذلیل ہوئی تو چہرے کیلئے طہور بن گئی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ — اپنے چہروں کا مسح کرو۔

اے دوست! علم کی مجلس میں ہمیشہ حاضر رہو۔ بچہ ہر وقت دودھ پینے کا محتاج رہتا ہے۔ جب وہ بڑا ہوتا ہے تو کھانے کی اشیاء پر قناعت کرتا ہے۔

یقین کیجئے فضائل کے راستے مصیبتوں سے بھرے ہوتے ہیں تاکہ کمزور عزم والے واپس لوٹ جائیں۔

ولو ان اهل العلم صانوه صانهم ولو	اگر اہل علم اس کی حفاظت کرتے تو وہ ان کی حفاظت کرتا
عظموه فی النفوس لعظما اغرسه عزا	اور اگر وہ علم کی دلوں سے تعظیم کرتے تو وہ ان کی تعظیم کرتا
واجنیه ذلة اذا فاتباع الجهل قد کان احزما	کیا میں اس کے درخت عزت سے لگاؤں اور پھل ذلت سے چنوں اس وقت تو جہالت کی اتباع اچھی ہے۔

مدینہ منورہ میں اقامت

ہارون رشید نے امام مالک سے پوچھا کیا آپ کا مکان ہے؟

آپ نے فرمایا: نہیں ہارون رشید نے آپ کو تین ہزار دینار دیئے اور کہا ان سے مکان خرید فرمالیں۔

آپ نے دینار لیے اور ان کو خرچ نہ کیا۔ جب رشید نے بغداد جانے کا ارادہ کیا تو آپ سے عرض کیا کہ مناسب یہ ہے کہ آپ ساتھ تشریف لے چلیں کیونکہ میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ لوگوں میں مؤطا کی شہرت کروں جیسے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید لوگوں میں پھیلا دیا تھا۔ آپ نے فرمایا لوگوں کو مؤطا کی رغبت دلانا درست نہیں' کیونکہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے بعد دور دراز علاقوں میں متفرق ہو گئے ہیں اور وہاں جا کر انہوں نے حدیث کی اشاعت کی ہے۔ ہر شہر میں حدیث کا علم ہے اور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں اختلاف رحمت ہے اور آپ کے ساتھ بغداد چلے جانے کی بھی کوئی ضرورت نہیں' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگوں کیلئے مدینہ منورہ میں رہنا بہتر ہوگا اگر وہ اسے جان لیتے اور فرمایا مدینہ منورہ خبث کو دور کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کا زنگار دور کرتی ہے۔ آپ کے چند (تین ہزار) دینار ہیں۔ اس وقت سے ایسے ہی پڑے ہوئے ہیں یہ لے لیجئے اگر چاہتے ہو تو رہنے دیں۔ آپ کا مقصد یہ تھا کہ آپ نے مجھے مدینہ منورہ چھوڑنے کی تکلیف اس لئے دی ہے کہ آپ نے مجھے تین ہزار دینار دیئے ہیں۔ اب یہ واپس لے لو' کیونکہ میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے شہر مدینہ منورہ پر دینا اور اس کے سامان کو ہرگز پسند نہیں کرتا ہوں۔

بدعتی کا اخراج

امام مالک رضی اللہ عنہ سے اس آیت کریمہ کا معنی دریافت کیا گیا۔

اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى — رحمٰن عرش پر غالب ہے۔

آپ کو پسینہ آ گیا اور سر نیچا کرلیا اور ہاتھ میں پکڑی ہوئی لکڑی سے زمین پر نقطے لگانے لگے پھر سر اٹھایا اور فرمایا۔ اس کی کیفیت غیر معقول ہے اس کا استوا غیر مجہول ہے۔ اس کے ساتھ ایمان لانا واجب ہے اس سے متعلق سوال کرنا بدعت ہے میرا گمان ہے کہ تو بدعتی ہے اور اسے مجلس سے باہر نکالنے کا حکم دیا۔ "طبقات شعرانی"

امام مالک کی شہرت

جعفر بن سلیمان کے پاس کسی نے امام مالک کی شکایت کی کہ وہ تمہاری بیعت میں قسم کو کوئی شے نہیں سمجھتے ہیں' کیونکہ مجبور کی قسم لازم نہیں ہوتی۔ خلیفہ غصہ سے بھر گیا اور آپ کو بلا کر برہنہ کر کے کوڑے مارے اور آپ کے ہاتھ کھینچے گئے حتیٰ کہ آپ کا ایک کندھا نکل گیا اور آپ کو سخت تکلیف ہوئی' ان کوڑوں کی ضرب کے بعد آپ کی شہرت بہت زیادہ ہوگئی اور آپ کا نام بلند ہوگیا۔

افتاء پر بُکاء

قعنبی نے کہا میں امام مالک کی بیمار پرسی کو گیا جس میں وہ انتقال کر گئے تھے' میں سلام کہہ کر بیٹھ گیا جب کہ آپ رو رہے تھے۔ میں نے کہا یا ابا عبداللہ! کس وجہ سے آپ رو رہے ہیں؟

فرمایا اے ابن قعنب میں کیوں نہ روؤں' مجھ سے زیادہ رونے کا مستحق کون ہے؟ میں چاہتا ہوں اور مجھے یہ محبوب ہے کہ جس مسئلہ کا میں نے اپنی رائے سے ایک کوڑے کا فتویٰ دیا ہے اس کے عوض مجھے کوڑا مارا جائے' جس طرف میں نے اقدام کیا ہے اس میں میرے لئے گنجائش بھی تھی۔ افسوس کہ میں نے اپنی رائے سے فتویٰ نہ دیا ہوتا۔ تتمۃ المختصر

امام مالک کی عظمت

امام مالک رضی اللہ عنہ جب علم میں مشہور ہو گئے اور آپ کا ذکر دور دراز پہنچا تو آپ کی طرف مال و دولت آنے لگی۔ آپ اسے اپنے تلامذہ اور شاگردوں میں تقسیم کر دیتے اور وہ آپ کی موافقت کرتے ہوئے اسے نیک کاموں میں متفرق کر دیا کرتے تھے۔ آپ دولت کا قطعاً ذخیرہ نہ کرتے تھے۔ اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ مال نہ ہونا زہد و تقویٰ نہیں۔ زہد و تقویٰ یہ ہے کہ دل اس سے خالی رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص کلام میں سچا ہو جھوٹ نہ بولے اللہ تعالیٰ اسے عقلمند کر دیتا ہے اور وہ بڑھاپے میں تکلیف نہیں دیکھتا اور نہ ہی اسے کوئی خوف ہوتا ہے۔

دراوردی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں رسول

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں گیا ہوں اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو وعظ کرتے دیکھتا ہوں۔ اچانک امام مالک رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے جب ان کو سرورکائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا میرے پاس آ جائیے۔ امام مالک آپ کے بہت قریب چلے گئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگلی شریف سے انگوٹھی اتاری اور امام مالک رضی اللہ عنہ کی چھوٹی انگلی (چھنگلی) میں ڈال دی۔ میں نے اس کی تاویل علم کے ساتھ کی جو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے امام مالک کو دیا۔

امام مالک کے زمانہ میں علماء آپ کے علم کی اقتداء کرتے' امراء آپ کی رائے سے استفادہ کرتے اور عوام آپ کے کلام کے تابع تھے۔ آپ کوئی حکم صادر فرماتے تو فوراً اس کی تعمیل کی جاتی تھی۔ آپ کلام فرماتے تو اس کی دلیل نہ پوچھی جاتی تھی آپ جواب دیتے تو کسی کو جرأت نہ تھی کہ اس پر تنقید کر سکے اسی لئے آپ کے ایک محب نے کہا ہے۔

یاتی الجواب فلایراجع ہیبۃ والسائلون
نواکس الاذقان لبس الوقار وعز سلطان
التقیٰ فھو المطاع ولیس ذا سلطان

آپ جواب دیتے ہیں آپ کی ہیبت سے اس کا جواب نہیں دیا جاتا اور سائل سر نیچے کئے ہوتے ہیں' وقار حاصل کیا اور تقویٰ کا سلطان بلند ہوا' اسی کی اطاعت کی جاتی ہے حالانکہ وہ بادشاہ نہیں۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے امام مالک کے دروازے پر خراسان کے گھوڑے دیکھے جو نذرانہ کے طور پر آئے تھے۔ کہا گیا ہے کہ مصر سے آئے تھے۔ میں نے ان سے اچھے گھوڑے نہیں دیکھے۔ میں نے کہا یہ کیا اچھے گھوڑے ہیں۔ آپ نے فرمایا میری طرف سے یہ تمام آپ کو نذرانہ ہے۔

میں نے کہا۔ ایک گھوڑا سواری کیلئے رکھ لیجئے۔

فرمایا۔ مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ میں ایسی زمین گھوڑے کے قدموں سے روندوں جہاں سرورکائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرماء ہیں۔

یحییٰ بن سعید کہتے تھے کہ امام مالک اس امت کیلئے رحمت ہے۔

ابو قدامہ نے کہا۔ امام مالک اپنے زمانہ میں سب سے بڑے حافظ ہیں۔

ابو عبداللہ متاب نے کہا۔ امام مالک نے ایک لاکھ حدیث یاد کی تھی۔

لیث بن سعد نے کہا۔ اللہ کی قسم! روئے زمین پر مجھے امام مالک سے زیادہ محبوب کوئی نہیں اور کہا اے اللہ میری عمر کے ساتھ ان کی عمر زیادہ کردے۔

اوزاعی امام مالک کی تعظیم کرتے تھے اور جب ان کا ذکر کرتے تو کہتے علماء کے عالم نے فرمایا۔ مدینہ منورہ کے عالم نے فرمایا۔ حرمین کے مفتی نے فرمایا۔

مثنی بن سعید قصیر نے کہا۔ میں نے امام مالک کو یہ کہتے سنا کہ ہر شب کو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتا ہوں۔

امام مالک کی وفات

امام مالک رضی اللہ عنہ ۱۷۹ ہجری میں دس ربیع الاوّل شریف کو فوت ہوئے اتوار کو بیمار ہوئے اور اتوار ہی کو فوت ہوئے نوے برس زندہ رہے اور وصیت کی کہ ان کے کپڑوں میں کفن دیا جائے اور جنازگاہ میں نماز جنازہ پڑھی جائے کثیر تعداد میں لوگوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔ ان میں ابن عیاش، ہاشم، ابن کنانہ، شعبہ بن داؤد ان کے کاتب حبیب اور ان کا بیٹا شامل ہیں۔ بہت بڑے معزز لوگ آپ کی قبر میں اترے۔ طبقات شعرانی میں ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ پچیس برس جماعت میں تشریف نہ لائے۔ آپ سے کہا گیا باہر تشریف لانے سے کیا مانع ہے۔ آپ نے فرمایا میں خلاف شرع دیکھوں جس کو متغیر کرنے کا محتاج ہوں کی مخالفت مانع ہے۔ شعرانی نے کہا اس میں مسامحت اس لئے کی گئی کہ آپ مجتہد تھے۔ اگر آپ کا غیر ایسا کے تو وہ اس پر ثابت نہیں رہ سکتا۔ واللہ اعلم

امام مالک کی وفات پر علماء کے خواب

ابن قاسم نے کہا ہم امام مالک کی بیماری کے وقت جس میں وہ فوت ہوئے ان کے پاس تھے۔ ابن دراوردی آئے اور کہا یا ابا عبداللہ! گزشتہ رات میں نے خواب دیکھا ہے۔ کیا آپ مجھ سے وہ سنیں گے، آپ نے فرمایا۔ کہو!

دراوردی نے کہا میں نے خواب میں ایک شخص آسمان سے اترتا دیکھا جس کے سفید کپڑے تھے، اس کے ہاتھ میں کتاب تھی جسے زمین و آسمان کے درمیان تین مرتبہ کھولا اور کہا یہ مالک کی آگ

سے برآت ہے۔ میں ان سے بیان کر ہی رہا تھا کہ امیر کا قاصد آیا اور کہا یا ابا عبداللہ! مدینہ منورہ کی مسجد کے مؤذن نے گذشتہ رات خواب دیکھا ہے۔ میں نے اس سے سنا ہے اس نے بھی اسی طرح بیان کیا۔ امام مالک نے فرمایا اللہ تعالیٰ مددگار ہے جو وہ چاہے ہوتا ہے۔ ابوزکریا سے روایت ہے' اس نے کہا میں نے امام شافعی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میری پھوپھی نے مجھے کہا جب کہ ہم مکہ مکرمہ میں تھے۔ میں نے آج رات خواب دیکھا ہے۔ میں نے کہا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا میں نے ایک قائل کو دیکھا جو کہہ رہا تھا آج کی رات زمین کا سب سے بڑا عالم فوت ہو گیا ہے۔ ہم نے اس دن کا حساب رکھا وہ وہی دن تھا جس میں امام مالک فوت ہوئے تھے۔

ایک نیک شخص نے امام مالک کو ان کے فوت ہونے کے بعد دیکھا اور کہا آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا کیا؟

آپ نے فرمایا مجھے بخش دیا۔ اس نے کہا کس وجہ سے؟ فرمایا ایک کلمہ کے باعث جو میں نے حضرت عثمان سے سنا تھا کہ انہوں نے جب ایک میت کو دیکھا تو کہا

لا الٰہ الا ھو الحی القیوم سبحان الحی الذی لا یموت	اللہ کے سوا کوئی حق معبود نہیں وہ ہمیشہ زندہ باقی ہے پاک ہے وہ جو باقی ہے فوت نہیں ہوتا۔

میں یہ کلمہ ہمیشہ کہتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے جنت میں داخل کر دیا۔

یونس بن عبدالاعلیٰ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا میں نے بشر بن بکر سے سنا وہ کہتے تھے۔ میں نے اوزاعی کو علماء کی جماعت کے ساتھ جنت میں دیکھا۔ میں نے کہا امام مالک کہاں ہیں؟ کہا گیا ارفع مقام میں ہیں۔ میں نے کہا کس وجہ سے؟ اس نے کہا سچائی کے باعث۔ ''الروض الفائق''

امام شافعی رضی اللہ عنہ

امام شافعی رضی اللہ عنہ کا سلسلۂ نسب یہ ہے کہ آپ ابو عبداللہ محمد بن ادریس شافعی مطلبی ہیں۔ وہ شافع کی طرف اس لئے منسوب ہیں کہ وہ صحابی بن صحابی ہیں۔ اس میں شفاعت کی نیک فال بھی ہے۔ شافع امام شافعی کے تیسرے دادا ہیں کیونکہ آپ کے آبا کا سلسلہ یہ ہے۔ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن سائب بن عبید بن عبد یزید بن ہاشم بن مطلب بن عبد مناف۔ امام شافعی سرور

کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عبد مناف سے جا ملتے ہیں اور وہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تیسرے دادا ہیں اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نانویں ہیں۔

تحقیق نسب

یہ مخفی نہیں کہ ہاشم جو امام شافعی کے سلسلہ نسب میں ہیں وہ اس ہاشم کے علاوہ ہیں جو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نسب شریف میں ہیں' کیونکہ دوسرا پہلے کا چچا ہے اور امام شافعی اپنے باپ کی طرف سے مطلبی ہیں اور اپنے اجداد کی امہات کی طرف سے ہاشمی ہیں اور اپنی والدہ ماجدہ کی طرف سے ''ازدی'' ہیں۔ کہا گیا ہے کہ آپ کی والدہ فاطمہ بنت عبداللہ محض بن حسن مثنیٰ بن حسن سبط بن علی بن ابی طالب ہے ''رضی اللہ عنہم'' اسے محفوظ رکھو۔ کیونکہ ارباب حواشی سے متاخرین کی ایک جماعت نے وہم کیا اور بدون بصیرت تصرف کیا ہے اور اندھی سواری پر سوار ہوئے ہیں حالانکہ حاکم ابو عبداللہ' ابوبکر بیہقی اور خطیب بغدادی سے منقول ہے انہوں نے ذکر کیا امام شافعی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جد امجد ہاشم بن عبد مناف نے تین مرتبہ جنم دیا کیونکہ سائب کی والدہ شفا بنت ارقم بن ہاشم ابن عبد مناف ہے اور شفا کی والدہ خلیدہ ہے وہ اسد بن ہاشم بن عبد مناف ہے اور عبد یزید کی والدہ شفا بنت ہاشم بن عبد مناف ہے اس سے ہاشم نے نکاح کیا تو عبد یزید پیدا ہوئے اس لئے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کے بیٹے اور آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ ایک سو پچاس ہجری میں رجب کے مہینہ میں غزہ میں پیدا ہوئے۔ کہا گیا ہے کہ شعبان میں اس روز پیدا ہوئے جس روز امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے وفات فرمائی۔

ذہبی سے روایت ہے کہ دن کا تعین ثابت نہیں کہا گیا ہے کہ عسقلان میں کہا گیا کہ یمن میں پیدا ہوئے۔ پہلا قول صحیح تر ہے۔ آپ نے مکہ مکرمہ میں پرورش پائی' سات سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا' دس سال کی عمر میں مؤطا یاد کیا' مسلم بن خالد زنجی مفتی مکہ سے فقہ پڑھی۔ انہوں نے ہی آپ کو اجتہاد کی اجازت دی جب کہ آپ کی عمر پندرہ برس تھی' اسی طرح شیخ المشائخ علامہ باجوری نے اپنے حاشیہ ابن قاسم غزی پر اجتہاد کی تفسیر کی ہے اور وہ آپ کا حدیث سے اس شخص کی عدم وقوع طلاق کے

حکم کا استنباط ہے جس نے قمری فروخت کی تھی۔ چنانچہ فائدہ میں اس کا تفصیلاً ذکر آئے گا۔ اس وقت آپ کی عمر شریف چودہ برس تھی اور امام مالک نے آپ کو اس وقت اجتہاد کی اجازت دی تھی۔ پھر آپ مدینہ منورہ میں امام مالک کے پاس رہنے لگے۔ آپ بغداد شریف گئے تو وہاں کے علماء جمع ہوئے اور آپ سے استفادہ کیا۔ بغداد میں آپ نے اپنا قدیم مذہب تصنیف کیا۔ پھر مکہ مکرمہ واپس آ گئے' بغداد تشریف لے گئے اور وہاں ایک مہینہ اقامت کی پھر مصر چلے گئے اور وہاں اپنا جدید مذہب جامع عمرو میں تصنیف کیا' پھر علم میں مشغول رہے اور اس کی تشہیر کرتے رہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے رات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ایک حصہ علم میں گذارتے اور ایک میں نماز پڑھتے اور ایک حصہ میں آرام فرمایا کرتے تھے۔ رضی اللہ عنہ

امام شافعی رضی اللہ عنہ کا حلیہ

امام شافعی رضی اللہ عنہ کا قد لمبا تھا' رخسار صاف تھے' چہرے پر گوشت خفیف تھا' گردن لمبی' گندمی رخسار پتلے تھے' داڑھی پر خالص سرخ مہندی لگاتے تھے' آواز خوبصورت اور ہیئت اچھی تھی' بہت عقلمند' خوبصورت اور خوش خلق تھے بارعب اور فصیح تھے۔ آپ کی زبان لمبی تھی جب زبان باہر نکالتے تو ناک تک پہنچ جاتی تھی۔ بواسیر کے مریض تھے' اسی طرح ابن اصلاح نے آپ کا حلیہ بیان کیا ہے۔

ربیع سے روایت ہے کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ ہر روز ایک مرتبہ قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے' نیز ربیع سے روایت ہے کہ آپ رمضان میں نماز میں ساٹھ قرآن ختم کیا کرتے تھے۔

حسن کرابیسی نے کہا میں نے امام شافعی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کئی راتیں بسر کیں وہ تہائی رات نماز پڑھتے تھے۔ پچاس آیات سے زیادہ پڑھتے تھے۔ جب زیادہ پڑھنا ہوتا تو ایک سو آیت پڑھتے تھے' جب رحمت کی آیت سے گزرتے تو اللہ تعالیٰ سے اپنے اور مومنوں کیلئے توبہ کی دعا کرتے اور اگر عذاب کی آیت تلاوت کرتے تو اس سے تعوذ کرتے اور مومنوں کیلئے نجات کا سوال کرتے تھے۔

حمیدی نے کہا امام شافعی رضی اللہ عنہ رات کی نماز میں تلاوت قرآن کے علاوہ ہر رمضان مبارک کے مہینہ میں ساٹھ قرآن ختم کرتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ یہ فرمایا کرتے تھے' سولہ برس سے میں نے سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا' کیونکہ یہ بدن کو

بھارا کر دیتا ہے' دل کو سخت اور ذکاوت کو زائل کر دیتا ہے' نیند زیادہ اور عبادت سے کمزور کر دیتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ میں نے ساری عمر جھوٹی اور سچی قسم نہیں کھائی۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا تو آپ خاموش ہو گئے۔ آپ سے عرض کیا گیا' آپ جواب کیوں نہیں دیتے۔

آپ نے فرمایا اس لئے کہ اپنے سکوت یا جواب میں فضیلت معلوم کروں۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب میں نے قرآن کریم ختم کیا تو مسجد میں داخل ہوا میں علماء کے پاس بیٹھتا اور حدیث یا کوئی مسئلہ یاد کرتا تھا' ہمارا گھر مکہ میں شعب الخیف میں تھا۔ میں بہت غریب تھا' کاغذ خرید نہ سکتا تو ہڈی لے کر اس پر حدیث یا مسئلہ لکھ لیا کرتا تھا۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ کے اساتذہ

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے علم امام مالک' مسلم بن خالد زنجی اور سفیان بن عینیہ سے حاصل کیا اور اسماعیل بن علیہ' عبدالوہاب بن عبدالمجید ثقفی' محمد بن حسن شیبانی اور دیگر محدثین سے علم حدیث حاصل کیا۔

امام شافعی کو بہت اشعار یاد تھے۔ اصمعی نے مکہ مکرمہ میں آپ سے دیوان الہذلیین اور دیوان الشنفری پڑھے۔ دو مرتبہ آپ بغداد شریف لائے اور وہاں بشر مریسی سے مناظرہ کیا۔ بشر معتزل تھا۔ مصر میں حفص فرد سے مناظرہ کیا۔ حفص نے کہا قرآن مخلوق ہے اور اس پر دلائل ذکر کئے دونوں میں مناظرہ جاری رہا حتیٰ کہ اس کی امام شافعی نے تکفیر کی اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ''کن'' سے مخلوق پیدا کی اگر کن بھی مخلوق ہے تو لازم آئے گا کہ مخلوق نے مخلوق کو پیدا کیا۔

مزنی اور محمد بن عبداللہ بن حکم نے کہا امام شافعی امام مالک کے پاس آئے اور کہا میں آپ سے ''موطا'' سننا چاہتا ہوں۔

امام مالک نے کہا میرے کاتب حبیب کے پاس جائیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے موطا پڑھا ہے۔ امام شافعی نے کہا آپ مجھ سے ایک صفحہ سنیں اگر میں نے قرآت اچھی کی اور آپ نے اس کو اچھا جانا تو میں موطا کی قرآت کروں گا ورنہ چلا جاؤں گا۔ امام مالک نے کہا پڑھیے۔ امام شافعی ایک صفحہ پڑھ کر ٹھہر گئے۔

امام مالک نے کہا اور پڑھیں۔ شافعی نے ایک صفحہ اور پڑھا اور خاموش ہو گئے امام مالک نے کہا

اور پڑھیں۔امام شافعی نے پڑھا تو مالک نے ان کی تحسین کی امام شافعی نے سارا موطا مالک کو سنایا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد امام شافعی آئے تو امام مالک نے کہا کوئی شخص تلاش کرو جس کو آپ موطا سنائیں۔

امام شافعی نے کہا میں یہ پسند کرتا ہوں کہ آپ میری قرأت سنیں اگر آپ تنگی محسوس کرتے ہیں تو میں کسی کو تلاش کرتا ہوں۔فرمایا پڑھئے۔ میں نے پڑھا۔ آپ بہت خوش ہوئے پھر فرمایا اور پڑھو۔ میں نے اوّل سے آخر تک سارا موطا زبانی سنا دیا۔ آپ نے میرے لئے دعا کی اور بہت خوش ہوئے۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے موطا نو راتوں میں یاد کیا تھا۔ بعض نے اسی طرح نقل کیا ہے۔ بعض نے کہا آپ نے تین رات میں موطا حفظ کیا۔

حمیدی نے روایت کی کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ اپنے ایک شغل میں یمن تشریف لے گئے پھر مکہ مکرمہ واپس آئے اور آپ کے پاس دس ہزار درہم تھے۔ آپ نے مکہ مکرمہ سے باہر خیمہ نصب کر دیا۔لوگ آپ کے پاس آئے آپ اپنی جگہ بیٹھے رہے حتیٰ کہ سب کو متفرق کر دیا۔

ایک روز امام شافعی رضی اللہ عنہ غسل کر کے حمام سے باہر تشریف لائے حالانکہ آپ کے پاس کثیر مال تھا۔ آپ نے وہ سارا مال صاحب حمام کو دے دیا۔ آپ سوار تھے۔ آپ کے ہاتھ سے کوڑا گر گیا۔ کسی شخص نے آپ کو کوڑا پکڑایا۔ آپ نے اس کو پچاس دینار دیئے۔

ایک درزی کا واقعہ

حمیدی سے روایت ہے کہ امام شافعی نے ایک درزی کو جو امام شافعی کے حال سے جاہل تھا قمیص سینے کیلئے دی۔ اس نے آپ سے مذاق کیا اور دائیں آستین تنگ بنا دی جس سے بصد مشکل ہاتھ گزرتا تھا اور دوسری آستین خوب فراخ کر دی گویا کہ وہ بوری کا سر تھا۔ جب امام شافعی آئے اور ایک آستین بہت تنگ اور دوسری وسیع تو دیکھی تو درزی سے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تجھے اچھی جزا دے۔ یہ تنگ آستین وضو کی تیاری کیلئے اور یہ فراخ آستین کتاب کیلئے بہت مناسب ہے۔

بادشاہ کا قاصد امام شافعی کے پاس دس ہزار درہم لے کر آیا اور حسن اتفاق سے اس کے پاس ہی اس کی امام شافعی سے ملاقات ہوئی اور کہا درزی کو یہ درہم قمیص کی سلائی اور اس کی تفصیل میں اس کی غور و فکر کی اُجرت دیں۔

درزی نے دریافت کیا کہ یہ شخص کون ہے؟ تو اسے کہا گیا یہ امام شافعی ہے درزی آپ کے پیچھے گیا اور آپ کے پاؤں کو بوسہ دے کر معذرت کی پھر آپ کی خدمت میں رہا اور آپ کے مخلص ساتھیوں سے شمار ہونے لگا۔

ایک غریب کی امداد

ربیع نے کہا میں نے شادی کی مجھ سے امام شافعی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کتنا مہر رکھا ہے؟ میں نے کہا تیس دینار۔ فرمایا کتنا ادا کیا ہے؟ میں نے کہا چھ دینار۔ آپ نے مجھے ہمیانی بھیجی جس میں چوبیس دینار تھے اور میرے لئے دو سو ایک ہجری میں جامع مسجد میں اذان پر تنخواہ مقرر کر دی۔ (الروض الفائق)

امام شافعی کا سخاوت میں کلام

جمال الدین محمد بن عمر بن مبارک حضرمی نے ''لامیۃ العجم'' کی شرح میں اور رازی نے مناقب میں کرم وجود میں امام شافعی کا کلام نقل کیا۔

یالهف نفسی علیٰ مال افرقه علی المقلین من اهل المروء ات ان اعتذاری الیٰ من جاء یسئلنی ما لیس عندی المن احدی المصیات

افسوس! میں مال بامروت غریبوں پر تقسیم کر دیتا۔ جو شخص میرے پاس آ کر کوئی شے طلب کرے جو میرے پاس نہ ہو تو میرا عذر کرنا ایک مصیبت ہوتا ہے۔

نیز اس شرح میں ان کا کلام ہے۔

علی ثیاب لو یباع جمیعها بفلس لکان الفلس منهن اکثرا وما ضر لصل السیف اخلاق غمده اذا کان عضبا حیث وجهته بری

اگر میرے سارے کپڑے ایک پیسے کے عوض فروخت کئے جائیں تو پیسہ ان سے زیادہ قیمت رکھتا ہے تلوار کا چھالا پرانے میان کو ضرر نہیں دیتا جبکہ وہ کاٹنے والی تلوار ہو اسے جدھر متوجہ کرے وہ پوری اترتی ہے۔

امام دمیری نے حیات الحیوان میں اور رازی نے مناقب میں آپ کا کلام ذکر کیا ہے۔ فرمایا:

سـاكـم علمی عن ذوی الجهل طاقتی ولا انثر الدر النفیس علی الغنم فان یسر الله الکریم بفضله وصادفت اهلا للعلوم وللحکم بثثت مفید

اپنی طاقت کے مطابق میں جاہلوں سے اپنا علم چھپاؤں گا میں قیمتی موتی بکریوں پر نثار نہ کروں گا اگر اللہ کریم نے اپنے فضل سے میسر فرمایا اور علم وحکمت کے اہل کو میں نے پایا تو ا

اوا سفدت ودادهم والافمخزون لدی ومکتم
فمن منح الجهال علماً اضاعه ومن منع
المستوجبین فقد ظلم

کو مفید علم سکھاؤں گا اور ان کی محبت سے استفادہ کروں گا ورنہ وہ میرے پاس محفوظ رہے گا اور اسے چھپا کر رکھوں گا جو شخص جاہلوں کو علم سکھائے وہ اسے ضائع کرتا ہے اور جو شخص حقداروں سے علم منع کرے وہ ظلم کرتا ہے۔

نیز فرمایا۔

اذا لم اجد خلا تقیا فوحدتی الذو اشهی من غوی
اعاشره واجلس وحدی للسفاهة امنا اقرلعینی من
جلیس احاذره

جب میں متقی اور پرہیزگار دوست نہ پاؤں تو بے باکوں کی مباشرت سے مجھے تنہائی زیادہ لذیذ اور پسند ہے بیوقوفی سے امن پانے کیلئے میں تنہا بیٹھا رہتا ہوں خوفناک ساتھی سے دور رہ کر آنکھ ٹھنڈی کرتا ہوں۔

نیز فرمایا۔

زن من وزنك بما اتزنك وما وزنك به فزنه
من جا انيك فرح اليه ومن جفاك فصد عنه من طن انك
دونه فاترك هواه اذا وهنه وارجع الیٰ رب العبا دفکل ما
یاتيك منه

تو لوگوں سے وہی برتاؤ کر جو وہ تیرے ساتھ برتاؤ کریں اور جو حال وہ اختیار کرے تو بھی وہی کر جو تیرے پاس آئے تو اس کے پاس جا اور جو تیرے اوپر ظلم کرے تو اس سے رُک جا جو تجھے اپنے سے چھوٹا گمان کرے تو اس کی خواہش ترک کردے جب وہ اسے کمزور جانے تو لوگوں کے پروردگار کی طرف رجوع کر تو جو بھی تیرے پاس آئے گا اسی کی طرف سے آئے گا۔

نیز فرمایا۔

اکل العقاب بقوة جیف الفلا وجنی الذباب الشهد
وهو ضعیف

قوت کے باوجود عقاب کا کھانا جنگل کا مردار ہے اور مکھی کا پھل شہد ہے حالانکہ وہ کمزور ہے۔

نیز فرمایا۔

تمنی رجال ان اموت وان امت فتلك سبیل لست
فیها باوحد فقل للذی یبغی خلاف الذی مضی تهیا
للاخری مثلها فکان قد وقد علموا لو ینفع العلم
عندهم لئن مت ما الداعی علی بمخلد

لوگوں کی خواہش ہے کہ میں مرجاؤں اور اگر میں مرگیا تو یہ ایسا سفر ہے جس میں میں اکیلا نہیں ہوں جو ماضی کے حال کے خلاف کا متلاشی ہے اسے کہہ دو کہ اس جیسی دوسری خصلت کیلئے تیار ہو جا اور وہ یقینی ہے ان کو یقین ہے کہ کاش ان کو علم نفع دیتا اگر میں مرجاؤں تو دائمی زندگی کا بھلا داعی کون ہے۔

نیز فرمایا۔

کل العداوات قد ترجی مودتها الا العداوة من عاداك
عن حسدی

ہر عداوت کی کبھی محبت کی امید کی جاسکتی ہے مگر اس شخص کی عداوت جو میرے ساتھ حسد کی وجہ سے تیرا دشمن ہو۔

امت مطامعی فارحت نفسی فان
النفس ما طمعت تهون واحییت القنوع
وکان میّتا ففی احیائہ عرضی مصون اذا طمع
یحل بقلب عبد علته مهانة وعلاه هون

میں نے حرص اور طمع ختم کیا اور اپنی جان کو آرام کیونکہ جب تک نفس طمع کرتا رہے ذلیل وخوار ہوتا ہے میں نے قنوع وصابر کو زندہ کیا جب کہ وہ مرا ہوا تھا اس کے زندہ کرنے میں میری عزت وآبرو محفوظ ہے جب کسی شخص کے دل میں حرص آجائے تو اس پر ذلت اور رسوائی غالب آجاتی ہے۔

نیز فرمایا۔

ماحك جلدك مثل ظفرك فتول انت جميع امرك
و اذا قصدت لحاجة فاقصد لمعترف بقدرك

تیرے چمڑے کو تیرے ناخن کی طرح کوئی نہیں رگڑتا اسلئے تو اپنے تمام امور کا خود ہی اہتمام کر اور جب تو کسی حاجت کا قصد وارادہ کرے تو اس شخص کا قصد کر جو تیری قدر کا معترف ہو۔

نیز فرمایا۔

یامن یعانق دنیاً لا بقاء لها یمسی ویصبح
فی دنیاه سفاراً هلا ترکت لذی الدنیا
معانقة حتی تعانق فی الفردوس ابکارا ان
کنت تبغی جنان الخلد تسکنها فینبغی
لك ان لا تامن النار

اس شخص پر تعجب ہے جو فانی دنیا سے معانقہ کرتا ہے وہ صبح وشام دنیا میں لگام لئے ہوئے ہے تو دنیادار سے معانقہ کیوں ترک نہیں کرتا ہے تاکہ جنت الفردوس میں نوجوان عورتوں سے معانقہ کرے اگر تو دائمی جنتوں کا متلاشی ہے جن میں رہنا چاہتا ہے تو تیرے لئے مناسب یہ ہے کہ دوزخ سے بے خوف نہ ہو۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ کا کلام نظم اور نثر میں کثیر ہے جو مستقل تالیف ہے آپ کا یہ کلام کافی ہے۔

ولولا الشعرا بالعلماء یزدی لکنت
الیوم اشعر من لبید واشجع فی الوغی من
کل لیث وال مهلب وابی یزید ولولا خشیة
الرحمن ربی حسبت الناس کلهم عبیدی

اگر شعر علماء کیلئے معیوب نہ ہوتا تو میں اس زمانہ کا لبید سے بڑا شاعر ہوتا اور میں حروب میں تمام شیروں اور مہلب والویزید کی آل سے زیادہ بہادر ہوتا اگر میرے رب رحمٰن کا مجھے خوف نہ ہوتا تو تمام لوگوں کو اپنے غلام سمجھتا۔

شعرانی نے ''منن'' میں ذکر کیا لوگوں سے امام شافعی کی مراد دنیادار لوگ ہیں جو دنیا سے محبت کرتے ہیں۔ اس پر دلیل ایک عارف کی ایک بادشاہ سے گفتگو ہے کہ ایک عارف نے بادشاہ سے کہا تو میرے غلام کا غلام ہے۔ بادشاہ نے کہا۔ کس طرح؟ فرمایا تو دنیا کا بندہ ہے اور دنیا میری خادم ہے۔

امام شافعی کے ارشادات

جو شخص علم سے محبت نہ کرے اس میں برکت نہیں ہوتی، تمہارے اور اس کے درمیان نہ تو کوئی

معرفت ہوگی اور نہ ہی اس سے دوستی ہوسکتی ہے کیونکہ علم قلوب کی حیات اور بصیرت کی شمع ہے۔ علم کا طلب کرنا نفلی نماز سے افضل ہے۔ اپنے نفس پر بہت بڑا ظالم وہ ہے کہ جب اسے بلند مرتبہ حاصل ہو تو وہ اپنے اقارب ورشتہ داروں پر سختی کرے ان کے معارف اور احسانات کا انکار کردے اکابر کی اہانت کرے اور اہل فضل حضرات پر تکبر کرے۔ مجھے محبت ہے کہ لوگ میرے علم سے نفع حاصل کریں اور اس سے کوئی شے میری طرف منسوب نہ ہو۔ میں جسے بھی دیکھتا ہوں تو یہ خواہش اور محبت کرتا ہوں کہ اسے اچھی توفیق حاصل ہو اس کی مدد ہو اور اللہ تعالیٰ اس پر نگاہ کرم فرمائے جو شخص بھی میرے ساتھ مناظرہ کرے میری خواہش یہی ہوتی ہے کہ اس سے حق کا ظہور ہو اور مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ میری یا اس کی زبان پر حق ظاہر کرے، میں جس پر بھی حجت قائم کروں اور وہ اسے قبول کرلے میں اس سے ڈرتا ہوں اور اس سے محبت کرتا ہوں اور جو شخص میرے ساتھ مکابرہ اور جدال کرے اور حجت کی مدافعت کرے وہ میری نظر سے گر جاتا ہے اور اسے چھوڑ دیتا ہوں۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک شخص کا بے وقوف بیٹا تھا اس نے ایک دن اسے تیس گز لمبی رسی خریدنے کیلئے بھیجا۔ بیٹے نے کہا اس کا عرض کتنا ہو۔ اس شخص نے کہا جتنی تجھ میں میری مصیبت ہے۔

امام شافعی کی فقاہت

امام شافعی رضی اللہ عنہ امام مالک رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے۔ ایک شخص نے آ کر امام مالک سے کہا۔ میں قمریاں فروحت کیا کرتا ہوں۔ میں نے آج ایک قمری فروخت کی اور خریدار نے قمری واپس کرتے ہوئے کہا۔ تیری قمری بولتی نہیں۔ میں نے اسے کہا کہ وہ خاموش نہیں رہتی ہے ورنہ میری بیوی کو طلاق ہے۔

امام مالک نے فرمایا تو نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے اب وہ تیرے لئے حلال نہیں۔ اس روز امام شافعی رضی اللہ عنہ چودہ برس کے تھے۔ آپ نے اس شخص سے کہا کون سی چیز اکثر ہے۔ تیری قمری کا بولنا یا اس کی خاموشی اکثر ہے۔ اس نے کہا اکثر بولتی ہے اور خاموش کم رہتی ہے۔ امام شافعی نے فرمایا تیری بیوی کو طلاق واقع نہیں ہوئی۔ امام مالک کو اس کا پتہ چلا تو انہوں نے امام شافعی سے کہا اے بیٹا کس طرح طلاق واقع نہیں ہوئی؟ امام شافعی نے کہا کہ آپ نے زہری سے حدیث بیان کی انہوں

نے ابوسلمہ بن عبدالرحمن سے انہوں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ فاطمہ بنت قیس نے کہا یارسول اللہ! ابوجہم اور معاویہ نے مجھے منگنی کا پیغام بھیجا ہے۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ معاویہ غریب ہے اس کے پاس مال نہیں۔ ابوجہم اپنے کندھے سے لاٹھی نہیں اتارتا (عورتوں کو بہت مارتا ہے) سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو علم تھا کہ ابوجہم کھاتے پیتے ہیں اور آرام وراحت بھی کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ نے مجازاً فرمایا ہے۔ وہ لاٹھی کندھے سے نہیں اتارتے عرب دوفعلوں سے عام اور غالب فعل کو، ہمیشگی پر محمول کرتے ہیں۔ جب قمری اکثر بولتی ہے اور خاموش کم رہتی ہے تو میں نے اس کے بولنے کو دوام پر محمول کیا ہے۔ (اس لئے طلاق نہ ہوگی)

امام شافعی کی حجت اور دلیل سے امام مالک بہت خوش ہوئے اور فرمایا اے شافعی فتویٰ دیا کریں۔ اب آپ کے فتویٰ دینے کا وقت آ گیا ہے۔ امام شافعی نے چودہ برس کی عمر میں افتاءشروع کر دیا۔ "حیٰوۃ الحیوان"

نوٹ) تحقیق نسب میں حدیث سے اسی مسئلہ کے استنباط کی طرف اشارہ کیا تھا۔

امام شافعی کا امتحان

امام محمد بن حسن اور امام ابو یوسف دونوں امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں رضی اللہ عنہم انہوں نے ہارون رشید کے پاس امام شافعی، محمد بن ادریس رضی اللہ عنہ کا امتحان لیا اور کہا اے شافعی ان دوشخصوں کے متعلق آپ کا کیا فتویٰ ہے جنہوں نے ایک عورت سے نکاح کا ارادہ کیا۔ وہ ایک کیلئے حلال ہے دوسرے کیلئے حلال نہیں حالانکہ وہ اس کی محرم نہیں ہے۔

امام شافعی نے کہا ان دوشخصوں میں سے ایک کی چار بیویاں ہیں۔ اس پر پانچویں عورت سے نکاح کرنا حرام ہے۔

پھر امام ابو یوسف اور امام محمد رضی اللہ عنہما نے کہا ان دوشخصوں کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں جنہوں نے شراب پیا مگر حد شرب ایک پر واجب ہوتی ہے دوسرے پر نہیں، حالانکہ وہ دونوں مسلمان ہیں۔

امام شافعی نے کہا ان میں سے ایک آزاد اور بالغ تھا اس پر حد واجب ہے اور دوسرا بچہ ہے نابالغ ہے اس پر حد واجب نہیں۔

امام ابو یوسف اور امام محمد رضی اللہ عنہما نے کہا۔ان پانچ شخصوں کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ جنہوں نے زنا کیا ان میں سے ایک کو قتل کرنا واجب ہے دوسرے کو سنگسار کرنا ضروری ہے' تیسرے پر حد لازم ہے' چوتھے پر آدھی حد واجب ہوتی ہے اور پانچویں پر کوئی شے واجب نہیں۔

امام شافعی نے کہا پہلا شخص مشرک ہے اس نے مسلمان عورت سے زنا کیا۔اس کو قتل کرنا واجب ہے۔دوسرا شادی شدہ ہے اس نے زنا کیا اس کو سنگسار کرنا ضروری ہے۔تیسرا غیر شادی شدہ ہے اس نے زنا کیا اس کو کوڑے مارنے لازم ہیں (حد) چوتھا شخص غلام ہے اس نے زنا کیا اس پر آدھی حد (پچاس کوڑے) واجب ہے۔پانچواں شخص بچہ نابالغ ہے یا مجنون ہے۔

امام ابو یوسف اور امام محمد رضی اللہ عنہ نے کہا آپ اس شخص کے متعلق کیا کہتے ہیں جس نے پیالہ پکڑا جس میں پانی تھا۔اس نے اس میں سے کچھ پانی پیا جو اس کیلئے حلال تھا اور باقی حرام ہے؟ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا جب اس نے پیالہ سے کچھ پانی پیا تو اس کو باقی میں نکسیر آ گئی وہ خون ملنے سے حرام ہو گیا۔امام محمد اور ابو یوسف نے فرمایا اس شخص کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں جس نے اپنی بیوی کو سربمہر تھیلہ دیا اور اسے کہا اگر تو اسے خالی نہ کرے تو تجھے طلاق ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس کو کھولنا نہیں نہ کاٹنا ہے اور نہ ہی توڑنا ہے۔اس نے اس شرط کے تحت تھیلہ خالی کر دیا۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا وہ تھیلہ شکر یا نمک سے بھرا ہوا ہو وہ اسے پانی میں رکھ دے۔ شکر اور نمک پگھل جائے گا اور تھیلہ فارغ ہو جائے گا۔

امام ابو یوسف اور امام محمد رضی اللہ عنہما نے کہا آپ ان لوگوں کے متعلق کیا کہتے ہیں جنہوں نے غیر اللہ کو سجدہ کیا اور وہ یہ کرنے میں گنہگار نہیں ہوتے۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا وہ فرشتے ہیں۔جنہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔

امام ابو یوسف اور امام محمد رضی اللہ عنہما نے کہا آپ اس شخص کے متعلق کیا کہتے ہیں جس نے لوگوں کو نماز پڑھائی وہ دائیں طرف سلام پھیرے تو اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے۔بائیں طرف سلام پھیرے تو اس کی نماز باطل ہو جائے' آسمان کی طرف نظر کرے تو اس پر ایک ہزار درہم واجب ہو جائیں۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ کہا اس شخص نے جب دائیں طرف سلام پھیرا تو اس نے ایک شخص دیکھا جس نے اس کی بیوی سے اس کی غائبانہ حالت میں نکاح کیا اور اس سے ہم بستری نہیں ہوئی حالانکہ یہ سفر

سے واپس آیا ہے تو اس پر طلاق دینا واجب ہے پھر اس نے بائیں طرف سلام پھیرا تو اپنے کپڑے پر بہت زیادہ خون لگا ہوا دیکھا اس پر نماز کا اعادہ واجب ہے پھر آسمان کی طرف نظر کی تو چاند دیکھا حالانکہ اس پر اس ماہ میں ایک ہزار درہم قرض تھا جو چاند نظر آنے پر ادا کرنے ہیں اس لئے ان کا ادا کرنا واجب ہوگا۔ امام ابو یوسف اور امام محمد رضی اللہ عنہما نے کہا آپ اس شخص کے متعلق کیا کہتے ہیں جس نے ایک لڑکی سے ملاقات کی اور بوسہ لیا اور کہا قربان اپنے باپ پر جو اس لڑکی کا دادا ہے اپنے بھائی پر جو اس کا چچا ہے اور میں اس کی ماں کا شوہر ہوں۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا وہ لڑکی اس شخص کی بیٹی ہے۔

امام ابو یوسف اور امام محمد رضی اللہ عنہما نے کہا آپ اس عورت کے متعلق کیا کہتے ہیں جس نے ایک لڑکے سے ملاقات کی اور اس کا بوسہ لیا کہا میں اپنی ماں پر فدا ہوں جس نے اس کی ماں کو جنم دیا۔ میرے شوہر کا بھائی اس کا چچا ہے اس کا باپ میری ساس کا بیٹا ہے اور میں اس کے باپ کی بیوی ہوں۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا وہ عورت اس لڑکے کی والدہ ہے۔

جب ان مسائل کے جوابات سے فارغ ہوئے تو امام شافعی امام محمد سے مخاطب ہو کر کہنے لگے۔ آپ اس شخص کے متعلق کیا فرماتے ہیں جس نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کی والدہ نکاح اپنے بیٹے سے کر دیا۔ ماں اور بیٹی دونوں نے دو بچوں کو جنم دیا۔ یہ لڑکا اس سے کیا تعلق رکھتا ہے اور یہ اس سے کیا؟

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ خاموش ہو گئے۔ ہارون رشید نے امام شافعی رضی اللہ عنہ سے کہا آپ اس کی تفسیر کریں۔

آپ نے فرمایا۔ یا امیر المومنین ماں کا بیٹا لڑکی کے بیٹے کا ماموں ہے اور لڑکی کا بیٹا ماں کے بیٹے کا چچا ہے۔ ہارون رشید بہت خوش ہوا۔ پھر امام شافعی امام ابو یوسف سے مخاطب ہوئے اور کہا آپ اس شخص کے متعلق کیا فرماتے ہیں جو فوت ہو گیا اور چھ سو درہم ترکہ چھوڑا اور وارثوں میں ایک اس کی ہمشیرہ ہے اس کو صرف ایک درہم ملا آپ فرمائیں کہ یہ تقسیم کیسی ہے؟

امام ابو یوسف خاموش ہو گئے، رشید نے امام شافعی سے کہا میری حیات کے رب کی قسم اس کی تفسیر فرمائیں۔

فرمایا: یا امیر المومنین یہ شخص فوت ہوا اس نے چھ سو درہم ترکہ چھوڑا اس کی دو لڑکیاں ہیں جن کو

دو تہائی ترکہ ملا اور دو چار سو درہم ہیں ایک اس کی ماں ہے۔ جس کو چھٹا حصہ ترکہ سے ملا اور وہ ایک سو درہم ہے۔ ایک اس کی بیوی ہے۔ جس کو آٹھواں حصہ ملا اور وہ پچھتر درہم ہیں۔ اس کے بارہ بھائی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کو دو دو درہم ملے اور اس کی ہمشیرہ کیلئے صرف ایک درہم باقی بچا۔

''الکنز المدفون'' اسی طرح رازی کی کتاب ''المناقب'' میں ہے۔ اس میں کئی فوائد جمع ہیں۔

امام شافعی کا عمل

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ امام شافعی کی بہت تعظیم کیا کرتے تھے وہ ان کا بہت ذکر کرتے اور ان کی صفت وثناء کیا کرتے تھے۔ امام احمد رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی بڑی نیک تھی۔ وہ رات بھر نماز میں کھڑی رہتی اور دن میں روزے سے رہا کرتی تھی صالحین اخیار کی اخبار سے محبت کرتی تھی، اس کی خواہش تھی کہ وہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کو دیکھے، کیونکہ اس کے والد امام احمد ان کی بڑی تعظیم کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کو امام احمد رضی اللہ عنہ کے گھر رات بسر کرنے کا اتفاق ہوا۔ ان کی صاحبزادی اس وجہ سے بڑی خوش ہوئی کہ وہ امام شافعی کا عمل دیکھے گی اور آپ کے اقوال سنے گی۔ جب رات ہوئی تو امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ رات کا وظیفہ پورا کرنے اٹھے اور نماز پڑھنا شروع کی اور دیگر وظائف اور اذکار میں مشغول ہوئے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ چت لیٹے رہے اور امام احمد رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی فجر تک انتظار کرتی رہی۔ اس نے اپنے باپ سے کہا آپ تو امام شافعی کی بڑی تعظیم کرتے ہیں آج رات میں نے ان کی نماز دیکھی ہے نہ ذکر اور نہ ہی کسی وظیفہ میں ان کو مشغول دیکھا ہے۔ صاحبزادی اپنے والد سے باتیں کر رہی تھی کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ اٹھے۔ امام احمد رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا رات کیسی رہی۔

فرمایا اس رات سے پاکیزہ، برکت والی اور زیادہ نافع رات میں نے نہیں دیکھی کیونکہ میں نے اس رات ایک سو مسئلہ مرتب کیا ہے۔ میں ساری رات لوگوں کے منافع کیلئے چت لیٹا رہا پھر انہوں نے الوداع کہی اور تشریف لے گئے۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے صاحبزادی سے فرمایا۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے اس رات جو عمل کیا ہے جب کہ وہ سور ہے تھے میرے عمل سے بدرجہا افضل ہے جب کہ میں رات کھڑا نماز پڑھتا

رہا۔"الروض الفائق"

نا اُمید کو با اُمید کرنا

سوید بن سعید رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ امام شافعی مدینہ منورہ میں صبح کی نماز کے بعد بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص آیا اور کہا میں اپنے گناہوں سے خائف ہوں اگر میں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوا تو توحید کے سوا میرے پاس کچھ نہ ہوگا۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے مومن! اگر اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا کہ تجھ سے درگزر کرنے سے تجھے ناامید کرتا تو گناہوں کی مغفرت میں تجھے اپنے حوالہ نہ کرتا جب کہ وہ فرماتا ہے۔

وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ — اللہ کے سوا کون گناہ بخش سکتا ہے؟

اگر تجھے دوزخ میں رکھ کر تیری عقوبت اور اس میں دوام کا ارادہ کرتا تو وہ تجھے اپنی معرفت و توحید کا الہام نہ کرتا۔ پھر یہ شعار پڑھے۔

ان كنت تغدو في الذنوب جليداً وتخاف في يوم المعاد وعيداً فلقد اتاك من المهيمن عفوه واتاح من نعم عليك مزيداً ولا تياس من لطف ربك في الحشى في بطن امك مضغةً ووليداً لو شاء ان تصلى جهنم خالداً ما كان الهم قلبك التوحيدا	اگر تو گناہوں میں قوی ہے اور قیامت کے روز وعید سے ڈرتا ہے۔ اللہ کی عفو تیرے پاس آئی اور تیرے نصیب میں مزید انعام کیا ہے اپنے رب کی مہربانی سے ناامید نہ ہوا حالانکہ تو اپنی ماں کے پیٹ میں جما ہوا گوشت یا بچہ اگر تجھے ہمیشہ دوزخ میں رکھنا چاہتا تو تیرے دل میں توحید کا الہام نہ کرتا۔

وہ شخص رونے لگا اور عبادت میں مشغول ہوا اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کے کلام سے خوش ہوا۔

"الروض الفائق"

امام شافعی کی دُعاء

عبداللہ بن مروان نے کہا میں امام شافعی رضی اللہ عنہ کے حلقہ علم اور محفل حکمت میں بیٹھا کرتا تھا اور جو کچھ سمجھ آتی وہ لکھ لیتا تھا۔ میں سحری کے وقت آپ کے پاس آیا جب کہ آپ مسجد میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ میں بیٹھ گیا حتیٰ کہ آپ نماز سے فارغ ہوئے اور دعائیں مانگیں، میں نے وہ یاد کر لیں، ان میں سے بعض دعائیں ہیں۔

اللهم امنن علينا بصفاء المعرفة وهب لنا تصحيح المعاملة فيما بيننا وبينك على السنة وارزقنا صدق التوكل عليك وحسن الظن بك وامنن علينا بكل ما يقربنا اليك مقرونا بعوا فى الدارين برحمتك يا ارحم الراحمين۔

اے اللہ خالص معرفت کا ہم پر احسان فرما اور اپنے اور ہمارے درمیان سنت کے مطابق معاملہ درست فرما اور ہمیں سچا توکل اور تیرے ساتھ حسن ظن عنایت فرما اور ہر وہ شے عنایت فرما جو ہم کو تیرے قریب کرے جبکہ وہ عافیت دارین سے مقرون ہو برحمتک یا ارحم الراحمین۔

جب دعا سے فارغ ہوئے تو مسجد سے باہر تشریف لے گئے، میں بھی آپ کے پیچھے گیا آپ کھڑے ہو کر آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے پھر یہ بیت کہے۔

بموقف ذلي دون عزتك العظمىٰ بمخفّى سر لا احيط به علمًا باطراق رأسى باعترافى بذلتى بمديدى استمطر الجود والرحما باسمائك الحسنى التى بعض وصفها لعزتها يستغرق النثر والنظما بعهد قديم من الست بربكم بمن كان مجهولًا فعلمته الاسما اذقنا شراب الانس يامن اذا سقى محبًا شرابًا لا يضام ولا يظما

تیری عظیم عزت کے آگے ذلت کے مقام میں ہونے کے باعث مخفی ستر کے ساتھ میں علم ضائع نہ کروں سر نیچا کر کے اپنی ذلت کا اعتراف کرتے ہوئے اپنا ہاتھ بڑھا کر جود و کرم اور رحم کی بارش طلب کرتا ہوں اے اللہ اپنے خوبصورت اسماء کے ذریعہ جن کے بعض اوصاف میں ان کی عظمت کے باعث نظم و نثر مستغرق ہیں۔ الست بربکم کے قدیم عہد کے ذریعہ مجہول کو اسماء کی تعلیم دی۔ ہم کو شراب محبت پلا تو وہ ذات کریم ہے کہ جب کسی محب کو شراب محبت پلادے تو وہ کسی پیاسا نہیں ہوتا۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ کی دعاؤں سے ایک یہ بھی دعا ہے۔

اللھم انی اعوذ بنور قدسك وعظمة طهارتك وبركة جلالك من كل آفة وعاهة وطارق من الانس والجن الاطارقا يطرق بخير اللهم انت عياذى فبك اعوذ وانت ملاذى فبك الوذيا من ذلت له رقاب الجبابرة وخضعت له اعناق الفراعنه اعوذ بجلالك وكرمك من خزيك وكشف سترك ونسيان ذكرك والانصراف عن شكرك انا فى كنفك ليلى ونهارى ونومى وقرارى وظعنى واسفارى ذكرك شعارى وثناءك دثارى لا اله الا انت تنزيها لاسمائك وتكريما لسبحات وجهك اجرنى من خزيك ومن شر عبادك وقنى سيأت مكرك واضرب على سرادقات حفظك وادخلنى فى حفظ عنايتك يا ارحم الراحمين۔ (الروض الفائق)

اے اللہ تیرے نور قدس' عظمت آفت اور تیرے جلال کی برکت کے ذریعہ ہر آفت اور مصیبت سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور رات کو آنیوالے انسان اور جن سے تیری پناہ چاہتا ہوں مگر وہ جورات کو آنے والا جو خیر لے کر آئے اے اللہ تو میری جائے پناہ ہے تیرے ذریعہ میں پناہ چاہتا ہوں تو میری حفاظت کی جگہ ہے تیرے ذریعہ میں حفاظت چاہتا ہوں۔ اے وہ ذات جس کے آگے سرکشوں کی گردنیں ذلیل ہیں اور فرعونوں کی گردنیں نیچی ہیں تیرے جلال وکرم کے ذریعے رسوائی' کشف ستر' نسیان ذکر اور تیری ناشکری سے پناہ چاہتا ہوں اور میں رات دن' نیند' بیداری اور سفر میں تیری حفاظت میں رہوں' میرا شعار تیرا ذکر ہو۔ اور میرا وظیفہ تیری ثنا ہو' تیرے سوا کوئی حق معبود نہیں تیرے نام کی پاکیزگی اور ذات کے نور کے واسطہ مجھے رسوائی اور اپنے بندوں کے شر سے بچا اور اپنی خفیہ تدبیر کی سختی سے مجھے محفوظ رکھ اور اپنی حفاظت کے پردے میرے اوپر لٹکا دے اور مجھے اپنی مہربانیوں میں داخل فرما یا ارحم الرحمین۔

ایک روز ایک شخص نے امام شافعی کے پاس اس آیت کریمہ کی تلاوت کی۔

هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ

اس روز وہ نہ بولیں گے اور نہ انکو اجازت دی جائیگی کہ وہ معذرت کرسکیں۔

آپ کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا' بال کھڑے ہو گئے؟ آپ کے مفاصل حرکت کرنے لگے اور بیہوش گر پڑے' جب افاقہ ہوا تو فرمایا تیرے ذریعہ جھوٹوں کے مقام اور غافل لوگوں کے اعراض سے پناہ چاہتا ہوں اے اللہ! مجھے اپنا جود و کرم عطا فرما۔ اپنے پردے میں مجھے چھپالے' اپنے کرم سے میری تقصیر معاف فرما۔

امر بالمعروف

عبداللہ بن محمد بکری نے کہا۔ میں امام شافعی کے ساتھ بغداد کی ایک طرف گیا آپ نے ایک نوجوان کو وضو کرتے دیکھا کہ وہ اچھی طرح وضو نہ کرتا تھا' آپ نے فرمایا اے لڑکے وضو اچھا کرو' اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں تجھے اچھا کرے گا پھر آپ آگے تشریف لے گئے۔

اس نوجوان نے جلدی سے وضو کیا اور آپ سے ملا۔ آپ نے اسے نہ پہچانا جب آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے تو فرمایا کیا آپ کو کوئی کام ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! آپ مجھے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم سے کچھ عنایت کیجیے۔

آپ نے فرمایا سنو! جو شخص اللہ کو پہچانے نجات پا جاتا ہے جو اپنے دین پر حرص کرے وہ ہلاکت سے محفوظ رہے گا۔ جو دنیا میں زہد اختیار کرے تو قیامت میں جب اللہ تعالیٰ کا اجر و ثواب دیکھے گا تو اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ اے نوجوان کچھ اور بتاؤں؟ اس نے کہا جی ہاں! فرمایا جس شخص میں تین خصلتیں ہوں وہ ایمان میں کامل ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں کہ اچھا حکم کرے اور اس پر عمل کرے' بری شے سے منع کرے اور خود بھی اس سے باز رہے اور اللہ تعالیٰ کے حدود کی حفاظت کرے کچھ اور بتاؤں؟ اس نے کہا جی ہاں! فرمایا دنیا میں زاہد رہو اور آخرت میں رغبت کرتے رہو۔ تمام امور میں اللہ تعالیٰ سے سچا معاملہ و نجات پا جاؤ گے پھر آپ آگے تشریف لے گئے۔ اس کے بعد نوجوان نے کسی سے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہے؟ تو اسے بتایا گیا یہ امام شافعی رضی اللہ عنہ ہیں۔ ''الروض الفائق''

ربیع رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں نے امام شافعی سے سنا آپ فرماتے تھے' میں جب یمن میں تھا تو خواب میں دیکھا کہ میں طواف کے میدان میں بیٹھا ہوں' اچانک حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ میں جلدی سے کھڑا ہو گیا اور سلام عرض کرنے کے بعد آپ سے مصافحہ کیا۔ آپ نے میرے ساتھ معانقہ کیا اور اپنی انگلی سے انگوٹھی اتار کر میری انگلی میں ڈال دی' جب صبح ہوئی تو معبر سے میں نے یہ خواب بیان کیا اس نے کہا اے امام آپ کو خوشخبری ہو' جناب علی بن ابی طالب کو مسجد حرام میں دیکھنا دوزخ سے نجات پانا ہے اور آپ کا ان سے مصافحہ کرنا قیامت میں امن و امان ہے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا آپ کی انگلی میں انگوٹھی ڈالنا اس طرف اشارہ ہے کہ جہاں تک

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام پہنچا ہے' وہاں تک دنیا میں آپ کا نام روشن ہوگا۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے چالیس برس میں جو بھی نماز پڑھی امام شافعی کیلئے دعا کرتا رہا۔ ان کے صاحبزادے نے کہا ابا جان! شافعی کون ہے۔ جس کیلئے آپ سب دعائیں کرتے ہیں۔ امام احمد نے فرمایا اے میرے بیٹے امام شافعی دنیا کیلئے سورج کی طرح ہیں اور لوگوں کیلئے عافیت ہیں۔ ان دونوں میں ذرہ بھر اختلاف نہیں کیونکہ ان کے صدقہ اللہ تعالیٰ مصائب دور کرتا ہے' رزق نازل کرتا ہے برکت عام کرتا ہے اور اللہ کی رحمت سب لوگوں کو شامل ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان حضرات کا بھلا کرے انہوں نے دنیا سے اللہ کی طرف راہِ فرار اختیار کی ہے اور تم اللہ سے دنیا کی طرف بھاگتے ہو۔

خطیب نے ''الاقتاع'' میں کہا حدیث شریف میں ہے کہ قریش کا عالم ساری دنیا علم سے بھر دے گا۔ اس کا مصداق امام شافعی رضی اللہ عنہ ہیں۔ ایک دوسری روایت میں ہے۔ یملاء الارض علمًا زمین علم سے بھر دے گا۔ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن جوزی سے روایت ہے کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہر سو سال کے بعد لوگوں کیلئے وہ شخص پیدا کرتا ہے جوان کو سنت کی تعلیم دے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کذب دور کرے۔ ہم نے دیکھا کہ سو سال کے اختتام پر عمر بن عبدالعزیز تھے اور دوسری صدی کے اختتام پر امام شافعی تھے۔ رضی اللہ عنہ

امام احمد بن حنبل فرماتے تھے' میں حدیث کے ناسخ ومنسوخ کو معلوم نہ کر سکا حتیٰ کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھنا شروع کیا۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ کا مدینہ منورہ کی طرف سفر

شیخ مقری ابوالقاسم عبدالعزیز بن یوسف اردبیلی مالکی نے ۵۵۳ ہجری میں مصر کے جامع العتیق میں کہا۔ ہمیں شیخ ابومحمد عبداللہ المعروف ابن حبشی نے ۵۳۰ ہجری میں خبر دی۔ انہوں نے کہا ہمیں شریف قاضی موسوی بن اسماعیل بن علی حسینی مقری نے ۴۸۴ ہجری میں مصر کے جامع العتیق میں خبر دی انہوں نے کہا ہمیں نیک شخص یحییٰ بن عبداللہ اور یحییٰ ابن موسیٰ معدل نے مصر میں خبر دی' انہوں نے کہا مجھے ابوالفرج عبدالرزاق حمیدان البطین نے خبر دی' انہوں نے کہا مجھے ابوبکر محمد بن منذر نے خبر دی۔

انہوں نے کہا مجھے ربیع بن سلیمان نے خبر دی، انہوں نے کہا میں نے امام شافعی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں مکہ مکرمہ کی ابطح وادی سے ذی طوی کی طرف گیا جبکہ میں چودہ برس کا تھا اور ابھی مجھے داڑھی نہ آئی تھی میرے اوپر یمنی دو چادریں تھیں۔ میں نے وہاں ایک قافلہ دیکھا اور ان سے سلام کہا۔ انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا۔ ان میں سے ایک بوڑھا شخص میری طرف آیا اور کہا اللہ تعالیٰ کا واسطہ آپ ہمارے کھانے میں شرکت کریں۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے معلوم نہ تھا کہ انہوں نے کھانا تیار کر رکھا ہے۔ میں نے فوراً ان کی دعوت قبول کر لی۔ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ پانچ انگلیوں سے کھانا پکڑتے اور ہتھیلی کے ساتھ کھاتے تھے۔ میں نے ان کا کھانا پکڑا تا کہ وہ میرا کھانا مکروہ نہ جانیں اور وہ بوڑھا شخص مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے مشکیزہ پکڑا اور پانی پی کر اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور اس کا شکر ادا کیا، وہ شخص میرے پاس آیا اور کہا کیا تم مکہ کے رہنے والے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں!

اس نے کہا تم قریشی ہو؟

میں نے کہا جی ہاں! پھر میں اس کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اے چچا! آپ نے مجھے کیسے معلوم کیا اور پہچانا۔ اس نے کہا۔ میں نے آپ کی حالت سے پہچانا کہ آپ مکی ہیں اور کھانا کھانے سے جانا کہ آپ قریشی ہیں، کیونکہ جو لوگوں کا کھانا پسند کرے لوگ اس کا کھانا پسند کرتے ہیں اور یہ خصوصیت قریش کی ہے۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اس شخص سے کہا آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ اس نے کہا میں سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے شہر طیبہ کا رہنے والا ہوں۔

میں نے کہا وہاں عالم کون ہے؟ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں گفتگو کرنے والا کون ہے؟ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث بیان کرنے والا کون ہے؟

اس نے کہا۔ سیدی ابن اصبح مالک بن انس رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام مالک رضی اللہ عنہ سے ملاقات

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے امام مالک رضی اللہ عنہ سے ملنے کا شوق پیدا ہوا۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کا شوق زیادہ کرے۔ یہ کالا اونٹ آپ دیکھتے ہیں یہ ہماری بہت اچھی سواری ہے، ہم

مدینہ منورہ جارہے ہیں۔آپ ہمارے اچھے ساتھی ہیں' ہمارے ساتھ چلیں تا کہ امام مالک سے ملاقات کریں' تھوڑا ہی وقت گزرا ہوگا کہ وہ ایک دوسرے کو قریب ہوئے اور انہوں نے مجھے کالے اونٹ پر سوار کردیا اور سفر شروع کیا اور میں پڑھنے میں مشغول ہوگیا۔میں نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک سولہ قرآن کریم ختم کئے۔ایک قرآن رات کو اور ایک دن کو ختم کرتا تھا اور آٹھویں روز عصر کی نماز کے بعد مدینہ منورہ داخل ہوئے۔میں نے عصر کی نماز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد شریف میں ادا کی اور روضہ اطہر کے قریب جاکر امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سلام عرض کیا اور آپ کی قبر شریف سے التجا کی۔میں نے امام مالک بن انس کو چادر باندھے ہوئے اور دوسری چادر اوڑھے ہوئے دیکھا۔انہوں نے فرمایا مجھے نافع نے ابن عمر سے انہوں نے ان قبر شریف والوں سے خبر دی اور اپنا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف پر رکھا۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا جب میں نے دیکھا تو مجھے عظیم ہیبت طاری ہوئی اور جہاں مجلس ختم ہوتی تھی میں وہیں بیٹھ گیا اور زمین سے ایک لکڑی ہاتھ میں لی اور جب بھی امام مالک کوئی حدیث لکھواتے میں اسے اپنے تھوک کے ساتھ اپنے ہاتھ پر لکھ لیتا تھا اور امام مالک مجھے دیکھتے تھے مگر مجھے ان کے دیکھنے کا علم نہ تھا حتیٰ کہ مجلس شریف ختم ہوئی اور امام مالک نے میرے جانے کا انتظار کیا۔جب دیکھا کہ میں جانے لگا ہوں تو میری طرف اشارہ کیا۔میں آپ کے قریب گیا۔آپ کچھ دیر میری طرف دیکھتے رہے' پھر فرمایا۔آپ حرم شریف سے آئے ہیں؟

میں نے کہا جی ہاں۔فرمایا مکی ہو؟

میں نے کہا جی ہاں۔فرمایا قریشی ہو؟

میں نے کہا جی ہاں۔فرمایا تمہاری اوصاف کامل ہیں' لیکن تم میں کچھ ادب کی کمی ہے۔میں نے عرض کیا۔میں نے کیا سوءِ ادب کیا ہے جو آپ نے دیکھا۔

فرمایا میں نے تمہیں دیکھا تھا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ لکھ رہا تھا اور تم اپنے تھوک کے ساتھ اپنے ہاتھ پر کھیل رہے تھے۔

میں نے کہا میرے پاس کاغذ نہ تھا جو آپ فرماتے تھے میں وہ ہاتھ پر لکھتا تھا۔

امام مالک نے میرا ہاتھ اپنی طرف کھینچا اور فرمایا۔اس پر مجھے کچھ نظر نہیں آتا ہے میں نے

عرض کیا تھوک ہاتھ پر ثابت نہیں رہتا ہے لیکن جب سے میں بیٹھا ہوں جو کچھ آپ نے حدیث بیان فرمائی ہے وہ ساری میں نے سمجھی ہے اور ختم ہونے تک سب یاد کر لی ہے۔

امام مالک نے تعجب فرمایا اور کہا اچھا بیان کرو ایک حدیث ہی بیان کرو امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں نے کہا ہمیں نافع نے ابن عمر سے روایت کی اور میں نے اپنے ہاتھ سے قبر شریف کی طرف ان جیسا اشارہ کیا حتیٰ کہ میں نے بیس احادیث ذکر کیں جو آپ نے اس مجلس میں اختتام تک بیان فرمائی تھیں۔ اس گفتگو میں سورج غروب ہو گیا آپ نے مغرب کی نماز پڑھی۔ پھر اپنے غلام کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اپنے سید کا ہاتھ پکڑو! اور مجھے اس کے ساتھ جانے کیلئے اشارہ فرمایا۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا میں کسی انکار کے بغیر آپ کی کرم نوازی کے باعث اٹھا اور غلام کے ساتھ گیا جب میں گھر آیا تو غلام نے مجھے علیحدہ کمرہ میں بٹھا دیا اور مجھے کہا اس کمرہ میں قبلہ اس طرف ہے اس برتن میں پانی ہے اور یہ بیت الخلاء ہے۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تھوڑی دیر بعد امام مالک رضی اللہ عنہ اور غلام دونوں آئے جب کہ وہ ایک طشت اٹھائے ہوئے تھے اسے ہاتھ سے زمین پر رکھا اور امام مالک نے مجھے سلام فرمایا۔ پھر غلام سے کہا ہمارے ہاتھ دھلاؤ' غلام برتن لے آیا اور پہلے صاحب خانہ کو ہاتھ دھونے چاہیں اور کھانا کھانے کے بعد مہمان کے ہاتھ دھلانا چاہیے۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا امام مالک رضی اللہ عنہ نے طشت سے کپڑا اٹھایا اس میں دو پیالے تھے ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں کھجوریں تھیں۔ آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی اور میں نے بھی پڑھی۔ میں نے اور امام مالک نے سارا کھانا ختم کر دیا۔ امام مالک نے سمجھا کہ ہم طعام سے سیر نہیں ہوئے۔ آپ نے مجھے فرمایا اے ابا عبداللہ! یہ غریبانہ کھانا ہے۔ میں نے عرض کیا محسن کو عذر نہیں کرنا چاہیے عذر تو اساءت کرنے والے کو کرنا چاہیے۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا امام مالک اہل مکہ کا حال دریافت فرماتے رہے حتیٰ کہ عشاء کی نماز کا وقت قریب ہو گیا۔ پھر آپ اٹھ کر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ آرام کرنے سے مسافر کی کوفت دور ہو جاتی ہے۔ میں رات بھر سویا رہا جب رات ایک تہائی رہ گئی تو امام مالک نے دروازہ کھٹکھٹایا اور فرمایا اللہ تعالیٰ رحم کرے نماز پڑھیں۔ میں نے دیکھا کہ آپ ہاتھ میں پانی کا برتن پکڑے ہوئے بڑی مشقت سے اسے اٹھا رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر فرمایا۔ آپ گھبرائیں نہیں' مہمان کی خدمت فرض ہے۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے نماز کی تیاری کی اور فجر کی نماز امام مالک کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد شریف میں ادا کی اندھیرے کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے کو نہ پہچانتے تھے وہ اپنی جگہ بیٹھ کر تسبیح پڑھتے رہے حتیٰ کہ پہاڑوں کی چوٹیوں سے سورج طلوع ہوا اور امام مالک کل کے روز کی جگہ بیٹھے اور مجھے موطا دیا۔ میں لوگوں کے سامنے پڑھتا اور ان کو لکھواتا تھا اور وہ لکھتے رہے تھے۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اول سے آخر تک سارا موطا یاد کرلیا اور آٹھ ماہ امام مالک کا مہمان رہا وہاں کسی شخص کو یہ معلوم نہ ہوسکا کہ ہم سے کون مہمان ہے۔

اہل مصر اور موطا

اہل مصر حج سے فارغ ہو کر امام مالک کے پاس زیارت اور موطا کی سماعت کیلئے آئے۔ امام شافعی نے کہا میں نے زبانی ان کو موطا سنایا اور لکھایا' اہل مصر میں عبداللہ بن حکم اشہب اور ابن القاسم تھے۔ ربیع رحمۃ اللہ علیہ نے کہا مجھے گمان ہے کہ آپ نے لیث بن سعد کو بھی ذکر کیا تھا' ان کے بعد اہل عراق سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کو آئے۔

امام ابو یوسف اور امام محمد رضی اللہ عنہما سے ملاقات

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے منبر اور قبر شریف کے درمیان ایک خوبصورت نوجوان دیکھا جس کے کپڑے صاف ستھرے اور بہت اچھی نماز پڑھتا تھا میں نے اس میں اچھی شے معلوم کی۔

میں نے اس کا نام دریافت کیا اس نے مجھے نام بتایا۔ میں نے اس کا شہر پوچھا اس نے عراق بتایا۔

میں نے کہا کون سا عراق؟ اس نے کہا کوفہ۔

میں نے کہا وہاں عالم کون ہے؟ اللہ کی کتاب میں گفتگو کرنے والا کون ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث بیان کرنے والا کون ہے؟

اس نے کہا ابو یوسف اور محمد جو ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے اس سے کہا تم کوفہ جانے کا ارادہ کب رکھتے ہو؟ اس نے

کہا کل فجر کے وقت جانے کا ارادہ ہے۔ میں امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں مکہ مکرمہ سے طلب علم کیلئے والدہ کی اجازت حاصل کئے بغیر نکلا تھا' میں واپس جاؤں یا طلب علم کیلئے سفر کروں؟

آپ نے فرمایا علم فائدہ ہی فائدہ ہے۔ ایک فائدہ سے دوسرے فائدہ کی طرف جانا چاہیے۔ کیا آپ جانتے نہیں ہیں کہ فرشتے اپنے پَر طالب کیلئے بچھا دیتے ہیں اس سے ان کی علم کے ساتھ رضا مطلوب ہوتی ہے۔ جب میں نے سفر کا ارادہ کیا تو امام مالک رضی اللہ عنہ نے مجھے زادِ سفر دیا' جب سحر ہوئی تو میرے ساتھ مجھے وداع کرنے کیلئے بقیع تک تشریف لائے پھر بلند آواز سے فرمایا کون شخص ہے جو کوفہ تک سواری کرایہ پر دے۔ میں نے آپ سے متوجہ ہو کر عرض کیا آپ کیسے سواری کرایہ پر لیں گے حالانکہ نہ آپ کے پاس کوئی شے ہے اور نہ ہی میرے پاس کچھ ہے۔

آپ نے فرمایا گذشتہ رات میں عشاء کی نماز سے فارغ ہوا تو کسی نے دروازہ کو دستک دی۔ میں باہر نکلا تو ابن قاسم کھڑے تھے انہوں نے ہدیہ قبول کرنے کی درخواست کی جسے میں نے قبول کر لیا۔ مجھے ایک ہمیانی دی جس میں ایک سو دینار تھے نصف آپ کیلئے لے آیا ہوں اور نصف بچوں کیلئے رکھے ہیں امام مالک نے میرے لئے چار دینار کے عوض سواری کرایہ پر لی اور باقی نقد مجھے عنایت کر دیئے میں حاجیوں کے ساتھ روانہ ہوا اور مدینہ منورہ سے روانگی سے چوبیسویں روز کوفہ پہنچے۔ عصر کی نماز کے بعد میں مسجد میں داخل ہوا اور اکیلے عصر کی نماز ادا کی' اسی حال میں ایک لڑکا دیکھا وہ مسجد میں آیا اور عصر کی نماز پڑھی مگر اس نے نماز اچھی طرح نہ پڑھی۔ میں اس کو نصیحت کرنے اٹھا اور اسے کہا نماز خوش اسلوبی سے پڑھا کرو تا کہ اللہ تعالیٰ اس خوبصورت چہرہ کو آگ کے ساتھ عذاب نہ دے۔ اس لڑکے نے کہا میرا گمان ہے کہ آپ حجاز مقدس سے آئے ہیں' کیونکہ تم میں شدت اور سختی ہوتی ہے اور اہل عراق جیسی نرمی تم میں نہیں پائی جاتی۔ میں پندرہ سال سے امام محمد بن حسن اور امام ابو یوسف کے سامنے اس طرح نماز پڑھتا رہا ہوں۔ انہوں نے نماز پڑھنے پر عیب نہیں لگایا اور تعجب کرتے ہوئے میرے سامنے چادر ہلاتے ہوئے باہر نکل گیا۔ اتفاقاً مسجد کے دروازہ پر امام محمد بن حسن اور امام ابو یوسف سے اس کی ملاقات ہوگئی ان سے کہنے لگا کیا آپ نے میری نماز میں کوئی عیب پایا ہے؟

انہوں نے فرمایا نہیں۔ اس نے کہا ہماری اس مسجد میں ایک شخص ہے اس نے میری نماز میں عیب لگایا ہے؟

انہوں نے کہا اس شخص کے پاس جاؤ اور کہو آپ نماز میں کیسے داخل ہوتے ہیں؟
امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اس لڑکے نے کہا میری نماز پر عیب لگانے والے تم نماز کیسے شروع کرتے ہو؟
میں نے کہا دو فرض اور ایک سنت کے ساتھ نماز شروع کرتا ہوں' وہ ان کے پاس گیا اور جواب سے ان کو خبردار کیا وہ معلوم کر گئے کہ یہ کسی عالم کا جواب ہے۔ انہوں نے فرمایا جاؤ اس شخص سے کہو دو فرض اور سنت کیا ہیں؟
وہ جوان میرے پاس آیا اور کہنے لگا دو فرض اور سنت کیا ہیں؟
میں نے کہا پہلا فرض نیت اور دوسرا تکبیر تحریمہ ہے اور سنت ہاتھ اٹھانا ہے اس نے ان کو یہ خبر دی وہ مسجد میں تشریف لائے اور میری طرف دیکھا میرا گمان تھا کہ انہوں نے مجھے اچھا نہیں جانا' وہ گزرتے ہوئے مسجد کے ایک کونہ میں بیٹھ گئے اور اس شخص سے کہا کہ اس کو کہو کہ شیخین بلا رہے ہیں۔
امام شافعی نے فرمایا جب وہ نوجوان میرے پاس آیا میں نے یہ خیال کیا کہ مجھ سے کوئی علمی شے پوچھی جائے گی۔ میں نے فوراً یہ کہا کہ علم کی شان یہ ہے کہ اس کے پاس لوگ جائیں علم کسی کے پاس نہیں جاتا' مجھے ان کے مقصد کا علم نہ تھا۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ دونوں حضرات اپنی مجلس سے اٹھ کر میری طرف تشریف لائے' جب انہوں نے سلام فرمایا۔ تو میں کھڑا ہو گیا اور ان کے سامنے خوشی کا اظہار کیا اور دونوں کے درمیان بیٹھ گیا۔ امام محمد رضی اللہ عنہ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا آپ حرم شریف کے باشندے ہیں؟
میں نے کہا جی ہاں!
فرمایا۔ کیا آپ عربی ہیں یا عجمی ہیں؟
میں نے کہا۔ عربی ہوں۔
فرمایا۔ آپ کس عرب قبیلہ سے ہیں؟
میں نے کہا۔ مطلب کی اولاد سے ہوں!
فرمایا۔ کس کے لڑکے ہیں آپ؟
میں نے کہا۔ شافع کا لڑکا ہوں!

فرمایا۔ آپ نے مالک کو دیکھا ہے؟

میں نے کہا۔ میں ابھی وہاں سے آ رہا ہوں!

فرمایا۔ کیا آپ نے مؤطا دیکھا ہے؟

میں نے کہا۔ سارا مؤطا مجھے یاد ہے!

امام محمد رضی اللہ عنہ نے اس کو عظیم سمجھتے ہوئے کاغذ اور دوات منگوائی اور ایک مسئلہ طہارت میں ایک زکوۃ میں ایک ایک بیوع' فرائض (میراث) رہن' حج' ایلاء اور فقہ میں ہر باب سے ایک ایک مسئلہ لکھ اور ہر دوستوں کے درمیان صاف جگہ چھوڑ دی اور وہ سفیر کو دیئے ہوئے فرمایا۔ ان تمام مسائل کا مؤطا سے جواب دو امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے تمام مسائل کا جواب کتاب اللہ' سنت رسول اللہ اور اجماع مسلمین سے دیا۔ پھر سفیر کو دے دیا۔

امام محمد رضی اللہ عنہ نے اس میں تامل کیا اور غور سے دیکھ کر اپنے غلام سے فرمایا۔ اپنے سید کو ساتھ لاؤ۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے غلام سے کہا سواری لاؤ۔ وہ مزیّن زینہ خچر پر رکھ کر میرے پاس لایا۔ جب میں اس پر سوار ہوا تو میں نے اپنے آپ کو شکستہ پرانے کپڑوں میں دیکھا۔ غلام مجھے کوفہ کی گلیوں سے پھراتا ہوا امام محمد رضی اللہ عنہ کے گھر لے گیا۔ میں نے ان کے دروازے اور دہلیز میں سونے اور چاندی سے منقوش مزین خوشنما دیکھ کر اہل حجاز کی ضیق عیش اور جس غربت میں وہ رہتے ہیں کو یاد کیا اور رو پڑا اور کہا عراق والے اپنی چھتیں سونے اور چاندی سے مزین کرتے ہیں اور اہل حجاز خشک گوشت کھاتے ہیں' کھجور کی گٹھلیاں چوستے ہیں۔ میں اسی حال میں رو رہا تھا کہ امام محمد رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور فرمایا۔ یا عبداللہ! جو کچھ دیکھا ہے اس سے مت گھبراؤ یہ سب کچھ کسب حلال سے ہے۔ ان میں اللہ تعالیٰ مجھ سے کسی فرض کا مطالبہ نہ کرے گا۔ میں ہر سال اس کی زکوۃ نکالتا ہوں' اس کو دوست سے خفیہ رکھتا ہوں اور دشمن کو مقہور کرتا ہوں۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے رات نہ گزاری تھی کہ امام محمد بن حسن رضی اللہ عنہ نے مجھے ایک ہزار درہم کا قیمتی لباس پہنایا' پھر اپنے مخصوص کمرہ میں تشریف لے گئے اور مجھے کتاب اوسط جو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تالیف ہے دی۔ میں نے اسے اول سے آخر تک دیکھا اور اس کا

مطالعہ کیا' پھر اسی رات اسے یاد کرنا شروع کیا اور صبح تک اسے یاد کر لیا اور امام محمد بن حسن رضی اللہ عنہ کو اس کا علم نہ تھا' کوفہ میں آپ فتویٰ دینے میں مشہور تھے اور آئے دن حوادث کا جواب ہی دیتے تھے۔ ایک دن میں آپ کی دائیں طرف بیٹھا ہوا تھا۔ آپ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا آپ نے اس کا جواب دیا اور فرمایا ابوحنیفہ نے اسی طرح فرمایا ہے۔ میں نے کہا اس مسئلہ کا جواب دینے میں آپ کو وہم ہوا ہے۔ اس شخص کے سوال کا جواب یہ ہے فلاں کتاب میں اس مسئلہ کے تحت فلاں مسئلہ ہے اور اس سے فوق فلاں مسئلہ ہے۔ امام محمد رضی اللہ عنہ نے وہ کتاب منگوائی' اس کو کھول کر دیکھا تو جیسے میں نے کہا تھا اسی طرح وہ مسئلہ آپ کو ملا اور اپنے جواب سے رجوع کر کے میرے قول پر جواب دیا۔ اس کے بعد مجھے وہ کتاب نہیں دیکھائی' امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک دفعہ میں نے آپ سے سفر کرنے کی اجازت طلب کی تو فرمایا میں مہمان کو اپنے پاس سے پہلے جانے کی اجازت نہیں دیتا اور بہت زیادہ انعامات مجھے دیئے۔ میں نے کہا میرا یہ مقصد نہیں اور نہ ہی سفر اس ارادہ سے کیا ہے۔ میری رغبت صرف سفر میں ہے' آپ نے غلام سے فرمایا کہ خزانہ میں جس قدر سونا اور چاندی ہے لے آؤ اور جو کچھ اس میں تھا وہ مجھے عنایت کر دیا۔ وہ تقریباً تین ہزار درہم تھے۔ میں وہاں سے رخصت ہو کر عراق اور فارس اور بلاد عجم میں گھومتا رہا اور علماء سے ملاقات کرتا رہا حتیٰ کہ میری عمر اکیس برس ہوگئی۔

ہارون الرشید سے ایک ملاقات

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا میں ہارون رشید کے عہد خلافت میں عراق گیا' عراق میں داخل ہوتے ہی ایک لڑکا مجھے چمٹ گیا اور وہ میرے ساتھ اچھی گفتگو کرنے لگا اور مجھے کہا تمہارا نام کیا ہے؟

میں نے کہا نام ''محمد'' ہے۔

اس نے کہا کس کے بیٹے ہو؟

میں نے کہا۔ ادریس شافعی کا بیٹا ہوں۔

میں نے کہا۔ کیا مطلبی ہو؟

میں نے کہا۔ جی ہاں۔

اس نے اپنی آستین میں تختی پر اسے لکھ لیا اور چلا گیا۔ میں ایک رات مسجد میں چلا گیا۔ اس

نوجوان سے گفتگو کے انجام کو سوچ رہا تھا' جب آدھی رات ہوئی اچانک مسجد لوگوں سے بھر گئی اور انہوں نے ہر ایک چہرہ پہچاننا شروع کیا حتیٰ کہ وہ میرے پاس آئے اور دوسرے لوگوں سے کہا مت گھبراؤ تمہارا مطلوب مل گیا ہے' پھر وہ سارے میرے پاس آئے اور کہا آپ امیر المومنین کے پاس چلیں۔ میں کوئی عذر کئے بغیر ان کے ساتھ ہولیا۔ جب میں نے امیر المومنین کو دیکھا تو اسے کھل کر سلام کہا اس نے اچھے الفاظ میں میرے سلام کا جواب دیا' پھر کہا آپ گمان کرتے ہیں کہ آپ بنو مطلب کے خاندان سے ہیں۔ میں نے کہا یا امیر المومنین! اللہ کی کتاب میں ہر گمان باطل ہے اس نے کہا آپ اپنا نسب بیان کریں' میں نے نسب بیان کیا حتیٰ کہ آدم علیہ السلام تک سلسلہ نسب بیان کیا۔ رشید نے کہا ایسی فصاحت و بلاغت مطلب کی اولاد کے سوا کسی میں نہیں ہوسکتی ہے' آپ چاہیں تو میں آپ کو قضا کا محکمہ سپرد کر دوں اور جو کچھ میرے پاس ہے اس کا آدھا دے دوں۔ آپ لوگوں میں اپنا اور میرا حکم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت اور امت کے اجماع کے مطابق نافذ کریں۔ میں نے کہا یا امیر المومنین اگر مجھے فرمائیں کہ آپ کے اس انعام کے باعث میں صبح عدالت کا دروازہ کھولوں اور شام کو بند کروں تو میں کبھی ایسا نہ کروں گا۔ یہ سن کر رشید رو پڑا اور کہا دنیا کی کوئی شے قبول کیجئے۔ میں نے کہا وہ بہت جلد ختم ہونے والی ہے۔ رشید نے ایک ہزار دینار مجھے دیا اور وہاں سے اٹھنے سے پہلے میں نے وہ قبول کرلیا۔ پھر بعض خدام نے سوال کیا کہ میں ان کو اپنے اس مال سے کچھ دوں۔ اللہ تعالیٰ نے میرے اور جو انعام کیا ہے میں نے مناسب نہ سمجھا کہ مجھ سے اس کا سوال کیا جائے تو اسے تقسیم نہ کروں میں نے ان کو برابر تقسیم کر دیا اور اپنا حصہ بھی ان جیسا لیا' پھر اسی مسجد میں چلا گیا جس میں رات بھر رہا تھا صبح ہوئی تو ایک نوجوان آگے بڑھا اور ہم کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھائی اور بہت اچھی قرآت کی اسے قرآت میں سہو لاحق ہوا جس کو وہ معلوم نہ کرسکا کہ کیسے داخل ہوا اور نہ ہی یہ سمجھ سکا کہ خارج ہو۔ میں نے سلام کے بعد اسے کہا تو نے اپنی اور ہماری نماز فاسد کردی ہے اس کا عادہ کر واس نے جلدی سے اعادہ کیا اور ہم نے بھی نماز کا اعادہ کیا۔

زعفرانی کی تصنیف

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے نماز میں بھولنے والے شخص سے کہا کاغذ لاؤ میں

تیرے لئے نماز میں سہو کا باب لکھ دوں اور نماز سے فارغ ہونے کی تفصیل تحریر کروں۔ وہ جلدی سے کاغذ اور قلم لے آیا میں نے قرآن مجید' حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور اجماع امت سے استنباط کر کے ایک کتاب کی تالیف کی' اور اس کا نام سے میں نے اس کا نام رکھ' اس کے چالیس جزء ہیں اور ''کتاب الزعفرانی'' کے نام سے معروف ہے۔ یہ وہی کتاب ہے جس کی وضع میں نے عراق میں کی حتیٰ کہ تین سال میں پوری ہوئی۔ اور رشید نے مجھے نجران میں صدقات پر حاکم بنایا۔

امام مالک رضی اللہ عنہ کی طرف واپسی

جب حاجی آئے تو میں ان کے حجاز کا حال پوچھنے باہر آیا تو ایک خیمہ میں ایک نوجوان دیکھا۔ میں نے سلام کہا۔ اس نے قائدہ سے کہا کہ وہ ٹھہرے اور میری طرف گفتگو کیلئے اشارہ کیا۔ میں نے اس سے امام مالک اور حجاز مقدس کا حال دریافت کیا۔ اس نے خیریت کا پیغام دیا۔ پھر اس نے امام مالک کا حال دوبارہ دریافت کیا تو اس نے کہا امام مالک کا حال کھول کر بیان کروں یا اختصار سے کہوں؟ میں نے کہا اختصار میں بلافت ہے۔ اس نے کہا ان کی جسمانی صحت اچھی ہے' تین سو ان کی لونڈیاں ہیں ایک لونڈی کے پاس رات بسر کرتے ہیں' پھر سال اس کی طرف لوٹنے کی باری نہیں آتی۔ میں نے یہ امام مالک رضی اللہ عنہ کا مختصر حال بیان کیا ہے۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے شوق پیدا ہوا کہ آپ کو غنا کے حال میں دیکھوں جیسے فقر و غربت کے حال میں دیکھا تھا۔ میں نے اس نوجوان سے کہا تمہارے پاس مال ہے جس کے ساتھ آسانی سے سفر کر سکیں؟ اس نے کہا آپ اور عموماً اہل عراق مجھے تنہا جانتے ہیں میرا سارا مال آپ کیلئے ہے۔ میں نے کہا تم زندگی کیسے بسر کرو گے اس نے کہا ہم وجاہت سے زندگی بسر کرتے ہیں' آپ میرا مال لے لیں' آپ کو مکمل اجازت ہے۔ میں نے بقدر ضرورت اور حسب کفایت کچھ مال لے لیا اور ربعہ اور مصر کے دیار کی طرف سفر شروع کیا۔ حران آیا اور جمعہ کے روز اس میں داخل ہوا اور غسل کی فرضیت اور اس بارے میں احادیث ذکر کیں' حمام میں گیا جب جسم پر پانی ڈالا اور اپنے سر کے بال پراگندہ دیکھے تو بال درست کرنے والے کو بلایا۔ جب اس نے سر کے بال بنانے شروع کئے اور تھوڑے سے بال اتارے تو شہر کے امراء سے بعض نے حمام میں آ کر اسے آواز دی۔ وہ مجھے اسی حال میں

چھوڑ کر ادھر چلا گیا۔ جب انہوں نے اس سے فراغت پائی اور وہ چلے گئے تو حجام میرے پاس آیا مگر میں نے اسے منہ نہ لگایا اور اسی طرح حمام سے باہر نکل گیا اور جو میرے پاس دینار تھے ان میں سے اکثر اسے دیئے اور کہا یہ لے لو جب تمہارے پاس کوئی مسافر آئے تو اس قدر حقیر نہ جانو۔ حجام نے تعجب سے میری طرف دیکھا اور حمام میں کثیر لوگ جمع ہو گئے۔ جب میں حمام سے باہر نکلا تو لوگوں نے مجھے عتاب کیا۔ اس اثناء میں حمام سے ایک امیر غسل کر کے آیا۔ میں نے اس کے آگے خچر کر دی تا کہ وہ اس پر سوار ہو جائے اس نے میرا خطاب سنا تو خچر پر سوار ہونے کے بعد فوراً نیچے اتر گیا۔ اور مجھے کہنے لگا کیا آپ شافعی ہیں۔

میں نے کہا ہاں! اس نے میری طرف والی رکاب لمبی کر کے کہا۔ اللہ کی قسم آپ اس پر سوار ہوں' نوجوان میرے آگے سرنیچا کرتے ہوئے چلا حتیٰ کہ میں اس نوجوان کے گھر پہنچا پھر وہ شخص آیا جب کہ میں اس کے گھر مستقر ہو چکا تھا۔ وہ بہت خوش ہوا اس نے پانی منگوایا مجھے غسل کرایا پھر دسترخوان حاضر کیا اور بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھا۔ میں نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ اس نے کہا اے عبداللہ! یہ کیا بات ہے؟ میں نے کہا تمہارا طعام مجھ پر حرام ہے حتیٰ کہ معلوم کروں کہ تم مجھے کیسے جانتے ہو؟

اس نے کہا میں نے آپ سے وہ کتاب سنی ہے جو آپ نے بغداد میں وضع کی تھی۔ ''زعفرانی'' اور آپ میرے استاد ہیں۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ عقل مندوں میں علم اور رحم متصل ہیں۔ میں نے خوشی سے کھانا کھایا جب کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ہم جنس سے معرفت کرائی۔ اس کے پاس میں نے تین روز اقامت کی۔ تین ایام بعد اس نے مجھے کہا حراں کے پاس میری زمین کے چار قطاعات ہیں۔ نجران میں اس سے اچھی کوئی زمین نہیں ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ وہاں اقامت فرمائیں تو وہ آپ کو میری طرف سے ہدیہ اور نذرانہ ہے۔ میں نے کہا تم کیسے گزارہ کرو گے۔ اس نے کہا ان صندوقوں میں جو کچھ ہے میرے گزر اوقات کیلئے کافی ہے' ان کی طرف اشارہ کر کے کہا ان میں چالیس ہزار درہم ہیں۔ ان کے ساتھ تجارت کروں گا۔ میں نے کہا یہ تو مقصد نہ تھا' میں تو گھر سے صرف طلب علم کیلئے باہر نکلا ہوں۔

اس نے کہا مسافر کو مال کی بہت ضرورت ہوتی ہے' آپ یہ دراہم ہی لے لیں میں نے

چالیس ہزار درہم لے لئے اور اسے الوداع کہہ کر حران شہر سے باہر چلا گیا اور میرے ہاتھ میں یہ بوجھ تھا پھر مجھے اور لوگ اور محدثین ملے ان میں سے امام احمد بن حنبل' سفیان بن عیینہ اور اوزاعی تھے۔ میں نے ہر ایک کو اس کے مقسوم کے مطابق دیا جو اللہ تعالیٰ نے ان کی قسمت میں رکھا تھا۔

میں سفر کرتا رہا حتیٰ کہ ریلہ شہر میں داخل ہوا۔ اس وقت میرے پاس صرف دس دینار تھے' ان کے ساتھ میں نے سواری خریدی اور اس پر سوار ہو کر حجاز مقدس کا رخ کیا اور منازل طے کرتا ہوا ۲۷ روز بعد عصر کی نماز کے بعد مدینۃ الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پہنچا اور عصر کی نماز مسجد نبوی میں پڑھی۔ میں نے لوہے کی کرسی دیکھی جس پر مصری کپڑوں کا ''مخدہ سرہانہ'' تھا۔ اس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کے چاروں طرف چار سو یا اس سے زیادہ کا پیاں پڑی ہوئی تھیں۔ اسی اثناء میں امام مالک رضی اللہ عنہ باب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مسجد میں داخل ہوئے ان کی خوشبو سے ساری مسجد شریف مہکنے لگی' آپ کے اردگرد چار سو یا اس سے زیادہ ان کے دامن اٹھا رہے تھے' جب آپ تشریف لائے تو جو لوگ بیٹھے ہوئے تھے سب کھڑے ہو گئے اور امام مالک کرسی پر بیٹھ گئے۔

امام مالک سے ملاقات

امام مالک رضی اللہ عنہ نے کرسی پر بیٹھ کر عمداً زخم کرنے والے کے متعلق سوال کیا۔ میں نے جب یہ سنا تو مجھ سے صبر نہ ہو سکا' میں حلقہ کے کنارے کھڑا ہو گیا اور ایک شخص سے کہا تم کہو اس مسئلہ کا جواب یہ ہے' امام مالک نے ابھی سوال ختم نہ کیا تھا کہ اس شخص نے جواب عرض کر دیا۔ امام مالک نے اس سے اعراض کرتے ہوئے اپنے تلامذہ اور شاگردوں کی طرف التفات کرتے ہوئے ان سے مسئلہ کا جواب پوچھا انہوں نے جواب میں اس شخص کی مخالفت کی' امام مالک نے ان سے فرمایا تم نے جواب میں خطا کی ہے۔ اس شخص نے درست جواب دیا ہے۔

جب دوسرا سوال پوچھا تو وہ جاہل میری طرف متوجہ ہو کر مجھ سے جواب پوچھ رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا اس مسئلہ کا جواب یہ ہے اس نے جلدی سے جواب عرض کیا مگر اس کی طرف امام مالک نے التفات نہ کی اور اپنے تلامذہ کی طرف متوجہ ہو کر ان سے جواب پوچھا نہوں نے اس شخص کی مخالفت کی۔ امام مالک

نے فرمایا تم نے خطا کی ہے اور اس شخص نے صحیح جواب دیا ہے۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب تیسرا مسئلہ پوچھا میں نے اس جاہل شخص سے کہا تم کہو اس کا جواب یہ ہے۔ اس نے جلدی سے جواب دیا۔ امام مالک نے اس سے اعراض کیا اور اپنے شاگردوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ انہوں نے اس کی مخالفت کی۔ امام مالک نے فرمایا تم نے خطا کی ہے اس شخص کا جواب درست ہے پھر اس شخص سے کہا آگے آ جاؤ یہ جگہ تمہارے کھڑے ہونے کی نہیں ہے وہ شخص امام مالک کی اطاعت کرتے ہوئے آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔

امام مالک رضی اللہ عنہ نے فراست سے معلوم فرمالیا اور اسے کہا تو نے موطا پڑھا ہے؟

اس نے کہا جی نہیں۔

فرمایا۔ تو نے ابن جریج کو دیکھا ہے؟

اس نے کہا جی نہیں۔

آپ نے فرمایا۔ تو نے جعفر بن محمد صادق سے ملاقات کی ہے؟

اس نے کہا۔ جی نہیں۔

آپ نے فرمایا۔ تم نے یہ علم کہاں سے اخذ کیا ہے؟

اس نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا وہ نوجوان مجھے کہتا ہے کہ اس طرح جواب دو، تو میں جواب ذکر کرتا رہا۔

امام مالک نے میری طرف التفات کی اور آپکی وجہ سے لوگ بھی میری طرف دیکھنے لگے۔ آپ نے اس جاہل شخص سے فرمایا اٹھو اور اپنے ساتھی سے کہو ہمارے پاس آئے۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں آپ کے پاس گیا اور امام مالک کے سامنے اس جگہ بیٹھ گیا جہاں وہ جاہل بیٹھا تھا۔ کچھ دیر آپ مجھے غور سے دیکھتے رہے پھر فرمایا آپ شافعی ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں! میں شافعی ہوں' آپ نے مجھے سینے سے لگا لیا اور اپنی کرسی سے اتر گئے اور فرمایا جس گفتگو میں ہم مشغول ہیں اسے مکمل کریں پھر اس مکان میں چلتے ہیں جو آپ کا ہے اور میری طرف منسوب ہے۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جراحات عمد میں چار سو مسائل میں نے ذکر کئے۔ کسی نے بھی مجھے جواب تک نہ دیا۔ اس لئے چار سو جوابات مجھے ہی دینے پڑے۔ میں نے کہا پہلے کا جواب یہ ہے

دوسرے کا جواب یہ ہے حتی کہ جواب دیتے ہوئے سورج غائب ہو گیا ہم نے مغرب کی نماز پڑھی۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور گھر کو چل دیئے۔ جب مکان پر پہنچے تو میں نے کوئی اور مکان دیکھا جو پہلے والا نہ تھا۔ میں رو پڑا۔ آپ نے فرمایا یہ رونا کیسا ہے؟ اے ابا عبداللہ کیا آپ خوف کرتے ہیں کہ میں نے آخرت کو دنیا کے عوض فروخت کر دیا ہے؟

میں نے کہا یہی گمان ہے۔

فرمایا۔ آپ کا دل خوش ہو اور آنکھ ٹھنڈی ہو۔ یہ خراسان، مصر کے نذرانے اور وہ ہدایا ہیں جو دور دراز سے آتے ہیں۔ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہدایا اور نذرانے قبول فرمایا کرتے تھے اور صدقہ مسترد فرما دیا کرتے تھے، میرے پاس تین سو لباس خراسان کے علاقے کے اور مصری پوشاکیں ہیں۔ ان کی مثل غلام ہیں کو ابھی بالغ نہیں ہوئے میں آپ کو سب بطور نذرانہ پیش کرتا ہوں، میرے ان صندوقوں میں پانچ ہزار دینار ہیں۔ ہر سال ان کی زکوۃ ادا کرتا ہوں، یہ آدھے آپ کیلئے نذرانہ ہیں۔ میں نے کہا آپ موروث ہیں اور میں بھی موروث ہوں، یہ تمام میرے زندہ رہنے تک ہیں تا کہ ان پر میری ملکیت جاری ہو اگر میں فوت ہو گیا تو یہ میرے وارثوں کے ہوں۔ آپ کے وارثوں کے نہ ہوں گے، اگر آپ نے وفات فرمائی تو یہ سب میرے لئے ہوں گے آپکے وارثوں کیلئے نہ ہوں گے۔

امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ آپ علم کے سوا ہر شے کا انکار کرتے ہیں۔

میں نے کہا اس سے اچھا کوئی عمل نہیں، میں نے رات بسر کی اور ہر شے جس کا آپ نے وعدہ فرمایا تھا میری ملک میں تھی، جب صبح ہوتی میں نے جماعت کے ساتھ نماز فجر پڑھی۔ تو میں اور آپ دونوں مکان کی طرف لوٹے جب کہ ہم نے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا، میں نے آپ کے دروازے پر خراسان کے بہترین گھوڑے اور مصر کی خچریں موجود پائیں۔ میں نے کہا میں نے ان سے اچھے گھوڑے کبھی نہیں دیکھے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے ابا عبداللہ! میری طرف سے یہ تمام آپ کیلئے نذرانہ ہیں۔ میں نے ایک تو اپنے لئے رکھ لی۔ فرمایا مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ ایسے مقدس خطہ کو جس میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رہتے تھے گھوڑے کے قدموں سے روندوں۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے یقین ہو گیا کہ امام مالک کا تقویٰ بدستور قائم ہے۔ تین روز ایک کے پاس اقامت کے بعد مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا جب کہ اللہ تعالیٰ کی کرم نوازیاں اور اس کی

نعمتیں میرے ساتھ تھیں۔ پھر میں نے اس شخص کو جو میرا حال جانتا تھا مکہ بھیج دیا۔ جب میں حرم تک پہنچا تو ایک بوڑھی باہر آئی جب کہ اس کے ساتھ اور کئی عورتیں تھیں۔ اس نے مجھے اپنے سینہ سے لگایا۔ اس کے بعد دوسری بوڑھی عورت نے مجھے سینہ سے لگایا۔ میں اس سے محبت کیا کرتا اور اسے اپنی خالہ کہا کرتا تھا۔ اس نے کہا۔

لیس امك اجتاحت المنایا کل فواد علیك ام

آپ کی ماں کو موتوں نے ہلاک نہیں کیا ہر دل آپ کیلئے ماں ہے۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ پہلا کلمہ تھا جو میں نے حجاز مقدس میں عورت سے سنا۔ جب میں نے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو مجھے بوڑھی عورت نے کہا۔ اب کہاں کا عزام کیا ہے؟

میں نے کہا گھر جانے کا ارادہ ہے۔ اس نے کہا ایسا ہرگز نہ کرنا۔ ابھی کل کی بات ہے کہ آپ مکہ مکرمہ سے باہر گئے تھے تو غریب اور فقیر تھے اور آج نعمتوں سے مالا مال واپس لوٹ رہے ہیں۔ اس کی وجہ سے آپ اپنے چچا کے بیٹوں پر فخر کریں گے۔ میں نے کہا پھر کیا کروں؟ اس نے کہا عرب میں ابطح وادی میں بھوکے لوگوں کو سیر کریں' اس سے آپ دنیا میں حمد وثناء اور آخرت میں ثواب پائیں گے۔ میں نے اس کے کہنے پر عمل کیا۔ اس فعل سے لوگ دور دراز تک متاثر ہوئے۔

امام مالک رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے میری طرف پیغام بھیجا جس میں مجھے اس فعل کی طرف ترغیب دلائی اور وعدہ فرمایا کہ وہ ہر سال مجھے اس قدر مال بھیجتے رہیں گے' میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوا تو میرے ساتھ صرف وہی کچھ تھا جو ایک خچر پر لدا ہوا تھا اور پچاس دینار تھے۔ میرے ہاتھ سے کوڑا گر پڑا تو ایک لڑکی جس کے کندھے پر مشکیزہ تھا' نے مجھے اٹھا کر دیا تو میں نے اسے پانچ دینار دیئے۔

مجھے اس بوڑھی عورت نے کہا۔ آپ نے اسے کیا دیا ہے؟ میں نے کہا اس کے فعل کا صلہ دیا ہے۔ اس نے کہا جو کچھ آپ کے پاس بچا ہے وہ سارا اس کو عنایت کر دیں۔ میں نے سارا مال اسے دے دیا اور مکہ مکرمہ میں داخل ہوا تو اس رات مقروض تھا۔

مصر میں اقامت

امام مالک رضی اللہ عنہ گیارہ برس تک ہر سال میری طرف اتنا مال بھیجتے رہے جو انہوں نے

پہلی مرتبہ مجھے عنایت فرمایا تھا۔ جب امام مالک رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو میرے لئے حجاز مقدس تنگ ہو گیا اور میں مصر چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے عوض مجھے عبداللہ بن عبدالحکم دیا اور وہ ہمیشہ تکلف کرتا رہا، یہ میرے کل سفر کے سوانح ہیں۔ اے ربیع اسے یاد کر لیں۔ ربیع نے کہا مجھ سے مزنی نے آپ کی موجودگی میں آپ کے سفر کے واقعات لکھوانے کا مطالبہ کیا مگر آپ کی مجلس میں اتنا وقت میسر نہ ہو سکا اور میرے سوا کسی کو بھی سفر کے واقعات نہ ملے۔

شیخ تقی الدین ابوبکر بن علی المعروف ابن حجہ حموی کی کتاب ''ثمرات الاوراق'' میں یہ مذکور ہے۔

امام شافعی کی وفات

امام شافعی رضی اللہ عنہ ۲۰۴ ہجری میں رجب کے اختتام پر جمعہ کے روز عصر کے بعد فوت ہوئے۔ آپ کی عمر شریف ۵۴ برس تھی اور قرافہ کے اسی مشہور قبہ جس پر بیشمار رحمتیں نازل ہیں، میں مدفون ہوئے۔ اس کی مدح میں صاحب بردہ شریف امام بوصیری کہتے ہیں۔

لقبة قبر الشافعي سفينة رست في	یقیناً امام شافعی کی قبر کا قبہ وہ کشتی ہے جو پتھروں پر
بناء محكم فوق جلمود وقد غاض	مضبوط بنیاد پر ثابت و مستقر ہے علوم کے طوفان ان
طوفان العلوم بقبره استوى الفلك	کی قبر شریف میں اترا ہے اس قبر شریف کی کشتی جو
من ذاك الضريح الجوادى اتيت	دی پر ٹھہر گئی۔ میں امام شافعی کی قبر کی زیارت کو آیا۔
لقبر الشافعي ازوره تعرضنا فلك	کشتی ہمارے آگے ہوئی اور وہاں کوئی سمندر نہ تھا۔
وما عنده بحر فقلت تعالىٰ الله	پس میں نے کہا ''تعالیٰ اللہ'' یہ اس طرف اشارہ ہے
تلك اشارة تشير بان البحر قدضمه	کہ امام کی قبر نے سمندر کو بغل میں لے رکھا ہے ہم
القبر لقد اصبح الشافى الامام فينا	میں امام شافعی وہ کامل مذہب والے ہیں۔ اگر وہ علم
له مذهب ولو لم يكن بحر	کے سمندر نہ ہوتے۔ تو ان کی قبر کی طرف کوئی سواری
علم لما غدا وعلى قبره مركب	نہ ہوتی میں شافعی کے قبہ پر گزرا۔ تو میری آنکھ نے
مررت على قبة الشافعي فعاين	اس پر کیس وصول کرنے والا دیکھا۔ میں نے اپنے

طرفي عليها العشار فقلت لصحبي	سے کہا تعجب نہ کرو۔ کیونکہ کشتیاں سمندر پر ہوتی
لاتعجبوا فان المراكب فوق البحار	ہیں۔ وہ کیا ہی اچھا مرد ہے اس کی مثل کوئی مرد نہیں وہ
اكرم به رجلاً ما مثله رجل مشارك	اپنے نسب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
لرسول الله في نسبه اضحى بعصر	وآلہ وسلم سے شریک ہے وہ مصر کے پہاڑ میں مدفون
دفيناً في مقطعها نعم المقطم	ہیں مقطم اچھا ہے اور جو اسکے دامن میں مدفون ہے وہ
والمدفون في تربه	بھی اچھا ہے۔

شیخ عبدالرحمٰن جبرتی نے کہا امیر علی بک جس کا لقب ''جن علی'' نیز بلوط قبان بھی ہے جو ایک ہزار ایک سو چھ ہجری (۱۱۰۶ ہجری میں فوت ہوئے نے امام شافعی کے قبہ کی تجدید کی اور پانچویں صدی کے کامل بادشاہ ایوبی کے زمانہ کی پرانی تانبے کی تختیاں اتار دیں جب کہ طویل زمانہ گزر جانے کے باعث خراب ہو چکی تھیں، نیچے والی خستہ لکڑیاں نکال کرنئی اور صاف ستھری لکڑی لگائی، پھر اس پر تانبے کی تختیاں عظیم کیلوں کے ساتھ مضبوط جڑ دیں، اس قسم کا بہت کام کیا اور اندر کی طرف سونے لاجوردی اور رنگ برنگ کے نقوش ثبت کئے اور اس کے دروازہ پر صالح آفندی کے رسم خط میں منظوم تاریخ لکھی۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ کو لوگوں نے بغداد نقل کرنے کا ارادہ کیا جب وہ آپ کی قبر شریف پر گئے تو سخت ہوا چلی جس نے ان کے حواس بیکار کر دیئے اور انہوں نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔

شیخ محی الدین ابن عربی نے ''محاضرات'' میں ذکر کیا کہ مزنی سے روایت ہے انہوں نے کہا میں امام شافعی رضی اللہ عنہ کی بیماری کے وقت جس میں وہ فوت ہو گئے ان کی بیمار پرسی کو گیا تو میں نے کہا حال کیسا ہے؟

آپ نے فرمایا میں دنیا سے کوچ کر رہا ہوں، بھائیوں کو چھوڑ رہا ہوں، اپنے برے عمل کو ملنے والا ہوں، موت کا پیالہ پینے والا ہوں، اللہ کے پاس جانے والا ہوں، نامعلوم میری روح جنت کی طرف جائے تو اسے مبارکباد دوں دوزخ کی طرف جائے تو اس کا افسوس کروں پھر یہ فرمایا۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ کے آخر اشعار

ولما قسیٰ قلبی وضاقت مذاهبی جعلت رجائی نحو عفوك سلما تعاظمنی ذبنی فلما قرنته بعفوك ربی کان عفوك اعظما وما زلت ذا عفو عن الذنب لم تزل تجود وتعفو منة وتکرما۔

جب میرا دل سخت ہو گیا اور راستے تنگ ہو گئے تو میں نے اپنی امید کو تیرے عفو کی سیڑھی بنایا جب میں گناہ کو ملا تو وہ مجھ سے بڑا گناہ تھا تجھے میرا رب معاف کرے گا تیری عفو بہت عظیم تر ہے تو ہمیشہ گناہ سے صاحب عفور ہا اور تو ہمیشہ سخی اور احسان کرتے ہوئے معاف کرتے رہا۔

یہ محاضرات میں اشعار مذکور ہیں۔ پھر میں نے ''الروض الفائق'' میں اس سے زیادہ اشعار دیکھے۔

فلله درالعارف الفردانه تسح لفرط الوجدا جفانه دمًا یقیم اذا ما اللیل جن ظلامه علی نفسه من شدة الخوف ماتما فصیحا اذا ما کان فی ذکر ربه وفیما سواه فی الوری کان معجما ویذکر ایاما مضت من شبابه وما کان فیها بالجهالة اجرما فصار قرین الهم طول نهاره ویخدم مولاه اذا اللیل اظلما یقول حبیبی انت سؤلی وبغیتی کفیٰ بك للراجین سؤلا ومغنما الست الذی غذیتنی وکفلتنی وما زلت منانا علی ومنعما عسی من له الاحسان یغفر زلتی ویسترا وزادی وما قد تقلما۔

عارف کامل کی اللہ کیلئے بھلائی ہے کہ فرط وجد کے باعث ان کی آنکھیں خون بہاتی ہیں جب رات ہر شے کو چھپالے تو وہ نماز کیلئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور شدت خوف کے باعث اپنے نفس پر افسوس کرتے ہیں اپنے رب کا ذکر کرتے ہیں تو فصیح ہوتے ہیں اس کے ماسوا الخلوق میں وہ عجمی ہوتے ہیں وہ اپنے شباب کا زمانہ یاد کرتے ہیں اور اس زمانہ میں جہالت کے باعث کوئی جرم نہیں کیا وہ دن کی درازی میں غم کے ساتھی رہتے ہیں اور جب رات اندھیری ہو جائے تو اپنے رب کو یاد کرتے ہیں اس حال میں وہ کہتے ہیں اے میرے محبوب تو ہی میرا مطلوب ہے امیدواروں کیلئے تو ہی سوال اور غنیمت کا مقام ہے کیا تو نے مجھے غذا نہیں دی اور میری کفالت نہیں کی تو ہمیشہ میرے اوپر احسان کرنے والا منعم رہا ہے۔ امید ہے کہ محسن میری لغزش معاف کریگا میرے گناہ چھپائے گا اور جو کچھ گزارا ہے۔

امام شافعی کا مقام

امام شعرانی نے ''منن'' میں کہا امام شافعی رضی اللہ عنہ کے ساتھ میرا اتفاق یہ ہوا کہ کچھ عرصہ میں زیارت سے رکا رہا۔ میں نے آپ کو خواب میں دیکھا تو مجھے فرمایا میں تجھ پر اور شیخ نورالدین طرابلسی حنفی اور شیخ نورالدین شونی پر ناراض ہوں کہ تم میری زیارت نہیں کرتے ہو اور میں قبر میں مرہون ہوں' نیک لوگوں کی دعاؤں کا منتظر رہتا ہوں۔

میں نے کہا انشاء اللہ تعالیٰ علی الصبح زیارت کروں گا۔ آپ نے فرمایا نہیں نہیں ابھی میرے ساتھ چلو۔ اس رات میں سیدی ابوالفضل شیخ بیت السادات رضی اللہ عنہ کے پاس روضہ میں تھا۔ میں آپ کی زیارت کیلئے باہر نکلا اور آپ میرے سے پہلے تشریف لے گئے اور قبہ جو قاضی بکار کی قبر کے قریب ہے کے پیچھے مجھے ملے۔

(امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا) امام شافعی رضی اللہ عنہ قبہ سے اوپر کی طرف ظاہر ہوئے اور میرے لئے نئی چٹائی بچھائی' اس پر دسترخوان لگایا جس میں نرم سفید روٹی' چاولوں کا پنیر تھا۔ آپ نے میرے لئے تربوز کے دو ٹکڑے کئے۔ یہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا مصر میں پہلی دفعہ طلوع تھا۔ آپ نے مجھے فرمایا اے میرے بھائی کھائیں یہ وہ مقام ہے کہ دنیا کے ملوک وسلاطین اس مکان مین میرے ساتھ کھانے کی حسرت میں مر گئے۔ رضی اللہ عنہ

اس واقعہ کے بعد ایک اور اتفاق ہوا کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ میرے گھر تشریف لائے اور فرمایا۔ میں تم کو لینے آیا ہوں تم اور تمہارے بچے وغیرہ میرے ساتھ سکونت کریں میں نے کہا کہ کل انشاء اللہ آؤں گا۔ آپ نے فرمایا نہیں نہیں ابھی میرے ساتھ چلیں۔

آپ نے میری بیٹی رقیہ کندھے پر اٹھائی اور اس کی ہمشیرہ نفیسہ ہاتھ سے پکڑ لی اور ان کی والدہ آپ کے ساتھ ہو لئے' حتیٰ کہ قبہ میں داخل کیا اور مجھے اپنی قبر شریف اور سلطان کامل کی والدہ جو ان کی پشت کے پیچھے مدفون ہے' کے درمیان ٹھہرایا۔ خادموں نے ہم سے غیرت کی تو آپ نے ان سے فرمایا۔ دنیا کی کسی چیز میں یہ تمہارے ساتھ مزاحمت نہیں کریں گے' وہ لوگ واپس چلے گئے' پھر اوپر سے دروازہ کی طرح قبہ کھلا اور اس سے روئی یا چونے کی طرح سفید شے نیچے آئی اور بدستور سفید اشیاء اوپر

سے اترتی رہیں، حتیٰ کہ امام رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کے پاس ڈھیر لگ گیا۔

میں نے کہا۔ یہ کیا شے ہے؟ آپ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکینہ الحیاء ہے جو اسے دیکھ لے اللہ تعالیٰ اس کو پورا حیاء عطا فرماتا ہے۔ میں ہر آنے والے کو اس کو دیکھنے کیلئے کہتا رہا حتیٰ کہ بیدار ہو گیا۔

امام شافعی کی کرامت

اکثر لوگوں نے نقل کیا کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت جب قریب ہوا تو آپ کے تلامذہ اور شاگرد آئے۔ آپ نے فرمایا۔ اے ابا یعقوب تم اپنے قیود میں فوت ہو گئے۔ اے مزنی تمہارے لئے مصر میں بہت سہولت ہوگی۔ اے ابن عبد الحکم تم اپنے باپ کے مذہب کی طرف لوٹ جاؤ گے، اے ربیع تم کتابوں کی اشاعت میں لوگوں کو نفع دو گے۔ چنانچہ اسی طرح ہوا جو آپ نے فرمایا تھا۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ کے کثیر مناقب ومحاسن ہیں، ہارون بن سعید ہیثم ایلی سے روایت ہے کہ میں نے امام شافعی ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا، ہمارے پاس مصر تشریف لائے تو لوگوں نے کہا قریش سے ایک فقیہہ شخص آیا ہے، ہم ان کے پاس گئے جب کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ ہم نے اس سے خوبصورت چہرہ نہیں دیکھا اور نہ ہی ان سے اچھی نماز پڑھتے کسی کو دیکھا، ہم ان کے گرویدہ ہو گئے جب نماز ادا کر لی تو کلام کیا ہم نے ان سے اچھا کلام کسی سے نہیں سنا وہ حقیقت زہد وتقویٰ اور اسرار قلوب میں کلام کرتے تھے اور فرماتے تھے جو شخص آخرت کی قدر ومنزلت نہیں جانتا وہ دنیا میں زاہد کیسے ہو سکتا ہے جو شخص جھوٹے طمع اور کاذب حرص سے خلاصی نہیں حاصل کرتا وہ دنیا سے کیسے چھٹکارہ حاصل کر سکتا ہے، جس کی زبان اور ہاتھ لوگ سلامتی میں نہیں رہتے وہ خود کیسے سلامتی سے رہ سکتا ہے جو شخص اپنے کلام میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا ارادہ نہیں کرتا وہ حکمت کیسے حاصل کر سکتا ہے۔

امام شافعی کا نکاح

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے حمیدہ بنت نافع بن عنبسہ بن عمرو بن عثمان بن عفان سے شادی کی، ان سے ابو عثمان محمد پیدا ہوئے اور وہ حلب کے قاضی تھے اور فاطمہ اور زینب پیدا ہوئیں۔ امام شافعی

رضی اللہ عنہ کا ایک اور بیٹا ہے اسے حسن کہا جاتا ہے وہ بچپن میں فوت ہو گئے تھے۔ اس کی والدہ ام ولد ہے۔ یہ رازی نے نقل کیا ہے۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب یہ ہے امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل ابن ہلال ابن سد بن ادریس شیبانی مروزی بغدادی آپ حافظ ہیں۔

تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ امام احمد بن حنبل ابوعبداللہ احمد بن حنبل بن ہلال ابن اسد بن ادریس بن عبداللہ بن حیان بن عبداللہ بن انس بن عوف بن واسط بن مازن بن شیبان بن ذہل بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل بن واسط بن ہنب بن اقصیٰ بن دعمی بن جدیلہ بن اسد بن ربعہ بن نزار بن معد بن عدنان شیبانی مروزی الاصل ہیں انہوں نے کہا ان کا نسب یہی صحیح ہے۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ ۱۶۴ ہجری میں ربیع الاول کے مہینہ میں مرو میں ایک قول کے مطابق بغداد میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی۔ ابن خلکان نے کہا امام احمد رضی اللہ عنہ امام المحدثین ہیں۔ انہوں نے مسند تصنیف کی اور اس میں وہ احادیث جمع کیں جن کو جمع کرنے کا اتفاق اور کسی کو میسر نہ ہوا کہا جاتا ہے آپ کو ایک لاکھ حدیث یاد تھی۔ وہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کے خاص شاگرد ہیں۔ امام شافعی کے مصر تشریف لے جانے تک وہ ان کے پاس رہے۔

امام احمد کا حلیہ

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا رنگ گندمی، قد لمبا مہندی لگایا کرتے تھے، طبقات ''الشعرانی'' میں ہے۔ امام احمد رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میں نے نیند میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا اور کہا سب سے افضل کون سی شے ہے جس کے ساتھ لوگ تیرے مقرب بندے بن جاتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے کلام کے ساتھ اے احمد۔

میں نے کہا تیرا کلام سمجھنے کے ساتھ یا اس کے بغیر؟

اللہ نے فرمایا اے احمد! میرا کلام سمجھنے اور بغیر سمجھنے سے میرے مقرب ہو جاتے ہیں۔

امام احمد کی تدریس

امام احمد رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی تنہا طالب علم حدیث پڑھنے آتا تو اس کو حدیث نہ پڑھاتے جب تک اس کے ساتھ دوسرا طالب علم نہ ہو۔ آپ فرماتے تھے یحیٰ ابن ذکریا علیہ السلام نے نظر کے خوف سے نکاح کیا تھا۔

امام احمد کی عبادت

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اتباع سنت اور بدعت سے اجتناب میں ضرب المثل ہیں' وہ رات کی عبادت کبھی ترک نہ کرتے تھے اور رات دن میں ہر روز ایک قرآن ختم کرتے تھے اور اسے لوگوں سے صیغہ راز میں رکھتے ابوعصمہ نے کہا میں نے ایک رات امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے پاس گزاری۔ آپ نے پانی لاکر میرے پاس رکھ دیا۔ جب صبح ہوئی تو پانی اسی طرح پڑا ہوا دیکھا تو فرمایا۔ سبحان اللہ! یہ شخص علم طلب کرتا ہے اور رات نماز نہیں پڑھتا ہے۔

امام احمد کا لباس اور کھانا

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سفید صاف لباس پہنتے تھے' آپ مونچھوں سر کے بال اور بدن صاف ستھرا رکھتے تھے' آپ کی مجلس خالص کی آخرت کی مجلس ہوتی تھی۔ اس میں دنیا کی کسی شے کا ذکر نہ ہوتا تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے کپڑے عاریۃ لئے اور صاف کر کے آپ کے پاس لائی۔ آپ نے وہ واپس کر دیئے اور فرمایا لوگوں کی میل کچیل سے ننگا اور برہنہ رہنا بہتر ہے۔ یہ دنیا کے گنتی کے قلیل دن ہیں۔ پھر ہم اس دنیا سے کوچ کر جائیں گے' جب آپ کو بھوک لگتی تو خشک ٹکڑا پکڑتے اور اسے غبار سے صاف کر کے پیالہ میں رکھ کر اس پر پانی ڈالتے حتیٰ کہ وہ تر ہو جاتا پھر اسے نمک کے ساتھ کھاتے تھے۔ بعض اوقات آپ کیلئے ہنڈی میں مسور اور چربی پکاتے تھے۔ اکثر آپ کا سالن سرکہ ہوتا تھا۔

امام احمد کے معمولات

جب راستہ میں چلتے تو کسی کو یہ قدرت نہ ہوتی تھی کہ وہ آپ کے ساتھ ساتھ چل سکے۔ آپ بچپن سے شب بیدار تھے۔ آپ تنہائی کو سب لوگوں سے زیادہ پسند کرتے تھے۔ مسجد یا جنازہ یا کسی کی

عیادت کے سوادوسری کسی جگہ آپ کو نہ دیکھا تھا' بازاروں میں گھومنا برا سمجھتے تھے' ہر روز تین سو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ یہ آپ کا دائمی وظیفہ تھا۔ جب آپ کو کوڑے مارے گئے تو بدن ضعیف ہو گیا تو ایک دن رات میں ایک سو پچاس رکعت پڑھتے تھے۔

امام احمد رضی اللہ عنہ نے پانچ حج کئے جن میں سے تین پیدل حج کئے ہر حج میں تقریباً بیس درہم خرچ کرتے تھے۔

امام احمد اور خلق قرآن

مصیبت کے ایام (خلق قرآن کے مسئلہ میں) امام احمد رضی اللہ عنہ کو کوڑے مارنے کیلئے لایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کے ساتھ آپ کی مدد کی جس کو "ابوالہیثم عیار" کہا جاتا تھا۔ وہ آپ کے پاس کھڑا ہو گیا اور کہا اے احمد! میں فلاں چور ہوں مجھے اٹھارہ ہزار کوڑے مارے گئے کہ میں چوری کا اقرار کروں مگر میں نے اقرار نہ کیا' حالانکہ میں جانتا تھا کہ میں باطل پر ہوں۔ اے احمد آپ تو حق پر ہیں کوڑوں کی گرمی سے گھبرا کر مضطرب نہ ہو جانا۔

جب امام احمد رضی اللہ عنہ کو کوڑے کی ضرب سے درد ہوتا تو چور کا کلام یاد کرتے اس کے بعد ہمیشہ اس کیلئے رحم کی دعا کیا کرتے تھے۔

امام احمد رضی اللہ عنہ جب خلیفہ متوکل کے پاس آئے تو متوکل نے اپنی ماں سے کہا اے اماں اس شخص کے ساتھ ہمارا سارا مکان روشن ہو گیا ہے پھر وہ نفیس اور عمدہ لباس لائے اور امام کو پہنایا۔ جب آپ کو لباس پہنایا گیا تو آپ رو پڑے اور فرمایا میں ساری عمر بھر ان سے سالم رہا حتیٰ کہ جب موت قریب آ گئی تو ان میں اور ان کی دنیا میں مبتلا ہو گیا' پھر جب باہر گئے تو کپڑے اتار دیئے۔

امام احمد رضی اللہ عنہ روزوں میں وصال فرماتے تھے اور تین دن بعد کھجور اور ستوؤں سے روزہ افطار کرتے تھے' فضیل بن عیاض نے کہا امام احمد بن حنبل کو اٹھائیس ماہ قید کیا گیا اور ہر رات کوڑوں سے مارا جاتا تھا حتیٰ کہ آپ بے ہوش ہو جاتے آپ کو تلوار سے ہلایا جاتا اور زمین پر پھینکا جاتا تھا' پاؤں تلے روندا جاتا تھا۔ یہ معاملہ ہمیشہ ہوتا رہا حتیٰ کہ معتصم مر گیا اور اس کے بعد واثق والی بنا تو امام احمد پر امر سخت ہو گیا۔ آپ نے فرمایا اس شہر میں سکونت نہ کروں گا جس میں الحاد کیا جاتا ہے۔ آپ چھپ کر

رہنے لگے، نماز وغیرہ کیلئے باہر نہ نکلتے حتیٰ کہ واثق مر گیا اور متوکل خلیفہ مقرر ہوا تو اس نے امام احمد سے سب تکالیف اٹھا دیں اور آپ کو اپنے پاس بلایا اور آپ کا بہت اکرام واعزاز کیا اور ملک کے جمیع اطراف میں تکالیف اٹھانے کا حکم دیا (خلق قرآن کے مسئلہ پر اہل حق کو جو تکالیف دی جاتی تھیں) اور حکم دیا کہ سنت کا خوب اظہار کیا جائے اور اس کا اعلان کر دیا جائے کہ قرآن مجید مخلوق نہیں ہے معتزلہ کا زور ٹوٹا جو بدترین بدعتی دور تھا۔

امام احمد کی دعا

احمد بن غسان نے کہا جب مجھے امام احمد بن حنبل کے ساتھ مامون کے پاس جانے کو کہا گیا تو آپ کو راستہ میں ایک خادم ملا وہ رو رہا تھا اور آنسو پونچھ رہا تھا اور کہتا تھا اے ابا عبداللہ جو مصیبت آپ پر نازل ہونے والی ہے مجھے اس سے سخت صدمہ پہنچا ہے۔ امیر المومنین نے تلوار ننگی کر رکھی ہے پہلے کبھی ایسا نہ کیا تھا اور چمڑا زمین بچھا رکھا ہے پہلے کبھی ایسا نہ ہوا تھا۔ اور اس نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کی قسم ہے آج میں احمد اور اس کے ساتھی سے تلوار اٹھادوں گا جب تک وہ نہ کہیں کہ قرآن مخلوق ہے۔

امام احمد رضی اللہ عنہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور دونوں آنکھیں آسمان کی طرف لگا دیں اور دعا کی ابھی رات کی پہلی تہائی نہ گزری تھی کہ شور وغوغا اور آہ وبکا شروع ہوگئی۔ اس کا خادم ہمارے پاس آیا اور کہا اے احمد آپ نے سچ فرمایا ہے قرآن اللہ کا کلام ہے اس کا مخلوق نہیں۔ اللہ کی قسم امیر المومنین مر گیا ہے، شہر میں داخل ہونے سے پہلے آپ کو ایک شخص ملا اور کہا اے احمد آپ احتیاط کریں کہ آپ کا تشریف لانا مسلمانوں کیلئے نحوست ثابت نہ ہو' کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کی وجہ سے ان سے راضی ہے لوگ آپ کے حکم کے منتظر ہیں وہ وہی کہیں گے جو آپ فرمائیں گے۔ امام احمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

امام احمد بن حنبل قید خانہ میں

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کو حکومت نے قید خانہ میں بند کر دیا اور ان کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں۔ خلیفہ کی طرف سے ابن ابی داؤد امام احمد سے جدال اور جھگڑا کرتا تھا کہ احمد گمراہ بدعتی ہے'

پھر امام احمد کی طرف متوجہ ہو کر کہتا تھا کہ خلیفہ نے قسم کھائی ہے کہ وہ تم کو تلوار سے ضرور قتل کرے گا اور تم کو برابر مارتا رہے گا حتیٰ کہ تم مر جاؤ گے' وہ برابر آپ سے مناظرہ رات دن کرتے رہے حتیٰ کہ خلیفہ تنگ آ گیا۔ جب یہ سلسلہ طول پکڑ گیا تو ابن ابی داؤد نے کہا یا امیر المومنین اس کو قتل کر دو اس کا خون ہماری گردنوں پر رہنے دیں۔ خلیفہ نے ہاتھ اٹھایا اور امام احمد کے منہ پر طمانچہ مارا جس سے آپ بے ہوش ہو گئے۔ امام احمد بن حنبل کی جماعت سے خلیفہ خائف ہوا اور پانی منگوا کر امام احمد کے منہ پر چھینٹے مارنے لگا۔ رضی اللہ عنہ

امام احمد بن حنبل کے گھر غائبانہ نعمت

امام شافعی ابوثور اور محمد بن حکم رضی اللہ عنہم' امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے گفتگو کر رہے تھے' انہوں نے مغرب کی نماز پڑھی اور امام شافعی نے امامت فرمائی' وہ مسجد میں نوافل پڑھتے رہے حتیٰ کہ عشاء کی نماز پڑھی۔ پھر امام احمد رضی اللہ عنہ گھر تشریف لے گئے۔ امام احمد اپنی بیوی کے پاس گئے پھر ہنستے ہوئے اپنے ساتھیوں کے پاس آئے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابا عبداللہ آپ کیوں ہنس رہے ہیں' آپ نے کہا میں نماز کیلئے گیا تھا' حالانکہ ہمارے گھر ایک لقمہ طعام نہ تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے بہت وسعت فرما دی ہے۔ امام شافعی نے فرمایا اس کا سبب کیا ہے؟

امام احمد نے کہا مجھے ام عبداللہ نے کہا جب تم نماز پڑھنے گئے تھے ایک شخص آیا جس کے کپڑے سفید تھے' چہرہ خوبصورت بارعب اور پاکیزہ تھا۔ اس نے آتے ہی کہا اے احمد بن حنبل ہم نے جواب دیا۔ اس نے کہا اسے پکڑ لو اور سفید ٹوکرہ جس پر خوشبودار سفید رومال تھا۔ ہمارے حوالہ کر دیا اور ایک دوسرا تھال جو دوسرے رومال سے ڈھانپا ہوا تھا وہ ہمیں دیا اور کہا اپنے رب کا رزق کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو۔ امام شافعی نے فرمایا۔ اے ابا عبداللہ! اس ٹوکرے اور تھال میں کیا ہے امام احمد نے کہا۔ روٹیاں جو دودھ اور پشتہ سے آٹا گوندھ کر پکائی گئی تھیں' وہ برف سے زیادہ سفید اور کستوری سے زیادہ خوشبودار ہیں' پیالی میں نمک' بوتل میں سرکہ تھال میں رکھے ہوئے تھے اور سبزی حلوا جو طبرزد کی شکر سے تیار کیا ہوا تھا۔ پھر امام احمد سب لائے اور ان کے آگے رکھ دیا۔ وہ اس طعام سے متعجب ہوئے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا انہوں نے کھایا اور اس طعام اور حلوہ کی شیرینی اور خوشبو مدت تک باقی رہی اور

جس جس نے وہ طعام کھایا ایک مہینہ تک اس نے بھوک محسوس نہ کی اور نہ ہی کسی اور طعام کا خیال کیا۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو باقی کھانا احمد اٹھا کر گھر لے گئے گھر میں سب نے کھایا اور سیر ہو گئے پھر بھی باقی بچ گیا۔ سب کی رائے اس پر متفق ہوئی کہ یہ کھانا اللہ کی طرف سے غیبی تھا اور لانے والا کوئی فرشتہ تھا۔ صالح بن احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے کہا۔ جب تک وہ ٹوکرہ ہمارے گھر رہا ہمیں کبھی بھوک نہیں لگی اور بے حساب رزق ہمارے گھر آتا رہا۔ رضی اللہ عنہ (ثمرات الاوراق)

احادیث ثلاثیہ کی تلاش

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ ماوراء النہر میں ایک شخص ہے جو ثلاثی احادیث روایت کرتا ہے۔ امام احمد اس کے پاس تشریف لے گئے اس کے قریب پہنچے وہ کتے کو کھانا کھلا رہا تھا' تو اس کو سلام کہا' اس نے سلام کا جواب دیا اور پھر کتے کو کھلانے میں مشغول ہو گیا اور امام کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ امام احمد نے دل میں کچھ خیال کیا جب کہ وہ کتے کی طرف متوجہ ہوا اور آپ کی طرف التفات نہ کی' جب وہ شخص کتے کو کھلا کر فارغ ہوا تو امام کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ شاید آپ نے دل میں ناراضگی کی ہو گی جب کہ میں کتے کی طرف متوجہ ہوا تھا اور آپ کی طرف التفات نہ کی تھی۔ امام نے فرمایا ضرور خیال تو کچھ آیا تھا' اس شخص نے کہا۔

حدثنی ابو الزناد عن الاعرج عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من قطع رجاء من ارتجاہ قطع اللہ رجاءہ یوم القیامۃ فلن یلج الجنۃ

مجھے ابوالزناد نے اعرج سے انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی فرمایا جس نے کسی امیدوار کو ناامید کیا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت میں ناامید کرے گا اور وہ جنت میں داخل نہ ہو گا۔

پھر اس شخص نے کہا ہماری زمین میں کتے نہیں۔ یہ کتا میرا قصد کر کے آیا ہے۔ مجھے اس کی امید قطع کرنے سے خوف لاحق ہوا۔ امام احمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا بس مجھے یہی حدیث کافی ہے۔ پھر واپس لوٹ آئے۔ "حیٰوۃ الحیوان"

امام احمد کا مذہب

امام شعرانی نے ''منن'' میں کہا امام احمد رضی اللہ عنہ نے اپنا مذہب جمع نہیں کیا اب ان کا مذہب آپ کے تلامذہ اور شاگردوں کے سینہ میں بکھرا پڑا ہے کیونکہ آپ کا مذہب حدیث ہے اور فرماتے تھے مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے شرم آتی ہے کہ میں آپ کے کلام کے معنی میں کلام کروں اور ہوسکتا ہے وہ آپ کی مراد نہ ہو۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کیا کسی کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کلام کرنے کی ہمت ہوسکتی ہے؟

امام شعرانی نے کہا ہم کو خبر ملی ہے کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ احکام الصلوٰۃ میں تیس مسائل وضع فرمائے ہیں۔

امام احمد بن حنبل اور داروغہ

مروزی نے کہا جب امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ خلیفہ واثق کے قید خانہ میں اس وجہ سے محبوس ہوئے کہ وہ قرآن کو مخلوق کہیں تو آپ کے پاس جیل کا داروغہ آیا اور کہنے لگا اے عبداللہ! ظالموں اور ان کے مددگاروں کے بارے میں جو حدیث ہے کیا وہ صحیح ہے؟ فرمایا صحیح ہے۔

اس نے کہا کیا میں ظالموں کے مددگاروں سے ہوں؟ فرمایا نہیں۔

اس نے کہا یہ کیسے' جب کہ میں انکا ملازم ہوں؟ فرمایا ظالم کا مددگار وہ ہے جو تمہارے بال درست کرے تمہارے کپڑے دھوئے اور تمہارا کھانا تیار کرے اور ظالم تو ہے۔

امام احمد کا زُہد

ادریس حداد نے کہا جب قید سے رہائی پاکر امام احمد رضی اللہ عنہ اپنے گھر گئے تو بے بہا مال آپ کے گھر بھیجے گئے۔ آپ یسر اور آسانی کے محتاج بھی تھے اس کے باوجود آپ نے سارے مال واپس کر دیئے اور تھوڑا سا مال بھی قبول نہ کیا اس روز جو مال آپ نے رد کیا آپ کے چچا اسحاق نے اس کا حساب کیا تو پچاس ہزار دینار رہا۔ امام احمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے چچا میں آپ کو ایسی چیز کے

حساب میں مشغول دیکھتا ہوں جس کا آپ کو کوئی فائدہ نہیں۔ آپ کے چچا نے کہا آپ نے اس قدر مال واپس کر دیا ہے۔ حالانکہ آپ ایک دانہ کے محتاج ہیں۔

آپ نے فرمایا اے چچا اگر مال طلب کرتے تو یہ ہمارے پاس نہ آتا ہمارے پاس آیا ہی اس لئے ہے کہ ہم نے اسے ترک کر دیا ہے۔

علی بن سعید رازی نے کہا ہم ایک روز امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے ساتھ متوکل کے پاس گئے جب انہوں نے امام احمد کو خاص دروازہ سے اندر داخل کیا تو آپ نے ہمیں فرمایا اللہ تعالیٰ تم کو خیر و عافیت سے رکھے تم واپس چلے جاؤ' اس دن سے آپ کی برکت سے ہم سے کوئی شخص کبھی بیمار نہیں ہوا۔ بلال بن علاء نے کہا چار شخصوں کا اسلام پر بہت احسان ہے۔ ایک امام احمد بن حنبل ہیں کہ وہ مصیبت میں پڑے رہے مگر خلق قرآن کا قول نہ کیا۔ دوسرے امام شافعی رضی اللہ عنہ کہ انہوں نے کتاب وسنت کے مطابق فقہ مرتب کی۔ تیسرے قاسم بن سلام کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کی تشریح کی چوتھے ابوزکریا جنہوں نے صحیح حدیث کو سقیم سے جدا کیا۔

امام احمد رضی اللہ عنہ کا تقویٰ

امام احمد رضی اللہ عنہ کا کھانا وغیرہ آپ کے بیٹے عبداللہ کے ذمہ تھا جب آپ کے صاجزادہ قاضی مقرر ہوئے تو آپ نے ان کے طعام سے انکار کر دیا اور فرمایا۔ خدا کی قسم میں عبداللہ کا طعام کبھی نہ کھاؤں گا' چنانچہ ایسا ہی ہوا حتیٰ کہ آپ فوت ہوئے۔

ادریس حداد نے کہا میں امام احمد رضی اللہ عنہ کو ہمیشہ نماز پڑھتے یا قرآن کریم کی تلاوت کرتے دیکھتا تھا۔ میں نے ان کو دنیاوی امور میں مشغول کبھی نہیں دیکھا جب آپ کو کوئی سخت امر درپیش ہوتا تو دو تین دن کچھ نہ کھاتے۔ جب اپنے گھر والوں کو پانی پیتے دیکھتے تو ان کو یہی موہوم کرواتے کہ آپ سیر ہیں۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں بغداد سے آیا اور وہاں امام احمد بن حنبل سے زیادہ فقیہ' متقی اور پرہیز گار چھوڑ کر نہ آیا۔

عبداللہ بن احمد بن حنبل نے کہا میرے والد ماجد ہر رات ساتواں حصہ قرآن پڑھتے تھے اور ہر سات روز میں قرآن ختم کرتے تھے اور صبح تک کھڑے رہتے تھے' ہر روز تین سو نفل پڑھتے تھے۔

جب آپ کو کوڑے مارے گئے اور ان کی ضرب نے آپ کو ضعیف کو دیا تو ہر روز ایک سو پچاس رکعت نفل پڑھا کرتے تھے۔

ایک دن امام احمد بن حنبل امام شافعی کے پاس بیٹھے تھے، تو شیبان چرواہا ان کے قریب سے گزرا اس پر صوف کی قمیص تھی، امام احمد نے امام شافعی سے کہا اے ابا عبداللہ! کیا میں اس جاہل کو اس کی جہالت سے آگاہ کروں۔

امام شافعی نے فرمایا ایسا نہ کریں اسے اپنے حال پر چھوڑیں۔ امام احمد نے کہا اس کو آگاہ کرنا ضروری ہے، پھر اس کو بلایا اور فرمایا اے شیبان اس شخص کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جو دن میں نماز بھول جائے اور اسے یاد نہ رہا کہ کون سی نماز رہ گئی ہے، اس شخص پر کیا واجب ہے؟

شیبان نے کہا۔ اے امام احمد اس شخص کا دل اللہ تعالیٰ سے غافل ہو گیا وہ شخص غافل ہے اس کو تادیب کرنا واجب ہے تاکہ آئندہ کبھی ایسا نہ کرے، پھر اس کے بعد سارے دن کی نمازیں قضاء کرے، یہ کہہ کر وہ دن کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کیا آپ اس کو جواب دیں گے؟ امام احمد رضی اللہ عنہ کی چیخ نکلی اور کہا ہرگز نہیں خدا کی قسم یہی حق ہے۔ پھر ان کو چھوڑ کر چلا گیا۔

ادریس حداد نے کہا امام احمد رضی اللہ عنہ مضبوط سلا ہوا لباس نہ پہنتے تھے بلکہ کچا سلا ہوا درمیان سے سوراخ کر کے سر کی طرف سے پہنتے تھے اور فرماتے تھے یہ لباس مرنے والے کیلئے کافی ہے۔ آپ کی عموماً گزر اوقات زمین کی کاشت سے ہوتی تھی۔ آپ فرماتے تھے اللہ کی قسم یہ ہی حلال طعام ہے اس کا کوئی حساب نہیں اور نہ ہی اس پر گرفت ہے۔ ایک دن بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کے پاس عورتیں تھیں۔ ایک عورت آئی اور عرض کیا یا سیدی! ہم عورتیں ہیں اپنے مکانوں کی چھتوں پر دھاگہ بناتی ہیں۔ حکومت کی مشعلیں ہمارے پاس سے گزرتی ہیں کیا ہمارے لئے یہ جائز ہے کہ ان کی روشنی میں دھاگہ بنالیا کریں۔

آپ نے فرمایا۔ تو کون ہے؟

اس نے کہا میں بشر حافی کی ہمشیرہ ہوں۔

آپ نے فرمایا تمہارے گھر سے تقویٰ اور پرہیز گاری نکل چکی ہے ان مشاعل کی روشنی میں دھاگہ مت بناؤ۔

ادریس حداد نے کہا۔امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ حج کیلئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔آپ کو ایک سخت حاجت پیش آئی۔آپ کے پاس تانبے کا برتن تھا۔کچھ پیسوں کے عوض آپ نے وہ ایک سبزی فروش کے پاس رہن رکھا۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ خلاص کرنے کی توفیق دی تو آپ سبزی فروش کے پاس تشریف لے گئے اور اس کی رقم واپس کی اور برتن کی واپسی کیلئے اس کو فرمایا وہ اٹھا اور ایک ہی قسم کے دو برتن لے آیا اور کہا آپ کا برتن خلط ملط ہو گیا ہے۔ان دو برتنوں سے ایک لے لیں۔آپ نے فرمایا مجھے اشتباہ ہو گیا ہے کہ کون سا برتن میرا ہے۔اللہ کی قسم میں اسے نہیں لوں گا۔سبزی فروش نے کہا میں بھی اسے نہ ترک کروں گا پھر وہ دونوں اس کی فروخت اور اس کو صدقہ کرنے پر متفق ہو گئے۔

ادریس حداد نے کہا ایک دن امام احمد رضی اللہ عنہ باہر تشریف لے گئے۔آپ کی نظر ایک ننگے چہرہ والی عورت پر پڑی تو فرمایا **لاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم** اور قسم کھائی کہ آئندہ چہرہ ڈھانپ کر گھر سے باہر نکلوں گا تا کہ کسی اجنبی عورت پر نظر نہ پڑے آپ کو جب کوئی واقعہ یا مسئلہ درپیش ہوتا تو اسے نہ لکھتے جب تک اسے فقہاء کو پیش نہ کرتے۔اگر آپ کی رائے ان کی رائے سے اتفاق کرتی تو لکھ لیتے' ورنہ چھوڑ دیتے اور دل کے خطرہ سے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے۔

جب آپ کے ہاتھ میں قلم کی سیاہی خشک ہو جاتی تو اسے اپنے سر سے پونچھتے کپڑے سے نہ پونچھتے تھے۔آپ سے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو فرماتے یہ سیاہی علم کا اثر ہے۔میں اسے کپڑے کے ٹکڑے پر نہیں رکھتا تا کہ نجاست میں نہ پھینکا جائے۔

احادیث کی روایت

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے دس لاکھ احادیث روایت کیں جن میں سے اسانید اور متون کے ساتھ ایک لاکھ اور پچاس ہزار حدیث روایت کی۔صاحب الروض الفائق نے اسے ذکر کیا اور کہا۔

واحمد المعروف فی کل مشھد وقد رفع	امام احمد جو ہر مشھد میں معروف ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی
اللہ العظیم لہ قدر و آتاہ علمًا فی الوریٰ	قدر بلند فرمائی ہے ساری مخلوق میں آپ کو علم اور رعب دیا
ومھابۃً وجاد علیہ بالکرامۃ فی الاخریٰ	ہے اور آخرت میں آپ کو کرامت اور عزت عنایت کی۔

امام احمد بن حنبل کی وفات

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ ۲۴۱ھ میں فوت ہوئے۔ آپ کی عمر شریف ستتر (۷۷) برس تھی۔ اور جب آپ بیمار ہوئے تو لوگوں نے آپ کا پیشاب حکیم کو پیش کیا۔ اس نے دیکھ کر کہا یہ اس شخص کا پیشاب ہے جس کے جگر کو غم واندوہ نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ لوگ اور جانور آپ کی بیمار بری کو آئے اور سب گلی کوچے بھر گئے۔ جب آپ کا انتقال ہو گیا تو لوگوں کی چیخیں نکلیں اور رونے کی آوازیں بلند ہوئیں اور ساری دنیا آپ کی موت کے باعث گونج گئی۔

اہل بغداد صحرا میں آپ کی نماز جنازہ پڑھنے نکلے' نماز جنازہ میں حاضرین کا اندازہ آٹھ لاکھ مرد اور ساٹھ ہزار عورت تھی' یہ تعداد ان لوگوں کے علاوہ ہے جو اطراف کشتوں اور چھتوں پر تھے' اگر ان کو ساتھ ملا جائے تو دس لاکھ سے زیادہ بن جاتے ہیں ایک روایت میں نماز جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد ۲۵ لاکھ تک پہنچتی ہے' اس روز بیس ہزار یہود و نصاریٰ اور مجوسی مسلمان ہوئے۔ (طبقات شعرانی)

اسی طرح تاریخ ابن الوردی میں ہے۔ نیز اس میں مذکور ہے کہ ابراہیم حربی نے خبر دی۔ انہوں نے کہا میں نے بشر بن حرث حافی کو خواب میں دیکھا وہ رصافہ کی مسجد سے باہر آ رہے ہیں اور ان کی آستین میں کوئی شے حرکت کرتی ہے۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟

اس نے کہا مجھے بخش دیا اور بہت عزت عطا فرمائی ہے۔

میں نے کہا یہ آستین میں کیا ہے؟

فرمایا۔ گزشتہ رات ہمارے ہاں امام احمد بن حنبل کی روح آئی اور اس پر موتی اور یاقوت نچھاور کیے گئے' یہ موتی اور یاقوت میں نے وہاں سے اٹھائے ہیں۔

میں نے کہا یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل کا کیا حال ہے؟

انہوں نے کہا میں ان کو اس حال میں چھوڑ کر آیا ہوں جب کہ وہ رب العالمین کی زیارت کر رہے تھے اور ان کیلئے دستر خوان بچھائے گئے تھے۔

میں نے کہا آپ نے ان کے ساتھ کھانے میں شرکت کیوں نہ کی؟

انہوں نے کہا میرے لئے طعام ضروری نہ جانا اور اپنی زیارت میرے لئے مباح فرمائی۔

(تاریخ ابن خلکان)

اصحاب مذہب

ساری دنیا میں جب اصحاب مذہب کی تابعداری کی جاتی ہے وہ چھ امام ہیں امام ابوحنیفہ مالک' شافعی' احمد بن حنبل' سفیان ثوری اور داؤد ظاہری۔ دو بیتوں میں ان کو ذکر کیا گیا ہے۔

وان شئت ارکان الشریعة فاستمع لتعر فهم واحفظ اذا کنت سامعًامحمد والنعمان

مالك احمد وسفیان واذکر بعد داؤد تابعًا

اگر شریعت کے ارکان سننا چاہے تو ان کو پہچان اور یاد کر لے جب ان کو سنے محمد بن ادریس شافعی' نعمان بن ثابت' مالک' احمد' اور سفیان ثوری ان کے بعد داؤد ظاہری کو یاد کر۔

اقطاب

اس کتاب کے خاتمہ میں چار اقطاب کا تذکرہ کیا جاتا ہے اور وہ سادا تنا احمد رفاعی' عبدالقادر جیلانی' احمد بدوی ابراہیم دسوقی ہیں۔ رضی اللہ عنہم

یہ سارے حضرات اہل بیت کرام سے ہیں' ان کا سلسلہ نسب سیدی امام حسین بن علی بن ابی طالب تک پہنچتا ہے۔ ''رضی اللہ عنہم'' صرف سیدی عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب سیدنا امام حسن بن علی بن ابی طالب تک پہنچتا ہے یہ ان کے حالات میں انشاء اللہ واضح ہو جائے گا۔ سیدی حسن نے کہا جب کہ وہ اپنے بھائی سیدی احمد بدوی سے مخاطب تھے۔

اے میرے بھائی یہ بات معلوم کرنے والی ہے کہ ساری دنیا لوگ رہتے ہیں اور لوگوں کیلئے قطب ہیں جو اللہ کے اذن وارادہ سے ان پر حکومت کرتے ہیں۔ امام مناوی نے جامع پر اپنی شرح میں کہا کہ ابن عربی قدس سرہٗ نے کہا کہ ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے بندوں سے ایک شخص ہوتا ہے' کبھی وہ عورت بھی ہوتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر غالب رہتا ہے اور اسے ہر شئی پر بلندی اور سرفرازی حاصل رہتی ہے' وہ بہادر پیشوا بہت زیادہ حق کا مدعی ہوتا ہے وہ حق بات کہتا ہے اور انصاف سے فیصلہ کرتا ہے۔ شیخ نے کہا اس مقام پر فائز سیدی عبدالقادر جیلانی بغداد میں ہیں۔

''زبدۃ الاعمال'' میں ذکر کیا ہے کہ سراج الحرم ابوبکر سکتانی قدس سرہٗ نے کہا کل نقیب تین سو

نجیب ستر ابدال چالیس' اخیار سات' عمد چار اور غوث ایک ہے نقباء کا مسکن مغرب' نجبا کا مصر اور ابدال کا مسکن شام ہے۔ اخیار زمین میں سیاحت کرتے ہیں۔ عمد زمین کے اطراف میں رہتے ہیں اور غوث کا مسکن مکہ مکرمہ ہے عام لوگوں کے معاملہ میں جب کوئی حاجت در پیش ہو تو پہلے اس میں نقباء دعا کرتے ہیں پھر نجباء پھر اخیار اور پھر عمد' اللہ کے حضور عاجزی کرتے ہیں۔ اگر ان کی دعا قبول ہو جائے تو فبہا ورنہ غوث دعا کرتا ہے۔ غوث کی دعا ابھی پوری نہیں ہوتی کہ قبول ہو جاتی ہے۔

امام مناوی نے کہا میں نے شیخ ابراہیم مواہبی کی کتاب مقدمہ الوصول دیکھی وہ اپنے شیخ عارف ابوالمواہب تونسی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں۔ سب سے پہلے قطبانیت کے مقام پر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنی حیات طیبہ کی مدت میں فائز رہیں۔ پھر ان سے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کی طرف منتقل ہوئی' ان کے بعد عثمان غنی پھر علی المرتضیٰ پھر سبط حسن کی طرف منتقل ہوئی رضی اللہ عنہم۔ لیکن عارف مرسی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سب سے پہلے قطب حسن بن علی ہیں۔ رضی اللہ عنہم۔ واللہ اعلم۔

سید احمد بن رفاعی رضی اللہ عنہ

امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ طبقات کے چھٹے طبقہ میں کہا سیدی احمد ابن یحییٰ بن حازم بن رفاعہ مشہور مشائخ اولیاء کرام سے ہیں۔ آپ ابوالعباس رفاعی مغربی سید ہیں۔ آپ کے شرف وفضل کے باغات بارور ہیں اور آپ کے کرم کی بارش سارے جہان پر برستی ہے۔ آپ جلیل سید اور عظیم صوفی تھے۔ آپ کے والد ماجد عراق آئے اور بطائح کے علاقہ میں ام عبید میں سکونت اختیار کی۔

سید رفاعی پانچ سو ہجری میں پیدا ہوئے۔ وہیں آپ نے پرورش پائی امام شافعی رضی اللہ عنہ کے مذہب پر فقہ حاصل کی اور کتاب التنبیہ پڑھی پھر تصوف پڑھا اور نفس سے مجاہدہ کیا حتیٰ کہ کمال کو پہنچے اور نفس کو مقہور کیا اور لوگوں کے ہاتھوں میں اشیاء سے اعراض کیا' اپنے اشغال میں مصروف رہے اور اس میں ماہر اور مشہور ہو گئے۔ لوگوں کے علوم کی مرکزیت اور مشکلات کا حل آپ کے دست اقتدار میں آیا۔ کثیر مخلوق آپ کی طرف مائل ہوئی اور آپ کی معتقد ہوئی۔

ابن خلکان وغیرہ نے کہا۔ یہ لوگ رفاعی طائفہ ہیں۔ ان کو احمدیہ بطائحیہ بھی کہا جاتا ہے' ان

لوگوں کے عجیب احوال ہیں۔ سانپ کھا جانا اور آگ کے تنور میں اتر جانا جب کہ آگ اس میں جل رہی ہو ان میں سے ایک شخص آگ کے چولہے کی ایک طرف سو جاتا ہے اور باورچی دوسری طرف روٹیاں پکاتا رہتا تھا اور آگ جلتی رہتی تھی۔

ان حضرات کو "سماع" بھی کہا جاتا ہے یہ آگ میں رقص کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ آگ بجھ جاتی ہے۔ شیر پر سوار ہو جاتے ہیں۔ سید احمد رفاعی کے حال کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ آپ عبدالملک خرنوبی کے قریب سے گزرے تو اس نے کہا اے احمد آپ میرے اس کلام کی تاویل کرو۔

ملتفت لا یصل ومشکك لا یفلح
ومن لم یعرف من وقته النقص فکل
اوقاته نقص ففارقه وجعل
یکررها سنة ثم عاد الیه وقال
اوصنی فقال ما اقبح الجهل بالالبا
والعلة بالاطباء والجفاء بالاحباء

ادھر ادھر التفات کرنے والا مقصد کو نہیں پاتا شک کرنے والا کامیاب نہیں ہوتا جو شخص اپنی زندگی میں نقص نہ پہچانے اس کی ساری زندگی ناقص ہے اس سے جدا رہو سال بھر آپ اسکا تکرار کرتے رہے۔ پھر اسکے پاس لوٹے اور فرمایا مجھے وصیت کریں فرمایا عقل مندوں کیساتھ جہالت، طبیبوں کے ساتھ مرض اور دوستوں کے ساتھ جفا بہت بری ہے۔

انہوں نے کہا میں باہر چلا گیا اور سال بھر پڑھتا رہا۔ اور اس نصیحت سے بہت نفع حاصل کیا۔

بعض نے کہا یہ اس لئے کہ ان کیلئے راہ مختصر ہو گئی۔

ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ اس کیلئے آپ دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا میرے پاس ایک دن کا کھانا ہے جس کے پاس ایک دن کا کھانا ہو اس کی دعا منظور نہیں ہوتی، جب وہ ختم ہو گا تو تیرے لئے دعا کروں گا۔ آپ کوہڑوں اور معذوروں کے کپڑے دھو دیا کرتے تھے ان کے بالوں سے جوئیں نکالتے ان کو کھانا کھلاتے اور خود ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے اور ان سے دعا کروایا کرتے تھے اور فرماتے ان کی زیارت مستحب نہیں واجب ہے۔

آپ کا ایک بچے سے گزر ہوا تو اس نے کہا تو کون ہے؟

اس نے کہا یہ کیسی فضول بات ہے۔

آپ یہ کلمہ بار بار کہتے رہے اور فرمایا اے بچہ تو نے مجھے ادب سکھایا ہے آپ کے مریدین کا

حلقہ سولہ ہزار تھا۔ آپ ان کیلئے صبح وشام کھانے کا دستر خوان بچھاتے تھے' تکالیف برداشت کرنے اور مکارم اخلاق میں آپ ضرب المثل ہیں شنوانی نے مختصر ابن ابی حمزہ پر حاشیہ میں آپ کے بعض مکارم اخلاق نقل کیے ہیں انہوں نے کہا ایک کتے کو کوہڑ ہو گیا۔ شہر والے لوگ اس سے نفرت کرنے لگے۔ ہر ایک شخص اس کو اپنے دروازہ سے مار کر بھگا دیتا۔ اس کتے کو سیدی احمد رفاعی پکڑ کر باہر لے گئے باہر جنگل میں اس کیلئے ایک جھونپڑی بنائی وہاں آپ اور کتا کھانا کھاتے' آپ کتے کو پانی پلاتے اس کو تیل ملتے حتیٰ کہ چالیس روز بعد اللہ تعالیٰ نے کتے کو شفا دی۔ آپ نے پانی گرم کر کے اس کو غسل دیا اور اسے لے کر شہر واپس آئے کسی نے آپ سے کہا آپ کتے کے ساتھ اس قدر اہتمام کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں! مجھے ڈر ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں مجھ سے مواخذہ کرے اور کہے تو نے اس کتے پر رحم نہ کیا۔ کیا تجھے یہ ڈر نہیں کہ جس مرض میں اس نے کتے کو مبتلا کیا ہے تجھے اس میں مبتلا کر دے۔

سید احمد رفاعی کی کیفیات

سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ پر بکثرت اللہ تعالیٰ تجلی فرماتا۔ آپ پگھل کر پانی کا تالاب بن جاتے' پھر آپ پر اللہ کی رحمت ہوتے تو تھوڑا تھوڑا جمنے لگتے حتیٰ کہ آپ اپنے بدن کی طرف واپس آجاتے۔ اپنی جماعت سے فرماتے اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت میرے شامل حال نہ ہوتی تو میں تمہاری طرف واپس نہ آتا۔

ایک بلی کا واقعہ

شیخ عبدالوہاب بن سبکی رضی اللہ عنہ کے طبقات میں ہے کہ ایک بلی سید احمد رفاعی کی آستین میں سو گئی نماز کا وقت ہو گیا۔ آپ نے اتنی آستین کاٹ ڈالی اور بلی کو بیدار نہ کیا اور نہ اسے ہلایا۔ نماز پڑھ کر واپس آئے تو وہ بیدار ہو چکی تھی آپ کی کٹی ہوئی آستین کو کپڑے کے ساتھ پیوست کر کے سی دیا اور اس میں ذرہ بھر تغیر نہ آیا۔

ایک مچھر کا واقعہ

ایک روز سردی میں آپ نے وضو کیا اور اپنا ہاتھ کچھ مدت لمبا رکھا اور اسے ذرہ بھر حرکت نہ دی۔

یعقوب موذن آ کر آپ کا ہاتھ چومنے لگا۔ آپ نے فرمایا اے یعقوب تو نے اس کمزرکو پریشان کر دیا۔ یعقوب نے کہا یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا مجھر میرے ہاتھ سے اپنا رزق کھاتا تھا (خون چوستا تھا) اب وہ تجھ سے ڈر کر بھاگ گیا ہے۔

سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میں ہر راہ چلا' میں نے آسان تر قریب تر اور زیادہ بہتر افتقار' عاجزی انکساری سے کوئی راہ نہ دیکھی۔

کرامت نمبر ۱

جب آپ کرسی پر قرات کیلئے تشریف لاتے تو دور والے لوگ آپ کا کلام ایسے ہی سنتے جیسے قریب والے سنتے ہیں' حتیٰ کہ گاؤں والے لوگ شہر سے دور آپ کا کلام اسی طرح سنتے جس طرح شہر والے سنتے تھے۔ حتیٰ کہ بہرہ شخص جب آپ کی مجلس میں حاضر ہوتا تو آپ کا کلام سننے لگتا تھا۔

کرامت نمبر ۲

جب کوئی شخص آپ سے سوال کرتا کہ آپ اس کیلئے تعویذ لکھ دیں تو کاغذ پکڑ کر سیاہی کے بغیر قلم کے ساتھ تعویذ لکھ دیتے۔ ایک روز ایک شخص سے ایسا ہی کیا اور کئی روز اس سے غائب رہے۔ پھر وہ شخص امتحان کی غرض سے آپ کے پاس آیا اور کہا کہ تعویذ لکھ دیں۔ جب آپ نے کاغذ دیکھا تو فرمایا اے میرے بیٹے اس کاغذ پر تو تعویذ لکھا ہوا ہے۔

کرامت نمبر ۳

آپ کے مریدین سے وہ شخص آپس میں اللہ کیلئے محبت کرتے تھے' وہ دونوں ایک روز جنگل کی طرف گئے' ان میں سے ایک نے خواہش کی کہ آسمان سے کوئی کاغذ نازل ہو جس پر دوزخ سے ان کی آزادی مکتوب ہو اسی وقت آسمان سے سفید کاغذ گرا' اس میں کچھ نہ لکھا ہوا تھا' وہ دونوں آپ کے پاس حاضر ہوئے اور اس واقعہ کی خبر آپ کو نہ بتائی' آپ کاغذ دیکھ کر اللہ کے حضور سر بسجود ہوئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے آخرت سے پہلے دنیا میں میرے مریدوں کی آگ سے نجات دکھائی ہے۔ کسی

نے کہا یہ کاغذ تو سفید ہے۔ آپ نے فرمایا اے میرے بچو اقدرت کا ہاتھ سیاہی سے نہیں لکھتا۔ یہ نور کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔

کرامت نمبر ۴

سید احمد رفائی رضی اللہ عنہ نے جب حج کیا تو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف پر کھڑے ہو کر عرض کیا۔

فی حالة البعد روحی کنت ارسلها تقبل	دور سے میں اپنی روح بھیجا کرتا تھا وہ میری طرف سے میری
الارض عنی وھی نائبتی وھذہ دولة	نائب ہو کر زمین کو چومتی تھی اور یہ دولت اشباح ہے (آستانہ
الاشباح قد حضرت فامدد یمینك کی	عالیہ) میں خود حاضر ہوا ہوں دست اقدس بڑھائیں تا کہ
تخطی بها شفتی۔	میرے ہونٹ اسے بوسہ دیں۔

قبر شریف سے دست اقدس ظاہر ہوا اور آپ نے سب لوگوں کے سامنے اسے بوسہ دیا اور لوگ دیکھ رہے تھے اسی طرح ''دار الاصداف'' میں ہے۔

ہمزیہ پر حاشیۃ الجمل میں ہے کہ شیخ سلیمان جمل (صاحب تفسیر جمل) نے کہا اس طرح شیخ ناظم قطب مرسی کا بھی واقعہ ہے۔ انہوں نے کہا میں نے اس ہاتھ سے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس کے ساتھ کئی دفعہ مصافحہ کیا ہے لیکن اس کرامت کے ساتھ مشہور سید احمد رفائی ہیں جو سلطان حسن کے مدرسہ کے سامنے سوق السلاح میں مسجد ذخیرۃ الملک میں ابو شباک مشہور ہیں۔ رضی اللہ عنہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اگر دونوں حضرات کا یہ واقعہ ہو تو اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

کرامت نمبر ۵

علامہ شعرانی نے ''منن'' میں ذکر کیا کہ مجھے احمد خنازیری نے خبر دی کہ انہوں نے جنگل میں ان کے مشہد پر ان کے پاس رات بسر کی تو ان سے خادم نے کہا کہ اس رات جو ہیبت واقع ہو گی اس کی وجہ سے آپ یہاں سو نہیں سکتے۔ انہوں نے کہا میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہوں، جب عشاء کا وقت ہوا تو وہ ہیبت سے کانپنے لگے اور قریب تھا کہ ان کے جسم سے مفاصل (جوڑ) علیحدہ علیحدہ ہو جائیں۔ باہر

درندے چلانے لگے اور لوہے کے دروازے ایسے محسوس ہوتے تھے کہ وہ کھلتے ہیں اور بند ہوتے ہیں۔ ان سے سخت آواز سنائی دیتی تھی۔ انہوں نے کہا پھر آپ نے ایک شخص کو محسوس کیا جو میرے پاس آ کر بیٹھا اور کہنے لگا یہ رات مبارک ہے۔ کیا تم قرآن نہیں پڑھتے ہو۔ کچھ پڑھ سکتے ہو پڑھو۔ میں نے کہا ہاں! میں قرآن پڑھ سکتا ہوں۔ میں نے اور اس شخص نے سورۃ نحل سے لے کر سورہ نجم تک قرآن کریم پڑھا جب طلوع فجر قریب ہوا تو وہ میرے پاس دو روٹیاں اور دو برتن لایا۔ ایک میں دودھ اور دوسرے میں شہد تھا۔ میں نے وہ کھایا اور پیا حتیٰ کہ سیر ہو گیا۔ فجر طلوع ہوئی تو میں نے اس کو نہ پایا۔ انہوں نے کہا پھر خادم میرے پاس آیا اور کہا اس رات میرا دل آپ کے ساتھ رہا ہے' کیونکہ یہاں کوئی شخص ہر گز نہیں سو سکتا۔ میں نے اس سے واقعہ ذکر کیا۔ اس نے کہا جس نے تمہارے ساتھ پڑھا ہے اور تم کو کھانا دیا ہے وہ سیدی احمد رفاعی تھے۔ رضی اللہ عنہ

کرامت نمبر ۶

سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ نے ایک باغ خریدنے کا ارادہ کیا تو باغ کے مالک نے عوض میں جنت کے محل کے بغیر فروخت سے انکار کر دیا۔ آپ کو لرزہ باندام ہوا حال متغیر اور رنگ زرد ہو گیا۔ پھر فرمایا میں نے جنت کے محل کے عوض تم سے یہ باغ خرید کیا۔ اس نے کہا اشٹام لکھ دیں۔ آپ نے لکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ محل اسماعیل نے اللہ کے بندے احمد رفاعی سے خرید کیا ہے جب کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جنت میں محل کے ضامن ہیں اس کو یہ حدود اربعہ گھیرتی ہیں۔ پہلی جنت عدن دوسری جنۃ الماویٰ' تیسری جنت الخلد اور چوتھی جنۃ الفردوس بشمول اس محل کی تمام حوریں ولدان' فرش' تخت' نہریں اور درخت اس کے دنیا کے باغ کے عوض ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اس پر گواہ اور کفیل ہے۔ جب اسماعیل فوت ہو گیا تو وہ اشٹام اس کے ساتھ دفن کیا گیا صبح ہوئی تو اس کی قبر پر یہ لکھا ہوتا۔ قد وجد نا ما وعدنا ربنا حقا ہمارے رب نے جو وعدہ ہم سے کیا تھا اس کو ہم نے ایسا ہی پالیا ہے۔

ضروری وضاحت

مقریزی نے "خطط" میں ذکر کیا کہ "ذخیرۃ المالک" کی مسجد قلعۃ الجبل کے تحت چھوٹے

سے ٹیلے کے شروع میں سلطان حسن بن محمد بن قلاودن کے مدرسہ کی جالیوں جو بڑے دروازہ جس کو ملک ظاہر برقوق نے بند کر دیا تھا سے متصل ہیں کے سامنے ہے۔ یہ دروازہ فوج کے منتظم ذخیرۃ الملک جعفر نے بنوایا تھا۔

ابن مامون نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا کہ اس سال میں یعنی ۵۱۶ ہجری میں ذخیرۃ الملک جعفر نے قاہرہ میں والی ہونے کے زمانہ میں بجل جس ابن صیرفی نے بنایا تھا سے خدمت لی اور اس نے بہت ظلم کیا اور یہ مشہور ومعروف ہے' اس نے وہ مسجد بنوائی جو باب جدید کے درمیان پہاڑ کی طرف ہے جس کے سبب وہ مشہور ہے اس کو "مسجد لاباللہ" کہا جاتا ہے' کیونکہ وہ لوگوں کو راستہ سے پکڑ کر ان پر ظلم کرتا تھا اور وہ قسمیں کھاتے اور کہتے "لاباللہ" وہ ان کو اس مسجد میں قید کر دیتا اور اجرت دیئے بغیر ان سے مسجد میں کام لیتا تھا' جب سے میں نے یہ مسجد بنوانی شروع کی تھی اس میں مجبور یا مقید کے سوا کسی نے بھی کام نہیں کیا۔ اس مسجد میں یہ بہت مکتوب ہیں۔

بنی مسجد الله من غير حله وكان بحمد الله غير موفق كمطعمة الايتام من كد فر جهالك الويل لا تزني ولا تتصدقي	اس نے اللہ کی مسجد حرام مال سے بنائی اور اسے اللہ کی حمد کی توفیق نہ دی گئی اس عورت کی مثل ہے جو اپنے یتیم بچوں کو اپنی فرج کی حرام کاری سے طعام کھلاتی ہے تو ہلاک ہو جائے زنا' نہ کر اور نہ یہ صدقہ کر۔

اس نے ملزموں اور فسادیوں کے عذاب میں عجیب وغریب نئی نئی سزائیں ایجاد کیں اور قرآن کے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کیا' وہ غیر عادی بیماریوں میں مبتلا ہوا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اس کا مقدر کیا تھا وہ بھگتنے کے بعد مر گیا' لوگ اس کے جنازہ کے ساتھ نہ گئے اور نہ ہی اس کی جنازہ پڑھی' اس کے غسل اور قبر میں داخل ہونے کی ایسی حکایات معروف ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس حالت سے پناہ دے۔

ابن عبدالظاہر نے کہا "مسجد الذخیرہ" قلعۃ الجبل کے تحت ہے اور ابن مامون سے جو کچھ ذکر ہو چکا ہے وہی اس نے ذکر کیا ہے۔ میں کہتا ہوں ہمارے زمانہ تیرہویں صدی کے اواخر میں اس کی تجدید ہوئی مگر پایہ تکمیل تک نہ پہنچی۔

طبقات شعرانی میں ذکر کیا کہ سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کو جو ملتا اسے پہلے آپ سلام کہتے حتیٰ کہ اگر کوئی چوپایہ یا کتا مل جاتا تو اسے سلام کہتے اور جب خنزیر کو دیکھتے تو اسے فرماتے تیری صبح اچھی ہوئی۔

آپ سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا میں اپنے نفس کو اچھی عادت ڈالتا ہوں۔ جب کسی گاؤں میں کسی بیمار کی خبر سنتے اگرچہ وہ گاؤں کتنا دور ہوتا اس کی بیمار پرسی کیلئے وہاں جاتے اور ایک یا دو دن کے بعد واپس آتے۔ راستہ میں اندھوں کی انتظار کرتے حتیٰ کہ جب وہ آتے تو ان کے ہاتھ پکڑ کر ان کے آگے آگے چلتے' جب کوئی بوڑھا دیکھتے تو اس کے محلہ والوں کے پاس جا کر ان کو اس کے متعلق اچھی وصیت کرتے اور فرماتے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص مسلمان بوڑھے کی عزت کرے اللہ تعالیٰ اس کے بڑھاپے کے وقت وہ شخص تابع کر دیتا ہے جو اس کی عزت کرے۔ جب آپ سفر سے واپس آتے اور ام عبیدہ کے قریب آتے تو اپنی کمر باندھ لیتے اور رسی نکال کر لکڑیاں جمع کرتے پھر ان کو سر پر اٹھاتے' جب آپ یہ کرتے تو سب فقراء اسی طرح کرتے' جب شہر میں داخل ہوتے تو ساری لکڑیاں بیواؤں' مساکینوں' معذوروں' بیماروں اندھوں اور مشائخ میں تقسیم کر دیتے۔

سید احمد رفاعی کے اخلاق

سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کسی کو اس کی برائی کی جزا نہ دیتے تھے۔ ایک دفعہ فقراء کی ایک جماعت نے آپ سے ملاقات کی اور انہوں نے آپ کو گالیاں دیں اور کہا اے بھینگے' دجال' حرام کو حلال جاننے والے' قرآن کو بدلنے والے' ملحد اور کتے وغیرہ وغیرہ۔ سیدی احمد رفاعی رضی اللہ عنہ نے اپنا سر ننگا کیا اور زمین کو بوسہ دے کر کہا اے میرے سردار اپنے اس چھوٹے سے غلام کو معاف کر دو اور ان کے ہاتھ اور پاؤں چومنے لگے اور کہا آپ مجھ سے راضی ہو جائیں۔ آپ حضرت کی نرمی کافی ہے۔ جب ان کو عاجز کر دیا تو انہوں نے کہا تیرے جیسا فقیر ہم نے کبھی نہیں دیکھا ہماری اس قدر گالیاں برداشت کرتے ہو اور ذرہ بھر غصہ نہیں کرتے اور نہ تمہارا رنگ متغیر ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ سب آپ کی حضرات کی برکت سے ہے۔

پھر اپنے ساتھیوں سے متوجہ ہو کر فرمایا۔ جو کچھ ہوا' اچھا ہوا' ہم نے ان کو ایسے کلام سے آرام میں رکھا جو ان کے نزدیک مکتوم تھا۔ اور دوسروں کے علاوہ' ہم اس کے زیادہ مستحق تھے' اگر ہمارے سوا کسی اور کو یہ کہتے تو وہ ان پر حملہ کرتا اور ان پر سختی کرتا۔

سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کو شیخ ابراہیم بستی نے خط لکھا اور اس میں آپ پر خوب برسا۔ آپ

نے قاصد سے فرمایا اسے پڑھو اس نے پڑھا تو وہ یہ تھا۔ اے بھینگے دجال بدعتی عورتوں اور مردوں کو جمع کرنے والے حتیٰ کہ کتے کا بیٹا کتا تک کہہ دیا اور کئی اشیاء لکھیں جو انسان کو غضب ناک کرنے والی تھیں۔ جب قاصد خط پڑھ کر فارغ ہوا تو سیدی احمد رفاعی رضی اللہ عنہ نے خط پکڑا اور خود پڑھا اور فرمایا جو کچھ انہوں نے کہا ہے درست ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہماری طرف سے اچھی جزاء دے پھر فرمایا۔

فلست ابالي من زمان بريبة اذا كنت — میں زمانہ کے ریب و مریہ کی قطعاً پرواہ نہیں کرتا جب

عندالله غير مريب — کہ میں اللہ کے نزدیک مشکوک نہیں ہوں۔

پھر قاصد سے فرمایا۔ ان کو جواب لکھو۔

کمزور احیمد کی طرف سے سیدی شیخ ابراہیم بستی کی طرف اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو۔ جو کچھ آپ نے فرمایا اور ذکر کیا ہے۔ اس سے متعلق صرف یہ معروض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جیسا مجھے پیدا کیا اور جو کچھ چاہا میرے اندر رکھا۔ میں آپ کے صدقات اور برکات سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپ میرے لئے دعا کیا کریں اور اپنی کرم نوازی اور بردباری سے ہم کو محروم نہ کریں۔

جب یہ خط شیخ بستی کو ملا تو وہ کسی طرف نکل گیا کسی کو معلوم تک نہیں کہ وہ کہاں چلا گیا ہے۔

شیخ احمد رفاعی رضی اللہ عنہ جب یہ معلوم کرتے کہ فقراء اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو اس کی لغزش کی وجہ سے اس کو مارنے کا ارادہ کر رہے ہیں تو آپ اس فقیر سے اس کے کپڑے مانگ کر لے آتے اور وہ پہن کر اس کی جگہ سو جاتے وہ آپ کو خوب مارتے جب مارنے سے فارغ ہوتے اور آپ سے علیحدہ ہو جاتے تو آپ اپنا چہرہ ننگا کرتے تو ان پر غشی طاری ہو جاتی۔ آپ ان سے فرماتے جو کچھ ہوا اچھا ہوا۔ آپ لوگوں نے ہمارے لئے اجر اور ثواب کسب کیا۔ فقراء ایک دوسرے سے کہتے ایسے اخلاق سیکھنے چاہیئے۔ سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ نے ایک روز اپنے مریدین سے فرمایا تم سے جو شخص احیمد میں عیب دیکھے اس کو بتائے۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا یا سیدی! آپ میں ایک عظیم عیب ہے؟

آپ نے فرمایا! اے میرے بھائی وہ عیب کیا ہے؟

اس نے کہا! ہمارے جیسے آپ کے ساتھی ہیں!

یہ سن کر فقراء رونے لگے اور ان کے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں اور سیدی احمد بھی ان کے ساتھ رونے لگے اور فرمایا۔ میں تمہارا خادم ہوں۔ میں تم سے چھوٹا ہوں اور کمزور ہوں۔ ام عبیدہ کے

نواحی ایک شخص سیدی احمد کو برا کہا کرتا تھا اور آپ کے نقص بیان کیا کرتا تھا۔ اور آپ کے مریدین فقراء میں سے جب بھی کسی فقیر سے ملاقات کرتا تو اسے کہتا یہ رقعہ اپنے شیخ کو پہنچادو۔ آپ اسے کھولتے تو اس میں یہ لکھا ہوا دیکھتے اے ملحد' باطلی' زندیق اور اس طرح کا برا کلام لکھا ہوتا۔ پھر آپ فرماتے جس نے تجھے یہ رقعہ دیا ہے وہ سچا ہے۔ پھر قاصد کو چند درہم دیتے اور فرماتے اللہ تعالیٰ میری طرف سے تجھے اچھی جزاء دے تو حصول ثواب کا سبب بنا ہے۔

جب اس حال میں مدت گزر گئی اور وہ شخص عاجز ہوگیا تو آپ کے پاس گیا جب ام عبیدہ کے قریب گیا تو اپنا سر ننگا کر لیا اور ازار بند پکڑ کر اپنی کمر سے باندھا ایک شخص سے کہا کہ اسے کھینچ کر سید احمد رفاعی کے پاس لے جائے۔ وہ شخص اسے سید احمد رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا۔ آپ نے فرمایا۔ اے میرے بھائی اس طرح کرنے کی کیا ضرورت ہوئی؟ اس نے کہا یہ میرا کردار ہے۔

آپ نے فرمایا اے میرے بھائی! جو کچھ ہوا اچھا ہوا۔ پھر اس سے وعدہ لیا جس کا وہ پابند ہوا فوت ہونے تک آپ کا مخلص مرید رہا۔

سید احمد رفاعی کے ارشادات

سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے جب تک کسی دوست یا دشمن یا اللہ تعالیٰ کی کسی مخلوق سے متعلق کوئی برا خیال باقی رہے۔ انسان کا سینہ صاف نہیں ہوسکتا اور جب تیرا سینہ صاف ہوجائے تو درندے جنگلات میں اور پرندے گھونسلوں میں تیرے ساتھ مانوس ہوں گے اور تجھ سے نہیں بھاگیں گے۔ اور ہا اور میم کا ذکر تجھ پر کھل جائے گا۔ آپ کے ایک شاگرد نے عرض کیا یا سیدی! آپ تو قطب ہیں۔ آپ نے فرمایا تمہارا شیخ قطبیت سے منزہ ہے۔ امام شعرانی نے کہا اس نے کہا آپ غوث ہیں فرمایا تمہارا شیخ غوثیت سے منزہ ہے۔ امام شعرانی نے کہا اس کلام میں اس امر کی دلیل ہے کہ آپ مقامات اور اطوار سے آگے بڑھے ہوئے تھے' کیونکہ قطبیت اور غوثیت معلوم مقام ہے اور جو شخص اللہ کے ساتھ ہو اس کا مقام معلوم نہیں کیا جاسکتا۔ اگرچہ اس کیلئے ہر مقام میں مقام ہے۔ واللہ اعلم۔

ابن سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے "طبقات الفقہاء الشافعیہ" میں ذکر کیا کہ ایک بزرگ نے سید احمد رفاعی کے پاس ایک بیمار حاضر کیا تاکہ آپ اس کیلئے دعا فرمائیں۔ وہ مریض کئی روز تک وہاں رہا۔

آپ نے اس سے کلام تک نہ کیا۔

''منارۃ المسجد'' کے موذن یعقوب نے عرض کیا یاسیدی! آپ اس بیمار کیلئے دعا نہیں فرماتے۔ آپ نے فرمایا اے یعقوب مولا تعالیٰ نے احمد کو عزت عطا کی ہے ہر روز اس کی سو حاجات پوری ہوتی ہیں۔ میں نے اس سے ایک حاجت کا بھی سوال نہیں کیا۔ میں نے کہا یاسیدی! ایک دعا اس مسکین مریض کیلئے ہو جائے۔ آپ نے فرمایا کوئی کرامت وعزت نہیں تم یہ چاہتے ہو کہ میں بے ادب ہو جاؤں۔ میرا ارادہ ہے اللہ کا بھی ارادہ ہے پھر پڑھا۔

الا له الخلق والامر تبارك الله رب العالمين۔

اے یعقوب! یہ مسکین اپنے احوال میں ہے جب حاجت کا سوال کرے اور وہ پوری ہو جائے تو اس کے درجہ میں نقص آتا ہے۔ میں نے کہا میں دیکھتا ہوں کہ آپ نماز کے بعد دعا کرتے ہیں اور ہر وقت دعا کرتے ہیں۔

فرمایا۔ یہ دعا تعبدی وظیفہ اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے، حاجات کیلئے دعا کی شرطیں میں وہ اس دعا کے علاوہ ہے اس کے دو روز بعد وہ بیمار تندرست ہو گیا۔

ضروری وضاحت

مذکور ابن سبکی ''جامع الجوامع'' کا مصنف ہے۔ ان کے صاحبزادے تاج سبکی نے ابن رفعہ سے علم حاصل کیا۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے مشہور ابیات ان کی طرف نسبت کی۔

سهری لتنقیح العلوم الذلی ومن	تنقیح علوم کیلئے میرا بیدار رہنا مجھے خوبصورت حسین مالدار
وصل غانية وطيب عناق وصرير	عورت کے وصل اور بکری کے بچے کے گوشت سے زیادہ
اقلامی علیٰ اور اقها احلی من الدوکا	لذیذ ہے۔ علوم کے اوراق پر میرے قلموں کی آواز مجھے
ء والعشاق والذمن نقر الفتاة لدفها	کثرت عشق سے زیادہ شیریں ہے اور نوجوان عورت کے
تقری لالقی الرمل عن اوراق وتما	دف مارنے سے میرا مارنا تاکہ اوراق سے ریت دور کروں
يلی طرباًلحل عويصة فی الدرس	مجھے زیادہ محبوب ہے درس میں کسی مشکل مسئلہ کے حل ہو
	جانے کے وقت میرا جھومنا مجھے ساقی کے پیالہ سے زیادہ

اشھی من مدرمة ساقی وابیت — مرغوب ہے تونے رات کی تاریکیوں میں جاگنے سے
سھران الدجیٰ وتلیته نومًا تبغی بعد — انکار کیا اور رات بھر سویا رہتا ہے اس کے بعد مجھے ملنے کی
ذاك لحاقی — خواہش کرتا ہے؟

خادم یعقوب رضی اللہ عنہ نے کہا جب سیدی احمد رفاعی رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے ہر بیماری آپ کی جان لیوا تھی تو میں نے عرض کیا۔اس دفعہ عروس نے تجلی کی ہے آپ نے فرمایا ہاں درست ہے۔ میں نے کہا کس لئے آپ نے فرمایا ہم نے رواح کے ساتھ جاری امور خرید کیئے' کیونکہ مخلوق پر عظیم مصیبت آئی۔ میں نے ان کی طرف سے اس کو اٹھایا اور اپنی باقی عمر کے عوض اس کو خریدا' اس نے اس کو میرے پاس فروخت کر دیا۔آپ اپنا چہرہ اور سفید بال مٹی پر ملتے اور رو رو کر فرماتے۔اے اللہ معاف کر دے اور فرماتے اے اللہ اس مخلوق سے مصیبت کی چھت مجھے کر دے۔

شیخ سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ پیٹ کے مرض میں مبتلا ہوئے۔ ہر روز اس سے کچھ نکلتا تھا۔ ایک مہینہ آپ بیمار رہے' آپ سے عرض کیا گیا کہ بیس روز سے آپ نے کچھ کھایا اور پیا نہیں۔ پیٹ سے یہ کیا خارج ہوتا ہے۔

آپ نے فرمایا اے میرے بھائی گوشت دفع ہوتا رہا اور خارج ہوتا رہا لیکن گوشت ختم ہو گیا ہے اب صرف ہڈیوں کی مخ باقی رہ گئی ہے آج وہ بھی نکل جائے گی۔کل ہم اللہ جل وعلا کے حضور پیش ہو جائیں گے۔آپ کے پیٹ سے دو یا تین بار سفید شے نکل کر ختم ہو گئی۔پھر آپ جمعرات کے روز ظہر کے وقت ۱۲ جمادی الاولیٰ کو ۵۷۰ ھ میں فوت ہو گئے۔

انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

وہ حاضری کا دن تھا' آخری کلمہ آپ نے یہ فرمایا اشھدان الاالہ اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ۔

آپ کو شیخ یحییٰ کے مقبرہ میں دفن کیا گیا۔آپ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا مذہب رکھتے تھے۔ آپ نے شیخ ابو اسحاق شیرازی کی کتاب التنبیہ پڑھی' کسی مجلس میں آپ کبھی آگے ہو کر نہ بیٹھے اور نہ مصلی پر بیٹھے۔یہ آپ کی تواضع اور انکساری تھی۔آپ کم گو تھے اور فرماتے تھے مجھے خاموش رہنے کا حکم ملا ہے۔رضی اللہ عنہ

اسی طرح طبقات شعرانی میں ہے مگر دوسروں نے وفات کی تاریخ میں ان سے اختلاف کیا ہے۔

کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ۵۷۸ھ میں ام عبیدہ میں فوت ہوئے۔ آپ کی اولاد نہ تھی۔ آپ کا بھتیجا آپ کا جانشین تھا۔ رضی اللہ عنہما

امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کا طریقت میں بلند مقام ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا قصد کرنے والوں کا پہلا مقام زہد ہے۔ اس میں جس کی اساس و بنیاد پختہ نہ ہو اس کا کوئی مقام درست نہیں ہوتا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے انس کی علامت اولیاء کے سوا مخلوق سے کنارہ کشی اور علیحدگی ہے کیونکہ اولیاء اللہ سے انس اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس ہے۔

جو شخص یہ وہم کرے کہ اس کا عمل اسے اعلیٰ ماموں تک پہنچا دے گا وہ گمراہ ہے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنا دل ذاکرین کی مجلس میں لے جا شاید وہ اپنی غفلت سے آگاہ ہو جائے۔

فرمایا۔ بعض کے قریب ترشے اپنے نفس، اس کے احوال اور اعمال کو دیکھنا ہے عمل پر معاوضہ طلب کرنا ہے۔ اس سے سخت تر ہے۔

فرمایا۔ افضل اطاعت ہمیشہ حق تعالیٰ کے مراقبہ رہنا ہے۔

فرمایا۔ عبودیت وعدہ کی ایفاء اور مفقود پر صبر ہے۔

فرمایا۔ میں فرراہ چلا لیکن اللہ تعالیٰ کے عظیم امر کیلئے عاجزی، انکساری اور اس کی مخلوق پر شفقت سے زیادہ قریب، آسان تر اور اصلح کوئی شے نہیں دیکھی۔

اگر تطویل کا خوف نہ ہوتا تو اس طرح کا کلام ہم اور ذکر کرتے۔ واللہ الموفق۔

سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب یہ ہے

ابو صالح عبدالقادر بن موسیٰ عبداللہ ابن یحییٰ زاہد بن محمد بن داؤد بن موسیٰ بن عبداللہ ابن موسیٰ الجون بن عبداللہ المحض بن حسن مثنیٰ بن حسن بن علی بن ابی طالب۔ رضی اللہ عنہم

سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ ۴۷۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ''طبقات الشعرانی'' انہوں نے کہا آپ کی والدہ ماجدہ سے روایت ہے کہ جب میں نے اپنے بیٹے سید عبدالقادر کو جنم دیا تو وہ اپنے والے

پستان سے رمضان مبارک میں دن کو دودھ نہ پیتے تھے لوگوں پر رمضان مبارک کا چاند بادل کی وجہ سے مشتبہ ہوا تو وہ میرے پاس آئے اور مجھ سے پوچھا تو میں نے کہا میرے بیٹے نے آج پستان سے دودھ نہیں پیا۔ پھر واضح ہو گیا کہ وہ رمضان مبارک کا دن تھا۔ اس وقت سے ہمارے شہر میں مشہور ہو گیا کہ سادات کے گھر بچہ پیدا ہوا ہے جو رمضان مبارک کو دن میں دودھ نہیں پیتا ہے۔

لباس اور غذا

سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ علماء کا لباس اور سبز کمبل پہنا کرتے تھے خچر کی سواری کرتے اور بلند کرسی پر وعظ فرماتے تھے' بسا اوقات لوگوں کے سامنے کئی قدم ہوا میں پرواز کر جاتے پھر کرسی پر واپس تشریف لے آتے۔ آپ فرماتے تھے کہ کئی روز میں نے کھانا نہ کھایا۔ ایک شخص مجھے ملا اور مجھے ہمیانی دی جس میں درہم تھے اس میں سے میں نے سفید روٹی اور حلوہ لیا اور کھانے کیلئے بیٹھا تو اس میں ایک رقعہ تھا جس میں یہ مکتوب تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانی کتاب میں فرمایا ہے۔ میں نے کھانے کی چیزیں اپنی کمزور مخلوق کیلئے پیدا کی ہیں تا کہ وہ ان کے ساتھ عبادات میں استعانت کریں۔ قوی اور طاقتور لوگوں کا شہوات اور کھانے کی اشیاء سے کیا سروکار ہے۔ میں نے اسی وقت کھانا ترک کر دیا اور واپس لوٹ گیا۔

آپ نے فرمایا کرتے تھے میرے اوپر گراں بار بوجھ ہیں۔ اگر وہ پہاڑوں پر رکھ دیئے جائیں تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں، جب وہ زیادہ ہو گئے تو میں نے اپنے پہلو میں زمین پر رکھ دیئے اور یہ تلاوت کی۔

فان مع العسر یسرا ان مع العسر یسرا — بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔ یقیناً تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔

پھر میں کرسی اٹھاتا جب کہ وہ تمام اثقال اور بوجھ مجھ سے زائل ہو گئے ہوتے تھے۔ آپ فرماتے تھے میں نے ابتدائی حالات میں خطرات مشقت سے اٹھائے' کوئی بھی خطرہ نہ چھوڑا اگر اس پر سوار ہوا' میرا لباس صوف کا جبہ تھا۔ میرے سر پر چھوٹا سا کپڑا تھا میں کانٹوں وغیرہ میں ننگے قدم چلا کرتا تھا۔ کانٹوں کے درخت' ردی سبزی اور گھاس کے پتے جو نہر کے کنارے پر ہوتے ہیں' میری غذا تھی۔ میں نفس کے ساتھ مجاہدہ کرتا رہا حتیٰ کہ اللہ کی طرف سے حال بدلا میں آواز بلند کرتا اور سیدھا

آگے بغیر قصد چلنے لگتا۔ جنگل میں ہوتا لوگوں میں' اس کا کوئی خیال نہ ہوتا اور قصداً گونگا اور مجنون بن جاتا تھا اور لوگ مجھے ہسپتال لے جاتے تھے۔

دفعہ میرا حال بدلا حتیٰ کہ میں فوت ہوگیا۔ لوگ کفن اور غسل دینے والا لے کر آئے اور مجھے تختہ پر رکھا تاکہ غسل کرائیں۔ پھر میرا یہ حال زائل ہوا اور میں کھڑا ہوگیا۔ ایک دفعہ ایک شخص نے آپ سے کہا اس اعجوبہ سے خلاصی کس طرح ہوگی۔

آپ نے فرمایا جو شخص اللہ کی طرف سے اشیاء دیکھے اور اللہ اس کو عمل کی توفیق دے اور وہ اپنے نفس اختلاف سے نکالے وہ اعجوبہ سے سلامت رہ سکتا ہے۔

ایک دفعہ آپ سے کہا گیا یہ کیا وجہ ہے کہ ہم آپ کے کپڑوں پر مکھی بیٹھتی نہیں دیکھتے۔ آپ نے فرمایا مکھی میرے پاس آ کر کیا کرے میرے پاس نہ تو دنیا کا پنیر ہے اور نہ ہی آخرت کا شہد ہے۔

سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جو مسلمان میرے مدرسہ کے دروازہ پر سے گزر جائے۔ اللہ تعالیٰ قیامت میں اس سے عذاب ہلکا کردے گا۔ ایک شخص اپنی قبر میں چلاتا تھا اور اس قدر آوازیں بلند کرتا کہ لوگ تنگ آ گئے۔ لوگوں نے آپ کو یہ خبر دی تو آپ نے فرمایا اس نے مجھے ایک دفعہ دیکھا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ اس پر ضرور رحم کرے گا۔ اس کے بعد کسی نے اس کی آواز نہ سنی۔

سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ ظہر کے بعد مختلف قرآت میں قرآن پڑھا کرتے تھے اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہما کے مذہب پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ عراق کے علماء پر آپ کا فتویٰ پیش کیا جاتا تو ان کو تعجب میں ڈالتا اور وہ کہتے وہ پاک ذات ہے جس نے آپ پر یہ انعام کیا ہے۔

افتاء

سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے سوال پوچھا گیا کہ ایک شخص نے طلاق ثلاثہ کی قسم کھائی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ضرور ایسی عبادت کرے گا جس میں وہ تنہا ہوگا اور اس وقت اس عبادت میں کوئی بھی اس کے ساتھ شریک نہ ہوگا وہ کون سی عبادت کرے تاکہ قسم سے بری ہوئے جائے؟

آپ نے فوراً جواب دیا وہ مکہ مکرمہ چلا جائے اور مطاف اس کیلئے خالی کردیا جائے وہ تنہا بیت اللہ کا طواف کرے اس کی قسم پوری ہو جائیگی (بیوی کو طلاق نہ ہوگی) اس جواب سے عراق کے علماء

حیران رہ گئے حالانکہ وہ اس جواب سے عاجز ہو گئے تھے۔

سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے سوال پوچھا گیا کہ ایک شخص نے دعویٰ کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا تمہاری نسبت جو لوگ کہتے ہیں کیا یہ درست ہے؟

اس نے کہا جی ہاں درست ہے۔

آپ نے اس کو ڈانٹ کی اور ایسا کہنے سے اس کو منع کیا اور اس سے وعدہ لیا کہ وہ آئندہ ایسی بات نہ کرے گا۔ شیخ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ وہ شخص اس قول میں حق پر یا جھوٹا ہے۔

آپ نے فرمایا وہ حق پر ہے اور اس پر اشتباہ ہو گیا ہے کیونکہ اس نے اپنی بصیرت سے نور جمال دیکھا پھر اس کی بصیرت سے بصر کی طرف نور جمال کا لمعہ نکلا۔ اس کی بصر نے اس کی بصیرت کے ساتھ دیکھا اور اس کی بصیرت کی شعاع نور شہود سے متصل تھی اس نے یہ گمان کیا کہ اس کی بصر نے صرف اس کی بصیرت سے دیکھا تھا اور اسے یہ معلوم نہ ہوا (اور یہ گمان کیا کہ اس کی بصر نے اللہ کو دیکھا ہے)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مرج البحرین یلتقیان بینھما برزخ لا یبغیان۔ اس نے دو سمندر بہائے کہ دیکھنے میں ملے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور ان میں روک ہے ایک دوسرے پر بڑھ نہیں سکتے۔

مشائخ کی ایک جماعت اور اکابر علماء اس واقعہ کے وقت موجود تھے۔ ان کو اس کلام کی سماعت سے ذوق پیدا ہوا وہ بہت خوش ہوئے اور اس شخص کے حال کے حسن اظہار سے مدہوش ہوئے۔ ایک جماعت نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور ننگے جنگل کی طرف چلے گئے۔

شیطان پر غلبہ

سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے سامنے عظیم نور ظاہر ہوا جس نے تمام آفاق کو منور کر دیا پھر اس میں ایک صورت ظاہر ہوئی جس نے مجھے آواز دی اے عبداللہ! میں تیرا رب ہوں میں نے تیرے لئے سارے حرام حلال کر دیئے ہیں میں نے کہا اے لعین! ذلیل و خوار ہو دور ہو اچانک وہ نور اندھیرے سے بدل گیا اور وہ صورت دھواں رہ گیا۔ پھر اس نے میرے ساتھ خطاب کیا اور کہا اے

عبدالقادر! تم اپنے رب کی معرفت اور اپنے منازل میں فقاہت کی وجہ سے مجھ سے نجات پا گئے ہو۔ میں نے اس واقعہ کے ساتھ ستر اولیاء کو گمراہ کیا ہے۔ میں نے کہا اللہ کا فضل ہے۔ آپ سے پوچھا گیا آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ شیطان ہے؟

آپ نے فرمایا اس کے اس کلام سے کہ میں نے تیرے لئے سارے حرام حلال کر دیئے ہیں' سے معلوم کیا تھا۔

موارد الٰہیہ اور طوارق شیطان

سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ موارد الٰہیہ اور طوارق شیطان کے صفات کیا ہیں؟

آپ نے فرمایا فیضان الٰہی چاہنے سے نہیں نہ کسی سبب سے جاتا ہے نہ وہ ایک طریقہ پر آتا ہے اور نہ ہی مخصوص وقت میں آتا ہے اور شیطانی فریب غالباً اس کے خلاف ہے۔

سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ہمت کیا ہے؟

آپ نے فرمایا۔ انسان کا نفس دنیا کی محبت سے اس کی روح عقبی کے ساتھ تعلق سے اور اس کا دل اپنے مولا کے ارادہ کے ساتھ اپنے ارادہ سے خالی نہ ہو۔ اور اس کا ستر کون کو دیکھے یا اس کے خطرہ سے مجرد ہوا (اس کے خفی سر پر دنیا کا کوئی خطرہ نہ آئے)

ایک سو فقہاء کے سوالات کے جوابات

جب سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی شہرت عام ہوگئی اور آپ کا حال آفاق و اکناف میں مشہور ہوا تو ایک سو ذہین اور ذکی فقہاء آپ کے علم کا امتحان لینے بغداد میں جمع ہوئے۔ ان میں سے ہر ایک نے چند مسائل ذہین نشین کئے اور آپ کے پاس آئے۔ جب محفل مستقر ہوئی تو شیخ نے سر نیچا کیا اور آپ کے سینہ سے نورانی چمک اور شعاع نکلی اور سو فقہاء کے سینوں سے گزر گئی اور جو کچھ ان کے سینوں میں تھا سب مٹا دیا اور وہ مبہوت رہ گئے۔ وہ بے قرار ہو کر ایک آواز سے چلانے لگے۔ انہوں نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور سر ننگے کر لئے۔ پھر شیخ رضی اللہ عنہ کرسی پر تشریف لائے اور ان کے تمام سوالات کے جواب دیئے۔ وہ آپ کی فضیلت و بزرگی کے معترف ہو گئے۔

اخلاق

شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے بعض اخلاق یہ ہیں کہ آپ رفیع قدر ہونے کے باوجود چھوٹے بچوں اور بچیوں کے ساتھ وقوف فرماتے۔ فقراء کی مجلس میں بیٹھے ان کے کپڑوں سے جوئیں نکالتے اور کسی بڑے سے بڑے دنیادار کیلئے کھڑے نہ ہوتے اور نہ ہی کسی وزیر یا بادشاہ کے دروازہ پر جاتے تھے۔ آپ فرماتے تھے میں پچیس برس عراق کے جنگلات اور گڑھوں میں تنہا سیر کرتا رہا۔ میں لوگوں کو نہ پہچانتا تھا اور نہ وہ مجھے جانتے تھے۔ میرے پاس ''رجال غیب'' اور جن آتے ان کو میں طریقت کے راہ کی ہدایت کرتا تھا۔ جب میں عراق میں داخل ہوا۔

وعدہ کی ایفاء

تو سب سے پہلے خضر علیہ السلام مجھے ملے، میں ان کو نہ پہچانتا تھا۔ اس نے میرے ساتھ شرط قائم کی کہ میں ان کی مخالفت نہ کروں گا۔ اور مجھے کہا یہاں بیٹھیں۔ میں اس جگہ تین سال بیٹھا رہا جہاں وہ مجھے بٹھا گئے تھے۔ وہ سال میں ایک دفعہ میرے پاس آتے اور مجھے کہہ جاتے میرے آنے تک اسی جگہ بیٹھیں۔ اسے امام شعرانی نے طبقات میں ذکر کیا ہے۔

ارشادات

سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے ''فتوح الغیب'' میں ذکر فرمایا جب تم کو اللہ تعالیٰ ایک حالت پر رکھے تو اس سے اعلیٰ یا ادنیٰ کی طرف انتقال طلب نہ کرو بلکہ اسی حالت پر قائم رہو حتیٰ کہ حق تعالیٰ تمہارے ارادہ کے بغیر تم کو منتقل کرے اور جب تم کو دروازہ پر کھڑا کرے تو مکان میں داخل ہونے کی طلب نہ کرو اور صبر کرو اور بار بار اجازت دینے کے بعد مکان میں داخل ہو۔ اور صرف ایک ہی دفعہ دخول کی اجازت پر اکتفا نہ کرو، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ یہ بادشاہ کا مکر اور فریب ہو۔ اور جب وہ جبراً یا مہربانی سے داخل کرے تو وہ تمہارے داخل ہونے پر تم کو عذاب نہ دے گا تمہارے اپنے اختیار میلان، قلت صبر، سوءِ ادب اور جس حالت پر حق تعالیٰ تمہیں قائم کرنے پر راضی ہو اس کے ترک کی نحوست سے

تم کو عقوبت ہو سکتی ہے۔ اور جب بادشاہ تم کو داخل ہونے کی اجازت دے تو سر نیچا کر کے ادب سے نظر نیچی رکھو اور جس خدمت کا تم کو حکم کرے اس کا انتظار کرتے رہو اور اس کو حکم بجالانے میں دیر نہ کرو اور اس میں بلند درجہ کی ترقی کی طلب نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتا ہے۔

ولا تمدن عينيك الىٰ ما متعنا به ازواجا منهم ان لوگوں کی طرف نظر نہ اٹھاؤ جو ہم نے ان کو جوڑے دیئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جس حالت میں آپ تھے اس کے غیر کی طرف التفات سے منع فرمایا ہے۔

ایک حال سے دوسرے حال کی طرف انتقال کا طالب شخص خالی نہیں کہ وہ مطلوب امر اس کا مقسوم ہے یا اس کے غیر کا مقسوم ہے یا اللہ تعالیٰ نے وہ امر کسی کا نہیں کیا بلکہ اس کا امتحان کیلئے پیدا کیا ہے اور جو کسی شخص کا مقسوم ہے وہ اسے اس وقت میں حاصل ہو کر رہے گا جس وقت میں اس کیلئے مقدر کیا ہے۔ انسان کیلئے یہ مناسب نہیں کہ اس کی طلب میں شدت میلان اور سوء ادب کا اظہار کرے اور جو مقسوم کسی اور کا ہو اس کے حاصل کرنے میں اپنی جان کو تکلیف میں نہ ڈالے کیونکہ وہ اسے حاصل نہیں ہو سکتا ہے اگر چہ وہ کسی کا مقسوم نہ ہو اور اس کو صرف امتحان کیلئے بنایا ہو۔ عقلمند انسان کس طرح اپنی جان کو امتحان میں ڈالنے سے راضی ہو سکتا ہے اور اسے اچھا گمان کر سکتا ہے۔ اس وقت خیریت اپنے حال کی حفاظت میں ہی ہو سکتی ہے۔

اگر تم مکان میں داخل ہونے کے بعد بالا خانہ پر پھر اس کے بعد سطح اور چھت پر چڑھنا چاہو تو یہی ادب ہے اور نیچی نظر اختیار کرو۔ جس کو ہم نے ذکر کیا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ادب ملحوظ خاطر رکھو، کیونکہ اس وقت تم بادشاہ کے حضور کے قریب ہو گئے ہو۔

مگر اس سے قریب تر محل میں انتقال سے ڈرتے ہو، ہاں جب بادشاہ تم کو خبر دار کر دے کہ وہ درجہ اور مقام جس کی طرف تم منتقل ہونا چاہتے ہو، حق تعالیٰ نے وہ تم کو ہبہ کر دیا ہے تو اس کی طلب میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام شعرانی نے ''منن'' میں کہا سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا یہ کلام نہایت ہی نفیس ہے،

اس میں خوب تدبر کرو۔ والحمد الله رب العالمین۔

سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا بعض منظوم کلام یہ ہے۔

انا قطب اقطاب الموجود حقیقة	میں حقیقتاً دنیا کے اقطاب کا قطب ہوں
علیٰ سائر الاقطاب قولی وحرمتی توسل	تمام اقطاب پر میرا حکم اور احترام واجب ہے ہر
بنانی کل ھول وشدة اغیثك فی الاشیاء	مصیبت اور سختی میں ہم سے توسل کرو۔ میں اپنی
طرًا بھمتی	ہمت سے تمام امور میں تمہاری مدد کروں گا۔

نیز آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

انا من رجال لا یخاف جلیسھم ریب	میں ان لوگوں سے ہوں جن کا ساتھی زمانہ کے حوادث سے
المنون ولا یری ما یرھب	خائف نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ خوفناک امور دیکھے گا۔

جنوں پر حکومت

اہل بغداد سے ایک شخص آیا اور ذکر کیا کہ اس کی نوجوان لڑکی اس کے مکان کی چھت سے اٹھالی گئی ہے۔ سیدی شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس رات کو کرخ کی ویران جگہ جاؤ اور پانچویں ٹیلے کے پاس بیٹھ کر اپنے گرد زمین پر دائرہ کھینچ لو اور دائرہ کھینچتے وقت یہ پڑھو۔ بسم اللہ علی نیّة عبد القادر۔ جب عشاء کا اندھیرا ہوگا تو تیرے پاس سے مختلف صورتوں میں جنوں کے گروہ گزریں گے' ان کو دیکھ کر نہ ڈرنا جب سحر کا وقت ہوگا تو ان کا بادشاہ بہت بڑے لشکر میں گزرے گا۔ وہ تم سے تمہاری حاجت دریافت کرے گا۔ اس سے کہنا مجھے شیخ عبدالقادر نے تمہارے پاس بھیجا ہے اور اپنی لڑکی کا ماجرا اس سے ذکر کرنا۔ اس شخص نے کہا میں حسب ارشاد وہاں گیا اور جس طرح شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا اسی طرح کیا۔ میرے پاس سے ڈراؤنی صورتیں گزریں۔ ان میں سے کسی کو یہ قدرت نہ تھی کہ میرے دائرے کے اندر داخل ہو' ان کے گروہ بدستور گزرتے رہے' حتیٰ کہ ان کا بادشاہ گھوڑے پر سوار آیا اس کے آگے جنوں کے کئی گروہ تھے۔

وہ دائرہ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہا اے انسان آپ کی حاجت کیا ہے؟

میں نے کہا مجھے آپ کے پاس شیخ عبدالقادر نے بھیجا ہے۔

وہ گھوڑے سے اترا اور زمین کو بوسہ دے کر دائرہ کے باہر بیٹھ گیا۔اس کے ساتھی بیٹھ گئے پھر اس نے کہا کیا واقعہ ہے؟

میں نے اس سے اپنی لڑکی کا قصہ ذکر کیا۔اس نے اپنے ساتھ والوں سے کہا یہ کام کس نے کیا ہے' میرے پاس ایک سرکش جن آیا اور اس کے ساتھ میری لڑکی تھی اس کے متعلق کہا گیا کہ یہ سرکش جن چین کے جنوں سے ہے' ان کے بادشاہ نے اسے کہا تو نے یہ کیوں کیا کہ اس کی لڑکی کو قطب کی ولایت سے اٹھا کر لے آیا۔اس نے کہا۔یہ لڑکی مجھے خوبصورت معلوم ہوئی تھی اس لئے اس کو اٹھالایا۔بادشاہ نے اس کی گردن اڑا دینے کا حکم دیا اور اسے قتل کر دیا گیا اور میری بیٹی مجھے واپس کر دی۔

میں نے جنوں کے بادشاہ سے کہا۔میں نے آج کی رات جیسا شیخ عبدالقادر کے حکم کو تسلیم کرنا کبھی نہیں دیکھا۔اس نے کہا ہاں وہ اپنے گھر بیٹھے سرکش جنوں کو دیکھتے ہیں' حالانکہ وہ زمین کے دوسرے کنارے پر ہوتے ہیں اور وہ آپ کی مصیبت سے بھاگتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ جب کوئی قطب قائم کرے تو اس کو جنوں اور انسانوں پر قادر کرتا ہے۔(حیٰوۃ الحیوان)

مرغی کو زندہ کرنا

سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت اپنا لڑکا لائی اور کہا میں نے دیکھا ہے کہ اس بچے کا دل آپ کی طرف ہر وقت مائل رہتا ہے اس پر جو میرا حق ہے میں اللہ کیلئے اس سے دست بردار ہوتی ہوں۔یہ آپ کا ہے اسے قبول فرمالیجئے۔آپ نے وہ قبول کر لیا اور مجاہدہ کرنے پر مامور کیا اور طریقت کے راہ چلنے کا اسے حکم فرمایا۔

ایک دن اس کی ماں اور اپنے بچے کو کمزور اور بھوک و بیداری کے آثا سے اس کا رنگ زرد دیکھا۔جب وہ آئی تھی اس وقت اس کا بچہ جو کی روٹی کھا رہا تھا۔وہ شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئی اور آپ کے آگے ایک برتن دیکھا جس میں بریاں مرغی کی ہڈیاں تھیں جب کہ آپ رغی کا گوشت کھا چکے تھے۔

اس عورت نے کہا یا سیدی! آپ مرغی کا گوشت کھاتے ہیں اور میرا بیٹا جو کی روٹی کھاتا ہے۔

سیدی شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ نے ان ہڈیوں پر اپنا ہاتھ رکھ کر فرمایا اے مرغی اللہ کے حکم سے جو

بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کرنے والا ہے کھڑی ہو جا مرغی مکمل طور پر زندہ ہوگئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے فرمایا جب تیرا بیٹا ایسا کرنے کے قابل ہوگا تو جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ کھائے گا۔ (حیوۃ الحیوان)

چیل کو زندہ کرنا

نیز شیخ دمیری نے حیوۃ الحیوان میں ذکر کیا کہ صحیح سند سے ہم کو روایت پہنچی ہے کہ شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ ایک روز وعظ کرنے بیٹھے جب کہ تیز ہوا چل رہی تھی۔ آپ کی مجلس وعظ سے اڑتی ہوئی چیل گزری وہ زور سے چلائی اس نے مجلس میں حاضرین کو پریشان کر دیا۔ سیدی شیخ رضی اللہ عنہ نے ہوا سے فرمایا کہ اس کا سر پکڑ لے اسی وقت چیل مجلس کے ایک کنارے گر پڑی اور اس کا سر مجلس کے دوسرے کنارے گرا۔ شیخ رضی اللہ عنہ کرسی سے اترے اور اسے ہاتھ میں پکڑ کر دوسرا ہاتھ اس پر پھیرا اور فرمایا بسم اللہ الرحمن الرحیم وہ چیل زندہ ہو کر اڑ گئی لوگ اسے دیکھ رہے تھے۔

سانپ سے کلام کرنا

سیدی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ ایک روز درس پڑھا رہے تھے کہ آپ کے اوپر سانپ گرا' اس سے خائف ہو کر حاضرین دوڑ گئے' وہ آپ کے دامن میں داخل ہوا اور گریبان سے نکل کر آپ کی گردن شریف کو چمٹ گیا۔ آپ نے کلام منقطع نہ کیا اور بدستور پڑھاتے رہے' پھر وہ سانپ آپ کے سامنے کھڑا ہو کر آپ سے کلام کرنے لگا جو کسی کی سمجھ میں نہ آتا تھا اور چلا گیا۔

سیدی شیخ رضی اللہ عنہ سے اس سے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا سانپ نے مجھے کہا میں نے چند اولیاء اللہ کا اس طرح امتحان لیا ہے۔ آپ کی طرح کسی کو میں نے ثابت قدم نہ پایا۔ میں نے اسے کہا تو صرف چھوٹا سا کیڑا ہے۔ مجھے قضا وقدر حرکت دیتی ہے۔ "درر الاصداف"

ایک نظر سے چڑیا کا مر جانا

سیدی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے ایک روز وضو فرمایا۔

ایک چڑیا نے آپ پر پیشاب کر دیا۔ آپ نے اس کی طرف سر مبارک اٹھایا جبکہ چڑیا اڑ رہی

تھی۔ آپ کے دیکھتے ہی وہ مر کر گر پڑی۔ آپ نے کپڑا دھو کر اسے فروخت کر دیا اور قیمت کا صدقہ کر دیا۔ پھر فرمایا اس کی جزاء یہی تھی۔ (طبقات شعرانی)

علم شریف

طبقات شعرانی میں ہے کہ سیدی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے اے میرے پرودگار میں اپنی روح تیرے حضور نذرانہ کیسے کروں جب کہ دلائل سے یہ ثابت ہے کہ ہر شے تیری ہے۔ شیخ رضی اللہ عنہ تیرہ علوم میں کلام فرمایا کرتے تھے لوگ آپ کے مدرسہ میں تفسیر' حدیث' مذہب' خلاقیات کے دروس پڑھا کرتے تھے وہ آپ سے صبح و شام علوم حدیث' خلافیات' اصول اور نحو پڑھا کرتے تھے۔ ابن حاج نے ابن بادیس کے رسالہ کی شرح میں کہا۔ ایک روز شیخ ابوالفرج ابن جوزی رضی اللہ عنہ آپ کے درس میں حاضر ہوئے۔ سیدی شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ نے ایک آیت کی تفسیر کی اور اس میں چودہ وجوہ بیان کیں۔ شیخ ابالفرج کے پاس ایک شخص ان سے پوچھ رہا تھا کیا آپ یہ قول پہچانتے ہیں۔ وہ کہتے ہاں! میں اسے جانتا ہوں حتیٰ کہ گیارہ قول آپ نے بیان فرمائے جن کو شیخ ابوالفرج جانتے تھے' پھر آپ نے اور اقوال بیان کیے حتیٰ کہ چالیس وجوہ بیان کیں اور ہر ایک وجہ کو اس کے قائل کی طرف منسوب کیا شیخ ابوالفرج آپ کی کثرت علم سے بہت متعجب ہوا۔

پھر آپ نے فرمایا ہم قال چھوڑتے ہیں اور حال کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۔ یہ فرمایا تھا کہ لوگ سخت بے قرار گئے اور ابوالفرج نے اپنے کپڑے پھاڑ دیئے۔

تصوف

سیدی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور بے خوف مت ہو جاؤ' اپنے نفس کی طرف حال اور قال کی نسبت مت کرو اور نہ ہی اس کو اپنے حال پر چھوڑو جن احوال پر اللہ تعالیٰ تم کو مطلع کرے ان کی کسی کو خبر نہ دو' کیونکہ ہر روز اللہ کی شان نرالی ہوتی ہے۔

فرمایا تم پر جو مصیبت نازل ہو اللہ تعالیٰ کے غیر سے اس کا شکوٰی نہ کرو کیونکہ تمہاری مصیبت کو وہی دور کرنے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی دوسرا اسے زائل نہیں کر سکتا جب تمہارے پاس اتنا طعام ہو جس

سے زندہ رہ سکو تو رزق کی تنگی کی شکایت مت کرو' کیونکہ کفران نعمت سے رزق کے اسباب تم پر تنگ ہو سکتے ہیں جو تمہاری ناشکری کی سزا ہو گی۔

فرمایا نعمتیں تم کو مل کر رہیں گی تم ان کو حاصل کرنے کی کوشش کر دیا نہ کرو اور مصیبت تم پر آ کر رہے گی اگرچہ اس کو مکروہ سمجھو۔ ہر شے اللہ کے حوالہ کرو وہ جو چاہے کرتا ہے اگر تم کو نعمت ملے تو ذکر و شکر میں مشغول ہو جاؤ یا اگر دکھ پہنچے تو صبر اور اللہ کی موافقت کرو۔ دونوں (صبر' موافقت) سے اعلیٰ رضا اور قضاء کے ساتھ متلذذ ہو (قضاء کو تسلیم کرنا)

فرمایا حقیر شے کے ساتھ راضی رہو۔ اللہ تعالیٰ کی قضا میں اس سے جھگڑا نہ کرو ورنہ تمہیں ہلاک کردے گا' اللہ سے غافل نہ ہو۔ ورنہ وہ تم سے نعمت سلب کر لے گا' اپنے دین میں اپنی خواہش کو دخل نہ دو۔ ورنہ وہ تمہیں ہلاک کر دے گا۔ اپنے نفس سے سکون نہ لو ورنہ اس میں اور اس سے زیادہ شر میں مبتلا ہو جاؤ گے' کسی پر ظلم نہ کرو اگرچہ اس کے ساتھ تمہارا برا گمان ہو اور اس کو برے محمل پر محمول کرو' کیونکہ ظالم کا ظلم تم سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ فرمایا اگر اپنے دل میں کسی کا بغض یا محبت پاؤ تو اس کے فعل و کردار کتاب و سنت پر پیش کرو۔ اگر اس کے کردار ان میں (کتاب و سنت) محبوب ہیں تو اس سے محبت کرو اگر اچھے نہیں ہیں تو اس شخص کو مکروہ جانو' یہ اس لئے کہ میں اپنی ذاتی خواہش سے اس سے محبت یا بغض نہ کر سکو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ولاتتبع الهویٰ فیضلك عن سبیل الله — اپنی خواہش کی اتباع نہ کرو ورنہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے بھٹکادے گی۔

کسی سے ہجران صرف اللہ کیلئے کرو۔ یہ اس وقت جبکہ اس کو کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوتا پاؤ یا صغیرہ گناہ پر اصرار کرتا دیکھو۔

امام شعرانی نے کہا یعنی جب تم کو کبیرہ گنا کرنے کا علم ہو جائے اگرچہ دلیل کے ساتھ ہو ہجران کے جواز کیلئے ہاجر کا اس عاصی کو آنکھ سے دیکھنا شرط نہیں ہے اسی طرح طبقات شعرانی وغیرہ میں ہے۔

ادیب نے شرح بدیعہ میں کہا تعظیم و مبالغہ کے طور پر عارف کے تجاہل میں قطب فرد جامع شیخ عبدالقادر گیلانی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ہے۔

اظما وانت العذب فی کل منهل واظلم — کیا میں پیاسا رہوں گا جبکہ تو ہر چشمہ کا میٹھا پانی ہے کیا مجھ
فی الدنیا وانت نصیری — پر دنیا میں ظلم کیا جائے گا جب کہ تو میرا مددگار ہے۔

میں نے اس بیت کے ساتھ ایک دوسرا بیت پرانے کاغذ پر لکھا دیکھا تھا جو مجھ سے ضائع ہو گیا ہے۔ اس میں ان دونوں بیتوں کی خاصیت بھی مکتوب تھی لیکن میں وہ بھول گیا اور دوسرا بیت یہ ہے۔

وعار علی حامی الحمی وھو فی الحمی اذا — چراگاہ کے محافظ پر عار ہے جبکہ وہ چراگاہ میں ہو اور بیداء

ضاع فی البیدا عقال بعیری — میں میرے اونٹ کی رسی ضائع ہو جائے۔

قدم شریف

ابن حاج نے ابن بادیس کے رسالہ کی شرح میں کہا سیدی شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا۔

قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ تعالیٰ — میرا یہ قدم اللہ تعالیٰ کے ہر ولی کی گردن پر ہے۔

علماء نے کہا اللہ تعالیٰ کا کوئی ولی مشرق و مغرب میں، سد سکندری کے پیچھے، بحر محیط کے جزائر اور کوہ قاف میں موجود نہ تھا مگر سب نے اس وقت اپنی گردنیں جھکالیں۔ صرف اصفہان میں ایک شخص تھا جس نے شیخ کا ادب نہ کیا اور اس کا حال مسلوب ہو گیا۔

روایت ہے کہ شیخ ابو مدین نے بلاد مغرب میں اپنی گردن جھکالی، ان کے مریدین نے اس کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا سیدی شیخ عبدالقادر نے اب فرمایا ہے۔

"میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے"

مریدین نے اس روز کی تاریخ لکھ لی، حتیٰ کہ عراق سے مسافر آئے۔ انہوں نے اس روز آپ کے اس قول کی خبر دی، جب سیدی شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا۔ اس وقت آپ وعظ کیلئے منبر شریف پر تشریف فرما تھے، سیدی شیخ رفاعی رضی اللہ عنہ نے "ام عبیدہ" میں یہ سنا اور اپنے سر کو جھکالیا اور فرمایا "میری گردن پر ہے" ایسے ہی تمام شہروں کے اولیاء نے اپنے سر جھکالئے۔

طبقات شربونی میں ہے آپ کا نام عبدالقادر جیلانی اس لئے رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر سو مرتبہ تجلی فرمائی جبکہ آپ اپنی والدہ ماجدہ کے پیٹ میں تھے اور فرشتوں نے آپ کا یہ نام رکھا۔ اس کو لوگوں نے سنا اور آپ کا نام رکھا اور عام شائع ہو گیا۔

وفات

سیدی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے ۵۶۱ھ میں وفات فرمائی اور بغداد شریف میں مدفون ہوئے۔

ابن اثیر نے کہا سیدی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ صلاح کے عظیم حال پر گامزن تھے۔ آپ مذہبًا حنبلی تھے' آپ کا مدرسہ اور رباط دونوں بغداد شریف میں مشہور ہیں' اسی طرح تاریخ ابوالفداء میں ہے۔

سید احمد بدوی رضی اللہ عنہ

تیسرے قطب سیدی احمد بدوی رضی اللہ عنہ آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے احمد بن علی بن ابراہیم بن محمد بن ابی بکر بن اسماعیل بن عمر بن علی بن عثمان بن حسین محمد بن موسیٰ بن یحییٰ بن عیسیٰ بن علی بن محمد بن حسن بن جعفر بن علی بن موسیٰ بن جعفر الصادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم

آپ ابوفتیان شریف علوی سید احمد ملثم (ناک کو کپڑے سے لپٹنے والا) معتقد مشہور ہیں۔ مشہور یہ ہے کہ آپ کے آباؤ اجداد حجاز مقدس سے بلاد مغرب کی طرف منتقل ہوگئے تھے۔ پھر آپ کے والد علی بن ابراہیم ۶۰۳ھ میں فاس سے حج کے ارادہ سے چلے گئے۔ ان کے ساتھ ان کی اولاد' بیوی فاطمہ بنت محمد بن احمد ابن عبداللہ تھیں ان کی ساری اولاد فاطمہ سے ہے اور وہ حسن' محمد' فاطمہ' زینب' رقیہ' فضہ اور احمد بدوی ہیں۔ انہوں نے ۶۰۷ھ میں حج کیا۔ اس وقت سید حمد بدوی کی عمر گیارہ برس تھی وہ مکہ مشرفہ میں ہی ٹھہر گئے۔ اکثر پیشانی اور ناک پر کپڑا رکھتے تھے اس لئے بدوی کے نام سے معروف ہوئے۔ ان کے بھائی نے آپ کی شادی کیلئے آپ سے فرمایا تو آپ نے انکار کردیا۔ اس نے آپ کو اپنی کفالت و تربیت میں رکھا آپ کو قرآن پڑھایا۔ آپ مکہ مشرفہ میں شجاعت و بہادری میں مشہور ہوئے اور آپ کو عطاب وغضبان کہا جاتا۔ پھر آپ کا حال بدلا اور لوگوں سے الگ تھلگ رہنے لگے اور خاموشی اختیار کرلی' صرف اشارہ سے کلام کرتے تھے۔ نیند میں آپ سے کہا گیا کہ آپ اس حال میں چلے جائیں اور وہاں کے حال کی آپ کو خوشخبری دی جو آپ کو وہاں حاصل ہونے والا ہے۔ یہ

۶۳۳ ہجری میں محرم کی گیارہویں رات کا واقعہ ہے۔

اس کے بعد آپ اور آپ کا بھائی دونوں ربیع الاول کے مہینہ میں مکہ مشرفہ سے عراق چلے گئے اور بغداد داخل ہوئے اور عراق کے شہروں میں پھرتے رہے' پھر آپ کے بھائی حسن تو مکہ مکرمہ واپس چلے آئے اور آپ وہیں رہے پھر بعد میں اپنے بھائی کو آ ملے اور مکہ مکرمہ آ گئے اور صیام وقیام میں مشغول ہوئے حتیٰ کہ چالیس روز بھوکے رہے۔ اس مدت میں کچھ کھایا نہ پیا۔ آپ اکثر اوقات آسمان کو دیکھتے رہتے تھے آپ کی دونوں آنکھیں روشنی کی طرح چمکتی تھیں۔ پھر ۶۳۴ ہجری میں مکہ مکرمہ سے مصر کے ارادہ سے تشریف لے گئے اور ۶۳۷ ہجری میں ربیع کی چودہ تاریخ کو طنطنا کے ایک محلّہ میں اقامت کی اور رات دن اکثر آپ روتے رہتے۔ اس کے بعد طنطنا میں ہی رہے۔ اس کو مقریزی وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔

طبقات شعرانی میں ذکر کیا' آپ کی پیدائش بلاد مغرب میں فاس شہر میں ہوئی کیونکہ آپ کے اجداد حجاج کے زمانہ میں وہاں منتقل ہو گئے تھے جب کہ سادات اور شرفاء کو قتل عام ہونے لگا تھا۔ جب آپ سات برس کے ہوئے تو آپ کے والد ماجد نے ایک آواز سنی جو نیند میں سنائی دے رہی تھی۔ اے علی اس علاقہ سے مکہ مشرفہ منتقل ہو جاؤ کیونکہ وہاں ہماری شان ہے یہ ۶۰۳ ہجری کا واقعہ ہے۔

آپ کے بھائی سید حسن نے کہا ہم عرب سے کوچ کرتے رہے اور عرب میں آتے رہے۔ لوگ ہمیں ترحیب واکرام سے ملتے رہے حتیٰ کہ ہم چار سال میں مکہ مشرفہ پہنچے' مکہ مکرمہ کے تمام شرفاء نے ہمارا استقبال کیا اور ہمارا خوب اکرام واعزاز کیا۔ ہم نے ان کے پاس اچھی زندگی گزاری' حتیٰ کہ ہمارے والد ماجد ۶۲۷ ہجری میں وفات فرما گئے اور باب المعلا میں مدفون ہوئے' وہاں ان کی قبر شریف مشہور ہے اور لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں۔

سید حسن نے کہا میں اور میرے بھائی نے اقامت کی اور احمد عمر میں ہم سب سے چھوٹے تھے' مگر وہ دلیر بہت تھے۔ اکثر منہ پر کپڑا لپیٹتے تھے۔ اس لئے ہم نے انہیں ''بدوی'' کا لقب دے رکھا تھا۔ ان کو میں نے اپنے بیٹے حسین کے ساتھ مدرسہ میں قرآن کریم پڑھایا۔ مکہ مکرمہ کے بہادروں میں کوئی ان سے زیادہ بہادر نہ تھا۔ ان کو لوگ مکہ مکرمہ میں ''عطاب'' کہتے تھے۔ جب آپ کو وجدانی حالت پیدا ہوئی اور آپ کے احوال بدلے اور لوگوں سے علیحدہ تنہائی میں رہنے لگے اور خاموشی اختیار کر لی تو

لوگوں سے صرف اشارہ سے کلام فرماتے تھے۔ بعض عارف کہتے ہیں کہ آپ کو حق تعالیٰ سے جمعیت حاصل تھی اور ہمیشہ استغراق میں رہتے تھے' ہمارے زمانہ تک آپ کے احوال بڑھتے رہے۔ پھر ۶۳۳ ہجری میں شوال کے مہینہ میں نیند میں تین مرتبہ سنا کہ اے احمد! اُٹھو اور مطلع شمس طلب کرو اور مطلع شمس پہنچنے کے بعد مغرب الشمس تلاش کرو اور طندتا کی طرف چلے جاؤ' وہاں آپ کا مقام ہے' آپ بیدار ہوئے اور اپنے اہل سے مشورہ کرنے کے بعد عراق کا سفر کیا وہاں کے اشیاخ جن میں سیدی عبدالقادر جیلانی اور سید احمد رفاعی ہیں' نے آپ کا استقبال کیا اور کہا اے احمد عراق' ہند' یمن' روم' اور مشرق و مغرب کی چابیاں ہمارے ہاتھ ہیں' جونسی چابی آپ پسند کریں قبول فرمائیں۔ آپ نے فرمایا مجھے آپ کی چابیوں کی قطعاً حاجت نہیں ہے میں صرف فتاح (اللہ تعالیٰ) سے ہی مفتاح حاصل کروں گا۔

سیدی حسن رضی اللہ عنہ نے کہا جب میرے بھائی احمد عراق کے اولیاء عدی بن مسافر' حلاج اور دوسرے اولیاء کے مزارات کی زیارت سے فارغ ہوئے تو ہم نے طندتا کا قصد کیا اور اطراف واکناف کے لوگوں نے ہمارا محاصرہ کرلیا اور وہ ہمارے ساتھ جنگ وجدال کرنے لگے۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے ان کی طرف اشارہ کیا وہ سب زمین پر گر پڑے اور کہنے لگے اے احمد! آپ ابوالفتیان (بہادر نوجوان) ہیں اور اپنا منہ لے کر رہ گئے اور واپس لوٹ گئے اور ہم "ام عبیدہ" چلے گئے۔ سیدی حسن مکہ مکرمہ واپس چلے گئے اور سیدی احمد رفاعی فاطمہ بنت بری کی طرف چلے گئے۔ فاطمہ بنت بری خاتون تھی جس کا عظیم حال اور بے مثال جمال تھا وہ لوگوں کے احوال سلب کرلیتی تھی۔ سید احمد بدوی رضی اللہ عنہ اسی کا حال سلب کرلیا اور وہ آپ کے ہاتھ پر اس عادت سے تائب ہوگئی اور قسم کھائی کہ آج کے بعد وہ کسی کا حال سلب نہ کرے گی اور وہ قبائل جو فاطمہ بنت بری سے معاون تھے اپنے اپنے گھروں میں متفرق ہوگئے۔ یہ اولیاء کے اجتماع کا دن تھا' پھر سیدی احمد بدوی رضی اللہ عنہ نے خواب میں ہاتف دیکھا جو کہتا تھا اے احمد طندتا چلے جاؤ وہاں ہی اقامت کرو اور لوگوں اور ابطال عبدالعال' عبدالوہاب' عبدالمحسن اور عبدالرحمٰن کی تربیت کرو۔ یہ ۶۳۴ ہجری میں ماہ رمضان کا وقعہ ہے۔

آپ مصر تشریف لے گئے' پھر "طندتا" کا قصد کیا اور اس شہر کے مشائخ کے ایک شخص ابن شحیط کے گھر میں تیزی سے اپنے حال میں داخل ہوکر اس کے بالاخانہ کی چھت پر چڑھ گئے' آپ سارا دن اور رات کھڑے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے رہے جبکہ آپ کی آنکھوں کی سیاہی سرخی

سے بدل چکی تھی اور روشن کوئلہ کی طرح سرخ چمکتی تھی آپ چالیس روز نہ کھاتے نہ پیتے اور نہ سوتے تھے اور نہ ہی چھت سے اترتے تھے پھر آپ فیشن المنارہ کی طرف چلے گئے اور بچوں نے آپ کا اتباع کیا' ان میں سے عبدالعال اور عبدالمجید تھے۔

سیدی احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں درم آ گیا اور سید عبدالعال سے انڈا طلب کیا تا کہ اس کو آنکھ پر لگائیں' اس نے کہا آپ مجھے اپنی سبز چھڑی دیں۔ سیدی احمد نے اس کو وہ چھڑی دی وہ اپنی ماں کے پاس گئے اور کہا یہاں سید بدوی ہیں ان کی آنکھ میں درد ہے۔ مجھ سے انہوں نے انڈا طلب کیا ہے اور چھڑی دی ہے ان کی والدہ نے کہا میرے پاس تو کوئی شے نہیں۔ عبدالعال واپس چلے گئے اور آپ کو انڈا نہ ملنے کی خبر دی۔

آپ نے فرمایا جاؤ اس گرجا سے ایک انڈا لے آؤ۔ سیدی عبدالعال گرجا میں گئے وہ انڈوں سے بھرا ہوا تھا' ان سے ایک انڈا اٹھا لائے۔ اس وقت سے سیدی عبدالعال سید احمد رفاعی کے معتقد ہو گئے اور ان کی والدہ ان کو سید احمد رفاعی بدوی سے جدا نہ کر سکی۔ وہ کہتی تھی اے بدوی نحوست ہم پر ہے۔

جب سیدی بدوی کو اس کی خبر ہوئی تو فرمایا۔ اگر وہ یہ کہتی اے بدوی خیر ہم پر ہے تو سچی ہوئی۔ پھر اسے پیغام بھیجا کہ عبدالعال قرن ثور سے ہمارا بچہ ہے۔

قرن ثور' بیل کا سینگ

قرن ثور کا واقعہ یہ ہے کہ عبدالعال کی والدہ نے ان کو بیل کے چارہ کھانے کی جگہ رکھا ہوا تھا' حالانکہ وہ شیر خوار تھے۔ چارہ کھانے کیلئے سر نیچا کیا تو اس کو سینگ گہوارے کو ری میں داخل ہو گیا تو عبدالعال اس کے سینگ پر بلند ہو گئے اور بے قرار ہونے لگے اور کوئی بھی ان کو چھڑانے پر قادر نہ ہوا۔ سیدی حمد بدوی نے اپنا ہاتھ لمبا کیا جب کہ آپ عراق میں تھے اور عبدالعال کو سینگ سے نجات دلائی۔

عبدالعال کی والدہ نے یہ واقعہ یاد کیا اور اسی روز سے سید احمد بدوی کی معتقد ہو گئی۔ سیدی احمد رفاعی بارہ سال اونچے ٹیلوں میں رہے اور سیدی عبدالعال ان کے پاس کوئی مرد یا بچہ لے کر آتے وہ ٹیلے سے جھانک کر اس کو ایک نظر سے دیکھتے تو اس کو روحانیت سے بھر دیتے اور عبدالعال سے فرماتے اس کو فلاں یا فلاں مقام پر لے جاؤ۔ اس لئے ان کو ''اصحاب سطوح'' کہا جاتا ہے۔

سید احمد بدوی رضی اللہ عنہ ہمیشہ چہرہ ڈھانپ کر رکھتے تھے۔ ایک روز سیدی عبدالمجید رضی اللہ عنہ نے آپ کا چہرہ دیکھنا چاہا اور ہا یا سیدی! میں آپ کا چہرہ دیکھنے کا ارادہ کرتا ہوں کہ اسے پہچان سکوں۔ آپ نے فرمایا اے عبدالمجید ایک بار دیکھنے سے بھی رکو۔

سیدی عبدالمجید نے کہا آپ مجھے اپنا چہرہ ضرور دکھائیں اگرچہ مر جاؤں۔ آپ نے اوپر کا پردہ کھولا' شیخ عبدالمجید دیکھ کر بے ہوش ہو گئے اور اسی وقت فوت ہو گئے۔ طندتا میں شیخ حسن صائغ اور شیخ سالم مغربی اخنائی رہتے تھے۔ جب آپ عراق سے آ کر مصر کے قریب پہنچے تو شیخ حسن صائغ رضی اللہ عنہ نے کہا اب یہاں ہماری اقامت نہیں ہو سکتی' شہر کا مالک آ گیا ہے اور اخناء کی طرف چلے گئے اب وہاں ان کی قبر مشہور ہے۔ سیدی سالم رضی اللہ عنہ وہاں ہی ٹھہرے رہے اور سید احمد بدوی رضی اللہ عنہ کے تابع رہے اور آپ سے معترض نہ رہے سید احمد رضی اللہ عنہ نے ان کو وہیں رہنے دیا۔ ان کی قبر "طندتا" میں معروف ہے۔ وہاں کے بعض مشائخ نے آپ کو تسلیم نہ کیا تو ان کا حال مسلوب ہو گیا اور نام تک مٹ گیا اور ان کا ذکر ختم ہو گیا۔ ان میں سے طندتا میں صاحب ایوان عظیم تھا جس کو وجہ القمر کہا جاتا تھا وہ عظیم ولی تھا اور حسد کا شکار ہو گیا اور اللہ کی قدرت کے حکم کو تسلیم نہ کیا اس کا حال بھی مسلوب ہو گیا۔ آج اس کی جگہ طندتا میں کتوں کا مقام ہے اس میں نہ تو صلاح کی بو ہے اور نہ ہی کوئی مدد ہے۔

طندتا میں چند خطباء نے آپ کی مدد کی اور آپ کیلئے کام کرتے رہے۔ آپ کیلئے مال خرچ کیے اور وہاں عظیم اذان کیلئے جگہ بنائی جس کو سیدی عبدالعال نے توڑ دیا۔ وہ اب تک بے آباد ہے۔

سلطان ظاہر بیبرس ابوالفتوحات سیدی حمد بدوی رضی اللہ عنہ کا بہت بڑا معتقد تھا' وہ آپ کی زیارت کیلئے آیا کرتا تھا' جب آپ عراق سے تشریف لائے تو وہ اور اس کا لشکر مصر سے باہر آپ کے استقبال کو گئے اور نہایت درجہ کی آپ کی تعظیم کی۔

سید احمد بدوی کا حلیہ

سید احمد بدوی رضی اللہ عنہ کی پنڈلیاں فربہ' بازو لمبے' چہرہ بھاری' آنکھیں سرگین' قد لمبا' گندمی رنگ' آپ کے چہرہ پر جدری کے تین نشان تھے ایک دائیں رخسار پر اور دو بائیں رخسار پر تھے' ناک بلند چمکیلی اس پر دو خال تھے ہر ایک طرف سیاہ خال مسور کے دانہ سے اصغر تھا۔ دونوں آنکھوں کے درمیان زخم تھا جو آپ کے

بھائی حسین نے ابطح میں استرہ سے زخم کر دیا تھا جب کہ آپ مکہ مکرمہ میں تھے، بچپن سے ہی آپ چہرہ ڈھانپ کر رکھا کرتے تھے۔ جب قرآن کریم حفظ کیا تو ایک مدت ایک امام شافعی رضی اللہ عنہ کے مذہب پر علم میں مشغول رہے حتی کہ آپ کو وجدانی کیفیت پیدا ہوئی، جب آپ کوئی کپڑا یا عمامہ زیب تن فرماتے تو غسل وغیرہ کیلئے اسے نہ اتارتے تھے حتی کہ وہ کمزور ہو جاتا تو غیر سے بدل دیتے ہر سال خلیفہ جو مولد میں عمامہ پہنا کرتا تھا وہ حضرت شیخ کے ہاتھ کا عمامہ ہوتا تھا اور سرخ صوف سیدی عبدالعال رضی اللہ عنہ کا لباس تھا۔ (طبقات الشعرانی)

شیخ تقی الدین کو عتاب

شیخ تقی الدین بن دقیق العید دیار مصر کے قاضی القضاۃ نے شیخ کے احوال سنے تو وہ آپ کے پاس آئے اور ''طندتا'' کے ایک محلہ میں آپ سے ملاقات کے دوران کہا اے احمد! جس حال میں آپ اب ہیں یہ درست نہیں، شرع شریف کے خلاف ہے، کیونکہ آپ نہ تو نماز پڑھتے ہیں اور نہ ہی جماعت میں حاضر ہوتے ہیں، یہ صالحین کا طریقہ اور دستور نہیں۔

سیدی احمد بدوی رضی اللہ عنہ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا خاموش رہو ورنہ تیرا آٹا اڑا دوں گا اور اسے زور سے دھکا دیا، شیخ کو محسوس تک نہ ہوا اور ایک وسیع جزیرہ جس کا وہ طول و عرض نہ معلوم کر سکتے تھے، میں نے اپنے آپ کو دیکھا، وہ اپنے نفس کو ملامت کرنے لگے اور ہر وقت اسے عتاب کرتے جب کہ انکی عقل زائل ہو چکی تھی اور درست راہ غائب کر چکے تھے اور کہتے تھے۔ میں نے اولیاء اللہ سے کیوں معارضہ کیا۔ **لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔**

وہ ہر وقت روتے رہتے فریاد کرتے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی کرتے رہے ایک روز وہ اسی حال میں تھے کہ ایک شخص بارعب اور باوقار ظاہر ہوا۔ اس نے شیخ کو سلام کہا جس کا شیخ نے جواب دیا اور کھڑے ہو کر اس کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دیا اس نے کہا کیا حاجت ہے؟

شیخ نے سید احمد بدوی رضی اللہ عنہ کا سارا واقعہ ذکر کیا۔ اس نے کہا تم بڑی سخت مشکل سے دوچار ہو، جانتے ہو تمہارے اور قاہرہ کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ شیخ نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہاں سے قاہرہ ساٹھ سال کی مسافت پر ہے۔ شیخ کو اور شدید غم واندوہ لاحق ہوا اور اس کے دل میں خوف گھر

کر گیا۔ شیخ نے کہا مجھے اس مصیبت سے کون نجات دلا سکتا ہے؟ انا اللّٰہ وانا الیہ راجعون اور اس شخص کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے مجھے کوئی اچھی راہ بتائیں۔ اس شخص نے کہا فکر نہ کرو۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ خیریت سے واپس جاؤ گے اور شیخ کا ہاتھ پکڑا اور اسے ایک قبہ دکھایا اور کہا وہ قبہ دیکھتے ہو؟ وہاں جاؤ اور اس میں بیٹھ جاؤ، سید احمد بدوی رضی اللہ عنہ اس میں عصر کی نماز لوگوں کے ساتھ پڑھیں گے، لوگ آپ کو وداع کریں گے اور ہر ایک اپنی راہ اختیار کر کے چلا جائے گا آپ جب ان کے ساتھ نماز پڑھ چکیں گے تو سید احمد بدوی رضی اللہ عنہ سے چمٹ جانا اور ان کے سامنے عاجزی اور انکساری کرنا، ان کے ہاتھ اور پاؤں چوموا اپنا سر ننگا کر لو اور باادب ان کے حضور میں تواضع کرو اور ان سے کہو۔ استغفر اللّٰہ و اتوب الیہ جو کچھ میں نے غلطی کی ہے آئندہ کبھی اس کا اعادہ نہ کروں گا۔ جب وہ تمہیں اس طرح دیکھیں گے تو تم پر متوجہ ہوں گے اور انشاء اللہ تم کو تمہارے گھر پہنچا دیں گے۔ (شیخ ابن دقیق العید کے پاس جو شخص ظاہر ہوا تھا وہ خضر علیہ السلام تھے) شیخ ابن دقیق العید نے اس شخص کے امر کی تعمیل کی اور قبہ میں چلے گئے۔ اس میں وضو کر کے بیٹھ کر جماعت کی آمد کا انتظار کرنے لگے، ابھی تھوڑا ہی وقت گزرا ہو گا کہ ہر طرف سے لوگ آنے لگے اور نماز کی اقامت کہی گئی۔ سیدی احمد بدوی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور ان کی امامت کی۔ جب نماز ادا کی گئی تو شیخ ابن دقیق العید آپکے دامن سے چمٹ گئے، سر ننگا کر لیا اور آپ کے ہاتھ اور پاؤں چومنے لگے اور رو رو کر استغفار کرتے ہوئے اپنے غلط رویے سے معذرت کرتے رہے۔

سیدی احمد بدوی رضی اللہ عنہ شیخ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا جہاں تھے وہاں چلے جاؤ اور آئندہ اس طرح نہ کرنا ہوگا۔ شیخ نے کہا یا سیدی میری توبہ میں آپ کا تابعدار ہو کر رہوں گا۔

سیدی احمد بدوی رضی اللہ عنہ نے شیخ کو ہلکا سا دھکیلا اور فرمایا اپنے گھر چلے جاؤ تمہارے بچے انتظار کر رہے ہیں۔ ابن دقیق العید کو ذرہ بھی محسوس نہ ہوا اور وہ مصر میں اپنے گھر کے دروازہ پر کھڑے پائے گئے۔ ا[illegible] مدت وہ گھر میں ہی رہے باہر نہ نکلتے تھے وہ سیدی احمد بدوی رضی اللہ عنہ کے ساتھ معاملہ سے شرمسار تھے۔

"صاحب الجواہر السنیہ" نے کہا ہم کو فقیہ اجل رضی اللہ عنہ شمس الدین بن محمد حلبی نے یہ کرامت بتائی۔ انہوں نے کہا میں شیخ زین الدین بن نقاش ابو ہریرہ کی مجلس میں جامع احمد بن طولون

میں حاضر تھا۔اس وقت میں نوجوان تھا تو اس مجلس میں اس کرامت کا ذکر ہوا تھا۔اس کا ذکر یوں ہوا کہ شیخ زین الدین ابوہریرہ نے اہل مجلس سے کہا۔

سیدی احمد بدوی رضی اللہ عنہ سے متعلق تم کیا کہتے ہو وہ سب خاموش رہے انہوں نے دو تین باران سے پوچھا مگر وہ لوگ بدستور خاموش رہے۔

شیخ ابوہریرہ نے کہا۔وہ بہت نیک تھے ان کے ساتھ شیخ ابن دقیق العید کا ایسا ایسا اتفاق ہوا تھا اور اول سے آخر تک ساری کرامت ذکر کی اور کہا یہ کرامت صحیح ہے کیونکہ شیخ ابن دقیق العید نے خود یہ کرامت ذکر کی ہے۔

سید احمد بدوی کا علمی امتحان

شیخ ابن دقیق العید نے سیدی عبدالعزیز دیرینی رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ ان مسائل میں اس شخص کا امتحان لیں جس کے ساتھ لوگ مشغول ہیں۔(سید احمد بدوی) اگر وہ اس کا صحیح جواب دے تو وہ اللہ کا ولی ہے،سیدی عبدالعزیز آپ کے پاس گئے اور ان سے سوالات کیے۔آپ نے ان کا خوب ترین جواب دیا اور فرمایا یہ جواب کتاب الشجرہ میں مذکور ہے۔انہوں نے اس کتاب میں اسی طرح دیکھا جس طرح آپ نے فرمایا تھا۔سیدی عبدالعزیز رضی اللہ عنہ جب سید احمد بدوی رضی اللہ عنہ سے سوال کرتے تو فرماتے تھے سیدی احمد بدوی علم کا وہ سمندر ہیں جس کی تہ معلوم نہیں ہوسکتی ہے۔

ایک اسیر کو رہا کرانا

امام شعرانی نے طبقات میں کہا میں نے ۹۴۵ ہجری میں اپنی آنکھ سے ایک اسیر کو سیدی عبدالعال رضی اللہ عنہ کے منارہ پر مقید اور اس کے گلے میں طوق دیکھا جبکہ وہ مخبوط العقل تھا۔میں نے اس سے سبب پوچھا تو اس نے کہا ایک وقت میں افرنجیوں کی قید میں تھا۔وہاں میں نے رات کو سیدی احمد بدوی رضی اللہ عنہ کا تصور کیا۔اچانک انہوں نے مجھے پکڑا اور مجھے ہوا میں اڑا کر لے آئے اور یہاں رکھ دیا۔وہ وہاں دو دن ٹھہرا اور ہوا میں تیز رفتاری کی وجہ سے اس کا سر چکراتا تھا۔

(طبقات)

مولد کے منکر کو توبہ کرانا

امام شعرانی نے طبقات میں کہا کہ مجھے شیخ محمد مناوی رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ ایک شخص نے آپ کے مولد میں حاضر ہونے سے انکار کیا تو اس کا ایمان چھین لیا گیا اس میں بال بھر دین اسلام نہ رہا۔ اس نے سیدی احمد بدوی رضی اللہ عنہ سے استغاثہ کیا تو آپ نے فرمایا شرط یہ ہے کہ آئندہ مولد میں حاضر ہونے سے انکار نہ کرو گے۔ اس نے کہا جی ہاں! ضرور حاضر ہوا کروں گا۔ آپ نے اس کو ایمان واپس کر دیا پھر اسے فرمایا تو کس چیز کو برا جانتا ہے' اس نے کہا میلاد میں مرد و زن جمع ہوتے ہیں۔ اور یہ اختلاط اچھا نہ جانا۔ آپ نے فرمایا یہ اختلاط تو طواف کعبہ میں بھی ہوتا ہے۔ اس سے تو کوئی منع نہیں کرتا ہے۔

پھر فرمایا مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم کوئی شخص میرے مولد کی نافرمانی نہیں کرتا مگر تائب ہو جاتا ہے اور اچھی توبہ کرتا ہے۔ میں جب وحوش چراتا تھا اور سمندر میں مچھلیاں ہوتیں تو میں ایک دوسری سے ان کی حفاظت کرتا تھا' کیا جو شخص میرے مولد میں حاضر نہ ہو گا اس کو روکنے سے اللہ تعالیٰ مجھے عاجز کرے گا۔

سید احمد بدوی کے مولد کے منکر کو سزا

امام شعرانی نے کہا ہمارے شیخ نے روایت کی کہ سیدی شیخ ابوالغیث بن کتیلہ جو محلہ کبریٰ کے علماء اور اسی محلہ کے صالحین میں سے ہیں مصر میں تھے' وہ بولاق آئے اور لوگوں کو دیکھا کہ وہ سید احمد بدوی رضی اللہ عنہ کے مولد کے امور کا خوب اہتمام کر رہے ہیں۔ شیخ نے اس کو اچھا نہ جانا اور کہا' جس قدر یہ لوگ احمد بدوی کے مولد کا اہتمام کرتے ہیں' ان کو اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا ایسا اہتمام کرنا چاہیے ان کو کسی نے کہا سیدی احمد بہت بڑا ولی ہے۔ انہوں نے کہا یہاں اس مجلس میں ان سے عظیم تر صاحب مقام ہیں۔ اس شخص نے ان کی دعوت کی اور ان کو مچھلی کھلائی مچھلی کا کانٹا ان کے حلق میں داخل ہو گیا اور سخت ہو گیا۔ تیل کے ساتھ بھی وہ اسے گلے سے نہ تار سکے اور نہ کوئی اور حیلہ کارگر ہوا' ان کی گردن میں ورم آ گیا حتیٰ کہ گردن مکھیوں کے چھتہ کی طرح ہو گئی' نو ماہ گزر گئے' ان کو کھانے پینے اور سونے کا کوئی لطف نہ رہا۔ اللہ تعالیٰ نے گردن کے ورم کا سبب بھلا دیا تھا۔ نو ماہ بعد ان

کو سبب یاد دلایا۔ شیخ نے کہا مجھے سید احمد رضی اللہ عنہ کے قبہ کی طرف لے چلو۔ انہوں نے ان کو قبہ میں داخل کر دیا تو شیخ نے سورۃ یٰسین کی تلاوت شروع کی تو ایک سخت چھینک آئی اور مچھلی کا خون آلود کانٹا باہر نکلا' پھر انہوں نے کہا اے سیدی احمد میں تائب ہوتا ہوں' اسی وقت درد ختم ہو گیا اور ورم جاتا رہا۔

سید احمد بدوی کے مولد کے منکر کی موت

ابن شیخ نے ابیار میں شہر کے لوگوں کا آپ کے مولد میں حاضر ہونے پر اعتراض کیا۔ امام شعرانی نے کہا شیخ محمد شناوی نے ان کو وعظ کیا اور سمجھایا مگر وہ اس سے باز نہ آیا۔ انہوں نے سیدی احمد سے اس کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا عنقریب اس کو ایک دانہ نکلے گا جو اس کا منہ اور زبان کھا جائے گا۔ اسی روز اس کے منہ پر دانہ نکلا اور اس کا چہرہ ضائع کر دیا جس سے وہ مر گیا۔

ابن لبان کی توبہ

ابن لبان نے سیدی احمد بدوی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسا ویسا کلام کیا تو ان سے ایمان' علم اور قرآن مسلوب ہو گیا' وہ اولیاء اللہ سے فریاد کرتا رہا' مگر کسی نے اس معاملہ میں دخل نہ دیا۔ لوگ اس کو سیدی یاقوت عرشی کے پاس لے گئے وہ اس کو سیدی احمد رضی اللہ عنہ کی قبر پر لے گئے اور قبر میں آپ سے کلام کیا انہوں نے جواب دیا تو یاقوت عرشی رضی اللہ عنہ نے کہا آپ ابوالفتیان ہیں اس (ابن لبان) پر اس کا سرمایہ واپس فرمائیں۔ آپ نے فرمایا بشرطیکہ یہ توبہ کرے۔ ابن لبان نے توبہ کی تو اس کا سرمایہ (ایمان' علم اور قرآن کریم) اسے واپس مل گیا۔ امام شعرانی نے کہا سیدی یاقوت کے ساتھ ابن لبان کی عقیدت کا یہی سبب تھا۔ ان کو سیدی یاقوت رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی نکاح میں دی تھی۔ وہ قرافہ میں صاحبزادی کے پاؤں کی طرف دفن ہوئے۔ (طبقات)

گدھی کی واپسی

امام شعرانی نے کہا شیخ محمد شناوی نے خبر دی کہ سیدی احمد کے مولد کے ایام میں میری گدھی گم ہو گئی' وہ سیدی احمد رضی اللہ عنہ کی قبر شریف پر گئے اور کہا خدا کی قسم اس قبہ سے باہر نہ جاؤں گا جب تک میری گدھی مجھے نہ مل جائے گی وہ قبہ میں بیٹھے تھے حتیٰ کہ گدھی تابوت شریف کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔

چوروں سے خلاصی

امام شعرانی نے طبقات صغریٰ میں ذکر کیا کہ مجھے خواجہ حلبی نے خبر دی کہ ایک وقت میں سیدی احمد بدوی رضی اللہ عنہ کے مولد کیلئے کچھ سامان لے کر جا رہا تھا کہ سات اشخاص جو گھوڑوں پر سوار تھے نے مجھے گھیر لیا تاکہ میرا سامان لوٹ لیں میں نے کہا یا سیدی احمد! میں آپ کی امان میں ہوں، ابھی میرا کلام ختم نہ ہوا تھا کہ سفید گھوڑے پر سوار ایک شخص آیا اس کی صرف آنکھیں نظر آتی تھیں اس نے ان کو دور ہٹا دیا حتیٰ کہ وہ غائب ہو گئے۔ میں نے سمجھا کہ وہ سیدی احمد بدوی رضی اللہ عنہ تھے۔

قیدی لڑکا

ایک عورت کے لڑکے کو افرنج (انگریزوں) نے قید کر لیا۔ اس نے سیدی احمد رضی اللہ عنہ سے فریاد کی تو آپ نے اس کو قیدوں سمیت اس عورت کے پاس پہنچا دیا۔

دودھ میں سانپ

ایک شخص دودھ سے بھرا ہوا مشکیزہ لے کر آپ کے پاس سے گزرا۔ آپ نے انگلی سے مشکیزہ کی طرف اشارہ کیا وہ پھٹی اور دودھ بہہ گیا اور اس سے سانپ نکلا جو پھولا ہوا تھا۔ یہ دونوں واقعات ابن حجر نے ذکر کیے ہیں۔

قبہ کا پتھر

سید احمد بدوی رضی اللہ عنہ کے قبہ کی دیوار میں سیاہ پتھر ہے جو دائیں طرف سے داخل ہونے والے کے چہرہ کے سامنے ہے۔ اس میں دو قدموں کے نشان ہیں۔ لوگوں میں مشہور ہے کہ وہ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں کے نشان ہیں۔ ہر زائر ان دونوں قدموں والی جگہ سے تبرک حاصل کرتا ہے۔ ایک بادشاہ کے زمانہ میں ایک جماعت نے اس پتھر کو اپنی جگہ سے نکالنے کی کوشش کی تا کہ اسے نقل کر کے بادشاہ کے پاس لے جائیں اور وہ اس سے تبرک حاصل کرے۔ بادشاہ نے چھوٹا

سا لشکر بھیجا کہ وہ پتھر اٹھا لائیں۔ جب پتھر نکالنے کا ارادہ کیا تو پتھر اتنا بھارا ہو گیا کہ کسی میں اسے اٹھانے کی طاقت نہ رہی' حالانکہ وہ اسی حالت پر تھا جو اس سے پہلے تھی' وہ ڈر گئے اور اس کو اسی جگہ چھوڑ دیا۔

قبر میں کلام

امام شعرانی نے کہا ایک دفعہ میں اپنے شیخ محمد شناوی کے ساتھ سیدی احمد بدوی رضی اللہ عنہ کی زیارت کو گیا۔ شیخ نے اس سفر میں آپ سے مشورہ کیا کہ جو حمام میں نے "طندتا" میں بنایا ہے اس کیلئے تانبہ خرید کریں۔ سید احمد رضی اللہ عنہ نے اپنی قبر شریف سے مشورہ دیا کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے سفر کرو۔

امام شعرانی رضی اللہ عنہ نے کہا سیدی احمد بدوی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اتفاق ہوا کہ آپ کے مولد پر مصر سے لوگوں کے جانے کے وقت آپ میرے پاس تشریف لائے اور مجھے وہاں جانے کی دعوت دی' فرمایا اگر تم میری زیارت کو آؤ گے تو تمہارے لئے ملوخیہ (ایک سبزی) پکاؤں گا۔ جب میں طندتا گیا تو خواب میں شیخ کے کلام کی تصدیق کیلئے تین ایام ملوخیہ پکایا گیا اور جو شخص قبہ میں داخل ہوتا وہ شیخ کی زیارت سے پہلے مجھے سلام کرنے میں ابتداء کرتا' حتیٰ کہ مجھے شرم آئی۔

میرے لڑکے عبدالرحمٰن کی والدہ میرے ساتھ سات ماہ رہی اور وہ باکرہ تھی آپ میرے پاس آئے اور فرمایا اس کو قبہ میں داخل ہونے والے کے بائیں طرف آہستہ سے لے جاؤ اور اس کی بکارت زائل کرو' میں نے ایسا ہی کیا' آپ نے میرے لئے حلوہ اور ملوخیہ پکائے جو مولد میں ہمارے لوگوں کو کافی ہو گیا۔ جب میں مصر کی طرف لوٹا تو اس رات جو اشارہ کیا تھا وہ حاصل ہو گیا۔

امام شعرانی نے کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں زوال کے وقت ایک مقام کی سطح پر بیٹھا تھا کہ میں نے سید احمد بدوی رضی اللہ عنہ کے قبہ کا ہلال دیکھا کہ وہ چکی کے عظیم پتھر جس کے تحت دانے نہ ہوں کی طرح حرکت کرتا اور زور سے آواز دے رہا ہے۔ اس نے تین چکر کاٹے اس کے بعد آل عثمان سے سلطان سلیمان ابن سلیم کی اس وقت میں اہل رودس پر نصرت کی خبر آئی' چنانچہ اس طرح ہم یہ سنتے تھے کہ جب ان کا تابوت سخت آواز دے تو سلطنت ومملکت میں کوئی حادثہ واقع ہوا کرتا تھا۔

متبولی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا محمد بن ادریس کے بعد مصر کے اولیاء میں ان سے بڑا سخی اور کریم نہیں ان کے بعد سیدہ نفیسہ ان کے بعد شرف الدین کردی اور ان کے بعد منوفی سب سے زیادہ لوگوں کی لغزشوں سے درگزر کرنے والا کوئی

نہیں، بس اتنی قدر کافی ہے اللہ تعالیٰ توفیق و ہدایت کا ولی ہے۔ بعض نے کہا سید احمد بدوی رضی اللہ عنہ سے یہ شعر منقول ہے۔

مجانین الا ان سر جنونهم عزيز على ابوابه يسجد العقل	وہ مجنون ہیں مگر انکے جنون کا راز غالب ہے انکے دروازوں پر عقل سجدہ کرتی ہے۔

میں نے ان ابیات پر اطلاع پائی اور ان کو یہاں ذکر کرنا پسند کرتا ہوں۔

انا الملثم سل عنی وعن هممی ینبئك عزمی بما ذا قلته بفمی قد كنت طفلاً صغيرا فلت منزلة وهمتی قد علت من سالف القدم انا السطوحی واسمی احمد البدوی فحل الرجال امام القوم فی الحرم لك الهنايا مریدی لا تخف ابداً واشطح بذكری بين البان والعلم اذا دعانی مریدی وهو فی لجج فی قاع بحر نجامن ساحة العدم	میں ملثم (منہ ڈھانپنے والا) ہوں میرا اور میری ہمت کا حال پوچھ میرا عزم بتائے گا کہ میں نے اپنے منہ سے کیا کہا ہے۔ میں نے بچپن میں بہت بڑا مقام حاصل کیا تھا شروع ہی سے میری ہمت بلند ہے میں سطوحی ہوں میرا نام احمد بدوی ہے وہ تمام لوگوں پر غالب اور حرم میں قوم کا امام ہے میرے مرید تیرے لئے آسانی ہے تو ہمیشہ بے خوف رہ بان اور علم کے درمیان میرے ذکر سے خوش رہ جب میرا مرید مجھے پکارے جبکہ وہ سمندر کے تحت لہروں میں مبتلا ہو تو وہ ہلاکت سے نجات پا جائے گا۔

وفات

سیدی احمد بدوی رضی اللہ عنہ نے ۶۷۵ ہجری میں وفات پائی اور اپنے بعد فقراء پر سیدی عبدالعال کو خلیفہ بنایا' سیدی عبدالعال اچھی سیرت پر گامزن رہے اور دراز عمر پائی حتیٰ کہ ۷۳۲ ہجری میں فوت ہوئے آپ کے مریدین اور تلامذہ سطوحی مشہور ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی برکات سے ہم کو نفع دے اور ان کی امداد و نصرت سے ہماری مدد فرمائے۔ آمین

سید ابراہیمی دسوقی رضی اللہ عنہ

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات میں آپ کے نسب کا سلسلہ اس طرح ذکر کیا ہے۔

سید ابراہیم بن ابی المجد بن قریش بن محمد بن ابی النجا بن زین العابدین بن عبدالخالق ابن محمد بن ابی الطیب

بن عبداللہ الکاتم بن عبدالخالق ابن ابی القاسم بن جعفر زکی بن علی بن محمد جواد بن علی رضا ابن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین ابن حسین بن علی بن ابی طالب قرشی ہاشمی رضی اللہ عنہم

امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے طبقات میں ذکر کیا کہ سیدی ابراہیم دسوقی رضی اللہ عنہ طائفہ برہامہ کے شیخ اور محاضرات قدسیہ علوم لدنیہ اور اسرار عرفانیہ کے مالک ہیں۔ آپ ان ائمہ کرام سے ہیں جن کیلئے اللہ تعالیٰ نے علوم غیبیہ ظاہر کئے اور ان کو کرامات عنایت فرمائی ہیں۔ آپ کو احکام ولایت میں ید بیضاء اور کامل تصرف اور بلند درجات میں قدم راسخ حاصل ہے۔ لوگوں کے قلوب پر کلام کا غلبہ اور تصرف آپ پر ختم ہے، آپ عربی سریانی اور ان کے علاوہ تمام لغات میں کلام فرماتے تھے۔ وحشیوں اور پرندوں کی لغات میں ماہر تھے۔

ارشادات

طبقات شعرانی میں مسطور ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مرید پر واجب ہے کہ وہ صرف اپنے شیخ کے طریقہ پر ہی کلام کرے جب کہ وہ موجود ہو اور اگر غائب ہو تو اس کے قلب کے ساتھ اجازت حاصل کرے، حتیٰ کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے حق میں اس مقام تک پہنچ کر ترقی کر سکے، کیونکہ جب شیخ اپنے مرید کو دیکھے گا کہ وہ یہ مراعات روا رکھتا ہے تو وہ پاکیزہ شربت سے اس کی تربیت کرے گا اور تربیت کا پانی اسے پلائے گا اور معنوی راز سے اس کا ملاحظہ کرتا رہے گا۔

وہ کتنا نیک بخت انسان ہے جو اپنے مربی اور محسن کے ساتھ حسن ادب کرتا ہے اور وہ بدبخت ہے جو اس کے اساءت کرتا ہے۔

سیدی ابراہیم رضی اللہ عنہ فرماتے تھے جس شخص نے اللہ تعالیٰ سے اچھا معاملہ کیا، اللہ تعالیٰ اسے تختوں اور بلند مقامات پر فائز کرے گا۔ جس کی نظر انقلاب سے خالص ہو وہ التباس سے سالم رہتا ہے۔ آپ فرماتے تھے شریعت اصل ہے اور حقیقت فرع ہے۔ شریعت تمام اوامر مشروعہ کو جامع ہے اور حقیقت ہر علم خفی کو جامع ہے۔ تمام مقامات اس میں مندرج ہیں۔ آپ فرماتے تھے مرید پر واجب ہے کہ وہ اس قدر علم حاصل کرے جو فرض و نفل کے ادا کرنے میں اس پر واجب ہے فصاحت و بلاغت میں زیادہ مشغول نہ ہو، کیونکہ یہ شغل مراد سے دور کر دیتا ہے بلکہ عمل میں صالحین کے آثار کا متلاشی رہے اور ذکر پر مواظبت کرے۔

قصیدہ شریف

سقانی مجوبی بکائس المجة فتهت
عن العشاق سکرًا بخلوتی ولاح لنا
نور الجلالة لواضالصم الجبال
الراسیات لدکت وکنت انا الساقی
لمن کان حاضرًا اطوف علیهم کرة
بعد کرة وناد منی سرابسرو حکمةٍ
وان رسول الله شیخی وقدوتی
وعاهدنی عهد احفظت لعهده
وعشت ولیقاصادقا بمجتی وحکمی
فی مازالارض کلها وفی الجن والا
شباح والمردیه وفی ارض صین
الصین والشرق لها لاقصیٔ بلادالله
صحت ولایتی اناالحرف لا
اقوالکل مناظر وکل الوری من
امربی رعیتی وکم عالم جاء ناوهو
منکر فصار بفضل الله من اهلٍ
خرقتی وماقلت هذاالقول فخر انما
اتی الاذن کی لایجهلون طریقتی
تجلی لنا المحبوب فی کل وجهة
فشاهدته فی کل معنی وصورة۔

(طبقات الشعرانی)

میرے محبوب نے مجھے محبت کا پیالہ پلایا میں اپنی خلوت میں عاشقوں سے سکر روکا ہمارے لئے جلالت کا نور ظاہر ہوا اگر وہ تجلی ہوتا مضبوط پہاڑوں پر تو وہ ریزہ ریزہ ہو جاتے حاضرین کیلئے میں ہی ساقی ہوں بار بار ان پر چکر لگاتا ہوں' سر اور حکمت سے مجھے آہستہ سا پکارو یقیناً اللہ کا رسول میرا شیخ اور مقتدا ہے۔ آپ نے میرے ساتھ عہد کیا ہے جو مجھے یاد ہے میں محبت میں صادق وثوق سے زندگی بسر کرتا ہوں ساری زمین' جنوں' انسانوں' جانوروں اور ولایت چین اور سارے مشرق میں مجھے حاکم بنایا اللہ تعالیٰ کے دور دراز ملک میں میری ولایت ثابت ہے میں تنہا کسی مناظر کو ٹھہرنے نہیں دیتا میرے رب کے حکم سے ساری مخلوق میری رعیت ہے بہت علماء ہمارے پاس آئے جب کہ وہ منکر تھے وہ اللہ کے فضل سے میرے مرید ہو گئے میں نے یہ قول فخر سے نہیں کہا جز این نیست اللہ کا اذن ہے تا کہ لوگ میرے طریقہ سے ہر طریقہ میں محبوب نے ہمارے لئے تجلی فرمائی میں نے اس کو ہر صورت ومعنی میں دیکھا۔

(طبقات شعرانی)

اگر آپ کے منثور اور منظوم سے سیر ہونا چاہتے ہیں تو اسے طبقات کا بغور مطالعہ کریں۔ سیدی ابراہیم رضی اللہ عنہ سے متعلق مذکور ہے کہ آپ مہد میں روزے سے ہوتے تھے اور اپنے مرید کا نام

بدبختی سے نیک بختی کی طرف نقل کر دیتے تھے دنیا آپ کے ہاتھ میں انگوٹھی کی طرح تھی۔ آپ سدرۃ المنتہیٰ سے گزر کر ملکوت میں پہنچے اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں ٹھہرے' آپ نے سبع مثانی کا راز پایا' آپ کو ساری دنیا نہیں سما سکتی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے قطبیت کا منصب ملا میں نے مشرق ومغرب کو دیکھا اور جو کچھ حدود کے تحت ہے سب پر نظر کی اور جبرائیل علیہ السلام سے مصافحہ کیا۔

قضاۃ کا انجام

سات قاضیوں نے آپ کا امتحان لینا چاہا۔ جب ان کا جہاز دسوق کی زمین تک پہنچا تو آپ نے ان کی طرف نقیب بھیجا جس نے ان کو زور سے دھکا دیا وہ کوہ قاف کے پیچھے جا پڑے' وہاں سال بھر زمین سے گھاس کھاتے رہے حتیٰ کہ ان کے جسم بدل گئے' کپڑے پھٹ گئے۔ پھر انہوں نے اس کا سبب جانا اور وہاں توبہ کی' آپ نے ان کی طرف نقیب بھیجا' اس نے ان کو وہاں سے دھکا دیا تو وہ دسوق کے کنارے پائے گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں سے سارے سوال مٹا دیئے اور انہوں نے اپنے قصد کا اعتراف کر لیا جس کیلئے وہ دسوق آئے تھے۔ ان سے شیخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم اپنے سوالات ذکر کرو' وہ ہنس پڑے اور کہنے لگے جو کچھ ہمارے ساتھ ہو چکا ہے وہی کافی ہے۔ انہوں نے آپ سے عہد کیا اور آپ کی شاگردی اختیار کر لی۔ اور مرنے تک آپ کے خادم رہے۔ (درر الاصداف)

مگرمچھ کا واقعہ

امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یک مگرمچھ نے ایک بچہ نگل لیا' بچے کی والدہ گھبرائی ہوئی آپ کے پاس آئی۔ آپ نے اپنا نقیب بھیجا اس نے سمندر کے کنارے آواز دی کہ اے مگرمچھ! جس نے بچہ نگلا ہے باہر آ جائے۔ وہ مگرمچھ باہر آیا اور اس کے ساتھ شیخ کی طرف روانہ ہوا۔ آپ نے اسے حکم دیا کہ بچہ باہر پھینک دے۔ اس نے زندہ بچہ باہر پھینک مارا۔ پھر آپ نے مگرمچھ سے فرمایا اللہ کے حکم سے مر جا وہ فوراً مر گیا۔

قاضی کو سزا

شیخ رضی اللہ عنہ کا ایک شاگرد آپ کے کسی کام کیلئے اسکندریہ گیا' اس کا ایک بازاری شخص

جس سے شیخ رضی اللہ عنہ کی مطلوب چیز خرید کی تھی سے جھگڑا ہو گیا۔ بازاری نے شہر کے قاضی کے پاس دعویٰ دائر کر دیا جب کہ وہ قاضی فقراء کے حق میں جابر ظالم تھا' جب وہ فقیر درویش قاضی کے سامنے گیا تو اس نے اس کو جیل بھیج دیا اور فقراء کے ساتھ بغض وعناد کی وجہ سے بلاوجہ اسے مارنا چاہا۔ فقیر نے اپنے شیخ سیدی ابراہیم رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا اور اپنی خلاصی کی آپ سے درخواست کی۔ جب شیخ کو خبر ملی کو قاضی کو رقعہ لکھا جس میں یہ بیت تھے۔

سهام الليل صائبة المرامى اذاوترت با
وتار الخشوع يقوّمها الى المرامى رجال
يطيلون السجود مع الركوع بالسنة
تهمهم فى دعا باجفان تفيض من الدموع
اذا اوترن ثم رمين سنهما فما يغنى
التحصن بالدموع

رات کے تیر نشان پر لگتے ہیں جب وہ خشوع کی رسیوں سے پھینکے جائیں ان کو نشانہ کی طرف لوگ سیدھا لے جاتے ہیں جو رکوع کیساتھ سجدے لمبے کرتے ہیں زبانوں کیساتھ دعا میں پلکوں کے ذریعہ ان کا قصد کرتی ہیں جو آنسو بہاتی ہیں جب وہ زور سے رسی کھینچیں پھر تیر پھینکیں تو آنسوؤں کیساتھ بچاؤ کی کوئی صورت نہیں رہتی۔

جب یہ رقعہ قاضی کو پہنچا تو اس نے اپنے ساتھی جمع کئے اور ان سے کہا یہ رقعہ دیکھو جو اس شخص کی طرف سے آیا ہے جو ولایت کا دعویٰ کرتا ہے جب کہ رقعہ لانے والے کو زبانی تکلیف دی اور اس کی تحقیر کی پھر اس پر مزید استاد (شیخ) کو سب وشتم کیا۔ اس کے بعد رقعہ پڑھنا شروع کیا جب اس شعر ایک پہنچا۔

اذا اوترن ثم رمين سنهما۔ جب وہ زور سے کھینچیں پھر تیر پھینکیں۔

رقعہ سے ایک تیر نکلا اور اس کے سینہ میں داخل ہو کر پشت سے باہر نکل گیا اور وہ مر گیا' ہم صالحین کے حق میں سوءاعتقاد اور اولیاء عارفین پر اعتراض سے اللہ تعالیٰ کے ذریعے پناہ چاہتے ہیں۔

اس وقت لوگ جوش میں آئے اور شیخ رضی اللہ عنہ کی کرامت پر ایمان لائے اور فقیر قیدی کو باعزت رہا کیا۔ اور رقعہ لانے والے کو کثیر انعامات دیئے اور شیخ رضی اللہ عنہ کی برکت سے ان کا بڑا احترام کیا۔ اس کو شیخ یوسف خضری نے اپنی کتاب ''روضۃ الناظر'' میں ذکر کیا ہے۔

تعلیم وسلوک

امام شعرانی نے طبقات میں ذکر کیا کہ سیدی ابراہیم دسوقی رضی اللہ عنہ نے امام شافعی رضی اللہ

عنہ کے مذہب پر علم فقہ حاصل کیا، پھر سادات صوفیاء کرام آثار کی تتبع کی اور مشیخیت کے مرتبہ پر فائز ہوئے اور سفید جھنڈا اٹھایا۔

وفات

آپ رضی اللہ عنہ کی عمر شریف ۴۳ برس ہوئی، نفس سے نفسانی خواہش اور شیطان کے ساتھ مجاہدہ میں ذرہ بھر غفلت نہ کی حتیٰ کہ ۶۷۶ ہجری میں وفات فرما گئے۔

ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ

آپ ۵۵۱ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ابن عباد نے شیخ شرف الدین ابوسلیمان داؤد سکندری کی "دعا الشاذلیہ" کی شرح "اللطیفۃ المرضیۃ" میں آپ کا نسب شریف نقل کیا ہے آپ شریف حسیب ہیں آپکو دو پاکیزہ جسمانی اور روحانی نسبتوں کا شرف حاصل ہے آپ محمدی، علوی حسنی اور فاطمی ہیں رضی اللہ عنہ

آپکا سلسلہ نسب یہ ہے ابوالحسن علی شاذلی بن عبداللہ ابن عبدالجبار بن تمیم بن ہرمز بن حاتم بن قصی بن یوسف بن یوشع ابن ورد بن بطال بن احمد بن محمد بن عیسیٰ بن محمد بن حسن بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم

مگر اس میں یہ کلام ہے کہ سیدی حسن بن علی کی اولاد میں کوئی ایسا شخص نہیں جس کا نام محمد ہو اور اس کی اولاد ہو۔ سیدی حسن سبط کی اولاد سے جس کی نسل آگے بڑھی ہے وہ صرف زید ابلج اور حسن مثنیٰ ہیں رضی اللہ عنہما۔ اکثر علماء نے اس کی تصریح کی ہے۔

شیخ کمال الدین بن طلحہ نے کہا۔ سیدی حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد سے حسن اور زید کے سوا کسی کی اولاد باقی نہیں ہے۔ اس لئے درست یہ ہے کہ محمد بن حسن مثنیٰ بن حسن سبط بن علی بن ابی طالب کہا جائے، مگر یہ کہا جائے کہ بیٹے کا بیٹا بھی بیٹا ہوتا ہے۔ بعض علماء نے کہا۔ علی الحسن سید بزرگ شاذلیہ کے سربراہ ہیں۔ آپ افریقیہ میں تونس کے قریب شاذلہ بستی کی طرف منسوب ہیں۔ اسی شہر میں آپ نے پرورش پائی اور علوم شرعیہ میں مشغول ہوئے حتیٰ کہ ان میں کامل رسوخ حاصل کیا، آپ نابینا ہونے کے باوجود جوان علوم پر مناظرہ کیا کرتے تھے، پھر تصوف کی راہ اختیار کی اور اس میں بہت کوشش کی حتیٰ کہ آپ

متقدی کی حیثیت سے ظاہر ہوئے اور فضائل میں آپ کا طوطی بولنے لگا۔ راہ گزر آپ کی ثنا کرنے لگے' آپ نے نظمیں کہیں اور دلوں کو نرم کر دیا' لوگوں سے کلام کیا اور کانوں کو مائل کر لیا اور مزین کلام کیا' آپ گھومتے رہے اور لوگوں سے کلام کرتے رہے حتیٰ کہ مغرب سے اسکندریہ تشریف لے گئے۔ اور صبح سے شام تک بیٹھتے اور اپنے کلام حسن سے لوگوں کو مستفید کرنا شروع کیا۔ جب آپ سوار ہوتے تو اکابر فقراء آپ کے ساتھ پیدل چلتے' دنیا آپ کے پاؤں چومتی اور آپ کو طواف کرتی' آپ کے سر مبارک پر اعلام منتشر ہوتے اور نقیب کو حکم فرماتے کہ وہ آپ کے آگے آگے اعلان کرے کہ جو شخص قطب اور غوث کا مرید ہونا چاہتے وہ شاذلی رضی اللہ عنہ کو لازم پکڑے اور ان کا حلقہ بگوش ہو۔

اس کے بعد آپ مصر کے علاقہ کی طرف تشریف لے گئے۔ وہاں اپنا پسندیدہ طریقہ اور سیرت نبویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اظہار کیا۔ آپ ابن عطیہ اور شفا پڑھا کرتے تھے۔ عز بن عبدالسلام نے آپ سے علم اخذ کیا۔

آپ سے کہا گیا کہ آپ کا شیخ کون ہے؟

فرمایا۔ گزرے زمانہ میں عبدالسلام بن مشیش میرا شیخ تھا اور اب میں دس سمندروں سے سیراب ہوتا ہوں' ان میں پانچ آسمانی اور پانچ ارضیہ ہیں۔

شیخ ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ قطب میرے اہلبیت سے کرے' مجھے ندا آئی کہ اے علی! ہم نے تمہاری دعا قبول کر لی ہے' مجھے کہا گیا شیخ عز الدین بن عبدالسلام کی مجلس فقہ سے خوشنما کوئی مجلس نہیں ہے' علم حدیث میں عبدالعظیم منذری کی مجلس سے کوئی مجلس خوشنما نہیں ہے اور ساری زمین میں علم الحقائق میں تمہاری مجلس سے خوشنما کوئی مجلس نہیں ہے۔ شیخ ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ کی مجلس شریف میں اکابر علماء ابن حاجب' ابن عبدالسلام عز الدین' ابن دقیق العید' عبدالعظیم منذری' ابن الصلاح اور ابن عصفور حاضر ہوا کرتے تھے' وہ قاہرہ میں مدرسہ کاملیہ میں حاضر ہوتے تھے اور ابن عطیہ اور شفا پڑھا کرتے' جب آپ باہر تشریف لے جاتے تو لوگ آپ کے آگے آگے پیدل چلا کرتے تھے۔

شیخ ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے جب تم کو کوئی حاجت درپیش ہو تو میرے واسطہ سے اللہ تعالیٰ کی قسم کھاؤ۔

شیخ ابو العباس مرسی رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم میں نے آپ کو جس مصیبت میں دیا کیا میری مصیبت جاتی رہی اور جس مشکل میں آپ کو ذکر کیا وہ آسان ہو گئی آپ نے فرمایا۔ اے میرے بھائی! جب تو کسی مشکل میں ہو تو اللہ تعالیٰ سے میرا توسل ذکر کر میں نے تجھے نصیحت کی ہے' اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔ شیخ ابو عبد اللہ شاطبی رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں ہر رات کتنی بار شیخ کی رضا طلب کرتا تھا اور آپ کے وسیلہ سے اپنی تمام حاجات کا اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کرتا تھا میری حاجات فوراً پوری ہو جاتی تھیں۔

میں نے سرور کائنات صاحب لولاک پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں ہر رات آپ کے حضور درود شریف حاضر کرنے کے بعد شیخ ابو الحسن شاذلی کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجات کا سوال کرتا ہوں۔ میں آپ سے متجاوز ہو کر ان کا وسیلہ ڈالتا ہوں۔ کیا میں یہ درست کرتا ہوں؟

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ابو الحسن میرا حسی اور معنوی بیٹا ہے اور بیٹا باپ کا جزو ہوتا ہے جس نے جزو کے ساتھ تمسک کیا اس نے کل کے ساتھ تمسک کیا۔ جب تو نے ابو الحسن کے توسل سے سوال کیا گویا میرے توسل سے سوال کیا۔ حزب کی شرح البنانی میں ہے۔ آپ نے بارہا دفعہ حج کیا۔ ابن دقیق العید نے کہا میں نے آپ سے بڑا کوئی عارف باللہ نہیں دیکھا ہے۔ اس کے باوجود انہوں نے آپ کو ایذائیں دیں اور آپ کو نکال دیا۔

آپ کی جماعت نے مغرب سے اسکندریہ کے نائب کو خط لکھا کہ تمہارے پاس ایک مغربی زندیق آ رہا ہے ہم نے اس کو اپنے علاقہ سے نکال باہر مارا ہے اس سے احتیاط کرنا اور اس سے بچتے رہنا۔

آپ اسکندریہ داخل ہوئے تو لوگوں نے ایذائیں دینا شروع کیں۔ آپ سے کرامات کا ظہور ہوا جن کی وجہ سے لوگ آپ کے معتقد ہوئے۔

ارشادات

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''منن'' کے خاتمہ میں ذکر کیا کہ شیخ تاج الدین بن عطا اللہ نے واقعہ بیان کیا کہ سیدی شیخ ابو الحسن شاذلی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ مقام علم میں عالم کمال تک نہیں پہنچتا حتیٰ کہ چار امور میں مبتلا ہو اس کی مصیبت پر دشمن خوش ہوں دوست ملامت کریں' جاہل طعن و تشنیع کریں

اور علماء اس پر حسد کریں، اگر وہ ان پر صبر کرے اللہ تعالیٰ اس کو امام مقتدیٰ کرتا ہے۔

اعداء کی ایذائیں

سیدی ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ جب مغرب میں شہرہ آفاق ہوئے تو اعداء اور دشمنوں نے آپ پر زیادتیاں کیں، عظیم تر آپ پر بہتان لگائے اور آپ کو اذیت پہنچانے میں انتہا کردی حتیٰ کہ لوگوں کو آپ کی مجلس شریف میں حاضر ہونے سے منع کیا اور کہا یہ زندیق ہے۔

مصر کا سفر

سیدی ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ نے جب مصر کے سفر کا ارادہ کیا تو اعداء نے مصر کے حاکم کو لکھا کہ تمہارے پاس مصر میں مغربی زندیق آرہا ہے۔ جب اس نے مسلمانوں کے عقائد کو تباہ کیا تو ہم نے اس کو یہاں سے نکال دیا ہے۔ اس کے دھوکہ سے بچتے رہیں وہ شیریں کلام کے ساتھ دھوکہ دیتا ہے اور وہ بہت بڑا ملحد ہے اس کے پاس جن ہیں، جن سے وہ خدمت لیتا ہے، شیخ رضی اللہ عنہ اسکندریہ ابھی پہنچے نہ تھے کہ ان کے جانے سے پہلے ان کے متعلق خبریں وہاں پہنچ گئیں۔ آپ نے فرمایا۔

حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔

اسکندریہ والوں نے آپ کو ایذاء دینے میں حد کردی پھر سلطان مصر کو آپ کی شکایت لکھی اور آپ کے متعلق وہ مکتوبات ذکر کیے جن کے باعث شیخ کا قتل مباح ہو۔ آپ نے اپنا ہاتھ سلطان مغرب کی طرف بڑھایا اور وہ مکتوبات اس تک پہنچائے جو ان مکتوبات کے مخالف تھے، ان مکتوبات میں تعظیم وتکریم کا ذکر تھا ان کی تاریخ اعداء کے مکتوبات سے متاخر تھی۔ سلطان مصر حیران رہ گیا اور کہا ان پر عمل کرنا بہتر ہے۔ اس نے آپ کا خوب احترام واکرام کیا اور باعزت باوقار اسکندریہ واپس کردیا۔

مصلح شیخ

جب آپ کو اعداء کی ایذائیں انتہا کو پہنچیں تو آپ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ کو سلطان مصر نے دعا کرنے کیلئے خط لکھا اور آپ کے ساتھ مہربانی اور محبت کی باتیں ذکر

کیں۔ سلطان کے احترام کرنے کی وجہ سے لوگ آپ کو ایذاء دینے سے رک گئے مگر بعض بدستور ایذاء رسانی پر مُصِر رہے اور انہوں نے سلطان کو خط لکھے کہ یہ شخص جادوگر ہے۔ سلطان کا حال متغیر ہو گیا۔ پھر انہوں نے لکھا کہ یہ غش اور کھوٹ کرتا ہے یہ کیمیا گر ہے اور لوگوں کو آپ کی مجلس سے روکا۔

اتفاق یوں ہوا کہ سلطان محمد بن قلادون کا خزانچی ایک ایسے امر کا مرتکب ہوا جس کے باعث بادشاہوں کے نزدیک اس کا قتل ضروری ہو جاتا ہے۔ سلطان نے اس کو پھانسی کا حکم دیا۔ خزانچی بھاگا اور اسکندریہ میں چھپ گیا' وہ شیخ کے پاس رہا۔ سلطان کو اس کی خبر پہنچی کہ وہ شیخ کے پاس رہتا ہے' اس نے خط لکھا کہ تجھے ضرب زغل کافی نہیں حتیٰ کہ سلطان کے مجرم غریم کو اپنے پاس چھپا رکھا ہے جب یہ خط ملے تو اسے فوراً ہمارے پاس بھیج دو' ورنہ ہم تمہارے ساتھ بہت برا سلوک کریں گے۔ شیخ رضی اللہ عنہ نے اس کو نہ بھیجا۔ سلطان غضب ناک ہوا اور شیخ کو قتل کی دھمکی دی اور کہا تم کس طرح ممالیک سلطان ضائع کرتے ہو۔ جب سلطان کے خاص الخواص قاصد کے ذریعے یہ خبر شیخ تک پہنچی تو اسے فرمایا معاذ اللہ! ہم کیونکہ ممالیک سلطان ضائع کر سکتے ہیں۔ ہم تو صرف اس کی اصلاح کرنے والے ہیں۔ پھر سلطان کے قاصد سے فرمایا۔ بادشاہ کے خزانہ سے کچھ تانبا ہمارے پاس لاؤ تاکہ میں تجھے اصلاحی پہلو دکھاؤں۔ وہ بہت سا تانبا لے آیا۔ شیخ نے پانی سے خالی جامع مسجد کے حوض میں اسے پھینک دیا اور خزانچی سے کہا اس تانبا پر پیشاب کر دو۔ خزانچی نے اس پر پیشاب کیا تو وہ خالص سونا بن گیا۔

شیخ نے فرمایا۔ یہ اصلاح ہے یا فساد ہے؟

اس نے کہا' یہ اصلاح ہے' پھر شیخ نے قاصد سے فرمایا' اسے اٹھا کر سلطان کے خزانہ میں لے جاؤ۔ انہوں نے جب اس کا وزن کیا تو وہ پانچ قنطار' سوا چھ من ہوا تھا۔ شیخ نے فرمایا' یہ سلطان کو ہم ہدیہ پیش کرتے ہیں۔ اس سے کہو کہ وہ اپنے مملوک سے راضی ہو جائے' بادشاہ راضی ہو گیا' پھر وہ شیخ کی زیارت کیلئے اسکندریہ آیا اور دل میں یہ چھپایا کہ شیخ اس کو کیمیا گری سکھائیں۔ شیخ نے اس دل پر اطلاع پاتے ہوئے فرمایا۔ ہماری کیمیا گری صرف تقویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو وہ تجھے "کن" کا حرف سکھائے گا۔ اس کے بعد سلطان مرتے دم تک شیخ رضی اللہ عنہ کی تعظیم و تکریم کرتا رہا۔

شیخ ابوالحسن رضی اللہ عنہ کا علمی مقام

شیخ ابوالعباس مرسی رضی اللہ عنہ نے اپنے شیخ سیدی ابوالحسن رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا کہ میں نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی تو میں نے ایسی شے دیکھی جس نے میری عقل کو حیران کردیا۔ میں نے شیخ کا بدن دیکھا اس کو خدائے انوار سے بھرا ہوا تھا اور آپ کے وجود سے انوار ظاہر ہورہے تھے حتیٰ کہ مجھے آپ کو دیکھنے کی طاقت نہ رہی۔ ابوالعباس مرسی رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں ملکوت میں پھرا' میں نے ابومدین کو ساق عرش کے ساتھ معلق دیکھا۔ میں نے کہا تمہارے علوم کس قدر ہیں؟ اس نے کہا کہتر میں نے کہا تمہارا مقام کیسا ہے؟

اس نے کہا خلیفہ اور ساتواں سردار۔

میں نے کہا۔ سید شاذلی رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ کا خیال ہے؟

اس نے کہا وہ مجھ سے چالیس علوم آگے ہیں۔ وہ بے کنار سمندر ہیں جس کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ جب سیدنا شاذلی رضی اللہ عنہ اسکندریہ تشریف لے گئے وہاں ابوالفتح واسطی تھے۔ آپ باہر کھڑے رہے اور ان سے اجازت طلب کی۔ اس نے کہا ایک جگہ دو سر نہیں سما سکتے' اسی رات ابوالفتح فوت ہوگئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جو شخص شہر میں بلا اجازت فقیر پر داخل ہو تو اگر ایک دوسرے سے اعلیٰ ہو وہ اس کا فیضان ولایت سلب کرلیتا ہے یا اسے قتل کردیتا ہے' اسی لئے طلب اجازت مستحب ہے۔

ارشادات

اگر چاہتے ہو کہ تمہارے دل پر زنگار نہ آئے' غم واندوہ لاحق نہ ہو اور تمہارا گناہ باقی نہ رہے تو باقیات صالحات بکثرت ذکر کرو۔ جو چاہے کہ اللہ تعالیٰ کی مملکت میں اس کی عصیان نہ کرے وہ اپنی مغفرت کے عدم ظہور کو پسند کرے۔ سیدی شاذلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص دنیا اور دنیا داروں سے بے نیاز نہ ہو وہ ولایت کی بو نہیں سونگھ سکتا۔ جب تم محتاج ہو تو سر تسلیم خم کرو' جب تم پر ظلم ہو تو صبر کرو اور تقدیر کے اجراء کے تحت خاموش (ہو) کیونکہ تقدیر چلنے والا بادل ہے۔ اکابر کی صحبت کے آداب سے یہ ہے کہ ان کے عقائد میں تجسس نہ کرے اور علماء کی صحبت کے آداب سے ہے کہ غیر منقول ان سے

بات ذکر نہ کرے۔

آپ نے فرمایا۔ میں نے اپنے آپ کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ السلام کے ساتھ دیکھا تو کہا اے اللہ! ان کے ابتلاء وامتحان سے مجھے خیر وعافیت کے ساتھ ان کی راہ پر چلا وہ مجھ سے اقویٰ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ کہو اے اللہ! جو تو نے میرا مقدر کیا ہے اس میں میری نصرت واعانت کر جس پر انبیاء کی تائید وتقویت فرمائی۔

آپ نے فرمایا۔ میں اپنی سیر میں ایک رات سویا تو صبح تک درندے میرا طواف کرتے رہے اس رات جیسی انس میں نے کبھی نہیں دیکھی، صبح ہوئی تو میرے دل پر خطرہ گزرا کہ مجھے مقام انس حاصل ہو گیا ہے۔ میں ایک وادی میں چلا گیا جس میں تیتر تھے وہ مجھے دیکھ کر اڑ گئے، میرا دل مرعوب ہوا اور ندا سنائی دی، گزشتہ درندوں سے مانوس ہونے والے تیتروں کے بھاگنے سے کیوں خائف ہو گئے ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ گزشتہ رات تم ہمارے ساتھ آج اپنے نفس کے ساتھی بنے ہو۔ آپ کا کلام اس سے متعلق کثیر ہے ہم نے تطویل کے خوف سے اسے ترک کر دیا ہے۔

ابن عطاء اللہ نے شیخ رضی اللہ عنہ سے متعلق مستقل ضخیم کتاب تالیف کی ہے۔ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات میں آپ کا کلام شریف خوب ذکر کیا ہے اس کا مطالعہ کرو۔

سیدی ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے خضر علیہ السلام کو دیکھا تو انہوں نے کہا اے اباالحسن! اللہ تعالیٰ نے آپ کو لطف جمیل کا ساتھی بنایا ہے وہ حضر وسفر میں آپ کا ساتھی ہے۔

عظیم وصیت

شیخ سید ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ کی عظیم وصیت ہے جسے میں نے "حیوۃ الحیوان" میں دیکھا وہ فرماتے ہیں۔ ان صفات حمیدہ کو اختیار کر لو تو دنیا وآخرت میں کامیاب ہو گا۔ کسی کافر کو دوست اور مومن کو دشمن نہ بنا۔ تقویٰ کو خوراک بنا کر دنیا میں زندگی بسر کر اور اپنے آپ کو مردوں سے شمار کر۔

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے اقرار پر پختہ رہ، نیک عمل ہمیشہ کر اگرچہ تھوڑا ہو۔ کہو میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے فرشتوں کتابوں اور رسولوں کے ساتھ اس کی نیک وبد تقدیر کے ساتھ، ایمان لایا۔ ہم اس کے رسولوں میں نفس نبوت میں کسی میں ذرہ بھر

فرق نہیں جانتے۔ انہوں نے کہا ہم نے سنا اور اطاعت کی اے ہمارے پروردگار ہم تیری بخشش چاہتے ہیں' ہم نے آخر تیری طرف لوٹنا ہے جو شخص یہ صفات حمیدہ اختیار کرے اس کیلئے اللہ تعالیٰ دنیا میں چار اشیاء کا ضامن ہوگا وہ یہ ہیں۔ بات میں سچائی' عمل میں اخلاص' رزق بارش کی طرح شر سے اسے محفوظ رکھے گا۔ اور چار اشیاء کا آخرت میں ضامن ہوگا وہ یہ ہیں۔ عظیم مغفرت' عظیم قربت' جنت میں رہائش اور اعلیٰ درجات پر اسے فائز کرے گا۔

اگر بات میں سچائی کا ارادہ کرتا ہے تو ہمیشہ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ پڑھتے رہ۔

اگر بارش کی طرح رزق کا ارادہ کرتا ہے تو ہمیشہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ پڑھتا رہ' اگر لوگوں سے سلامتی کا ارادہ رکھتا ہے تو قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھتے رہ اور اگر خیر و برکت اور رزق کا خواہاں ہے تو ہمیشہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ پڑھے رہا کر نیز سورہ واقعہ اور سورہ یٰسین ہمیشہ پڑھ تیرے پاس رزق بارش کی طرح آئے گا۔

اگر چاہتا ہے کہ اللہ تجھے ہر غم سے خلاصی' ہر تنگی سے رہائی دے اور تجھے بے حساب اللہ تعالیٰ رزق دے تو ہمیشہ استغفار پڑھتے رہ۔ اگر گھبراہٹ میں ڈالنے والی اشیاء سے امن چاہتا ہے تو۔

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ	میں اللہ کے کامل کلمات کے سبب اس کے
شَرِّ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِهٖ	غضب' عذاب اور اس کے بندوں کی شرارت
وَمِنْ شَرِّ هَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَاَنْ	اور شیطانوں کے وساوس اور ان کے حاضر
یَّحْضُرُوْنَ۔	ہونے کی شرارت سے پناہ چاہتا ہوں۔

اگر یہ چاہتا ہے کہ تجھے آسمان کے دروازوں کے کھلنے کا وقت معلوم ہو اور اس میں دعا قبول ہو تو موذن کی اذان کے کلمات کا جواب دے۔ حدیث شریف میں ہے جس پر کوئی مصیبت آئے یا وہ سخت مشکل میں مبتلا ہو تو موذن کی اذان کے کلمات کا جواب دے۔

اگر مخدوش کام سے سلامتی کا ارادہ کرتا ہے تو یہ کلمات ہمیشہ پڑھ۔

تَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ اَبَدًا	میں نے ہمیشہ رہنے والے نہ مرنے والے پر توکل کیا سب
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ	تعریفیں اللہ تعالیٰ کی ہیں جس نے بچہ نہیں جنا نہ ملک میں اس کا
یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ	کوئی شریک ہے اور نہ ہی کوئی اس کی کمزوری کے باعث اسکا

وَلِیٌّ مِنَ الذُّلِّ وَکَبِّرْهُ تَکْبِیْرًا۔ مددگار ہے اور اس میں کی بڑھائی بیان کرتا ہو۔

اگر کسی غم اور فکر یا پہنچنے والے خوف سے نجات چاہتا ہے تو یہ کہہ اے اللہ میں تیرا بندہ ہوں تیرے بندی کا بیٹا ہوں، میری ناصیہ (سر کا اگلا حصہ) تیرے قبضہ قدرت میں ہے مجھ پر تیرا حکم جاری اور تیری قضا ثابت ہے، تیرے نام کا واسطہ جو تو نے اپنی ذات کا نام رکھا ہے یا اپنی کتاب میں نازل کیا ہے یا اپنی مخلوق سے کسی کو بتایا ہے یا تو ہی اسے جانتا ہے کا واسطہ ڈال کر تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ قرآن عظیم میرے دل کی روشنی، غم و اندوہ کو لے جانے والا، تو تیرے تمام غم زائل ہو جائیں گے۔

اگر تو چاہتا ہے کہ تجھے ننانوے بیماریوں جن میں سے چھوٹی سی چھوٹی بیماری غم و اندوہ ہے شفا دے تو جو حدیث شریف میں ہے وہ پڑھ۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ اللہ علی عظیم کے سوا نہ کوئی خوف اور نہ ہی قوت ہے۔

یہ تمام مذکور بیماریوں کی دوا ہے۔

اگر کسی مصیبت آنے سے بجات چاہتا ہے تو کہہ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اَللّٰهُمَّ عِنْدَكَ اَحْتَسِبُ مُصِیْبَتِیْ فَاْجُرْنِیْ وَاَبْدِلْنِیْ خَیْرًا مِّنْهَا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ تَوَكَّلْنَا عَلَى اللّٰهِ وَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا

اے اللہ میں اپنی مصیبت تیرے حضور ثواب خیال کرتا ہوں مجھے ثواب دے اور اس سے بہتر بدل عنایت کر ہم کو اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے ہمارا بھروسہ اللہ پر ہے، ہم نے اللہ پر توکل کیا۔

اگر چاہتا ہے کہ تیرا غم جاتا رہے، تیرا قرضہ اتر جائے جو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے پڑھتے رہ جب کہ کسی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا تھا تو فرمایا کیا میں تجھے ایک کلام کی خبر نہ دوں، اگر تو وہ کہے گا تو اللہ تعالیٰ تیرا غم دور کرے گا اور تیرا قرض اتار دے گا۔

سائل نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ضرور فرمائیں۔

آپ نے فرمایا جب صبح ہو اور جب شام ہو تو یہ کہو۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الدَّیْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ قَهْرِ الرِّجَالِ۔

اے اللہ میں تیرے ذریعہ فکر اور غم سے پناہ چاہتا ہوں۔ میں تیرے ذریعہ قرضہ سے پناہ چاہتا ہوں۔ میں تیرے ذریعہ لوگوں کے غلبہ سے پناہ چاہتا ہوں۔

اگر تو چاہتا ہے کہ تجھے خشوع وخضوع کی توفیق ملے تو فضول نگاہ ترک کردے اگر تو چاہتا ہے کہ تجھے حکمت کی توفیق ہو تو فضول کلام چھوڑ دے۔

اگر چاہتا ہے کہ تجھے عبادت میں حلاوت کی توفیق ہو تو روزے سے رہ اور رات کو نفل نماز پڑھ اور تہجد کی نماز سے غافل نہ ہو۔

اگر چاہتا ہے کہ لوگوں میں تیری ہیبت ہو تو مذاق اور ہنسنا چھوڑ دے کیونکہ یہ دونوں ہیبت کو تباہ کر دیتے ہیں۔

اگر تو چاہتا ہے کہ لوگ تیرے ساتھ محبت کریں تو دنیا کی فضول خواہشات کو ترک کردے۔

اگر تو اپنے نفس کے عیوب کی اصلاح چاہتا ہے تو لوگوں کے عیوب تلاش کرنے چھوڑ دے' کیونکہ یہ تلاش نفاق ہے جیسے حسن ظن (اچھا گمان کرنا) ایمان کا حصہ ہے۔

اگر تو چاہتا ہے کہ تجھے اللہ کی خشیت (ڈر اور خوف) کی توفیق حاصل ہو تو اللہ تعالیٰ کی ذات کی کیفیت میں وہم کرنا چھوڑ دے تو شک اور نفاق سے محفوظ رہے گا۔

اگر تو چاہتا ہے کہ ہر سوء سے سلامتی میں رہے تو لوگوں سے تعلق سوء ظن ترک کردے۔

اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا دل نہ مرے تو ہر روز ایک مرتبہ یاحی یاقیوم' لا الہ الا انت' پڑھ لیا کر۔

اگر تو چاہتا ہے کہ قیامت کے روز جو حسرت وندامت کا دن ہے تو سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھے تو اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ وَاِذَا السَّمَآءُ انۡفَطَرَتۡ وَاِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ کثرت سے پڑھ۔

اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا چہرہ منور ہو تو قیام لیل (رات کی نماز) زیادہ کر۔

اگر تو چاہتا ہے کہ قیامت کے روز پیاس سے سلامتی میں رہے تو ہمیشہ روزہ سے رہ۔

اگر تو چاہتا ہے کہ عذاب قبر سے سلامتی میں رہے تو نجاست اور حرام خوری سے بچ اور نسوانی شہوات چھوڑ دے۔

اگر تو چاہتا ہے کہ لوگوں سے مستغنی رہے تو قناعت لازم کر۔

اگر تو چاہتا ہے کہ تو لوگوں میں بہتر اور اچھا رہے تو لوگوں کو نفع دے۔

اگر تو چاہتا ہے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت کرنے والا ہے تو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم کا یہ کلام شریف اختیار کر۔

جب کہ آپ نے فرمایا یہ کلمات مجھ سے کون لیتا ہے تاکہ ان کے مطابق عمل کرے اور ان لوگوں کو یہ کلمات سکھائے جو ان کے مطابق عمل کریں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھے یہ کلمات عنایت فرمائیں۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور پانچ اشیاء شمار فرمائیں۔

محارم سے بچو' سب لوگوں سے زیادہ عابد ہو گے' اللہ تعالیٰ نے جو تیرے مقسوم میں کر دیا ہے اس کے ساتھ راضی رہو' تمام لوگوں سے زیادہ غنی ہو جاؤ گے اپنے ہمسایہ سے احسان کرو مومن ہو جاؤ گے جو اپنے لئے محبوب جانتے ہو وہ لوگوں کیلئے بھی محبوب سمجھو مسلمان ہو جاؤ گے۔ زیادہ ہنسی نہ کرو زیادہ ہنسی دل کی موت ہے۔

اگر تو چاہتا ہے کہ تو مخلص ہو تو اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کر کہ اسے دیکھ رہا ہے اور اگر اسے نہیں دیکھ رہا تو عبادت میں اخلاص کر' کیونکہ اللہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا ایمان کامل ہو تو اپنے اخلاق اچھے کر۔

اگر تو چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ محبت کرے تو مسلمان بھائیوں کی حاجات پوری کر' کیونکہ حدیث شریف میں ہے جب اللہ تعالیٰ بندے سے محبت کرے تو اس کی طرف لوگوں کی حاجات متوجہ کر دیتا ہے۔

اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا نام تابعداروں میں ہو تو اپنے پر اللہ کا فرض ادا کر۔

اگر تو چاہتا ہے کہ اللہ سے گناہوں سے پاک ہو کر ملاقات کرے تو جنابت سے غسل کر اور جمعہ کا غسل لازم کر تو گناہوں سے پاک اللہ کو ملے گا۔

اگر تو چاہتا ہے کہ قیامت کے روز نور ہادی میں ہو اور اندھیروں سے سالم رہے تو اللہ کی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہ کر۔

اگر تو چاہتا ہے کہ تیرے گناہ کم ہوں تو ہمیشہ استغفار کرتا رہ۔

اگر تو چاہتا ہے کہ تو سب لوگوں سے قوی تر ہو تو اللہ تعالیٰ پر توکل کر۔

اگر تو چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تیرا رزق بارش کی طرح وسیع کرے تو ہمیشہ کامل طہارت رکھ۔

اگر تو چاہتا ہے کہ تو اللہ کے غضب سے مامون رہے تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہ کر۔

اگر تو چاہتا ہے کہ تیری دعا قبول ہو تو سود اور حرام خوری سے بچتا رہ۔

اگر تو چاہتا ہے کہ تجھے اللہ تعالیٰ سب لوگوں کے سامنے ذلیل نہ کرے تو اپنی شرم گاہ اور زبان کو محفوظ رکھ۔

اگر تو چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تیرے عیبوں پر پردہ ڈالے تو تو لوگوں کے عیبوں پر پردہ ڈال، کیونکہ اللہ تعالیٰ ستار "پردہ پوش" ہے اپنے پردہ پوش بندوں کو پسند کرتا ہے۔

اگر تو چاہتا ہے کہ تیری ساری خطائیں مٹ جائیں تو استغفار، خضوع، خشوع اور تنہائی میں نیکی زیادہ کر۔

اگر تو چاہتا ہے کہ تیری نیکیاں زیادہ ہوں تو حسن خلاق، تواضع اور مصیبت پر صبر لازم کر۔

اگر تو چاہتا ہے کہ تیرے اوپر اللہ کا غضب نہ ہو تو صدقہ اور صلہ رحمی میں اخفاء کر کہ کسی کو معلوم تک نہ ہو۔

اگر تو چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تیرا فرض ادا کردے تو وہ کہہ جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اعرابی سے کہا تھا جب کہ اس نے آپ سے سوال کیا اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرمایا۔ اگر پہاڑ کے برابر تیرے اوپر قرض ہو تو اللہ تعالیٰ اسے ادا کردے گا۔ یہ کہو۔

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِىْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِىْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ	اے اللہ حلال کے ساتھ حرام سے میری کفایت کر اور اپنے فضل وکرم سے مجھے اپنے ماسوا سے بے نیاز کردے۔

حدیث شریف میں ہے اگر تم میں سے کسی پر پہاڑ کے برابر سونا قرض ہو وہ یہ دعا کرے، اللہ تعالیٰ اس کا سارا قرض ادا کردے گا۔ اور وہ دعا یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ فَارِجَ الْهَمِّ كَاشِفَ الْغَمِّ مُجِيْبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّيْنَ رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَرَحِيْمَهُمَا اَنْتَ تَرْحَمُنِىْ فَارْحَمْنِىْ بِرَحْمَةٍ تُغْنِيْنِىْ بِهَا عَمَّنْ سِوَاكَ	اے اللہ اندوہ دور کرنے والے غم کھولنے والے مجبور لوگوں کی دعائیں قبول کرنے والے دنیا و آخرت کے مہربان اور رحیم تو میرے اوپر رحم کرنے والا ہے مجھ پر ایسی رحمت فرما جس کے باعث مجھے اپنے ماسوا سے بے نیاز کردے۔

اگر تو چاہتا ہے کہ ہلاکت سے نجات پا جائے تو اس حدیث کے مضمون کو لازم پکڑ۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تو سخت ہلاکت کے گڑھے میں پھنس جائے تو یہ پڑھ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اللہ تعالیٰ جس قدر بھی مصیبت کے انواع واقسام ہوں سب دور کردے گا۔

اگر تو چاہتا ہے کہ ان لوگوں سے امن میں رہے جن کی شرارت سے تو خائف ہے تو اس حدیث کا مضمون پڑھ۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ

اے اللہ ہم تجھے انکے سینوں میں کرتے ہیں اور تیرے ذریعہ ان کی شرارتوں سے پناہ چاہتے ہیں۔

یا یہ کہو۔

اَللّٰھُمَّ اکْفِنَا بِمَا شِئْتَ وَكَیْفَ شِئْتَ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ

اے اللہ جو چاہے اور جس طرح چاہے میری کفایت کر تو ہر ممکن شے پر قادر ہے۔

اگر تو چاہتا ہے کہ بادشاہ سے بے خوف رہے تو اس حدیث میں جو وارد ہے وہ کہو۔

لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ الْحَلِیْمُ الْكَرِیْمُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ۔ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اَنْتَ عَزَّجَارُكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود حق نہیں وہ حلیم وکریم سات آسمانوں اور عرش عظیم کا پروردگار ہے تیرے سوا کوئی معبود حق نہیں تیرا مستجیر عزیز ہے تیری ثناء جلیل ہے تیرے سوا کوئی معبود حق نہیں۔

مستجب یہ ہے کہ گزری ہوئی حدیث وظیفہ رکھے وہ یہ ہے اَللّٰھُمَّ اِنَّا نجعلك فی نحورھم حدیث شریف میں ہے جب تو خائف کسی بادشاہ کے پاس جائے اور تجھے خوف ہو کہ وہ تیرے اوپر سختی کرے گا تو یہ کہو۔

اَللّٰہُ اَكْبَرُ اللّٰہُ اَكْبَرُ اللّٰہُ اَعَزُّ مِنْ خَلْقِہٖ جَمِیْعًا اللّٰہُ اَعَزُّ وَاَكْبَرُ مِمَّا اَخَافُ وَاَحْذَرُ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے اللہ اپنی ساری مخلوق پر غالب ہے اللہ تعالیٰ جس سے میں خائف ہوں اور ڈرتا ہوں تو اس پر غالب ہے سب محامد اللہ کی ہیں جو پروردگار عالم ہے۔

اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا دل دین پر ثابت رہے تو جو مرفوع حدیث منقول ہے اس میں مذکور دعا کر وہ یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ — اے اللہ میرا دل اپنے دین پر ثابت رکھ۔

ایک روایت میں ہے۔

یَامُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ — اے دلوں کے پھیرنے والے میرا دل اپنے دین پر ثابت رکھ۔

وفات

سید ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ نے ۶۵۶ ہجری میں رمضان المبارک میں وفات فرمائی جب کہ آپ حج کا قصد فرما رہے تھے۔ عیذاب کے صحرا میں حمیثراء کے مقام میں مدفون ہوئے۔ وہاں کا پانی کڑوا تھا اور آپ کی برکت سے میٹھا ہو گیا۔

کرامات

ابن بطوطہ نے آپ کی بعض کرامات ذکر کی ہیں۔ انہوں نے کہا مجھے شیخ یاقوت عرشی نے اپنے شیخ ابوالعباس مرسی رضی اللہ عنہ سے خبر دی کہ شیخ ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ ہر سال حج کرتے تھے۔ جب آخری سال تھا، آپ اس سال حج کیلئے گئے تو اپنے خادم سے کہا اپنے ہمراہ کلہاڑا، ٹوکری اور خوشبو لیتے چلو۔ خادم نے عرض کیا یا سیدی یہ کس لئے؟ آپ نے فرمایا عنقریب تم حمیثراء میں دیکھ لو گے۔ حمیثراء مصر میں صحرائے عیذاب میں ہے۔ جب حمیثراء پہنچے تو شیخ رضی اللہ عنہ نے غسل فرمایا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ جب نماز کے آخری سجدہ میں تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض کر لی اور وہیں آپ کو دفن کیا گیا۔

انہوں نے کہا میں نے آپ کی قبر کی زیارت کی ہے۔ اس پر قبہ بنا ہوا ہے جس پر امام حسین رضی اللہ عنہ تک آپ کا نسب نامہ لکھا ہے۔

میرے پاس والے نسخہ میں تو اسی طرح ہے اور یہ مذکور کے مخالف ہے کہ آپ کا نسب شریف امام حسین رضی اللہ عنہ تک جاتا ہے۔

والله اعلم بالصواب واليه المرجع والماب

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ

مؤلف

نورالابصار کے مولف مومن بن حسن مومن شبلنجی نے کہا کہ وہ اس کتاب کی تالیف سے سید کائنات سرور انس وجان سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت سے ۱۲۹۰ویں سال شہر حرام رجب کی ۲۶ تاریخ کو جمعرات کے روز فارغ ہوئے۔

مترجم

ناچیز بندہ غلام رسول خادم حدیث سید کونین وثقلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نورالابصار فی مناقب آل النبی المختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ترجمہ سے سرور کون ومکان، رحمت انس وجان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت سے ۱۳۹۶ویں سال ماہ صفر المظفر کی آٹھ تاریخ کو پیر کے روز ظہر کے وقت فارغ ہوا۔

الحمدللہ رب العالمین کہ کثرت مشاغل کے باوجود سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے متعدد شہور میں اس کتاب کے ترجمہ کی تکمیل ہوئی جب کہ احادیث نبویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تدریس میں بکثرت شغل رہتا تھا۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ فتاویٰ نویسی میں وقت کی بڑی کھپت ہوتی تھی۔ مولیٰ کریم جل جلالہٗ اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ جلیلہ سے میری محنت قبول فرما کر اسے زاد آخرت بنائے اور دنیاوی حوادث سے مصون و مامون فرمائے۔ (آمین)

فہرست

مضامین	صفحہ
سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ	۳
امام حسین رضی اللہ عنہ کا حلیہ مبارک	۳
امام حسین رضی اللہ عنہ احادیث کی روشنی میں	۴
طف کی تشریح	٦
امام حسینؓ کا عراق جانا اور وہاں شہید ہو جانا	٦
اہل کوفہ کا سیدنا امام حسینؓ کو مراسلات بھیجنا	۷
امام حسین رضی اللہ عنہ کی مکہ مکرمہ سے روانگی	۱۲
امام حسین رضی اللہ عنہ کو شیعوں سے نا اُمیدی	۱۳
امام حسینؓ سے حسن بن یزید کی گفتگو	۱۴
سیدنا امام حسینؓ کو ابن زیاد کا خط	۱۵
امام حسینؓ کے مقابلہ میں عمر بن سعد	۱٦
امام حسین رضی اللہ عنہ کا شیعوں کو ڈانٹنا	۱۸
سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت	۱۸
امام حسین رضی اللہ عنہ کو کس نے قتل کیا	۱۸
زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا کلام	۱۹
ابو الاسود دُ ھلی کا کلام	۱۹
قیدیوں کو دیکھ کر یزید رو پڑا	۲۰
سیدنا زین العابدینؓ کا یزید سے خطاب	۲۲
سیدنا زین العابدین رضی اللہ عنہ کا مدینہ منورہ واپس تشریف لانا	۲۴
شہادت کے بعد کے واقعات	۲٦
سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر شریف	۲۷
سیدنا امام حسینؓ کے سر مبارک میں اختلاف	۲۷
سیدنا امام حسینؓ کے سر مبارک کی کرامت	۳۱
سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کا عجیب وغریب واقعہ	۳۲
سیدنا امام حسینؓ کو نبیوں کا سلام پیش کرنا	۳۵
ابن زیاد کا خطبہ	۳٦
سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کا سر	۳۸

مضامین	صفحہ
وہ محل جس میں سیدنا امام حسین کا سر مبارک تھا	۳۸
سیدنا امام حسین کا قصاص	۳۸
سیدنا امام حسین کی اولاد	۳۹
سیدنا امام حسین کے ارشادات	۳۹
سیدنا امام حسین کی فراست	۴۰
سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا خطبہ	۴۰
سیدنا امام حسینؓ کا منظوم کلام شریف	۴۱
امام حسین رضی اللہ عنہ کے فرامین	۴۱
امام حسین رضی اللہ عنہ کے فرمودات	۴۲
حضرت امام علی بن حسین زین العابدین رضی اللہ عنہما	۴۳
امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی روایات	۴۴
سیدنا امام زین العابدینؓ کی خوبیاں اور محاسن	۴۴
سیدنا علی بن حسین رضی اللہ عنہما کی دعا	۴۵
سیدنا علی بن حسین رضی اللہ عنہما کی ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے محبت	۴۷
سیّدنا علی بن حسینؓ کی کرامت	۴۸

مضامین	صفحہ
کرامت نمبر۲	۴۹
سیّدنا حضرت زین العابدینؓ کا حسن خلق	۴۹
حضرت علی بن حسینؓ کی وفات	۵۳
حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کی اولاد	۵۴
حضرت علی بن حسینؓ سے خضرؑ کی گفتگو	۵۴
سیدنا محمد الباقر ابن علی زین العابدین بن حسینؓ	۵۵
حضرت محمد باقرؓ کے محاسن اور خوبیاں	۵۷
حضرت محمد باقر رضی اللہ عنہ کا علم شریف	۵۸
حضرت محمد باقر رضی اللہ عنہ کی کرامت	۶۰
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کی نظر میں	۶۰
حضرت محمد بن علی باقرؓ کی کرامت	۶۱
حضرت محمد باقر رضی اللہ عنہ کی وفات	۶۱
حضرت محمد باقرؓ کے پسماندگان	۶۲
حضرت محمد باقر رضی اللہ عنہ کے فرامین	۶۲
حضرت محمد باقر رضی اللہ عنہ کا وعظ شریف	۶۲
سیّدنا جعفر صادق ابن محمد باقر بن علیؓ	۶۴
سیّدنا حضرت جعفر صادقؓ کی کرامت	۶۵
دوسری کرامت	۶۸

مضامین	صفحہ
تیسری کرامت	۶۸
چوتھی کرامت	۶۹
سیدنا حضرت جعفر صادق ؓ کا منصور سے خطاب	۶۹
سیدنا حضرت جعفر صادق ؓ کا ناقد سے خطاب	۷۰
دوستی کے شرائط	۷۰
سیدنا جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی وفات	۷۰
سیدنا جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی اولاد	۷۱
سیدنا حضرت جعفر صادق ؓ کے ارشادات	۷۱
سیدنا موسیٰ کاظم ابن جعفر صادق رضی اللہ عنہما	۷۴
ہارون رشید کے سوال کا جواب	۷۵
کرامات	۷۶
دوسری کرامت	۷۸
تیسری کرامت	۷۹
چوتھی کرامت	۷۹
پانچویں کرامت	۸۰
مختصر حالات	۸۱
سیدنا موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی وفات	۸۱

مضامین	صفحہ
حضرت سیدنا موسیٰ کاظم ؓ کی وصیت	۸۳
سیدنا موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کا ہارون رشید کو خط	۸۳
سیدنا موسیٰ کاظم کی اولاد	۸۴
سیدنا علی رضا ابن موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ	۹۰
سیدنا علی رضا کی عبادت	۹۱
سیدنا علی رضا ؓ کا حدیث روایت کرنا	۹۲
سیدنا علی رضا بن موسیٰ کاظم کا صوفیوں سے خطاب	۹۵
خلیفہ مامون کا خلافت سیدنا علی رضا کے حوالے کرنا	۹۵
سیدی علی رضا کا لوگوں سے خطاب	۹۷
سیدی علی رضا ؓ کیلئے عہد ولائت کی تحریر	۱۰۰
قاضی یحییٰ بن اکثم کی شہادت	۱۰۱
عبداللہ بن طاہر کی شہادت	۱۰۱
حماد کی شہادت	۱۰۲
بشر بن معتمر کی شہادت	۱۰۲
مامون رشید کا مذکور صحیفہ علانیہ پڑھنا	۱۰۲
حضرت علی رضا رضی اللہ عنہ کی شادی	۱۰۲

مضامین	صفحہ
سیدنا علی رضا رضی اللہ عنہ کے اشعار	۱۰۴
کرامات (۱)	۱۰۴
کرامات (۲)	۱۰۵
کرامات (۳)	۱۰۶
کرامات (۴)	۱۰۶
کرامات (۵)	۱۰۶
کرامات (۶)	۱۰۷
کرامات (۷)	۱۰۷
کرامات (۸)	۱۰۷
کرامات (۹)	۱۰۸
کرامات (۱۰)	۱۰۸
سیدی علی رضا رضی اللہ عنہ کی وفات	۱۰۸
سیدی علی رضا رضی اللہ عنہ کی اولاد	۱۱۰
سیدنا محمد جواد ابن علی رضا رضی اللہ عنہ	۱۱۰
سیدنا محمد جوادؓ کا قاضی یحییٰ بن اکثم سے مناظرہ	۱۱۲
سیدی محمد جواد کا مامون کی بیٹی سے نکاح	۱۱۳
خلیفہ مامون رشید کا شادی پر خوشی کا اظہار	۱۱۴
سیدی ابو جعفر محمد جوادؓ کی کرامات	۱۱۵

مضامین	صفحہ
کرامت (۲)	۱۱۶
کرامت (۳)	۱۱۷
سیدنا محمد جواد رضی اللہ عنہ کی وفات	۱۱۸
سیدنا محمد جواد رضی اللہ عنہ کے ارشادات	۱۱۹
سیدنا علی ہادی ابن محمد جواد رضی اللہ عنہما	۱۲۱
سید علی ہادی رضی اللہ عنہ کے مناقب	۱۲۲
ایک غریب مقروض کی اعانت	۱۲۲
کرامت	۱۲۴
سرمن رائی میں اقامت	۱۲۴
عبداللہ بن محمد کی شکایت	۱۲۵
سیدنا علی ہادی رضی اللہ عنہ کی وفات	۱۲۷
سیدنا حسن خالص ابن علی ہادی رضی اللہ عنہ	۱۲۷
مناقب	۱۲۷
کرامت (۱)	۱۲۸
کرامت (۲)	۱۳۰
کرامت (۳)	۱۳۰
کرامت (۴)	۱۳۱
نصیحت	۱۳۱
سیدنا ابو محمد حسن عسکری رضی اللہ عنہ کی وفات	۱۳۲

مضامین	صفحہ
سیدنا محمد بن حسن عسکری رضی اللہ عنہ	۱۳۲
مہدی رضی اللہ عنہ کے متعلق اخبار	۱۳۶
سیدنا مہدی ؓ کی شان میں احادیث	۱۳۷
چندفوائد	۱۴۱
تیسراباب	۱۴۳
اہل مصر کے حالات	۱۴۶
لطیفہ	۱۴۷
اہل بیت حضرات کے دفن میں اختلاف	۱۴۷
امام شعرانی	۱۴۷
اہل بیت کرام کے مزارات کی زیارت	۱۴۸
حضرات اولیاء کرام اور اہلبیت اطہار رضی اللہ عنہم کے مزارات کے آداب زیارت	۱۴۹
سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا	۱۵۰
سیدہ سکینہ بنت حسین رضی اللہ عنہما کی وفات	۱۵۶
ضروری وضاحت	۱۵۶
سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا	۱۵۷
سیدہ رقیہ میں اختلاف	۱۵۸
کرامت	۱۵۸
سیدی محمد رضی اللہ عنہ	۱۵۸

مضامین	صفحہ
قاموس کی شرح لکھنا	۱۵۹
علماء کی تقریظات	۱۶۰
شیخ محمد سعید بغدادی المعروف سویدی کی تقریظ	۱۶۰
اکابر امراء کا مجلس درس میں حاضر ہونا	۱۶۷
سیدی محمد بن عبدالرزاق کی شہرت	۱۶۸
سیدی محمد بن عبدالرزاق کی بیوی کی وفات	۱۶۹
سیدی محمد بن عبدالرزاق کی دوسری شادی	۱۷۰
سیدی محمد بن عبدالرزاق کی وفات	۱۷۱
شیخ محمد بن عبدالرزاق کا حلیہ	۱۷۳
سیدہ زینب رضی اللہ عنہا	۱۷۳
سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا مدفن شریف	۱۷۵
سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا زین العابدین کو قتل کرنے سے شمر ملعون کو روکنا	۱۷۶
سیدنا زین العابدین کا کوفہ والوں سے خطاب	۱۷۷
سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا کوفہ والوں سے خطاب	۱۷۷
قناطر السباع کی بنیاد	۱۷۸

مضامین	صفحہ
سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی مدح میں قصیدہ	۱۷۹
سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا	۱۸۱
سیدی حسن مثنیٰ کی وفات	۱۸۲
امام حسن مثنیٰ کی قبر پر خیمہ	۱۸۴
سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سخاوت کی ایک جھلک	۱۸۴
سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مشہد شریف	۱۸۴
سیدہ صفیہ بنت اسماعیل کی قبر شریف	۱۸۶
سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا کلام	۱۸۷
سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا	۱۸۷
سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا	۱۸۸
سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کا مصر میں تشریف لے جانا	۱۹۰
سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کی شہرت	۱۹۰
حکایت	۱۹۲
رقعہ کی عبارت	۱۹۲
امام شافعیؒ کی سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا سے عقیدت	۱۹۳
سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کی کرامات	۱۹۴
کرامت (۱)	۱۹۴

مضامین	صفحہ
کرامت (۲)	۱۹۴
کرامت (۳)	۱۹۴
کرامت (۴)	۱۹۵
سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کی وفات	۱۹۵
آدابِ زیارت	۲۰۰
سید حسن انور و سید محمد انور رضی اللہ عنہما	۲۰۵
سیدی حسن انور کی دُعا	۲۰۶
حکایت	۲۰۷
سید زید رضی اللہ عنہ	۲۰۸
زیدی شیعہ	۲۰۹
سیدی زید کی وفات	۲۱۱
سیدی زید کا مدفن	۲۱۱
سیدنا زید بن زین العابدین رضی اللہ عنہما وفات کے بعد	۲۱۱
ازالۃ الخفاء	۲۱۴
سیدنا زید رضی اللہ عنہ کا نقش خاتم	۲۱۴
سیدنا ابراہیم بن زید رضی اللہ عنہما	۲۱۵
سیدنا ابراہیم کی وفات	۲۱۵
سید حسین ابوالعلاء الحسینی رضی اللہ عنہ	۲۱۶

مضامین	صفحہ
سیدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا	۲۱۷
سیدہ بنت محمد ابن جعفر صادق رضی اللہ عنہم	۲۱۷
سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت قاسم	۲۱۸
سیدہ آمنہ بنت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہما	۲۱۸
سید یحیٰ شبیہ ابن قاسم طیب رضی اللہ عنہ	۲۱۹
سید یحیٰ بن حسن رضی اللہ عنہ	۲۱۹
سیدی قاسم بن طباطبا رضی اللہ عنہما	۲۲۰
سید قاسم رضی اللہ عنہ کا حلیہ شریف اور ارشادات	۲۲۱
سیدی طباطبا کی اولاد	۲۲۱
سیدی طباطبا کا ترکہ	۲۲۱
سیدی احمد بن علی رضی اللہ عنہما	۲۲۲
سیدی عبداللہ بن علی رضی اللہ عنہما	۲۲۲
سیدی عبداللہ بن احمد رضی اللہ عنہما	۲۲۲
وفات	۲۲۴
سخاوت	۲۲۴
ارشادات	۲۲۴
ابوالقاسم رضی اللہ عنہ	۲۲۵
وفات	۲۲۵

مضامین	صفحہ
سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا	۲۲۵
وفات وکرامت	۲۲۵
ابوالحسن علی بن حسن رضی اللہ عنہ	۲۲۶
ابومحمد رضی اللہ عنہ	۲۲۷
ابوالقاسم رضی اللہ عنہ	۲۲۷
ابوالحسن رضی اللہ عنہ	۲۲۸
سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا	۲۲۹
سیدہ سناوشار رضی اللہ عنہا	۲۳۱
اعلامیہ	۲۳۱
قرافہ کی تحقیق	۲۳۱
قرافہ میں حادثہ	۲۳۵
چوتھا باب	
فقہ کے امام رضی اللہ عنہم	۲۳۶
امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ	۲۳۶
امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اساتذہ	۲۳۷
امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے تلامذہ (شاگرد)	۲۳۸
قضاء سے انکار	۲۳۸
امام ابوحنیفہ کا فتویٰ	۲۴۰

مضامین	صفحہ
امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا خواب	۲۴۰
حضرت حماد رضی اللہ عنہ سے استفادہ	۲۴۰
امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد	۲۴۱
امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بعد دفن کے بعد	۲۴۱
امام ابوحنیفہ ؒ کا علم وعقل اور عبادت و تقویٰ	۲۴۲
ایک شرابی کی سفارش	۲۴۲
بیت کی تشریح	۲۴۳
امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی فقاہت	۲۴۴
امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا علم	۲۴۵
خارجیوں کا تائب ہونا	۲۴۵
اللہ کے عذاب سے ڈرنا	۲۴۷
خلیفہ سے گفتگو	۲۴۷
امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی وفات	۲۴۹
امام مالک رضی اللہ عنہ	۲۴۹
مدینہ منورہ کا عالم	۲۴۹
امام مالک کا حلیہ	۲۵۰
ہارون رشید سے اہم گفتگو	۲۵۳
علم کی تعظیم	۲۵۵

مضامین	صفحہ
مدینہ منورہ میں اقامت	۲۵۵
بدعتی کا اخراج	۲۵۶
امام مالک کی شہرت	۲۵۷
افتاء پر بُکاء	۲۵۷
امام مالک کی عظمت	۲۵۷
امام مالک کی وفات	۲۵۹
امام مالک کی وفات پر علماء کے خواب	۲۵۹
امام شافعی رضی اللہ عنہ	۲۶۰
تحقیق نسب	۲۶۱
امام شافعی رضی اللہ عنہ کا حلیہ	۲۶۲
امام شافعی رضی اللہ عنہ کے اساتذہ	۲۶۳
ایک درزی کا واقعہ	۲۶۴
ایک غریب کی امداد	۲۶۵
امام شافعی کا سخاوت میں کلام	۲۶۵
امام شافعی کے ارشادات	۲۶۷
امام شافعی کی فقاہت	۲۶۸
امام شافعی کا امتحان	۲۶۹
امام شافعی کا عمل	۲۷۲
نا اُمید کو با اُمید کرنا	۲۷۳

مضامین	صفحہ
امام شافعی کی دعاء	۲۷۴
امر بالمعروف	۲۷۶
امام شافعی رضی اللہ عنہ کا مدینہ منورہ کی طرف سفر	۲۷۷
امام مالک رضی اللہ عنہ سے ملاقات	۲۷۸
اہل مصر اور موطا	۲۸۱
امام ابو یوسف اور امام محمد رضی اللہ عنہما سے ملاقات	۲۸۱
ہارون رشید سے ایک ملاقات	۲۸۵
زعفرانی کی تصنیف	۲۸۶
امام مالک رضی اللہ عنہ کی طرف واپسی	۲۸۷
امام مالک سے ملاقات	۲۸۹
مصر میں اقامت	۲۹۲
امام شافعی کی وفات	۲۹۳
امام شافعی رضی اللہ عنہ کے آخری اشعار	۲۹۵
امام شافعی کا مقام	۲۹۶
امام شافعی کی کرامت	۲۹۷
امام شافعی کا نکاح	۲۹۷
امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ	۲۹۸

مضامین	صفحہ
امام احمد کا حلیہ	۲۹۸
امام احمد کی تدریس	۲۹۹
امام احمد کی عبادت	۲۹۹
امام احمد کا لباس اور کھانا	۲۹۹
امام احمد کے معمولات	۲۹۹
امام احمد اور خلق قرآن	۳۰۰
امام احمد کی دعا	۳۰۱
امام احمد بن حنبل قید خانہ میں	۳۰۱
امام احمد بن حنبل کے گھر غائبانہ نعمت	۳۰۲
احادیث ثلاثیہ کی تلاش	۳۰۳
امام احمد کا مذہب	۳۰۴
امام احمد بن حنبل اور داروغہ	۳۰۴
امام احمد کا زہد	۳۰۴
امام احمد رضی اللہ عنہ کا تقویٰ	۳۰۵
احادیث کی روایت	۳۰۷
امام احمد بن حنبل کی وفات	۳۰۸
اصحاب مذہب	۳۰۹
اقطاب	۳۰۹
سید احمد بن رفاعی رضی اللہ عنہ	۳۱۰

مضامین	صفحہ
سید احمد رفائی کی کیفیات	۳۱۲
ایک بلی کا واقعہ	۳۱۲
ایک مچھر کا واقعہ	۳۱۲
کرامت نمبر ۱	۳۱۳
کرامت نمبر ۲	۳۱۳
کرامت نمبر ۳	۳۱۳
کرامت نمبر ۴	۳۱۴
کرامت نمبر ۵	۳۱۴
کرامت نمبر ۶	۳۱۵
ضروری وضاحت	۳۱۵
سید احمد رفائی کے اخلاق	۳۱۷
سید احمد رفائی کے ارشادات	۳۱۹
ضروری وضاحت	۳۲۰
سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ	۳۲۲
لباس اور غذا	۳۲۳
افتاء	۳۲۴
شیطان پر غلبہ	۳۲۵
موارد الہیہ اور طوارق شیطان	۳۲۶
ایک سو فقہاء کے سوالات کے جوابات	۳۲۶

مضامین	صفحہ
اخلاق	۳۲۷
وعدہ کی ایفاء	۳۲۷
ارشادات	۳۲۷
جنوں پر حکومت	۳۲۹
مرغی کو زندہ کرنا	۳۳۰
چیل کو زندہ کرنا	۳۳۱
سانپ سے کلام کرنا	۳۳۱
ایک نظر سے چڑیا کا مر جانا	۳۳۱
علم شریف	۳۳۲
تصوف	۳۳۲
قدم شریف	۳۳۴
میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے	۳۳۴
وفات	۳۳۵
سید احمد بدوی رضی اللہ عنہ	۳۳۵
قرن ثور، بیل کا سینگ	۳۳۸
سید احمد بدوی کا حلیہ	۳۳۹
شیخ تقی الدین کو عتاب	۳۴۰
سید احمد بدوی کا علمی امتحان	۳۴۲
ایک اسیر کو رہا کرانا	۳۴۲

مضامین	صفحہ
مولد کے منکر کو توبہ کرانا	۳۴۳
سید احمد بدوی کے مولد کے منکر کو سزا	۳۴۳
سید احمد بدوی کے مولد کے منکر کی موت	۳۴۴
ابن لبان کی توبہ	۳۴۴
گدھی کی واپسی	۳۴۴
چوروں سے خلاصی	۳۴۵
قیدی لڑکا	۳۴۵
دودھ میں سانپ	۳۴۵
قبہ کا پتھر	۳۴۵
قبر میں کلام	۳۴۶
وفات	۳۴۷
سید ابراہیم دسوقی رضی اللہ عنہ	۳۴۷
ارشادات	۳۴۸
قصیدہ شریف	۳۴۹
قضاۃ کا انجام	۳۵۰
مگرمچھ کا واقعہ	۳۵۰

مضامین	صفحہ
قاضی کو سزا	۳۵۰
تعلیم وسلوک	۳۵۱
وفات	۳۵۲
ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ	۳۵۲
ارشادات	۳۵۴
اعداء کی ایذائیں	۳۵۵
مصر کا سفر	۳۵۵
مصلح شیخ	۳۵۵
شیخ ابوالحسن رضی اللہ عنہ کا علمی مقام	۳۵۷
ارشادات	۳۵۷
عظیم وصیت	۳۵۸
وفات	۳۶۵
کرامات	۳۶۵
مؤلف	۳۶۶
مترجم شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی	۳۶۶

صاحبزادہ محمد حبیب الرحمٰن رضوی

تفہیم البخاری پبلیکیشنز P-41 سنت پورہ فیصل آباد

Mob:0300-9650272
Fax:+92-41-2643623

مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ

مسلم الثبوت

﴿مصنف﴾

امام العلوم العقلیہ العلامہ مولانا محب اللہ البہاری

شرح

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی محدث کبیر رحمۃ اللہ علیہ

جامعہ سراجیہ رسولیہ رضویہ اعظم آباد، فیصل آباد

ناشر صاحبزادہ محمد حبیب الرحمن رضوی

تفہیم البخاری پبلیکیشنز

P-41 سنت پورہ فیصل آباد

Mob:0300-9650272, 0312-9650272, Fax:+92-41-2643623

طالب آخرت کیلئے تحفہ آخرت

تحفۃ الابرار

اُخروی زندگی سنوارنے اور عذابِ جہنم سے بچنے کے لئے

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تحفۃ الابرار کا مطالعہ کیجئے

تحریر و تالیف:

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی محدث کبیر رحمۃ اللہ علیہ

جامعہ سراجیہ رسولیہ رضویہ اعظم آباد، فیصل آباد

ناشر صاحبزادہ محمد حبیب الرحمٰن رضوی

تفہیم البخاری پبلیکیشنز

P-41 سنت پورہ فیصل آباد

Mob:0300-9650272, 0312-9650272, Fax:+92-41-2643623

ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

تحریر و تالیف:

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ محدث کبیر

جامعہ سراجیہ رسولیہ رضویہ اعظم آباد، فیصل آباد

ناشر صاحبزادہ محمد حبیب الرحمٰن رضوی

تفہیم البخاری پبلیکیشنز

P-41 سنت پورہ فیصل آباد

Mob:0300-9650272, 0312-9650272, Fax:+92-41-2643623

حضرت سیدہ

آمنہ

رضی اللہ عنہا

تحریر و تالیف:

شیخ الحدیث، علامہ غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ محدث کبیر

جامعہ سراجیہ رسولیہ رضویہ اعظم آباد، فیصل آباد

ناشر صاحبزادہ محمد حبیب الرحمٰن رضوی

تفہیم البخاری پبلیکیشنز

P-41 سنت پورہ فیصل آباد

Mob:0300-9650272, 0312-9650272, Fax:+92-41-2643623

سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حبیبِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

تحریر و تالیف:

شیخ الحدیث، علامہ غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ محدث کبیر

جامعہ سراجیہ رسولیہ رضویہ اعظم آباد، فیصل آباد

ناشر صاحبزادہ محمد حبیب الرحمٰن رضوی

تفہیم البخاری پبلیکیشنز

P-41 سنت پورہ فیصل آباد

Mob:0300-9650272, 0312-9650272, Fax:+92-41-2643623

تفہیم البخاری

شرح

صحیح البخاری

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے گیارہ جلدوں میں منظر عام پر ہے

تحریر و تالیف:

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی محدث کبیر رحمۃ اللہ علیہ

جامعہ سراجیہ رسولیہ رضویہ اعظم آباد، فیصل آباد

ناشر صاحبزادہ محمد حبیب الرحمن رضوی

تفہیم البخاری پبلیکیشنز P-41 سنت پورہ فیصل آباد

Mob:0300-9650272
Fax:+92-41-2643623

(کمپیوٹرائزڈ)

تفسیر رضوی

قرآن مجید کی اُردو میں

جامع اور مدلّل تفسیر

منظر عام پر آچکی ھے

جس میں سورتوں کے اتساق آیات کے موارد اور نزول
کے اسباب اور واقعات کی مکمل تفصیل ہے

تحریر و تالیف:

شیخ الحدیث، علامہ غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ محدث کبیر

جامعہ سراجیہ رسولیہ رضویہ اعظم آباد، فیصل آباد

ناشر

صاحبزادہ محمد حبیب الرحمٰن رضوی

تفہیم البخاری پبلیکیشنز P-41 سنت پورہ فیصل آباد

Mob:0300-9650272
Fax:+92-41-2643623

نورِ نگاہِ چشمِ رسالت ہے فاطمہ

تابندگیٔ اوجِ امامت ہے فاطمہ

تفہیم البخاری پبلیکیشنز

فیصل آباد، پاکستان